عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

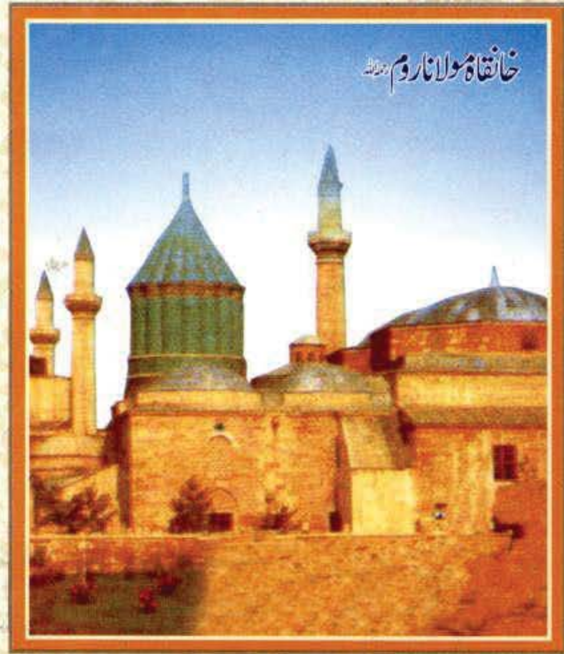
جلد 7-8-9 دفتر 3

مع افادات و ارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ



اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد ۷-۸-۹-۱۰ دفتر ۳

مع افادات وارشادات

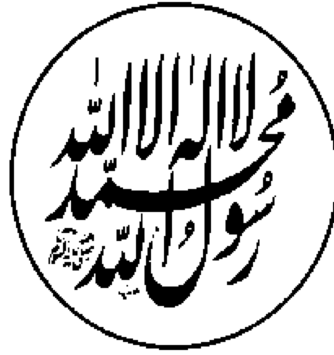
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ

از حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240



ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

نام کتاب

کلید مثنوی

تاریخ اشاعت.....................محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت....................سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K

(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)



عرض ناشر

الحمدللہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب "کلید مثنوی" بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آ سکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے "کلید مثنوی" مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمدللہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچوے دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصراہ پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تا کہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی موسوم بہ کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبّیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا	یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آؤ اس لئے کہ سنت تین بار کرنا ہے دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومیؒ ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اس لئے مولانا ان کا ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگر چہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار رہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کس قدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اس لئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو۔ اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اس میں مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ منجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل یہی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھ لئے ان

میں یہی مضمون تھا۔ تو اب فرماتے ہیں کہ اس ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا ہے تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے۔ اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اس کی تعبیر مختلف ہے اور اس کا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللّٰہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی لچر اور واہی شبہات کئے ہیں۔ اور ان کے جوابات دیئے ہیں جن کا بیان طویل ہے اور بے فائدہ لہذا قیاس کن زگلستان من بہار مرا آگے فرماتے ہیں کہ

بر کشا گنجینۂ اسرار را	در سوم دفتر بہل اعزار را
رازوں کا خزانہ کھول دے	تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار جو کہ آپ کو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبۂ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ

قوت از قوت حق می زہد	نز عروقے کز حرارت می جہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے	نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کود رہی ہوں۔

یہاں سے مولانا حسام الدین کا صاحب افاضہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اس کو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اس کو مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

ایں چراغ شمس کو روشن بود	نز فتیلہ و پنبۂ و روغن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے	بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح چراغ شمس بے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ

سقف گردوں کوچنیں دائم بود	نز طناب واستنے قائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے	رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اس کو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ

قوت جبریل از مطبخ نبود	بود از دیدار اخلاق وجود
حضرت جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی	وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچی خانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس اخلاق وجودات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ ان کی استعداد کے قابل ہے اس سے ان کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو یا آگئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق	ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اسی طرح اللہ تعالی کے ابدال کی قوت	اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالی کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام وطبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالی ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اس قدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں۔ بس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور ان کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

جسم شاں راہم زنورا سرشتہ اند	تاز روح واز ملک بگذشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے	یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائک سراپا نور ہیں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر دین کے چہروں کو جس کا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین و جمیل ان کے آگے جوتی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

فدا مہ جبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں انہیں کے تو ہم ہارے مارے ہوئے ہیں

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اس کو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرہ زیبا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حسن جو اس میں ہے کہیں ہم نے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے۔

ہے شان محبوبیت بھی کامل محبت کی صفت بھی حاصل   کہاں ہے دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک میرے بڑے ابا حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے۔

جس نے بہ چشم نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں   اس کی نظر میں پھر کہیں کوئی حسین جچا نہیں

اور تعجب ہے کہ

آں دل کہ رم نمودے باخوبرو جواناں   دیرینہ سال پیرے بردے بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آ کر دیکھ لے اور ان بڈھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چپڑی اور دودو کا مزہ آوے۔ میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اس میں بھی مجھے امید ثواب ہے غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ میاں ملوک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل	زآتش نمرود بگذر چوں خلیلؑ
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے	حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گزر جا

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گزر جاؤ مطلب یہ ہے کہ جب تم اوصاف حق سے موصوف ہو چکے ہو اور بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائک پر فوقیت حاصل ہوگئی تو کیا تعجب ہے تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی عنیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہوگئی تو پھر اور کس کی ضرورت ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی ہوتے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گزر جاؤ کہ جس طرح ان کو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تم کو ان کا وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

گردد آتش برتو ہم بردو سلام	اے عناصر مرمزاجت را غلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی	اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

یعنی آگ تمہارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جس کی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں۔ آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ آتش نمرود ان کے لئے بردو سلام ہوگئی تھی اور مضرنہ ہوئی اسی طرح یہ مقتضیات تم سے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کر کے ان سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہو گئے ہیں اس لئے مولانا نے فرمادیا کہ اے عناصر مر مزاجت را غلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست	ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے	عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں

یعنی ہر مزاج کے لئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

وصف وحدت را کنوں شد ملتقط	ایں مزاجت در جہان منبسط
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے	وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج

یعنی تمہارا یہ مزاج جہان کشادہ میں ہے اب وصف وحدت کا خوشہ چیں ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہٗ لاشریک میں غرق ہے اس لئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق	اے دریغا عرصۂ افہام خلق
بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے	ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق حلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے حلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ حلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں۔ بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد سنگ را حلوائے تو	اے ضیاء الحق بحذق رائے تو
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے	اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے

یعنی اے ضیاء الحق آپ کی حذاقت رائے کی وجہ سے آپ کا حلوا پتھر کو حلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و

معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کردیں اور وہ بھی اقتباس علوم معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کرسکتے۔ ان کو تو ذرا سی توجہ سے قابل بناسکتے ہیں اور ان کی استعداد کو قوی فرماسکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر کے بھی کہیں منہ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت	تاک مے نوشید و مے را بر نتافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا	یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کرسکا

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت حلق پایا یہاں تک کہ شراب پی اور اس کو برداشت نہ کرسکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ

صار دکامنہٗ وانشق الجبل	ھل رأیتم من جبل رقص الجمل
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا	کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تم نے پہاڑ سے جمل جیسا رقص دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کرسکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہوگئی تو چونکہ آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہوگئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہٰذا اس وجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور قبول حق کرلیں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس	حلق بخشی کار یزداں ست و بس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لئے ہو سکتا ہے	حلق بخشا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخشی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے مگر حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانے کے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فانی الحق ہوتے ہیں اس لئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اس لئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی وجہ سے بھی استعداد قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسم را و روح را	حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے	تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

یعنی جسم کے لئے بھی اور روح کے لئے بھی حلق عنایت فرمادے گا اور تیرے ہر عضو کے لئے جداگانہ حلق

بخشے گا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جس کو کہ حلوے سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اس کی استعداد کے موافق رکھ دی گئی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذا لے گا مگر اس کے لئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی	از دغا و از دغل خالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے	فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

یعنی یہ اس وقت عنایت ہوں گے جب کہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دغا و دغل سے خالی ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت قبول اس وقت حاصل ہوگی جبکہ تم مجاہدات و ریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تمام اخلاق ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ گے اس وقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اس کی مصلحت بتاتے ہیں۔

تانگوئی سر سلطاں رابکس	تاز ریزی قندرا پیش مگس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے	تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کر دو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ تم کو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاوے گی اور اس کے ضبط پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو ملے گا اس کو گاتے نہ پھرو گے ورنہ اگر اس سے پہلے ہی مل جاوے گا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سارے میں گاتے پھرو گے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض بند ہو جاوے گا اور کیوں غیرت نہ ہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو ان کو تو کیوں غیرت نہ آوے گی اور یہاں اسرار سے مراد علوم مکاشفہ ہیں کہ ان کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو بر سر ممبر بآواز دہل بیان کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کما حقہ بیان کر سکتا تو ان کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے بس یہ تو جو دیکھے وہی جانے اگر معلوم کرنے کا شوق ہے تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اس کے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہے اور جس کو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محجوب ہے اس کے سامنے بیان کرنا تو بس یہ ہے کہ مکھی کے آگے قند ڈال دینا ہی ہے

کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آں کس نوشد اسرار جلال	کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے	جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

یعنی اس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سو زبان والا ہے مگر خاموش پڑا ہوا ہے چونکہ سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں ان کو زبان سے تشبیہ دیدی تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اور باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سناوے گی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جاوے۔ سلال ترکی بمعنی گنگ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ حلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کھا رہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا	تا خورد خاک آب و روید صد گیا
اللہ (تعالی) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے	یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

یعنی لطف حق خاک کو حلق بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سینکڑوں سبزے اس سے اگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب	تا گیاہش را خورد اندر طلب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے	یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

یعنی پھر حیوان کو حلق اور لب بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے۔

چوں گیاہش خورد و حیوان گشت زفت	گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت
جب اس (حیوان) نے اس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا	حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھالیا اور وہ جانور موٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا یعنی اس کو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شدا کال بشر	چوں جدا شد از بشر روح و بصر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی	جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرضکہ سب ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

ذرہا دیدم دہاں شاں جملہ باز	گر بگویم خورد شاں گردد دراز
میں نے ذرے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے	اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں ان سب کی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شئے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر خوف طویل کتاب کے ان سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اس کے مناسب تھا مگر خوف طویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اس قدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے چھلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جس طرح کہ مولانا روم نے سب کے لئے حلق ثابت کیے ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چھلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شئے کے لئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اس کے فضلے نکل جاتے ہیں اور جوہر رہ جاتا ہے۔ اسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چھلنی ہوگی کہ اس میں اس کو چھانا جائے گا اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاوے گی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اس کے بعد جنت کی غذائیں ملیں گی تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اس میں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دیں گے مولانا نے اس شبہ کو زائل فرمایا اسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا۔ اس کو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کر کے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلا دیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اس کے چھاننے کی ایک چھلنی پیدا ہوگی اس سے چھا نکر کنکر پتھر الگ کر دیئے جاویں گے اور عمدہ اصل چیزیں جو اس میں مخفی ہیں وہ کھلائی جاویں گی اس لئے کہ جس قدر میوے ہیں اور جس قدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہ ہی مستحیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چھلنی میں اس کو چھان کر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال کر باہر کریں گے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دیئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء میں سے لب لباب ہیں اس کے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھا لیا غرضکہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجئے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او	دایگاں را دایہ لطف عام او
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے	پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

یعنی پتوں کو غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کے لئے اس کا لطف عام دایہ ہے دایہ سے

مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شئے کو اس کے لئے خلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے۔

رزقہا را رزقہا او می دہد	زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے	کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اس لئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول ان کی تربیت کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہے تو غذا کو غذا دینا یہ اس ذات حق ہی کا کام ہے۔

نیست شرح ایں سخن را منتہی	پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے	میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اس سے (اور) ٹکڑوں کو سمجھ لے

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں میں نے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی ہم نے تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہاں تک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں	باقیاں را مقبل و مقبول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ	باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانو اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ کہ تمام ایک دوسرے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اس لئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں ان کو کون کھا سکتا ہے۔

ایں جہان و ساکنانش منتشر	واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں	وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اس کے ساکنین مستمر ہیں مستمر سے مراد لاتنقف عند حد ہے اس لئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگر چہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہے بعض لوگ تو اس کے قائل ہیں کہ نفخ صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بے ہوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کے لئے جس کا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ جہان ابدی ہے لہٰذا اس کے ساکنین بھی مستمر لاتقفون عند حد ہونگے۔

ایں جہان و عاشقانش منقطع	اہل آں عالم مخلد مجتمع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں	اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم

کی یہ حالت ہے اور اس کی یہ تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد	آب حیوانے کہ ماند تا ابد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو پلا دے	آب حیات ' تاکہ ہمیشہ رہے

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابدالا باد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم	رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے	جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

یعنی باقیات الصالحات کریم ہیں سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوٹے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً و خیر املا اور یہ لوگ سارے مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اند یک تن بیش نیست	چوں خیالات عدد اندیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں	تعداد بڑھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدد اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را حلق است و نائے	غالب و مغلوب را عقل است و رائے
کھانے والے اور کھائے جانے والے کا حلق اور گلا ہوتا ہے	غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

یعنی آکل و ماکول کے لئے تو حلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہیں یعنی جو لوگ کہ دنیا دار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو حلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں۔

حلق بخشید او عصائے عدل را	خورد او چنداں عصا و حبل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا	وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو حلق بخشا تو اس نے اتنے عصا و حبل کو کھا لیا مطلب یہ کہ اس کے اندر اس قدر قوت عطا فرما دی کہ اس نے سب کو باطل کر دیا۔

و اندروں افزوں نشد زاں جملہ اکل	زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا	کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کا کھانا اور اس کی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اس قدر چیزیں کھائیں مگر اس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اس کا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اس کی اکل وشکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زماں کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اس کا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اس کے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

مر یقین را چوں عصا حق حلق داد	تا بخورد او ہر خیال را کہ زاد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو (بھی) حلق دیا ہے	یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست	رازق حلق معانی ہم خداست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں	معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

یعنی پس معانی کے لئے بھی اعیان کی طرح حلق ہیں اور حلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ز ماہی تا بہ مہ از خلق نیست	کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے	مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے حلق نہ ہو

یعنی پس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہے جس کے پاس جذب مایہ کے لئے حلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لے کر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتباس علوم کر سکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں

حلق نفس از وسوسہ خالی شود	میہمان وحی اجلالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے	تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

یعنی نفس کا حلق وسوسہ سے خالی ہو جاوے گا اور وحی اجلالی کا میہمان ہو جاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم ومعارف کے لئے شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاوے گا اور اس کو لطف وحی حاصل ہو جائے گا اور اس کو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جائے گی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

حلق جاں از فکر تن خالی شود	وانگہاں روزیش اجلالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے	تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

یعنی حلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جاوے گا اور اس وقت اس کی روزی اجلالی ہو جاوے گی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ وریاضت کرو گے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تمہاری روزی اجلالی ہو جاوے گی۔

حلق عقل و دل چو شد خالی زفکر	یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا	تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

یعنی عقل اور دل کا حلق جب فکر (تن) سے خالی ہو گیا تو اس نے بے ہضم معدہ کے رزق نو بنو پائے مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات وریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تم کو چھڑا دیا تو پھر تم کو نئے نئے تازہ بتازہ علوم ومعارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ غذاے ظاہری میں ہوتا ہے اس میں یہ ہے کہ بے تحلیل غذائے ماقبل کے اورنئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم ومعارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں	کز مزاج بدبود مرگ بداں
سمجھ لے مزاج کو بدلنا شرط ہے	اس لئے کہ بروں کی موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

یعنی اس کی شرط تبدیل مزاج ہے اس کو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ مجاہدات وریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدل جاوے اور سیئات حسنات ہو جاویں اس لئے کہ برا مزاج یعنی سیئات تو بہت بری شئے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گل خوار شد	زرد و بد رنگ وسقیم و خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے	(تو وہ) زرد اور بد رنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت	رفت زشتی واں رخش چوں شمع تافت
جب اس کا برا مزاج بدل گیا	برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

یعنی جب کہ اس کے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اس کی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اس کی رنگت اور رونق روح سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت بد چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق وہی تازگی آ جاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اس کی استعداد مکدر اور خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اس میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد چمک اٹھتی ہے اور اس میں رونق اور تازگی ہو جاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

دایۂ کو طفل شیر آموز را	تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو	نعمت کے ذریعہ خوش کر دے بد ذوق کو

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بد دہن کو خوش کر دے۔

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را	تا ز نعمتہا کند او را غذا
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے ؟	جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ اس کی غذا نعمتوں سے کر دے یعنی اس کو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلا دے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہم کو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دے دے۔

گر بہ بندد راہ یک پستاں برو	بر کشاید راہ صد بستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی	سینکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کر دے تو سینکڑوں باغوں کا راستہ کھول دے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگر چہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اس کا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوے بھی کھاوے تو اگر چہ ایک پستان سے اس کو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاوے گا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مربی اگر چہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اس کی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اس کی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستاں شد حجاب آں ضعیف	از ہزاراں نعمت وخواں ورغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا	ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

یعنی اس لئے کہ پستان اس ضعیف کے لئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف فطام	اندک اندک جہد کن تم الکلام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے	بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

یعنی بس ہماری حیات اصلی فطام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کرو بات پوری ہو چکی مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی اور اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات

کو چھوڑا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایک دم سے تو کیا ترک کرو گے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تم کو اس میں آسانی ہوگی ورنہ ایک دم بوجھ پڑ جاوے گا۔ سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کردو مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں ان کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کرو پھر چھوڑ دو اس لئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کے لذائذ اس عالم کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ لہذا ان کو ترک کر کے ان کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں کہ

چوں جنیں بود آدمی خوں بد غذا	از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی	مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

یعنی آدمی جنیں کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لے لیا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہو گیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ وریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنالیا کرتا ہے۔

چوں جنیں بود آدمی خونخوار بود	بود او را بود از وخوں تارو پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا	اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

یعنی جب آدمی جنین تھا تو خونخوار تھا اور اس کی ہستی کے لئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا۔

از فطام خوں غذایش شیر شد	وز فطام شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی	اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

یعنی خون کے چھوٹنے سے اس کی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہو گیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

وز فطام لقمہ لقمانے شود	طالب مطلوب پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے	ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہو گیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہو گیا۔ لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اس کے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہو گیا اور اس کے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہو گیا اور طالب حق ہو گیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اس میں دل لگانے کی اور اس عالم سے گھبرانے اور اکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنیں را کس بگفتے در رحم	ہست بیروں عالمی بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا	باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمین خرمے با عرض وطول	اندر و بس نعمت و بیحد اکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے	اس میں بیشار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

یعنی ایک زمین خوش ہے ساتھ عرض وطول کے کہ اس میں بہت نعمتیں ہیں اور بے حد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحرہا و دشتہا	بوستاں ہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں	گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

یعنی (اس میں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے بس بلند و پر ضیا	آفتاب و ماہتاب و صد سہا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور	آفتاب اور چاند اور سینکڑوں سہا (ستارے) ہیں

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پر ضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں۔

از جنوب و از شمال و از دبور	باغہا دارد عروسیہا و سور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے	باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب ہرے بھرے ہیں۔

در صفت ناید عجابہای آں	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں	تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

یعنی اس کے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا	درمیان حبس و انجاس و عنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے	بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

یعنی تو اس چار میخ تنگنا میں خون کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے

جب کوئی اس کو یہ کہے اور اس کو اس جہان کا شوق دلاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ

او بحکم حال خود منکر بدے	زیں رسالت معرض و کافر شدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا	اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

یعنی اپنی حالت کی اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا انکار کرتا اور کہتا کہ۔

کایں محال ست و فریب ست و غرور	زانکہ وہم کور زیں معنی است دور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے	کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (اور اس کا یہ انکار) اس لئے ہے کہ اس اندھے کی فکر ان معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او	نشنود ادراک منکر ناک او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی	اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

یعنی اس کے ادراک نے جب کسی شئے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اس کا ادراک انکار مند اس کو سنے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ وہ اس کو قبول ہی نہیں کر سکتا اور وہ یہی خیال کرے گا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں	زاں جہاں ابدال میگویند شاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق	ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہان میں ہے کہ اس جہان سے ابدال ان سے کہہ رہے ہیں کہ

کایں جہاں چاہست بس تاریک و تنگ	ہست بیروں عالمی بے بو و رنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے	(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

یعنی کہ یہ جہان (دنیا) ایک چاہ تاریک و تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اس میں لون ہے اور نہ بو ہے تو اس عالم کی طرف حضرت اولیاء اللہ بلاتے ہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہیچ در گوش کسے ز ایشاں نرفت	کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی	کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

یعنی کچھ بھی کسی نے ان سے نہ سنا اس لئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ جو اس عالم کی خوبیوں کو سن کر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع	چشم را بندد غرض از اطلاع
لالچ' کان کو سننے سے روک دیتا ہے	غرض' آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے۔ بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کور و کر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں	کاں غذائے اوست در اوطان دوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو	جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

یعنی جس طرح کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اس کی غذا اس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد	خون تن را در دلش محبوب کرد
اس عالم کی بات سے محروم کر دیا	اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

یعنی اس جہان کی باتوں سے محجوب کر دیا اور خون تن کو اس کے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد	غیر خوں او می نداند چاشت خورد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا	خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

یعنی ان تمام قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

برتو ہم طمع خوشی ایں جہاں	شد حجاب آں خوشی جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ	اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اس خوشی جاودانی سے حجاب ہوگئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد کور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے	سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تم کو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اس جہان کی طمع ہی نے تم کو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیکو بداں	برتو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے	یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

یعنی پس طمع تم کو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تم پر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے	لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

یعنی تم کو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سینکڑوں نابینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں	تا نہی پا برسر آں آستاں
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن	تاکہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تا کہ اس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تا کہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

کاندراں در چوں درائی وارہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پالے گا	دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

یعنی اس درحق میں جب تم آ جاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اس در تک رسائی ہوگئی تو پھر سب غم وشادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت اور آرام نصیب ہو جاوے گا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

چشم جانت روشن وحق بیں شود	بے ظلام کفر نور دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی	دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بیں ہو جاوے گی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاویگی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تم کو نور ایمان نصیب کرے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں	تارہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردان (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن	تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

یعنی مردان حق کے نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تاکہ تم کو یہ پریشانی دنیا کی نہ ہوں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں	تا بیابی در حقیقت نور جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

یعنی اب تم ایک قصہ اس کی مثال میں سن لو تاکہ حقیقت میں نور جاں تم پالو یعنی تاکہ تمہارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلاً سن لو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیوں کو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تم کو پھاڑ ڈالیں گے۔ اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا اس میں ان لوگوں کے پاس بھی گزر ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اس کے منہ میں سے گوشت کی بو آئی اس کو انہوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اس کے منہ سے چونکہ بو نہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تو بچ گیا کہ اس کو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا اچھا ہے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لائیے اس لئے کہ تثلیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلال فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدل کر جب کہ اختلال فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذھان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح وضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرمادیا ہے۔ تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرمادیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آ کر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سب کو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھول دیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پابند اسباب ظاہر کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ منشا قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جس کا منشا عروق نہ ہوں کیونکہ مسببات کے لئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اس پر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی مسبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کے لئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ علیٰ ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کے لئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو لو جبریل کو حق سبحانہ فی شدید القویٰ ذو مرۃ فرمایا ہے حالانکہ ان کی قوت کھانے پینے اور رگ وریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے بس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے لگی منشاء اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم ان کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ ان کے اجسام تمہارے اجسام سے گو دیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل نہیں کیونکہ ان کے رگ وریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق

باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے کیا متاثر ہوتے) کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات وغضب کس قدر تیز ہے مگر خلیل اللہ کی طرف آپ کیلئے گلستان اور ٹھنڈی اور غیر مضر بن گئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جس پر عناصر غالب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی مضر ہو گی اور جس کے عناصر مغلوب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی غیر مضر ہو گی چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا مضر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب سے فائق ہے کہ اس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کرلی ہے۔ جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جس میں عناصر کو دخل نہیں جس کی بناء پر جس طرح عناصر حق سبحانہ کے لئے مغلوب ومقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب ومقہور ہوں گے پس اب وہ شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کے لئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے اندر پہنچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کے مہارت تامہ وکمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہنچ کر اس کو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے یہ تو پھر بھی انسان ہیں اور گونہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعویٰ پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کوہ طور پر پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کے لئے اس میں حلق پیدا ہو گیا حتیٰ کہ اس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے پتھر کو بھی اونٹ کی طرح وجد میں دیکھا ہے ہرگز نہیں پھر کوہ طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ شراب پئے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ ممدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متحد بحق جل عظمة بوحدة الاص طلاحیه ہیں اور تصرف میں جارحہ حق سبحانہ ہیں اس کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ ممدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اس کے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دے سکتا۔ حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلاواسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ (ف یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقۃً دونوں فعل حق

سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقت عبادت سے اس کی نفی کی جائے تو دونوں منفی ہوں گے اور اگر بالنظر الی الظاہر عباد کے لئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطاء طعام میں قدرت واختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت واختیار بھی موہوب من اللہ ہے۔ اس لئے اس کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت واختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ وہاں محض قدرت الٰہیہ کام کرتی ہے اگر چہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے اس کو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہٰذا اس کو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جارہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کرسکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے۔ اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور متناقص بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ اوپر معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کے لئے اور اسرار ومعارف الٰہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیۂ سے پاک صاف ہو جاوے اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الٰہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قند کے مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ مکھی کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگیں کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اس کو اس کی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتیٰ کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ نباتات کو کھاتا ہے اور نباتات کھا

کر حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اس کو حلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اس کو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اس کے مناسب اس کو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اس کی روح وحواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جن کو ان کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں جن کی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا لطف تمام مربیوں کو بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشو ونما پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اس کی بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اس کو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و ماکولیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں۔ یہ عالم ناسوت اور اس کے رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اس میں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اس کے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں۔ (ف یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقاء حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے کے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اس کو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے۔ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ واندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اس لئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متبائن نہیں ہوتے جیسے اس شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مبائن ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذا القیاس جن کا مطمح نظر آکلیت و ماکولیت ہے اور جو نہیں

میں منہمک ہیں ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل ورائے عطا ہوئی ہے یہاں تک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنیوالی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اس کی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃً حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اس کی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اس کو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اس لئے اس میں اس آکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے۔ جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اس کی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور وساوس وشکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اس وقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اس کی الہام حق سے مہمانی کی جاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اس وقت اس کو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الٰہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل ودل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت ان کو نیا رزق ملتا ہے جس کو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور تبدیل مزاج اس لئے مشروط ہے کہ سوء مزاج سوء مزاج والوں کے لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اس کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک کوئی غذا عادۃً مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اس کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جب کہ سوء مزاج جاتا رہا تو اس کی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اس لئے اس روحانی غذا کے لئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سیٔ الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اس کو طفل شیرخوار سے ہے کہ جس طرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یونہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ واخلاق رذیلہ کے سبب بہترین واصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرح دایہ طفل شیرخوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اس کی غذا بناتی اور

اس کے برے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہوگیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اس کی چاٹ لگاتی ہے یونہی وہ شخص اس کو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگا دے یعنی اس کو معرفت الٰہی کی چاٹ لگا دے دایہ جس وقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اس پر کھول کر اس کو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اس کے سبب انواع واقسام کے میوے کھانے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کمزور بچے کے لئے ہزاروں نعمتوں اور طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس نے اس مانع کو دور کر دیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑانا چاہے تو چیں بہ جبیں نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہ ہو تو آہستہ آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے ان شاء اللہ ایک دن تم کو وہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے گی اور اس شیرخوار کی طرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تم کو محسوسات میں دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم مادر میں تھا تو خون حیض اس کی غذا تھی اور اپنے جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اس کی ہستی کا دارومدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹتا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹتی ہے تو اس وقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے تم کو اس کا یقین نہ آئے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تمہاری حالت ایسی ہے جیسے بچہ شکم۔ اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر متسق النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اس میں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اس میں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچہ اور چمن میں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اس میں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں بادشمالی بادجنوب پچھوا اور پروا ہوائیں چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرضکہ وہ عالم ایسا ہے کہ اس کے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے۔ تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا ہے مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعیہ کا انکار کرے گا اور اس پیام رسانی سے اعراض کرے گا اور خلاف ورزی کرے گا کبھی نہ مانے گا اور یہ کہے گا کہ یہ محال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے دھوکہ ہے کیونکہ اس پر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے جس شے کی جنس کو اس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اس کو اس کا سراپا انکار

ادراک کبھی تسلیم نہیں کرسکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جس میں تو بھی داخل ہے کہ ابدال اور اہل اللہ ان کے سامنے عالم مخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جس میں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں رینگتی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع اس کے لئے ایک زبردست حجاب ہوگئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روک دیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جس طرح کہ جنین کو اس خون کی طمع نے جو کہ اس کے ذلیل وطن میں اس کی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روک دیا اور جسم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب و مرغوب بنادیا لہذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہوگیا اور بجز خون کے اس کو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی تیرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہوگئی اور تجھ کو اس ابدی خوشی سے محروم کردیا اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھ کو حقیقی اور سچی حیات سے دور کردیا پس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کردیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کردیتی ہے طمع ہی کے باعث تمکوحق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سینکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے پس تم کو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہئے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جس میں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تمہاری روح منور اور حق بیں ہوجائے اور سراپا نور دین بن جاوے جس میں ظلمت کفر کا نام و نشان بھی نہ ہو مشائخ کی بات تم کو دل و جان سے قبول کرنی چاہئے تاکہ خوف مکروہات دنیا و عقبیٰ سے چھوٹ کر مامون اور مصداق **لاخوف علیھم** ہوجاؤ اب تم کو اس کی مثال میں ایک قصہ سننا چاہئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

شرح شبّیری

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں	دید دانائے گروہ دوستاں
تونے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں	ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستاں دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے۔ یہ دانا صاحب بھی جا پہنچے۔

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر و زراہ دور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے	سفر سے اور دراز راستہ سے آرہے تھے

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور دراز سے پہنچے تھے۔

مہر دانائیش جوشید و بگفت	خوش سلامے شان وچوں گلبن شگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور	ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

یعنی اس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح کھل گیا یعنی اس نے سب کو سلام کیا اور ان کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم کز تجوع واز خلا	جمع آمد رنج تاں زیں کربلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے	(اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

یعنی اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلو معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تم کو جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل	تانباشد خورد اں فرزند پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو	تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمہاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگرچہ بھوکے ہو مگر اس کا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہست ایں سوکہ اکنوں می روید	پندمن از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے	دل و جان سے میری نصیحت سن لو

یعنی جس طرف کہ اب تم جا رہے ہو ادھر ہاتھی ہیں لہٰذا میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تاں	صید ایشاں ہست بس دلخواہ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں	جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لئے۔

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں	لیک مادر شاں بود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں	لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن ان کی ماں گھات میں لگی ہوئی ہے۔

از پے فرزند صد فرسنگ راہ	او بگردد در حنیں و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے	وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

یعنی اپنے بچہ کے مارے سینکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے بچے کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سینکڑوں کوس تک اس کے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اس کو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او	الحذر زاں بچۂ مرحوم او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے	اس کے قابل رحم بچے سے بچو

یعنی اس کی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اس کے اس بچۂ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے ان کو بھلا کھانا تو درکناران کو ہاتھ بھی نہ لگاوے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر	درحضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں	وہ (ان کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (ان سے) باخبر ہے

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ ان سے باخبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اس وقت تمہارے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور ان کو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلہ لے لیں اور جب کہ وہ غائب ہوں تب تم ان کی برائی کرو تو وہ تو بدلہ نہیں لے سکتے مگر حق تعالیٰ ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کوئی ان کو ستاوے گا فوراً اس سے بدلہ لیں گے۔

غائبی مندیش از نقصان شاں	کو کشد کیں از برائے جان شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ	کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

یعنی غائبی کو ان کا نقصان مت سمجھو اس لئے کہ وہ ان کی جان کے لئے کینہ کھینچتے ہیں مطلب یہ اگر وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا ان کا کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستاوے گا اس سے وہ خود بدلہ لے لیں گے۔

گفت اطفال من اند ایں اولیاء	در غریبی فرد از کار و کیا
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں	غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان وشوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر حالت میں شان وشوکت ان میں نہیں مگر یہ میری اولاد ہیں لہٰذا حقیقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے۔ الخلق عیال اللہ مگر اس میں اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سب کو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاوے گا میں اس کو اعلان جنگ دیتا

ہوں۔ یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اس لئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاوے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کی نسبت صراحۃً ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم   کہ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنیٰ فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحاں خوار و یتیم	لیک اندر سر منم یارا و ندیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں	لیکن درپردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

یعنی (دوسروں) کی آزمائش کے لئے (ظاہر میں تو) خوار و بے کس ہیں۔ لیکن باطن میں میں ان کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کے لئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سن کر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہٰذا ظاہر میں تو اس طرح بے کس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

پشت دار جملہ عصمتہائے من	گوئیا ہستند خود اجزائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے	گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں۔ گویا خود میرے ہی اجزا ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں ان کے لئے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہو گئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ

ہاں وہاں ایں دلق پوشان من اند	صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
خبردار خبردار یہ گدڑی پوش میرے ہیں	ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ ان کو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اس قدر قدرت رکھتا ہے اور اس قدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ اس کے سامنے ہیچ ہیں دس کروڑ اس لئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو ان کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک بہتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ آگے اس کی نظائر بتاتے ہیں کہ۔

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر	موسیٰ فرعون راز زیر و زبر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کر سکتے ؟	(حضرت) موسیٰ فرعون کو تہ و بالا

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیر وزبر کر دیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیر وزبر کر دیا اور وہ بھی ایک ذرا سی لاٹھی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر اس کے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد	نوح شرق وغرب را غرقاب خود
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے	(حضرت) نوح مشرق اور مغرب کو غرقاب

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق وغرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے۔ غرقاب خود میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ ان کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کس طرح غرقاب کر سکتے تھے یہ اسی معیت کی برکت تھی۔

بر نکندے یک دعائے لوط راد	شہر ہائے کافراں را المراد
جوانمرد لوط کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی	کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا ان کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ وبالا ہو جانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحۃً تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انہوں نے دعا کی۔ رب نجنی و اھلی مما یعملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جاوے اور ان کو نجات دی جاوے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے۔ معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستاں چوں فردوس شاں	دجلۂ آب سیاہ رو بیں نشاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا	سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

یعنی ان کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے۔ جن کا اب تک نشان باقی ہے آگے ان نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام ست ایں نشان وایں خبر	در رہ قدسش بہ بینی برگزر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے	بیت المقدس کے راستہ میں سر راہ تو دیکھ لے گا

یعنی یہ جزا اور نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گزرگاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں

بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں انبیائے حق پرست	خود بہر قرنے سیاستہا بدست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)	(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ ان کو ستانے اور ایذا ہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود	خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا	جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

یعنی اگر میں اس کو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقب تو بہت طول طویل ہیں ان کے بیان میں خوف طویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جائیں تو پتھر بھی خون ہو جاوے جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سنبھل نہیں سکتا۔

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد	تو نہ بینی خوں شدن کوری ورد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں	تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر ٹھٹر جاویں تم ان کا خون ہونا دیکھتے نہیں ہو اس لئے کہ اندھے اور مردود ہو اگر تمہارے آنکھیں ہوتیں تو تم کو ان کا خون ہونا نظر آتا۔

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم	لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز نگاہ ہے	لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو عجب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ کے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر پر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اون کا ڈھیر ہے اور اس کی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہ کر تم اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہ کر عبادت اور یاد حق کرنا اس پر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاھراً من الحیوٰۃ الدنیا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اس کی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اس قدر منہمک ہیں کہ۔

موبمو بیند ز صرفہ حرص انس	رقص بے مقصود داند ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے	(اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

یعنی حرص انسانی حرفۂ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور ریچھ کی طرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس قدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹتی۔ حصول دنیا کے لئے بہت بہت دور نظر پہنچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کے لئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کے لئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ ریچھ ناچتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں ریچھ والے کو ملتے ہیں اس کو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس ساری دوڑ دھوپ سے ان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

موبمو بیند ز حرص خود بشر	رقص او خالی ز خیر و پر ز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے	اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اس کا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اس میں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی	پنبہ را از ریش شہوت برکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے	شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کرلو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ دو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کردو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

رقص و جولاں بر سر میداں کنند	رقص اندر خون خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدان (جنگ) میں دکھاتے ہیں	بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں ان کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند	چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں	جب نقص سے باہر آ جاتے ہیں تو ناچتے ہیں

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کردیتے ہیں۔

مطرباں شاں از دروں دف می زنند	بحر ہا در شورشاں کف می زنند
ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں	سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

یعنی ان کے مطرب ان کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا ان کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی ان کو ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا ان کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگہا بر شاخ ہا	کف زناں رقصاں ز تحریک صبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے	باد صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

یعنی کیا تم پتوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اسی طرح جب اُن حضرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں	برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لئے	کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن ان کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگہا را کف زدن	گوش دل باید نہ این گوش بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے	(اس کے لئے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمہارے پاس گوش دل ہے نہیں لہٰذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بر بند از ہزل و دروغ	تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے	تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

یعنی ان گوش سر کو ہزل اور دروغ سے بند کر لو تاکہ شہر جان کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات سے بند کر دو تاکہ تم اس عالم غیب کو جو کہ با فروغ ہے دیکھ سکو اور اس کی زیارت کر سکو۔

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو	جز حدیث روئے او چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے	اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کرلو اے چچا اور سوائے اس ذات کے روکے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ بند کرلو کہ سب ہزل ہے۔

در مصحف روئے او نظر کن خبر و غزل و کتاب تاکے

تو گوش و دہان دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش و دہان کو بند کرلو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

سرکشد گوش محمدؐ در سخن	کش بگوید در نبے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے	ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ھـــو اذن مطلب یہ کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کس قدر کان لگاتے تھے کہ جس کی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ھو اذن پوری آیت یہ ہے۔ ومنھم الذین یوذون النبی و یقولون ھو اذن قل اذن خیر لکم یعنی ان منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کم بختو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے) تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (ان کو جس طرح ہم بہکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرمادیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں۔ وہ بہتر ہیں تمہارے لئے تو اول جو ھــــو اذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے گا کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اس لئے اس کی تقدیر ھو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اس مبتدا کو ظاہر کردیا ہے کہ ھــو اذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اس کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ واللہ الحمد و للہ در مولانا۔

سربسر گوش ست و چشم ست ایں نبی	رحمت او مرضع ست و ماصبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں	ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراسر چشم و گوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم صبی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور ان کو چشم و گوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہم کو عطا ہوسکتے ہیں اس لئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم پر بھی رحمت ہوگی۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشانست خم و خمخانہ با مہر و نشانست

اب فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں	سوئے اہل پیل برآغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا الوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اس کو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کر دو۔

بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنیوالوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند	گرد معدہ ہر بشر بر می تند
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے	ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اس کو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کرلیں گے وہ ہاتھی منہ سونگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کر لیتا ہے۔

تا کجا یابد کباب پور خویش	تا زند اندر جزا صد زخم نیش
تا کہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے	تا کہ بدلے میں سو زخم لگائے

یعنی تا کہ جہاں کہیں وہ اپنے بچہ کے کباب پاوے تو اس کو سزا میں سو زخم نیش کے مارے

تا کجا بوئے کباب بچہ را	یابد وزخمش زند اندر جزا
تا کہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو	پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں اپنے بچہ کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اس کے زخم مارتا ہے اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

لحمہائے بندگان حق خوری	غیبت ایشاں کنی کیفر بری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے	ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) ان کی غیبت کرتے ہو تو بدلہ پاتے ہو۔

ہاں کہ بویائے دہاں تاں خالق ست	کے برد جاں غیر آں کو صادق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے	سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

یعنی ارے تمہارے منہ کو سونگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اس کے جو کہ صادق ہے کس کو جاں بری ہو سکتی ہے تو جب تم نے غیبت کر کے بمقتضائے آیہ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً کے تم نے ان حضرات کا گوشت کھایا اور ان کو ایذا دی تو ان کے طرف سے تو بدلہ لینے والا حق ہے پھر بتاؤ

کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر	باشد اندر گور منکر بانکیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے	قبر میں منکر اور نکیر ہوں

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جس کا منہ قبر میں سونگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے دہاں وز دیدن امکاں زاں مہا	نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے	نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبو دار کرنا

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دوا سے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں۔ بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر روپوش را	راہ حیلت نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں	عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

یعنی وہاں روپوشی کے لئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کے لئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کوبد زخمہائے گرز شاں	برسر ہر ژاژ خاومرز شاں
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے	ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگادیں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور چوتڑوں پر مرز بضم میم مقعد یعنی جب چھپا تو سکیں گے نہیں لہذا ان پر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگادیں گے اور پیٹیں گے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گرز عزرائیل را بنگر اثر	گر نہ بینی چوب و آہن درصور
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے	اگر تو لکڑی اور لوہا صورتا نہیں دیکھتا ہے

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگر چہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر پہ دلالت ہوتی ہے لہذا اس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی چیز ہے کہ جو اس پر سخت تر ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کر لو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آجاتا ہے جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہم بصورت می نماید گہ گہے	زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
کبھی کبھی صورتا بھی نظر آجاتا ہے	ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں اوران سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اس کو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تم کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم	چیست ایں شمشیر برفرق سرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!	میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بیند کس از یاران او	در جواب آیند ہر یک اے عمو
جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے	ہر ایک جواب میں کہتا ہے ' اے چچا!

یعنی جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

مانمی بینیم باشد ایں خیال	چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال
ہمیں نظر نہیں آتا ' یہ وہم ہو گا	کیسا وہم! یہ تو چل چلاؤ ہے

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں ہیں خیال ہو گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ برار ہے ہیں سرسام ہو گیا ہے۔ خیالات منتشر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کوچ ہونے والا ہے تم اس کو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیال ست اینکہ آں چرخ نگوں	از نہیب ایں خیالے شد کنوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان	اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگون اس کے خوف سے ایک خیال ہو گیا ہے اس وقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہو گیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرما دیں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرما دیں۔

گرزہا و تیغہا محسوس شد	پیش بیمار و سرش منکوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں	بیمار کو اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

یعنی تلواریں اور گرز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہو گئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست	چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں	دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ ان کو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اس کو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد	چشم او روشن گہ خوزیز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی	اس کی آنکھ خوزیز ہونے کے وقت روشن ہوئی

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اس کی آنکھ تیز ہوگئی اور اس کی آنکھ بڑی خوزیزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اس کی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او	از نتیجہ کبر اوو خشم او
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغا ہو گئی	اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

یعنی اس کی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہوگئی ہے اس کے کبر و خشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر و خشم اس کی آنکھ بند کئے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے تو اس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

سر بریدن واجب آید مرغ را	کہ بغیر وقت جنباند درا
(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے	جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

یعنی اس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو اسی طرح اس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اس وقت تو ہم کو نزاع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زماں نزعیست جزو جانت را	بنگر اندر نزع جاں ایمانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے	جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

یعنی تمہارے اجزاء جان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کے وقت ایمان کو درست کر لیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا اس وقت تمہارے اجزا کا نزع ہو رہا ہے کہ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جاتی ہیں ان میں کمی اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تو دیکھو کہ ایمان درست ہے یا نہیں۔ خوب کہا ہے۔ تسر المرء ماذهب الليالي. وكان ذهابهن له ذهابا اور کہا ہے کہ

ہر دم تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی

آگے اس عمر کی ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

عمر تو مانند ہمیان زرست	روز و شب مانند دینار اشمرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھلیوں کی طرح ہے	دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہمیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے۔

می شمار و می دہد زر بے وقوف	تا کہ خالی گردد و آید خسوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں	یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جاتا ہے

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہو جاوے گا خسوف میں آ جاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اس کی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی۔ خواہ خزانہ قارون ہی ہو۔

گرز کہ بستانی و ننہی بجائے	اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے	اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرو اور اس کی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی جگہ سے گر پڑے اور ختم ہو جاوے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اس کی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن ختم ہو جاوے گی لہذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اس کی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے اور اگر عوض رکھ دیا جاوے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اس لئے فرماتے ہیں کہ

پس بنہ برجائے ہر دم را عوض	تا زواسجد واقترب یابی غرض
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ	تا کہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

یعنی پس ہر دم کا عوض اس کی جگہ رکھ تا کہ واسجد واقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کے عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تم کو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

درکمال کارہا چندیں مکوش	جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر	سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اس قدر کوشش مت کرو کہ بس اسی میں کھپ جاؤ۔ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہیے نہ کہ امور دنیاوی میں اس لئے کہ

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام	کارہایت ابتر و نان تو خام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا	تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہو گی

یعنی آخر کار تو ناتمام ہی چلا جائے گا کہ تیرے کام ابتر ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخر کار ناتمام ہی رہ جاویں گے اس لئے اس سے ابھی سے ان کو ترک کردو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہم نے تو دل میں اس قدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اس قدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

واں عمارت کردن گور و لحد	نے بسنگ ست ونہ چوب و نے لبد
قبر اور لحد کی تعمیر	نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ ردوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی	در منی او کنی دفن منی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا	(اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنالو کہ اس کے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کر دو۔ مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اس میں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اس میں دفن ہو جاؤ۔

خاک اوگردی و مدفون غمش	تا دمت یابد مدد ہا از دمش
اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دفن ہو جا	تاکہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مددیں حاصل کرے

یعنی اس کی خاک بن جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ تمہارا دم دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرماویں۔

گورخانہ قبہا و کنگرہ	نبود از اصحاب معنیٰ آں سرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں	اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

یعنی گورخانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے کہ

بنگر اکنوں رند اطلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ	کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

یعنی اب تم کسی رند اطلس پوش کو دیکھ لو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اس کے ہوش و حواس میں اطلس نے مدد کی اور ان کو قوت پہنچائی ہے یا نہیں تم خود ہی دیکھ لو بلکہ جو رند ہی ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

در عذاب منکرست آں جان او	کژدم غم دردل غمدان او
اس کی جان برے عذاب میں ہے	اس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

یعنی اس کی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اس کے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں برظاہرش نقش و نگار	وزدروں زاندیشہا اوزار زار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں	اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں خوب نقش و نگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بے چارہ خراب وخستہ ہو رہا ہے اس رند اطلس پوش کی تو یہ حالت ہوگئی۔

واں یکے بینی دراں دلق کہن	چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا	اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پرانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پرانی گدڑی میں ہے اور اس کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر سے پرنور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندروں اور قلب کا ہے لہٰذا اس کو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے آگے پھر ان مسافروں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: تونے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سروسامان ہیں اور دور دراز سے سفر کر کے چلے آرہے ہیں بمقتضائے حکمت اس کی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے مل کر گل کی طرح شگفتہ ہو گیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پرمحن صحرا کے باعث اور بھوک اور خلوئے معدہ کے سبب تم کو بہت تکلیف ہے لیکن خدا کے لئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیویں میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ادھر جس طرف تم اب جارہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور و توجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جوان کی بے التفاتی دیکھ کر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس راستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جن کو دیکھ کر ان کے شکار کے لئے تمہارا جی بہت للچائے گا کیونکہ وہ بہت نفیس اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد

رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کی ماں ان کی محافظ ہے۔ گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ ان کے لئے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد کرتی جاتی ہے اس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تم کو اس کے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک پہنچ کر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ ان کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی ان کا محافظ اور نگراں ہے ان کے نقصان اور مشغولیت کا بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہو گئی ہے ہر گز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہنچانے والوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہے کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت و شان اولیا میرے بچے ہیں (چنانچہ تفسیر مظہری میں کسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہ اہل اللہ کو ستانے والوں پر ان کی خاطر یوں غضبناک ہوتے ہیں جس طرح شیر اپنے بچوں کے لئے ان کی ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان لوگوں کے امتحان کے لئے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن در پردہ میں ان کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سب کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزا کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میرے اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے۔ دیکھنا خبردار یہ میری گدڑی والے ہیں ان کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاٹھی سے تلپٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے۔ نیز اگر ہماری اعانت و حمایت ان کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہر گز نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تم کو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تم کو وہ نشان ملے گا اور اس سے تم کو اس واقعہ کی تصدیق ہو گی کچھ انہیں چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوا جاتا ہے نیز ان کے تصورات سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کلیجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں۔ تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اس لئے تم کو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اس کے ساتھ دور بین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب

سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمہاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اون تو دکھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تم کو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمہاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اس کے سبب ریچھ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جدوجہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جدوجہد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے اس میں برائی ہی برائی ہے بھلائی اصلا نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لا حاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھ کو جدوجہد اس کام میں کرنی چاہیے جس سے شکستگی و عجز و انکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اس کا پھاہا اتار اور انکو اچھا کر۔ میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کے لئے جدوجہد کرنا رنڈیوں اور زن خوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مرد خون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اس وقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کود پھاند مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہئے) ان کے باطن محفل رقص و سرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیانے بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے سمندر جوش مار رہے ہیں اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الٰہی سے لہرا رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر ان کے کانوں میں ان شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی آوازیں آ رہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اس کے ادراک سے مانع ہے پس اگر تم کو اس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جس میں یہ پرلطف جلسے اور پر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تم کو وہ بارونق اور پرلطف شہر جان نظر آئے گا نیز تم کو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہئے کہ نہ محرمات کھاؤ پیو اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ (ف: ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع علیہ السلام ہیں خواہ وجوبا یا استحبابا۔ لذاتہ یا لغیرہ (ف۲ آنکھ کو بھی انہیں دو پر قیاس کرنا چاہئے) ان نصائح کو کما حقہ اور اصالۃً تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جن کو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے۔ (یا تو اس سے وتعیھا اذن و

اعیه کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا اذن خیر لکم کی طرف) اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم تو ان کے فیض سے علی حسب الاستعداد مستفیض ہیں ورحمۃ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم ان کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہیں ہوسکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جن کو ہتھنی سے پالا پڑنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہتھنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور ان کے معدوں کو دیکھتی ہے تا کہ کہیں اپنے بچے کے کبابوں کی بو پالے اور تا کہ اپنا غیظ وغضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اس کو اس کے بچے کی بو مل جاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر وغضب اور اپنی عقوبت اس کو دکھلاتی ہے غرضکہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تا کہ وہ اپنے بچہ کی بو کہیں پائے اور اس کے عوض میں اس کو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو بچتہ رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا ارے اس قابل افسوس شخص کی حالت پر کمال افسوس ہے جس کا منہ منکر ونکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکے گا اور وہ کسی دوا سے بھی اپنی منہ کی بو نہ کھو سکے گا نہ تو حلیہ تبدیل کرنے کے لئے کوئی پوڈر وغیرہ ہوگا اور نہ عقل وفہم کوئی تدبیر رہائی کی نکال سکے گی لہذا ان کے گرز اس بے ہودہ شخص کے سر اور چوتڑوں پر بہت سی ضربیں لگائیں گے تم کو اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور لکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گرز کو تو اس کے اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کر لو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو یقینا معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم میں محسوس بھی ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اس کی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ارے یارو یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے اور چونکہ اس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری متخیلہ کا اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لے گا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شئے ہے جس کی دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اس کی نظر میں خیال ہوگئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں بے حقیقت بنادیا ہے غرضکہ بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں جن سے اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جن کو وہ حقائق سمجھتا تھا وہ خیالات ہو جاتے ہیں اور جن کو خیالات جانتا تھا وہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کے لئے ہیں لیکن اور دوستوں اور دشمنوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہو جاتی ہے اور مجوائے فکشفنا عنک غطاءک

فبصرک الیوم حدید اس کی نظر تیز ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اس کو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگ جاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور وہ آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں ہوتا اس کے تکبر اور غصہ و دیگر خصائل ذمیمہ کے سبب اس کی آنکھ نے اس مرغ کی صفت حاصل کر لی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ یہ اس وقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جب کہ تلافی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا واجب ہے جو بے وقت گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ خیال کرو کہ ابھی کاہے کے لئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کر لیں گے کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو بس اس حالت نزع میں تم کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آ جاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جائے تو پہاڑ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کر دے گی کیونکہ جو زمانہ گزرتا ہے اس کا بدل نہیں ہوتا جو اس کی کو پورا کر سکے پس اگر تم کو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ عمر کا جس قدر حصہ ہوتا جاوے اس کی جگہ طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت روحانی سے محفوظ رہو گے اور بمجوائے واسجدوا قترب تم قرب حق سے کامیاب ہو گے اور مقرب ہو کر باقی بہقاء حق ہو جاؤ گے اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں کوشش نہ کرنی چاہئے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ جو کام بامر یا باذن شروع ہوں گے گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقۃً دینی ہیں کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاوے تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تم کو مرنا ہے اور کار دنیا کسے تمام نکرد مسلم ہے پس اس اتمام کا انجام بھی تو ناتمامی ہے پھر اس بے ہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیوی امور ہی کے اتمام کی سعی میں چل دیئے تو علاوہ اس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز ناتمام رہے اور تمہاری سعی بیکار ہوئی ایک خرابی یہ ہے کہ تمہاری روٹی کچی رہے گی جو کھانے کے قابل نہ ہو گی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہو گا جو تم کو کام دے سکے اور یہ جو تم آخرت کا سامان کر رہے ہو کہ اپنے لئے قبر پختہ بنوا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور ردووں سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اس کی خاک ہو جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تا کہ اس کے انفاس سے تمہارے

انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں۔ اچھا اب ہم تم کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تم کو ان کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو رند اطلس پوش کا اطلس کیا اس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اس کو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اس کو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اس کا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اس کے خیالات اس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پرانی گدڑی والے فقیر کو دیکھو تو جہاں غم کا نام نہیں اس کے خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید ایں پند من	تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
نصیحت کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو	تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

یعنی اس ناصح نے کہا کہ میری بات سن لو تا کہ تمہارا دل و جان مصیبت میں نہ پڑے

با گیاہ و برگہا قانع شوید	در شکار پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو	ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من بروں کردم زگردن دام نصح	جز سعادت کے بود انجام نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا	نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب ہوگا۔ مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا۔

من بہ تبلیغ رسالت آمدم	تا رہانم مرشما را از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں	تا کہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

یعنی میں تو پیام رسانی کے لئے آیا ہوں تا کہ تم کو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند	طمع برگ از بیخہا تاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے	خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمہاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت	گشت قحط و جوع شاہ درراہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا	قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

یعنی اس نے یہ کہا اور ایک خیر بادی اور چل دیا اور ان لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگہاں دیدند بریک جادۂ	پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا	ہاتھی کا بچہ، موٹا، نوعمر

یعنی انہوں نے ناگاہ ایک پٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چوں گرگان مست	پاک خوردندش فروشستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے	اس کو چٹ کر گئے (اور) انہوں نے ہاتھ دھو لئے

یعنی اس میں مست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کھا پی کر فارغ ہو گئے۔

آں یکے ہمرہ نخوردو پند داد	کہ حدیث آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی	کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

یعنی اس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اس کو اس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آں سخن	بخت نو بخشد ترا عقل کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی	پرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

یعنی کبابوں سے اس کو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پرانے لوگوں کی عقل تم کو بخت تو بخشتی ہے اور اس سے بخت تو حاصل ہوتا ہے خیر اس نے نہ کھایا اور ان سب نے کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہٰذا اس کو نیند کہاں یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ	واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے	وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید فیلے سہمنا کے در رسید	اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آ پہنچا	پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

یعنی ایک خوفناک ہاتھی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چوکیدار کی طرف لپکا۔

بوئے میکرد آں دہانش راسہ بار	ہیچ بوئے زونیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا	اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

یعنی اس کے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چند بارے گرد اوگشت و برفت	مرورا نازرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا	اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

یعنی چند بار اس کے گرد پھرا اور چل دیا اور اس زبردست ہاتھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد	بوئے می آمد ورازاں خفتہ مرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے	اس کو اس سوئے ہوئے آدمی سے بو آتی تھی

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اس کو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود	بردرانیدو بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچے کے کباب کھائے تھے	ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

یعنی کیونکہ کباب پیل زدہ میں سے کھائے تھے تو اس ہاتھی نے اس کو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

درزماں او یک بیک رازاں گروہ	می درانیدو نبودش زاں شکوہ
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو	پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

یعنی اس نے اسی وقت اس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا۔

برہوا انداخت ہر یک را گزاف	تاہمی زدبرزمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا	یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا غرضیکہ اس نے خوب ہی گت بنائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے خورندہ خون خلق از رہ بگرد	تا نیارد خون ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے واپس لوٹ	تاکہ ان کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

یعنی اے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جا تاکہ ان کا خون تجھے مقاومت پر نہ لا دے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھ سے بدلا نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشاں خون ایشاں داں یقیں	زانکہ مال از زور آید در یمیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ	اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

یعنی ان کے مال کو ان کا خون جانو یقیناً اس لئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اڑاتے ہو تو گویا ان کا خون اور ان کی جان کھا رہے ہو۔

مادر آں فیل بچگاں کیں کشد	فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے	ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

یعنی اس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ کھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے ہیں۔

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار	ہم برآرد خصم فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے	ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچے کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دے گا۔

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را	پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بو نے رسوا کیا	ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

یعنی اس مکار کو بو نے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اس نے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اس نے نہیں بلکہ اس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ موذی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جانا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوئے حق و باطل بہت دور سے آ جاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن	چوں نیابد بوئے باطل را ز من
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے	وہ میرے باطل کی بو کو کیوں محسوس نہ کر لے گی

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نہ کریں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے انی لاجد ریح الرحمان من قبل الیمن شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اس کے مصداق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپ کو بوحق کی آگئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے نہ آوے گی۔

مصطفیٰؐ چوں بوئے برد از راہ دور	چوں نیابد از دہان ما بخور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستہ سے بو محسوس کرلی	ہمارے منہ کی بو کیوں نہ محسوس کرلیں گے

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمالی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرماویں گے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سب کی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوئے حق حضور کو آئی پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بوئے باطل نہ آوے گی یقیناً معلوم ہو جاوے گا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرما دیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ہم بیابد لیک پوشاند زما	بوئے نیک و بد برآید بر سما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں	اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اس کو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اس لئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے نہ یہ اظہار ہوتا۔

تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام	می زند بر آسمان سبز فام
تو سوجاتا ہے اور اس حرام کی بو	نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی تم تو سور ہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ہمرہ انفاس زشتت می شود	تابہ بوگیران گردوں می رود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے	یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

یعنی وہ بو تیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے۔ وہی

مضمون مولانا خود بیان فرما رہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بوگیر ہیں اس کو محسوس کرتے ہیں اور تم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز	در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
تکبر کی بو غصہ کی بو حرص کی بو	پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کہنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرنے میں بو آتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اس کی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اس کو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے گا اور وہ تم کو اس کا بدلہ دیں گے۔

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام	از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے	پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لہسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آں دمت سوگند غمازی کند	بر دماغ ہمنشیناں بر زند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی	(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

یعنی اس وقت وہ قسم تمہاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کرے گی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہنے سے جو ایک ہوا تمہارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہوگی اور وہ بتادے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو گے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمہارے اس کہنے سے ہی معلوم ہو جاوے گا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

پس دعا ہا رد شود از بوئے آں	آں دل کژ می نماید در زباں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی	وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

یعنی پس اس کی بو کی وجہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہے یعنی اس کا اثر زبان پر آ جاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب کج ہے۔

اخسؤا آید جواب آں دعا	چوب رد باشد جزائے ہر دغا
اس دعا کا جواب اخسؤا آتا ہے	ہر دغا بازی کا جواب' مار کی لاٹھی ہوتی ہے

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخسؤا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دغا باز کی سزا ہے۔

قرآن شریف میں کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخسئوا فیها ولا تکلمون تو یہ جو ارشاد اخسئوا ہے اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ در گندہ تھے اور اس گندگی کی بوان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوگئی۔ اللهم احفظنا نعوذ بالله من الشیطان الرجیم آگے فرماتے ہیں کہ

گر حدیثے کژ بود معنیست راست	آں کژی لفظ مقبول خداست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں	وہ لفظوں کی ٹیڑھ اللہ کے یہاں مقبول ہے

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ کجی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہے مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنی کژ و لفظت نکو	آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں	وہ اچھے لفظ دمڑی کے قابل بھی نہیں

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البھڑک ہوں بڑے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہوگا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ مجنوں کی خطا بیگانوں کے صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز	حی راہی خواند از روئے نیاز
وہ سچے بلالؓ اذان میں	(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاء حطی کی جگہ ہائے ہوز ان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست	ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست
یہاں تک کہ ان (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے	یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اس وقت ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ شروع بناء اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملے گا کہ موذن بھی ایسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں۔ منافقین ہیں جن کو کہ اس قول سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور

وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کمینے فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو چپ رہو ورنہ تمہارے اترے پتر کھول دوں گا تو حضور کی عادت مومنین کے لئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور اس میں غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اس کو قبول فرما لیتے مگر اس طرح رد فرما دینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ

اے نبی وائے رسول کردگار	یک موذن کہ بود افصح بیار
اے اللہ کے رسول اور نبی	ایک زیادہ فصیح موذن لے آیئے

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ فصیح ہو بلایئے اس لئے کہ

عیب باشد اول دین و صلاح	لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا	لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

یعنی اول دین اور صلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرما دیجئے)

چشم پیغمبر بجو شید و بگفت	یک دو رمزے از عنایات نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے	ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آ گیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اس کو سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں ان کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

کاے خساں نزد خدا ہی بلالؓ	بہتر از صد حی و قیل و قال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کی ہی	شور و غل کے سینکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

یعنی اے کمینو بلال کا ہی (بہ ہاء ہوز) سینکڑوں حی (بہ حاء حطی) سے اور قیل وقال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

وامشورا نیدتا من رازتاں	وانگویم زآخر و آغاز تاں
جوش نہ دلاؤ تا کہ میں تمہارے راز	اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

یعنی بہت شورمت کرو کہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کر دوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑبڑ مت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمہارے سارے مکر اور فساد کھول دوں گا اور لوگوں کو بتا دوں گا کہ یہ اس قدر مکار اور دغاباز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اس کی ہے کہ یہ سب کمبخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا ان کے الفاظ غیر فصیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ ان کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا۔ قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصریؒ جو کہ ہر فن میں ماہر تھے۔ تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہئے پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کر لیں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور مجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشریف لے جا کر کہیں اور نماز پڑھ لی۔ بعد تہجد ذرا سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ یارب دلنی علیٰ عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس وقت حضرت حسن بصریؒ نے ان کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اس کی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ان کے دل سے نکل رہا ہے غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے۔ اس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

رود دعا می خواہ ز اخوان صفا	گر نداری تو دم خوش در دعا
جا صفائی والوں سے دعا کرا لے	اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کرو ہی اور اس کی تلافی کے لئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کراؤ کہ اس گندگی دہن کی تلافی ان کی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اس منہ سے پکارو جس سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

وقت حاجت خواستن اندر دعا	بہر ایں فرمود با موسےٰ خدا
دعا میں مراد مانگنے وقت	اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ سے فرمایا

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ	بادہانے کہ نہ کردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ	اس منہ سے جس سے تونے گناہ نہ کیا ہو

یعنی اے کلیم اللہ مجھ سے اس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں	گفت مارا از دہان غیر خواں
موسیٰ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے	فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد ان کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہٰذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا منگواؤ تو اس کے منہ سے تم نے تو گناہ کیا نہ ہوگا اگر چہ اس شخص نے کیا ہو لہٰذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ

از دہان غیر کے کردی گناہ	از دہان غیر برخواں کاے الٰہ
دوسرے کے منہ سے تونے کب گناہ کیا ہے	دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الٰہی

از دہانے کہ نکردستی گناہ	آں دہان غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا	وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یعنی اس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے) کہ دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ دوسرے سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں کن کاں دہانہا مرترا	در شب و در روزہا آرد دعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے	رات اور دن دعائیں کریں

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کے ساتھ بھلائی کرو کہ اس سے سب لوگ خود تمہارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اس کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

یا دہان خویشتن را پاک کن	روح خود را چابک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر	(اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کر لے اور روح اپنی کو چابک وچالاک کر دے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کر لو اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی ان شاء اللہ اس لئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید	رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی	ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہنچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہٰذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جاویں گی اور آب آمد تیمم برخاست کا مضمون ہو جاوے گا۔ اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کر سکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا	شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں ضدوں سے گریز کرتی ہیں	رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں درآید نام پاک اندر دہاں	نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے	نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

یعنی جب کہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب دہان پاک ہو گیا لہٰذا چاہئے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کر لے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ بندہ کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ میگفتے شباں	تا کہ شیریں مے شداز ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا	یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اس لئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خاموش اے سخت رو	چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ	اے بت بے! آخر کب تک کہے گا

یعنی اس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بے حیا آخر کہاں تک پکارے گا اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو	خود یکے اللہ را لبیک کو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے	اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے بہکایا کہ اے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرما دیں اور جواب ہی دیدیں۔

می نیاید یک جواب از پیش تخت	چند اللہ می زنی باروئے سخت
پیشگاہ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے	تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بے حیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا۔

او شکستہ دل شد و بنہاد سر	دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا	اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں واماندۂ	چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
انہوں نے کہا۔ ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا	تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جس کو کہ پکارا کرتا تھا اس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب	زاں ہمی ترسم کہ باشم ردباب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آ رہا ہے	اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

یعنی اس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ نہ ہو جاؤں۔ مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن	کہ برو با او بگو اے ممتحن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے	کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

یعنی خضر علیہ السلام نے اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے	وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا در کار من آوردہ ام	نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے	کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں کیا

حیلہاؤ چارہ جوییہائے تو	جذب مابود و کشاد ایں پائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں	ہماری کشش (سے) تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس و عشق تو کمند لطف ماست	زیر ہر یارب تو لبیک ہاست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے	تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کمند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمہارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اس لئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تم کو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اول کو قبول کر لیا اور اس کا جواب دیدیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ۔

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست	زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے	کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کہنا اس کا دستور نہیں ہے۔ یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محجوب ہے اس کو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب تو توفیق ہوتی ہے۔

بر دہان و بر دلش قفل است و بند	تا نہ نالد با خدا وقت گزند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے	تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

یعنی اس محجوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔ آگے اس محجوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں۔

داد مر فرعون را صد ملک و مال	تا کہ کرد او دعوئے عز و جلال
فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے	یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

در ہمہ عمرش نہ دید او درد سر	تا نہ نالد سوئے حق آں بدگہر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا	تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

یعنی تمام عمر میں اس کو دردِ سر بھی نہ ہوا تا کہ وہ بدذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا ہی نہ کر سکے۔

داد او را جملہ ملک ایں جہاں	حق نہ دادش درد و رنج و اندہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی	اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیے

یعنی اس کو اس جہان کے تو تمام ملک و مال دیے مگر حق تعالیٰ نے اس کو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لئے وہ مبغوض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد آمد بہتر از ملک جہاں	تا بخوانی مر خدارا در نہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے	تا کہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

یعنی درد اس ملک جہان سے بھی بہتر ہے تا کہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اس میں یاد حق تو ہے۔

زانکہ درد و رنج و بار اندہاں	شد نصیب دوستانش در جہاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ	دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

یعنی اس لئے کہ درد و رنج اور بار اندوہ دوستانِ حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محجوب اور دشمن ہیں ان کا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدرد از افسردگیست	خواندن با درد از دل بردگیست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے	درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور بادرد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اس میں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ در اجابت تک پہنچا دے گا۔

آں کشیدن زیرِ لب آواز را	یاد کردن مبدء و آغاز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا	مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

یعنی وہ زیرِ لب آواز کو کھینچنا اور مبدء کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں	کاے خدا اے مستغاث واے معیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے	اے خدا اے مددگار اے معین

یعنی وہ صاف اور حزیں آوازیں ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی لوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہوتا ہے جس کی

وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست	زانکہ ہر راغب اسیر رہزنے ست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے	اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک راہزن کا قیدی ہے

یعنی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اس کو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سب سے الگ کر کے جوان کو متوجہ بحق کر دیتا ہے وہ جذبۂ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جس کو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست	بر سر خوان شہنشاہاں نشست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مردار سے نجات حاصل کرلی	شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذب حق وہ شئے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر اس میں کوئی تو بات تھی جو اس کا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبۂ حق کی تھی۔

تا قیامت مے خورد او پیش غار	آب رحمت عارفانہ بے تغار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے	عارفانہ آب حیات بغیر پیالے کے

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اس لئے کہ جب رحمت ان اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو اس میں سے ضرور ہے کہ اس کو بھی حصہ ملتا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کے لئے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست	لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
اے طالب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے	لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

یعنی بہت سے سگ پوست کا کہ جن کا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام و نشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں۔ بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں، بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

جاں بدہ از بہر آں جام اے پسر	بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے	بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

یعنی اے صاحبزادے اس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دیدو اس لئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل ہوسکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جب کہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر ایں نبود حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
اس (جام) کے لئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے	صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

یعنی اس کے لئے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے حزم وصبرے کس نہ جست	حزم را خود صبر آمد پاؤ دست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا	احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

یعنی اس گھاٹی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کے لئے خود صبر پاؤں ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہٰذا دونوں کی ضرورت ہے۔

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست	حزم کردن زور ونور انبیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے	احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

یعنی اس کے کھانے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیاء علیہم السلام کا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اس لئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سرسبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اس کو سوچ سمجھ کر استعمال کرو اور خود حضرات انبیاء علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تم کو ان کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کاہ باشد کو بہر بادے جہد	کوہ کے ہر بادرا وزنے نہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے اچھلتی ہے	پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہوچکے ہیں ان کو تو ان حوادث کی پرواہ ہی نہیں ہوتی لہٰذا خامی کو ترک کرکے پختگی حاصل کرو۔

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا	کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے	کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آجا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق	من قلاوزم دریں راہ دقیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیق سفر رہوں گا	میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

یعنی میں رہنما ہوں اور تیرے ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دقیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

نے قلاوزست و نے رہ داند او	یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو
وہ نہ رہنما ہے نہ راستہ جانتا ہے	اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اس کے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہو گئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا	چرب و نوش دامہائے ایں سرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں	اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

یعنی حزم یہی ہے کہ اس سراء دنیا کے جال کی چکنی چپڑی باتیں لبھا نہ لیں اس لئے کہ

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او	سحر خواند می دمد در گوش او
نہ ان میں چکنائی ہے نہ مٹھاس	وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے۔ لہذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ

کہ بیا مہمان ما اے روشنی	خانہ آں تست تو آن منی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی	گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

یعنی کہ اے روشن (دل) ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ کہ گھر تیری ملک ہے مگر تجھ پر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے انکار کر دو اور کہہ دو کہ بھائی ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام	یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں	(یا کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہہ دو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھالو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کر دو یا یوں کہہ دو۔

یا سرم درد ست و درد سر ببر	یا مرا خواند است آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کر دے	یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کر دو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کر دو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اس سے نہ ہو سکے غرض کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا	کہ بکار دور تو نیشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کیساتھ دے گا	اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

یعنی اس لئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس کے نیش تیرے اندر بہت سے زخم پیدا کر دیں گے۔

زر اگر پنجاہ وگر شصت دہد	ماہیا او گوشت در شستت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے	اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

یعنی وہ اگر تمہیں پچاس یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اے مچھلی وہ شست میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل	جو ز بوسید ست و گفتار دغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے	(اس کے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا رہے (مگر حقیقت میں) وہ پر حیل کب دیتا ہے وہ جوز بوسیدہ ہے اور اس کی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر چہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتا دیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

ژغوغ زر مغز و عقلت را برد	صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے	لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یعنی روپیہ کا بجنا تیرے مغز اور عقل کو لے جاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اس کے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لئے کہ۔

یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے	اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

یعنی تیرا یار تیری خرجین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اس کی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اس کی تلاش کرو

اور ادھر ادھر بہکے ہوئے مت پھرو آگے خود اس کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	ویں برونہا ہمہ آفات تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے	اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیاء سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر تم کو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں	تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلاویں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ ان کو غیر ہی سمجھو اس لئے کہ

دعوت ایشاں صفیر مرغ داں	کہ کند صیاد در مکمن نہاں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ	جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جس کو کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں	می کند ایں بانگ و آواز حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ	آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بکا کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس اوست آں	جمع آید بردرد شاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے	وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اس کی جنس ہی ہے تو وہ گرد آ جاتا ہے اور وہ صیاد اس کی کھال پھاڑ ڈالتا ہے۔
مطلب یہ کہ جس طرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہم جنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اس کے پاس آ کر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تلبیس کرتے ہیں اور تم کو پکارتے ہیں ہم اپنے ہم جنس جان کر ان کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہم کو بھی دوست بناتے ہیں لہذا ہم کو چاہیے کہ ذرا سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہم جنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج ازاں دانہ ملق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہے	تا کہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

یعنی سوائے اس جانور کے کہ جس کو حق تعالیٰ نے حزم عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اس دانہ چاپلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے۔ مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جس کو حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چاپلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اس کو تو اس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمے پشیمانی یقیں	حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے	احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تاکہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمے شقاوت بر دہد	دیں رود از دست و دردسر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے	دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردسر پیدا کر دیتی ہے

یعنی اس لئے کہ بے حزم کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور دردسر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کے ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تاکہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

بشنو ایں افسانہ را در شرح ایں	تا شوی حازم برائے حفظ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے	تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تاکہ تم حفاظت دین کے لئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہئے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اس لئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہانے کیا کرتا تھا آخر کار ایک مرتبہ کمبختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہوا ورنہ کیوں پریشان ہوتا۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تاکہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تم سے تاکیداً کہتا ہوں کہ نباتات اور پتوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت کا قرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن

اگر مانو گے تو یاد رکھو میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اس لئے آیا تھا کہ یہ پیغام جس کا پہنچانا بمقتضائے حکمت مجھ پر واجب تھا تم کو پہنچا دوں اور تاکہ تم کو اس ندامت سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تم کو پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تم کو صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور اس جہان کے بظاہر خوش ولذیذ متاع کی طمع تمہاری بیخ کنی نہ کردے یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوگیا۔ جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سفر شروع کیا اور راستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بے حد ہوگئی دفعۃً انہوں نے راستہ ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ اس کو سب بھیڑیوں کی طرح لپٹ گئے اور اس کو چٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اس کو حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اس کو اس کے کباب کھانے سے مانع آئی۔ اے رفیق شاباش کہ تو نے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھ کو ایک نیا نصیحت عطا کرے گی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھا پی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اس نے تین مرتبہ اس کا منہ سونگھا لیکن اس کو اس کے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اسکے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اس زبردست ہاتھی نے اس بے چارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد ان سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا پس ان سونے والوں میں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اس کے بچہ کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اس نے اس کو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اس کو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ ان کو اٹھا اٹھا کر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرما کر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تاکہ ان کا یہ خون تجھے جنگ باخدا میں مبتلا نہ کردے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لي وليا فقد آذنته بالحرب یا یوں کہو کہ ان کا خون تیرے مخالف نہ ہو جاوے اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا ہے اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا۔ حق سبحانہ اپنے بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جس طرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اس کی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے خون کھانے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہے تجھ کو آگاہ ہونا چاہئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہو کر تجھے تباہ کردے گا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اس کی بو ایسے مکار کو رسوا کر دیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں الا یعلم من خلق وهو اللطيف الخبير یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم وخبیر

ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اس کے اثر خاص سے معلوم کر لیتے تھے اس کا تم کو منکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن پس جب کہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ ومشیت الٰہیہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ باطل کو اس کی بو اور اثر سے کیوں نہیں معلوم کر سکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کر سکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کر سکتے۔ (ف) یاد رکھنا چاہئے کہ ادراک مغیبات آپ کی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اس کا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو ان کا اختیاری ہے اور جو بقوت الٰہیہ کرتے ہیں اس میں وہ مختار نہیں اس لئے ان میں مشیت الٰہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اس وقت ان سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیاریہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بناء پر ہم نے جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہوں گے یہ قرینہ ہے اس کا یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ھو الظاہر اس لئے ''ہم نے اپنے زمانہ میں'' یہ الفاظ بڑھائے اور صیغ حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ مولانا استعمال صیغ میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہو سکتا ہے۔ فتدبر وہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہم پر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ وسیہ کا اثر تو اس قدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الٰہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بو جو تم نے کھایا ہے آسمان سے ٹکر کھاتی ہے وہ تمہارے برے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتیٰ کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے۔ یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط) آدمی جب بات کرتا ہے تو جس طرح اس وقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چغلی کھاوے گا اور کہے گا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ جو انکار کرتا ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے منہ سے ایک بھپکارا نکلے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائے گا جب کہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے لئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اس کے مناسب ہے پس وہ بو قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس بو کے ساتھ ملتبس ہوتی ہے اور اسی کی بو ناپسندی کے سبب سے دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔ نیز جس طرح بوئے پیاز سے باطنی حالت

معلوم ہو جاتی ہے یونہی اس دعا سے بھی دل کی کجی معلوم ہو جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہو جاؤ ہم سے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں معنیٰ کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہ ہوں اور معنیٰ ٹھیک ہوں تو وہ نادرست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنیٰ درست نہ ہوں اور الفاظ درست ہوں تو اس کی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حیَّ کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اس وقت دین ر بتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موذن مقرر فرمایئے جس کی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین وآغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کو ھی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃً ظاہر فرمایا جو کہ مخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے پاجیو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی وحی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک سب کہہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنیٰ کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کراؤ چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اس کے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہ ہو اس لئے اس کے حق میں خود اس کی دعا کی نسبت دوسروں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے کلیم مجھ سے مجھ کو ایسے منہ سے مانگنا چاہئے جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لئے دعا منگواؤ یعنی تم کو ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمہارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا منگوانا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنے ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں چست و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاوے گی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آ جائیگی تو ناپاکی خود ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر چلتا ہوگی کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی چھپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئے گا تو نہ ناپاکی رہے گی اور نہ ناپاک منہ رہے گا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدلالت مطابقی تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدلالت التزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا۔ ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر اللہ سے اس کے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھ

کراور اس قدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگا تا رہے گا اس وسوسہ سے وہ شکستہ دل ہو کر لیٹ رہا تب اس نے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا اس نے کہا چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو میرا پکارنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو ان کو ناپسند ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہ ہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے کمبختی مارے یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے جو تجھ کو خشوع وخضوع اور درد وسوز کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے۔ یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں۔ جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے راستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہے اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھ کہ خدا کو نہ پہچاننے والے کو دعا ہی میسر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو دعا کی اجازت ہی نہیں۔ اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تا کہ تکلیف کے وقت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتیٰ کہ اس نے عزت وعظمت حقیقی کا دعویٰ کیا اور عمر بھر میں اس کے سر میں کبھی درد نہیں ہوا یہ سب اس لئے کیا گیا کہ یہ امور اس کے ہونٹوں کے لئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اس کو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حضور میں رو نہ سکے حق سبحانہ نے اس کو ملک دنیا عطا کیا اور رنج وغم کچھ نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رنج وغم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں مزید توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کیسے مل سکتے ہیں۔ (ف یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج وغم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج وغم ان کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدوں درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفتگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریاد رس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطاء حق سبحانہ ہوتا ہے آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بدوں جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کی طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اس کو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دواعی کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لئے ہر توجہ الی اللہ ناخوشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) ہم نے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں

بدوں جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اس پر کسی کو استعباد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔دیکھو سگ اصحاب کہف مردار سے چھوٹا بادشاہوں کے ساتھ خوان رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آب رحمت سے بدوں تغاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا۔اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہیں اور ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا لیکن باطن میں وہ جام محبت سے خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح تم کو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدینی چاہئے اس لئے کہ بدوں مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کے لئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یادرکھو کہ عام طور پر یہ ہی حالت ہے کہ بدون صبر علی الطاعات وعن المعاصی اور بغیر حزم واحتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا۔الا ماشاء اللہ حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کے لئے ممد ومعاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہوسکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا تم کو کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہئے اس لئے کہ زہریلی گھاس ہے حزم واحتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اس لئے کہ ان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔یوں ہی لذائذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یادرکھ کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آ میں رہنما ہوں میں تیرے ساتھ چلوں گا۔میں اس کٹھن منزل کا رہنما ہوں تجھ کو میرا اتباع لازمی ہے۔یعنی شیاطین تم کو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن تم کو آگاہ ہونا چاہئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس اے یوسف دیکھ اس گرگ خصلت کی طرف نہ جانا ورنہ کھاہی جائے گا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب وشیریں غذا سے دنیا کے دھوکہ میں نہ آئے اس لئے کہ نہ اس میں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اس کی یہ ظاہری چربی وشیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھ پر پھونکا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھ کو پھنسایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اس وقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہہ دو کہ جناب مجھے بدہضمی ہو رہی ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد کھو سکیں تو میں دعوت قبول کرسکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کردی ہے لہذا میں معذور ہوں غرضکہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جس میں سینکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کے ساتھ روحانی تکالیف بے حد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کردینی چاہئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جا رہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کے دیکھنے والے کو معلوم

ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں۔ حالانکہ دیتا کچھ بھی نہیں بلکہ جان لیتا ہے تم کو بہت ہوشیار رہنا چاہئے اور نہایت تحمل کی ضرورت ہے اس لئے کہ اگر ذرا کوتاہی کرے گا تو اس کی بکواس تیری عقل کو کھودیگی اور تو بالکل اس کی مٹھی میں آ جائے گا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے سینکڑوں عقلوں کو ایک کے برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا تیرا یار تو تیرا کیسہ اور تیری خرجین ہے اس میں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ولیہ ہے بس اس کو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ویسہ اور تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھ کو اس کی قدر کرنی چاہئے اس کی حفاظت چاہئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کھو دینے والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے وہ آواز جو شکاری گھات میں چھپ کر جانوروں کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ و زاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال ادھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ مگر وہی جانور بچتا ہے جس کو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اس خوشامد کے دانہ کے لئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھ لو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے چنانچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھ لو کہ بدوں حزم کے پشیمانی یقینی ہے دیکھنا حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی چپقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تاکہ تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے محتاط بنو فقط۔

شرح شبّیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اسکی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضے	شہریے بارو ستائے آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا	ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے	خرگہ اندر کوئے آں شہرے زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا	اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے	بر دوکان او و بر خوانش بدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا	اس کی دکان اور اس کے دستر خوان پر رہتا

یعنی دو دو تین تین مہینے اس کا مہمان رہتا اور اس کی دوکان اور اس کے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں	راست کردی مرد شہری رائگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں	وہ شہری مفت مہیا کرتا

یعنی اس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی ان کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بہ شہری کرد و گفت اے خواجہ تو	ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب!	تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گاؤں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار	کایں زمان گلشن ست و نو بہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لایئے	کیونکہ یہ موسم باغ اور نو بہار کا ہے

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اس لئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نو بہار کا ہے۔

یا بہ تا بستاں بیا وقت ثمر	تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے	تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لایئے تاکہ میں آپ کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں۔

خیل و فرزندان و قومت را بیار	در دہ ما باش ماہ سہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے	ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لاؤ اور ہمارے گاؤں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود	کشت زار و لالہ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے	کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

یعنی بہار کے زمانہ میں گاؤں کا خطہ خوب ہوتا ہے۔ کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے غرضکہ وہ ہمیشہ بلایا کرتا اور اس شہری کی یہ حالت تھی کہ

وعدہ دادے شہری اورا دفع حال	تابرآمد بعد وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اس سے وعدہ کر لیتا	یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

یعنی وہ خواجہ اس سے دفع الوقتی کے لئے وعدہ کرلیا کرتا یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے بھی آٹھ برس گزر گئے۔

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے	عزم خواہی کرد کامد ماہ دے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب	آپ ارادہ کریں گے خزاں کا موسم آ گیا

یعنی وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کروگے (لو) ماہ خزاں بھی آ گیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ماں	از فلاں خطہ بیاید میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے	فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

یعنی وہ شہری بہانہ کردیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آگئے ہیں۔

سال دیگر گر توانم وارہید	از مہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا	ضروریات ادھر آؤں گا

یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤں گا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر	بہر فرزندان تو اے اہل بر
اس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں	آپ کے بچوں کے اے کرم فرما!

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل وعیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چولکلک آمدے	تا مقیم قبۂ شہرے شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا	شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آ تا اور اس شہری کے گھر ٹھہرتا۔

خواجہ ہر سالے زرومال خویش	خرج اوکردے کشودے بال خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ	اس پر خرچ کرتا اپنا دل کھول دیتا

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اس پر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خرچ کرتا۔

آخرایں کرت سہ ماہ آں پہلواں	خواں نہادش بامدادان و شباں
آخری مرتبہ اس قوی نے تین مہینے	صبح اور شام اس کے لئے دستر خوان بچھایا

یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را	چند وعدہ چند بفریبی مرا
اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا	آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیجئے

یعنی اس نے خجالت کی وجہ سے اس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کرو گے اور کب تک مجھے فریب دو گے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اس کی مکافات نہ ہو تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی بے حیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بدگئی تھیں اس وجہ سے اس کو بھی مدت تک اس کے یہاں قیام کر کے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کرو گے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست	لیک ہر تحویل اندر حکم اوست
خواجہ (شہری) نے کہا کہ میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں	لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اس کے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اس وقت ہی آنا ہو سکتا ہے۔

آدمی چوں کشتی است و بادباں	تا کہ آرد بادرا آں بادراں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے	(دیکھو) وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ بادران (حق تعالیٰ) ہوا کو لا دے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادبان محتاج اس کے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلا دیں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم	گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی	اولاد کو لیجئے آیئے مزے دیکھئے

یعنی پھر اس دیہاتی نے اس کو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر تشریف لایئے اور عیش و آرام دیکھئے۔

دست او بگرفت سہ کرت بعہد	کالله الله زود آ بنمائے جہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا	کہ خدا کے لئے جلد آیئے کوشش کیجئے

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد دہ سالے بہر سال چنیں	لابہ و وعدہائے شکریں
دس سال بعد اور ہر سال اسی طرح کی	خوشامدیں اور شیریں وعدے

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامد میٹھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر	ماہ و ابرو سایہ ھم دارد سفر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا ' اے ابا جان!	چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بروے تو ثابت کردۂ	رنج ہا درکار او بس بردہ
آپ نے اس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں	اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

یعنی آپ نے اس پر بہت سے حقوق قائم کر دیئے اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آں	واگزارد چوں شوی تو میہماں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق	ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق جب آپ مہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں	کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
اس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے	کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

یعنی اس دیہاتی نے ہم کو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اس (اپنے باپ) کو گاؤں کی طرف کھیلتے کودتے کبھی لے آؤ جب بچوں نے یہ کہا تو اس شہری نے جواب دیا۔

گفت حق است ایں ولے اے سیبویہ	اتق من شر من احسنت الیہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ	اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

یعنی اس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اس کے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اس لئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اس نے کہا کہ جس پر تم نے احسان کیا ہو اس کے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اگر وہ شر کرے گا تو یقینا بے طرح کرے گا۔ یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ کہ

دوستی تخم دم آخر بود	ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے	میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ فاسد نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرۂ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے

کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جا کر کوئی شکر رنجی پیش آوے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اس کو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اس لئے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع	ہمچو دے در بوستان و درزروع
ایک میل ملاپ، براں تلوار کی طرح ہوتا ہے	جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جس طرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور برباد ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نو بہار	زو عمارتہا و دخل بے شمار
ایک میل ملاپ نوبہار فصل کی طرح ہوتا ہے	جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

یعنی ایک صحبت مثل فصل نو بہار کے ہوتی ہے کہ اس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ صحبت میں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے۔ لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بد رکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاداً تو کسی کو برا نہ سمجھو مگر عمل ایسا رکھو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ ظن بد بری	تا گریزی و شوی از بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے تا کہ تو گریز کرے	اور برائی سے بری ہو جائے

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بد لے جاوے تو تا کہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن فرمود آں رسول	ہر قدم را دام میداں اے فضول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے	اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

یعنی الحزم سوء الظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو۔ حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ	ہر قدم دامیست کم راں گوستاخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے	(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اس کی مثال ہے کہ۔

آں بز کوہی دود کہ دام کو	چوں بتازد دامش افتد در گلو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟	جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

یعنی بز کوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بز کوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اس کو زمین فراخ دیکھ کر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہیں دیکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھ کر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے اس میں منہمک ہوتا ہے کہ نفس وشیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ می گفتی کہ کو اینک بہ بیں	دشت می دیدی نمی دیدی کمیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ	تو نے جنگل دیکھا ' گھات کو نہ دیکھا

یعنی اے بز کوہی تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمین و دام و صیاد اے عیار	دنبہ کے باشد میان کشت زار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر	کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

یعنی ارے چالاک بے کمین کے اور دام و صیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے یہ کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں	استخواں و کلہ ہاشاں را بہ بیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں	ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جبڑوں کو تو ذرا دیکھو

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ	استخواں شاں را بپرس از مامضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے	ان کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جاوے تو ان کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان زور	چوں فرورفتند در چاہ غرور
تا کہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے مست	دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

تا کہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کس طرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم ان ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ بزبان حال جواب دیں گی اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے

کل پاؤں ایک کاسئہ سر پہ جو آ گیا وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بے خبر میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

آگے فرماتے ہیں کہ

چشم اگر داری تو کورانہ میا	ورنہ داری چشم دست آور عصا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ	اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بن کر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاٹھی لو لاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ وہ بھی کار آمد ہے۔

آں عصائے حزم واستدلال را	چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی	جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

یعنی اس عصائے حزم واستدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بنالے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنالو۔

ور عصائے حزم واستدلال نیست	بے عصاکش در سر ہر رہ مایست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے	لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

یعنی اور اگر حزم واستدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنالو جو تم کو راہ مقصود تک پہنچا دے اور اس وقت یہ حالت کرلو کہ

گام ز انساں نہ کہ نابینا نہد	تا کہ پا از سنگ و از چہ وارہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے	تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جس طرح نابینا رکھتا ہے تا کہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جس طرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تم کو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا ادھر ادھر ہوا اور تم گرے۔

کور لرزاں و بترس و احتیاط	می نہد پاتا نیفتد در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے	پاؤں رکھتا ہے تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائے

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تا کہ خرابی میں نہ پڑ جاوے اسی طرح تم بھی۔

اے زدود جستہ در نارے شدہ	لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا	لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

یعنی اے شخص جو کہ دھویں سے نکل کر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمۂ مار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس سے دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل اور سوچ اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبا کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے تمام عیش و آرام کے چھن جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک رہے اور آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبا اور ان کی نافرمانی کا قصہ اور ان کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نہ خواندی قصۂ اہل سبا	یا بخواندی و نہ دیدی جز صدا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟	یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے (بازگشت) سمجھا ہے

یعنی کیا تم نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اس میں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کو کوئی نفع اس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سبا پڑھا ہے مگر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست	سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے	حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لئے راستہ نہیں ہے

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا بلکہ۔

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش	چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے	جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جاوے اسی طرح تم نے بھی اس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سنے ہیں۔ اسی لئے اس سے عبرت

حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

داد حق اہل سبا را بس فراغ	صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہل سبا کو بہت فارغ البالی بخشی	لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

حق آں نگزاردند آں بدرگان	در وفا بودند کمتر از سگان
ان بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا	وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

یعنی ان نالائقوں نے ان چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اس لئے کہ

مر سگے را لقمۂ نانے ز در	چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ	جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمر بستہ ہو جاتا ہے

یعنی کتے کو روٹی کا ٹکڑا جس دروازہ سے مل جاوے تو وہ اسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود	گرچہ بروے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے	خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

یعنی اس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اس پر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش وقرار	کفر داند کرد غیرے اختیار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے	غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

یعنی اسی در پر اس کی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے تو دیکھو اس کے اندر کس قدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے۔ آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب	آں سگانش می کنند آندم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں)	وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتا رات کو یا دن کو آ جاتا ہے تو کتے اس کو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ۔

کہ برو آنجا کہ اول منزل است	حق آں نعمت گروگان دل است
کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے	اس نعمت کا حق دل کو گروی کیے ہوئے ہے

یعنی اسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانا ہے اس لئے کہ اس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

می گزندش کہ برو بر جائے خویش	حق آں نعمت فرو مگزار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا	اس نعمت کے حق کو نظرانداز نہ کر

یعنی اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہم جنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اس پر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ

از درون اہل دل آب حیات	چند نوشیدی وواشد چشمہات
دل اور صاحب دل کے در سے آب حیات	تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

یعنی اہل دل کے اندر سے تم نے آب حیات کس قدر پیا ہے کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی	از در اہل دلاں بر جاں زدی
سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا	دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تم نے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی ان کو ان سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں در را رہا کردی ز حرص	گرد ہر دکاں ہمی گردی ز حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا	حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

یعنی پھر اس در کو تم نے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دوکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھریں گے یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چل دیئے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تم کو فیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کے لئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعماں چرب دیگ	می دوی بہر ثریدا ے مردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولت مندوں کے در پر	اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

یعنی اے کمینے تو ان امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جا رہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آں جاداں کہ جاں فربہ شود	کارنا امید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے	مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فربہ ہووے اور ناامید کا کام اس جگہ درست ہو جاوے مطلب

یہ کہ تم جو اس جسم کے فربہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فربہی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔

صومعۂ عیسیٰ است خوان اہل دل	ہان وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہل دل کا دستر خوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے	خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

یعنی خوان اہل دل کو صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور اے مبتلا اس در کو ہرگز مت چھوڑ مطلب یہ کہ جس طرح کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تم کو ان اہل دل سے جو نفع ہوگا اس سے دین و دنیا دونوں درست ہوں گے لہذا خدا کے لئے اس کو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی	اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے لنجے اور محتاج۔

بر درآں صومعۂ عیسیٰ صباح	تابدم شاں وارہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰ کے گرجا گھر کے دروازے پر	تاکہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک سے ان کو مصیبت سے چھڑا دیں۔

او چو فارغ گشتے از اوراد خویش	چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے	وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق مبتلا دیدے نزار	شستہ بردر در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے	امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

یعنی وہ بیماروں ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید و انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے و گفتے اے خدا	حاجت و مقصود جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے	تمام ضرورت مندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرمادے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجت ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے	تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سب کی حاجت پوری ہو گئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا	سوئے غفاری و اکرام خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے	اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

یعنی ہاں اب بے رنج و عنا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور ان کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے	کہ کشائی زانوئے ایشاں پرائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح	جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

یعنی سارے ان اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم ان کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اونٹ روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

جملہ صحت یافتند و شد رواں	از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں
سب صحت مند ہو گئے اور روانہ ہو گئے	فوراً (حضرت) عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاں بخش پھونک سے اسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں آں حاجت جملہ علیل	ز امر حق و از دم نیک جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی	خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

یعنی ان سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور ان نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی ہے۔

بے توقف جملہ شاداں در اماں	از دعائے او شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف	ان کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں ان کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم	تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے	تندرست اور خوش اور قابل عزت

یعنی وہ سارے بے رنج والم اور بے درد و غم کے تندرست اور شادمان اور محترم

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں	ازدم میموں آں صاحبقراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے	اس صاحب قران کے مبارک دم سے

یعنی اپنے گھر کی طرف ان صاحبقراں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو ان کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بھائی زمانہ گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اسی کے یہاں ڈیرا ڈالتا اور اسی کے مکان پر ٹھہرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اس کے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اس کے لئے مہیا کر دیتا ایک روز اس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کے لئے بھی ہمارے گاؤں میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ کو خدا کی قسم آپ معہ اپنے بال بچوں کے تشریف لے چلئے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہے گا۔ اور اگر اس وقت آپ نہیں چل سکتے تو گرمیوں میں جو میووں کا زمانہ ہوگا ضرور تشریف لائیے۔ تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنے ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال دوست آشناؤں کو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گاؤں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لے چلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گاؤں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے۔ ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکش کا عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتیٰ کہ وعدۂ اول کے بعد آٹھ سال گزر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لے چلیں گے لیجئے موسم خزاں بھی آ گیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ امسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آ گئے تھے ان کے سبب آنا نہ ہوا آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا اس پر وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکلک کی طرح آوارد ہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھہرتا اور وہ امیر خوب دل کھول کر اس پر اپنا زر و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جوانمرد نے تین مہینے تک اس کو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اس نے اس امیر کے بے امید و توقع نفع احسانات سے شرمندہ ہو کر اس کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھ سے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے۔ اب کے تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہوگا۔ امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن

مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اس کا بادبان اور قضائے الٰہی ایسی ہے جیسے ہوا حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک ان کا حکم نہ ہو آدمی کیا کر سکتا ہے اس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان حیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچوں کو لے کر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گاؤں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پرلطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اس نے پھر وعدہ کیا اس نے تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپ کو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخرش دس سال کے عرصہ کے بعد وہ جس میں ہر سال دلجوئی اور دلخوش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چاند ابر سایہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں۔ اور آپ نے اس کے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مہمان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بناء پر اس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کر کے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ۔ جب وہ بیچارہ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو اس کی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تم کو اس کے شر سے بہت بچنا چاہئے۔ میں اس لئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرے دوست دعا وغیرہ سے مجھے فائدہ پہنچائیں گے۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر نا قابل انتفاع ہو جاوے میرے اس اندیشہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور جس طرح خزاں باغوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانے والی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تا کہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحزم سوء الظن (کما ہوالمشہور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اس کو صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرر دینی سے بچنے کے لئے بھی اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بل ھو الاھم اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تم کو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تم کو بے باکانہ اور انیلے پن سے

نہیں چلنا چاہئے تم اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھ کر سمجھتا ہے کہ چلو بھی جال کہاں لیکن جب وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے۔ اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے کمبخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدوں گھات کے اور بلا شکاری کے جال کے بھی کہیں کھیت میں دنبہ بندھا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات وتنعمات دنیوی خطرۂ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں ان سے تو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکتا رہے باخبر لوگ سو ان کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دون ہمتی پست خیالی وغیرہ پر محمول کر لو گے اس لئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بیباکانہ چلتے ہیں ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جا کر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات ولذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے کے گڑھے میں گرے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اب تیرے لئے تین صورتیں ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت سے ہر شئے کے حسن و قبح کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لاٹھی لے کر چل یعنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حزم واستدلال کی لاٹھی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا اس میں مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حزم واستدلال کی لاٹھی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہئے جو تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے راستہ پر لے چلے اور بدوں اس کے ہر راستہ پر چلنے کے لئے مت کھڑا ہو غرضیکہ جب تجھے نہ بصیرت ہو نہ صاحب بصیرت راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اس وقت تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہئے جس طرح اندھا رکھتا ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکر اور کنویں میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ یاد رکھ کہ تو اندھا ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑبڑ میں نہ پڑ جاوے۔ اے دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بن جانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچ کر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور تنعمات دنیویہ کی خواہش میں نفس وشیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے لیکن اس کو صدائے کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اس کے معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہ ہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان سے الفاظ نکالے نہ ان کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو اچھی طرح سمجھا بلکہ محض کہنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا

تو اب پڑھ اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سبا کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصر وایوان اور باغ وغیرہ ان کو عطا کئے تھے۔ لیکن ان بدذاتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کتوں سے بھی کم حصہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ سے اس کو ایک ٹکڑا مل جاتا ہے تو اسی در کا ہو رہتا ہے وہ اس کی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اس پر کتنی ہی زیادتی اور سختی ہو لیکن اس کا استقرار اور ٹھکانا وہی در رہتا ہے اس کے سوا دوسرے کے اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی غلطی سے کوئی کتا راہ وفا سے ڈگمگاتا ہے اور رات کو یا دن کو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے اس کو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانے پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہئے اور اس کو اس سے علیحدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس نہ چھوڑ اے طالب اس واقعہ سے تجھ کو بھی سبق لینا چاہئے تو نے اہل اللہ کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وجد وسکر وبیخودی کی کافی غذا اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اس پر بھی تو نے اس دروازہ کو چھوڑ دیا ہے اور حرص سے تو دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بے حقیقت ثرید (ایک غذا کا نام ہے جو شوربے میں ٹکڑے چور کر تیار کی جاتی ہے) مرغن ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں ناامیدوں کا بھی کام بن جاتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب دیکھ خبردار تو اس در کو نہ چھوڑنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آ کر وہاں جمع ہوتے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگڑے بعض لنجے بعض محتاج تا کہ حضرت عیسیٰ اپنی پرتاثیر پھونک سے ان کو بلا سے نجات دیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آ کر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امیدوار انتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھ کر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج ومشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اس کے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حاصل کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اس کو کھول دیا جاوے حضرت عیسیٰ کی پھونک سے شفا پا کر چل دیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کی

برکت سے ان تمام بیماروں کی حاجت روا ہو جاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج و غم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش و خرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے۔

شرح شبّیری

آزمودی تو بسے آفات خویش	یافتی صحت ازیں شاہاں کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے	مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

یعنی تم نے بہت سے اپنے امراض کو آزمالیا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو پھر ان حضرات کی برکت ہی سے تم کو صحت حاصل ہوئی ہے۔

چند آں لنگی تو ر ہوار شد	چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے	کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہوگئی ہے

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو ان کو ترک کرتا ہے اور دوسری جگہ جاتا ہے بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتۂ برپائے بند	تاز خودہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے	تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تاکہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اے کمینہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے بدن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھو نہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر بطور طعن فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو بھٹکتے پھرتے ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تاکہ پھر گم نہ ہو سکو اور اس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو	یاد نادرد آں عسل نوشی تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے	تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس عسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تم کو جو حضرات اہل

اللہ سے فیض ہوا تھا اس کو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور بھلا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد	چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا	جبکہ اہل دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

یعنی آخر کار وہ راہ (حق) تم پر بند ہو گی جب کہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تم نے ان کو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو ان کے قلب میں کدورت آ گئی اور پھر سارے فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کو سن کر کسی کو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اس لئے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زود شاں دریاب و استغفار کن	ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے	ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

یعنی جلدی سے ان کو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور آہ وزاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد	میوہ ہائے پختہ بر خود واکفد
تاکہ ان کا باغ تیری جانب کھلے	پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

یعنی تاکہ ان کا گلستاں تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تیرے اوپر پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

ہم برآں در گرد و کم از سگ مباش	باسگ کہف ارشدستی خواجہ تاش
اسی در کا چکر کاٹ کتے سے کم نہ ہو	اگر چہ تو (اصحاب) کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

یعنی اس در پر پھر اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو وفا میں کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جس کو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے تو دوسرے کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند	کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند
کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں	کہ پہلے گھر سے دل لگا

یعنی کہ جب کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں کہ دل کو اول گھر کے ساتھ بند کر لے اور کہتے ہیں کہ

آں دراول کہ خوردی استخواں	سخت گیروحق گزاری رامماں
وہ پہلا دروازہ جس پر تونے ہڈی کھائی ہے	سخت پکڑے اور حق گزاری سے نہ رک

یعنی دراول کو جس سے کہ تونے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑلے اورحق گزاری کوترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود	وز مقام اولیں مفلح شود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے	اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

یعنی اس اجنبی کوکاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اس جگہ سے چلا جاوے اور پہلے ہی جگہ سے مفلح ہو مطلب یہ کہ کتے اس اجنبی کواس لئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنی پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کاے سگ طاغی برو	باولی نعمت باغی مشو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا	اپنے محسن سے باغی نہ بن

یعنی وہ کتے اس کوکاٹتے ہیں کہ ارے باغی جااوراپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو۔

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش	پاسبان و چابک و برجستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ	محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

یعنی اسی دروازہ پرحلقہ کی طرح بندھارہ پاسبان اور چالاک اور برجستہ رہ۔

صورت نقض وفائے مامباش	بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن	بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

یعنی ہمارے نقض وفا کانمونہ مت بن اور بیہودہ ہوکر بے وفائی کوظاہر مت کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار	رو سگاں رانگ بدنامی میار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے	جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

یعنی کتوں کے لئے جب وفا شعار ہے تو جا اور کتوں کے لئے شرم اور بدنامی کومت لا مطلب یہ کہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبخت کتوں کا تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہوگا جو کہ بیوفائی کرے گا گویا کہ نمونہ بےوفائی بنا چاہتا ہے اور سب کو بے وفا مشہور کرنا چاہتا ہے ارے بھائی ایسا مت کر اس لئے کہ کتوں کے لئے یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔مولانا فرماتے ہیں کہ

بیوفائی چوں سگاں را عار بود	بیوفائی چوں روا داری نمود
جبکہ بیوفائی کتوں کے لئے ذلت ہے	تونے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کے لئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کس طرح جائز رکھتا ہے

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا	گفت من اوفیٰ بعہد غیرنا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے	فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ہے و من اوفیٰ بعھدہ من اللہ یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفا عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا کہا بھی مان لے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

بیوفائی داں وفا با رد حق	برحقوق حق ندارد کس سبق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ	اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اس لئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اس کو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو با نار نار	جائے گل گل باش و جائے خار خار
نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ	پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

یعنی نور کے لئے تو نور ہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی جگہ خار رہو مطلب یہ کہ موافقین حق کے ساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد ازاں شدکاں کریم	کرد او را از جنین تو غریم
ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے	تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

یعنی حق ماں کا اس کے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اس کو تیرے جنین سے بوجھل کیا۔

صورتے کردت درون جسم او	داد در حملش ترا آرام و خو
اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی	(اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اس کے حمل میں تجھے آرام اور عادات عطا کئے۔

ہمچو جزو متصل دید او ترا	متصل را کرد تدبیرش جدا
اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا	اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت وفن ساختست	تا کہ مادر برتو مہر انداختست
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے	اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

پس حق حق سابق از مادر بود	ہر کہ آں حق راند اند خر بود
تو اللہ کا حق ماں سے پہلے ہوا	جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

یعنی پس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خر ہے۔

آنکہ مادر آفرید وضرع وشیر	باپدر کردش قریں آں خود مگیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ پیدا کیا	اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اس کو از خود مت فرض کرو بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اس لئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوندا اے قدیم احسان تو	آنکہ دانم وانکہ نے ہم آن تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے	جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

یعنی اے خدا اور اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپ کی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن	زانکہ حق من نمیگردد کہن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر	کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اس لئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے گا جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح	باشما از حفظ در کشتی نوح
(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی	تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

یعنی اس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت سے کی تھی۔

اصل واجداد شمارا آں زماں	دادم از طوفان واز موجش اماں
اس وقت تمہاری اصل اور باپ دادا کو	میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

یعنی تمہارے باپ دادوں کو اس وقت میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دیا تھا

آب آتش خو زمیں بگرفتہ بود	موج او ہر اوج کہ را می ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی	اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

یعنی اس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اس کی موج پہاڑ کی بلندی سے گزر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکردم رد تاں	در وجود جد جد جدتاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا	تمہارے دادا، پردادا، سکڑدادا کے وجود میں

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تم کو تمہارے جد جد الجد کے وجود میں رد نہیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اس وقت اگر سب کو ہلاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اس وقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اس وقت موجود ہوئے ہو۔

چوں شدی سر پشت پایت چوں زنم	کارگاہ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟	اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

یعنی جب کہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضائع کر دوں گا مطلب یہ کہ جب تیرے لئے اس قدر تجہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضائع کر دوں گا ہرگز نہیں۔

چوں فدائے بیوفایاں می شوی	از گمان بدبداں سومی روی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟	بدگمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نہ کروں گا تو پھر مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھ پر گمان بدل جاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سہو و بیوفائی ہا بری	سوئے من آئی گمان بد بری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں	تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ ارے کیا گمان بد کرتا ہے۔

ایں گمان بدبر آنجا بر کہ تو	می شوی در پیش ہم چوں خود دوتو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو	اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لے جا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کر کے اور کی طرف کیوں جاتا ہے۔

گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت	بس گرفتی یار و ہمراہان زفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے	تونے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے

یعنی تونے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھ سے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دو ہی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

یار فسقت رفت در قعر زمین	یار نیکت رفت بر چرخ بریں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا	تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا برا دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

بیمدد چوں آتشے از کارواں	تو بماندی درمیانہ آنچناں
بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ	تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد اس کے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کو منزہ باشد از بالا وزیر	دامن او گیر اے یار دلیر
جو اوپر نیچے سے پاک ہو	اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے

یعنی اے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا وزیر سے منزہ ہو۔

نے چو قاروں در زمیں اندر رود	نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے	نہ تو (حضرت) عیسیٰ کی طرح آسان پر چڑھ جائے

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قارون کی طرح زمین کے اندر جاویں بلکہ

چوں بمانی از سرا و از دوکاں	باتو باشد در مکان و لامکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا	وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہو گا

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان سب میں رہے جب کہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جب کہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

مر جفاہائے ترا گیرد وفا	او بر آرد از کدورتہا صفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے	وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنا دے بمصداق یبدل اللہ سیاتھم

حسنات ملکات سیئہ کو ملکات حسنہ سے بدل دے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیئات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہٰذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال	تاز نقصان واروی سوئے کمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے	تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

یعنی جب کہ تو جفا کرے تو وہ گوشمال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرمادیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہو کر پھر متوجہ بحق ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش	بر تو قبضے آید از رنج و تبش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے	رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

یعنی جب کہ تو نے کوئی ورد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج و تپش سے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی ورد ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یاد رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی عصیان سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں۔ اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرف اس قدر وسیع ہے کہ اس میں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت کے قلب میں تکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہئے کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اس لئے ہوتا ہے کہ۔

آں ادب کردن بود یعنی مکن	ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر	پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنی روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملاً حق تعالیٰ کے ساتھ کر لیا ہے لہٰذا اس قبض سے یہ ادب دینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اس کو ترک کرو۔

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود	اینکہ دلگیر ست پاگیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے	جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

رنج معقولت شود محسوس و فاش	تا نہ گیری ایں اشارت را بلاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا	خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشے مت سمجھنا۔ لاش مخفف لاشے کا ہے مطلب یہ کہ اگر اس قبض کے وارد ہونے کے بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گے تو ابھی تو اس سے دل تنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس بن جاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اس کو لاشے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

در معاصی قبضہا دلگیر شد	قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے	موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پڑا ہے وہ اس وقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ارشاد ہے۔

نعط من اعرض هنا عن ذکرنا	عیشة ضنکا و نحشر بالعمی
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دیں گے	تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو عیش تنگ دیتے ہیں۔ اور اس کا حشر اندھا کر کے کرتے ہیں اس کے آگے ایک مثال ہے کہ

دزد چوں مال کسانرا می برو	قبض و دل تنگی دلش را میخلد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے	قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

یعنی چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چبھتی ہے اس لئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کرتا ہے تو اس میں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست	قبض آں مظلوم کز شرت گریست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے	یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رورہا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی وجہ سے رویا ہے۔

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند	باد اصرار آتشش را دم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے	اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپرا معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہو گئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اس پر مسلط ہو گئی اور یہ ہوا کہ۔

قبض دل قبض عواں شد لاجرم	گشت محسوس آں معانی زد علم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا	وہ محسوس بن گیا ' معنی نے نشان قائم کر دیا

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہو گیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہو گئے اور خوب مشہور ہو گئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اس طرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ واستغفار سے اس کا دفعیہ ضروری ہے۔

قبضہا زنداں شد است و چارمیخ	قبض بیخست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے	قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہوں گے۔

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار	قبض و بسط خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی	اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہو گئی اور قلب کے قبض و بسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بیخ بدبود زودش بکن	تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو اس کو جلد اکھاڑ دے	تاکہ کوئی برا کانٹا چمن میں نہ اگے

یعنی جب بیخ قلب بری ہو تو اس کو جلدی اور اکھاڑ دو تاکہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ اگ آوے مطلب یہ کہ اگر قبض معصیہ کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کر لو کہ یہ بہت برا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور موجب ترقی درجات کا ہے۔

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن	زانکہ سرہا جملہ می روید زبن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر	کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اس کا علاج کر اس لئے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیۃ جو قبض کی وجہ سے ہے ایک دن مفضی الی المعصیۃ ہو جاوے گا۔ لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

بسط دیدی بسط خود را آب دہ	چو برآید میوہ با اصحاب دہ
تونے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر	جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

یعنی جب کہ بسط دیکھو تو اس کو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو ومما رزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے ومن انوار اللہ یفیضون تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اسی قصہ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

باز گردو قصۂ اہل سبا	باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ	پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تا کہ میں تم کو مرحبا کہوں۔ یعنی میں تم کو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا ہے لہذا اول اس کو بیان کر دو آگے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

باقی قصۂ اہل سبا

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام	کارشاں کفران نعمت با کرام
وہ (اہل) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے	ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے ان کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا۔ مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور ان کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اس کفران کو بتاتے ہیں کہ

باشد آں کفران نعمت در مثال	کہ کنی با محسن خود تو جدال
مثلاً کفران نعمت یہ ہوتا ہے	کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

یعنی مثال میں یہ بھی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

کہ نمی باید مرا ایں نیکوئی	من برنجم زیں چہ رنجہ می شوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے	تو کیوں رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

یعنی (یوں کہو کہ) مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم کیوں رنج اٹھا رہے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت

نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن	من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے	میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں' مجھے جلد اندھا کر دے

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو مطلب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھ پر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کہ کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کر دو اسی طرح اس کی تمنا کرنا ہے کہ مجھ پر احسان مت کرو آگے اس پر قول اہل سبا کو متفرع فرماتے ہیں کہ

پس سبا گفتند باعد بیننا	شیننا خیر لنا خذ زیننا
تو (اہل) سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے	ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے' ہماری زینت لے لے

پس اہل سبا نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اس لئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے۔ نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سبا جو کہ ملک یمن میں ہے اس قدر مالدار تھے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ان پر حق تعالیٰ کا بے حد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اس قدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دوپہر کو آرام لے لو اور اگر دوپہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علیٰ ہذا غرضکہ ان کو کلفت نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار اور خودرو بے انتہا تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا۔ کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جابجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی سوجھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اس لئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جا رہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خرجیاں توشہ سے بھری ہوئی ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امراء غربا کو بانٹ رہے ہیں چہل پہل ہے اس طرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گویا گھر سے نکلے ہی نہیں لہذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کم بختو جیسا تم نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا لو کہ پھر مل ہی نہ سکیں۔ نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آج کل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اس میں مبتلا ہیں یعنی کفران نعمت حق کا اہل سبا کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں اس میں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے عصر سے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آ کر انتقام نہ لے۔ اللھم احفظنا غرضکہ انہوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ	نے زمانے خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں	نہ اچھا وقت نہ امن نہ فارغ البالی

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ و فراغ۔

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست	آں بیابار ست خوش کانجا دواست
ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں	وہ جنگل اچھا ہے جہاں درندے ہوں

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندے ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جس کی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتاء	فاذا جاء الشتاء انکرذا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے	جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اس کو برا سمجھتا ہے۔

فھولا یرضیٰ بحال ابدا	لابضیق لابعیش رغدا
وہ کسی حال میں بھی راضی نہیں ہوتا ہے	نہ تنگی میں نہ وسیع عیش میں

یعنی بس بھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما اکفرہ	کلما مال الھدی انکرہ
انسان غارت ہو کس قدر ناشکرا ہے	جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہنچتی ہے اس کو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کے خواہاں۔

نفس زینسا نست زاں شد کشتنی	اقتلوا انفسکم گفت آں سنی
نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے	تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

یعنی نفس ایسا ہی ہے اس لئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔

اقتلوا انفسکم اگر چہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا اس حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہوگئے لہذا چاہئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے اس کو قتل کرنا چاہئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خارسہ پہلوست ہر سوکش نہی	در خلد و از زخم او تو کے رہی
یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا	وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

یعنی یہ نفس تکونہ کانٹا ہے تم اس کو جس طرف رکھو گے چبھ جاوے گا تم اس کے زخم سے کب چھوٹ سکتے ہو یعنی اس کی مغفرت سے تو چھٹکارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب چھٹکارا ممکن ہی نہیں تو ہم پر کوئی ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

آتش ترک ہوا در خار زن	دست اندر یار نیکو کارزن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے	نیکو کار دوست کو پکڑ لے

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگا دو اور یار نیکو کار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اس میں آگ لگا دو بس اس کا قضیہ ہی ختم ہوا اور اس نفس کے لئے آتش ترک ہوا مناسب ہے لذات اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کرو اس کے بعد ان شاء اللہ یہ سرکشی نہ کرے گا اور پھر حق تعالٰی کے ساتھ تعلق پیدا کرلو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں زحد بردند اصحاب سبا	کہ بہ پیش ماو با بہ از صبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے	کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

یعنی جب کہ اہل سبا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لے گئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وبا صبا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

قصد خون ناصحان مے داشتند	تخم فسق و کافری مے کاشتند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی	بدمعاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

یعنی ناصحین ان کو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند	از فسوق و کفر مانع می شدند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے	بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے	قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہان تنگ ہو جاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا	تحجب الابصار اذا جاء القضا
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے	(اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف بالفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔ اذا اراد اللہ انفاذ قضائہ وقدرہ سلب ذوی العقول عقولھم حتی ینفذفیھم قضاؤہ و قدرہ فاذاقضیٰ امرہ ردہ الیھم عقولھم ووقعت الندامۃ یعنی جب کہ حق تعالیٰ اپنے کسی قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جب نافذ ہو چکتا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور پھر ندامۃ ہوتی ہے۔

چشم بستہ می شود وقت قضا	تا نہ بیند چشم کحل چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں	تا کہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمۂ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اس پر وہ قضا جاری ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو۔ اور جا کھڑا ہونا دعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جس کے معنے یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو وہ رد ہی ہو جاتی ہے اور اگر مبرم ہے ہو تو اس کے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے رووے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب تو صومعہ عیسیٰؑ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے اس سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگڑا پن کس قدر ٹھیک ہو گیا ہے۔ اور تیری جان کس قدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھول جاوے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اس لئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اس کے ذریعہ سے تو اپنے کو پا سکے (ف اس شعر میں ایک

احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اس لئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پاسکوں) تیری ناشکری اور بھول اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لذائذ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے۔ پس تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھ پر مسدود ہو گیا اور خذلان کی نوبت آ گئی ارے کمبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو تا کہ ان کے فیوض کا باغ تیرے لئے کھلے اور اس کے پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں۔ (ف اس مقام پر ایک نسخہ برخود وا کفد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پر وا کفد کی اسناد میوہائے پختہ کی طرف مجازی ہے نیز شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مائول کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ میوہ ہائے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے۔ واللہ اعلم) اگر تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھ کو وفا کرنا چاہئے اور اسی در کا ہو رہنا چاہئے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہئے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہئے اور جس اول گھر سے تجھ کو ہڈی ملی ہے اسی کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور حق گزاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تا کہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہو وہ اس کو یہ نہ سمجھانے کو کاٹتے ہیں کہ اے حد سے تجاوز کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی نعمت سے باغی مت ہو اور اس کی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ کیطرح اس در پر جا رہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چوکنا رہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر نہ بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جب کہ کتوں کا عام دستور وفا ہے تو تو بیوفائی کر کے ان کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جب کہ کتے بھی بیوفائی سے عار کرتے ہیں تو تو بیوفائی کو کیونکر جائز رکھتا ہے۔ وفا تو وہ وصف اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا کون ہے پھر تو اس کو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھ کو وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جاوے تو وہ وفا معیوب اور بے وفائی کا حکم رکھتی ہے اس لئے حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق مقدم ہے اس لئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کے لئے تجھے نور ہونا چاہئے اور نار کے لئے نار جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب ہو وہاں وفا کر

اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اس کی لم سمجھاتے ہیں کہ حق سبحانہ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہ نے تجھے اس کے پیٹ میں رکھ کر اس کو مثل اپنے مقروض کے بتایا (پھر اس کے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اس کے حمل کے اندر تجھے آسائش اور اقتضاءات طبعی عطا کئے اور جب کہ اس نے تجھے اس کا جزو متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اس کو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھ پر مہربان کیا اس کے بعد ماں کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق ماں کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا پس جو شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اس کے پستانوں کو اس کے دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اس کو ہم صحبت کیا یہ امور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اس کا حق مقدم کیوں نہ ہوگا جب کلام تقدم حق اللہ تک منجر ہوا تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیاء میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے حق کو یاد کرو اس لئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہوسکتا۔ اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہوسکتا۔ نیز تو نے فرمایا ہے کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تم کو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کیونکہ تمہارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمہارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمہارے اصول اور تمہارے اجداد کو جس کی تم اولاد ہو اس وقت طوفان اور اسکی موج سے نجات دی تھی جب کہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اس کی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی۔ میں نے ایسی حالت میں تم کو تمہارے داداؤں کے داداؤں کے داداؤں کے اصلاب میں محفوظ رکھا اور تم کو رد نہ کیا جب کہ تم مجھے اس قدر عزیز ہو تو میں تم پر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تم کو تباہ کر کے اپنے کارخانہ کو کیونکر درہم برہم کر سکتا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تم پر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھ پر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے تم جھکتے ہو

باوجودیکہ وہ بھی تمہارے ہی مثل ہیں پس تم کو ان سے بدگمان ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سے تم نے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہارے یار کہاں ہیں تو تمہارے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ ہوگا کہ وہ چل بسے تمہارے جو نیک یار تھے وہ آسمان یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو برے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یارومددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیرے ساتھ رہتا ہے۔ یعنی تیرے جسم کے ساتھ بھی ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہو نہ تمہارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہو اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

سیہ بختی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے　　کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

نیز اس میں اور دنیاوی یاردوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یاردوست کدورتوں کو نظرانداز نہیں کرتے بلکہ صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا نکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں۔ **کما قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات** نیز عام دوست جفاؤں کو نظرانداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمہاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمہاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ باایں ہمہ اپنی رحمت سے ان کو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب فرماتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تم کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تاکہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تم سے کوئی معمولی ترک ہوتا ہے تو تم پر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمہاری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے پس یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اس وقت سے پیشتر ہی اس کی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے یہ جواب رنج معقول ہے وہ پھر محسوس ہو جائے گا اور آخرت میں یا دنیا میں بھی بشکل طوق وسلاسل ظاہر ہو گا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا اس لئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو

اندھا اٹھاویں گے (اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونے کا کیا مطلب ہے مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتداً چراتا ہے تو اس کے دل میں قبض اور تنگی کی خلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے کوئی کہے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جس کو تو نے رولایا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کے اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضۂ پولیس ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس وقت وہ قبض غیر محسوس محسوس ہو جاتا ہے اور شہرۂ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیل خانہ اور شکنجوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیل خانہ وغیرہ بمنزلہ اس کی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں پس جس طرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض وبسط باطنی کو بھی سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے تاکہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کرو اس لئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتیٰ کہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ دو گے تو ان شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہو گے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب بسط دیکھو تو اس کو سینچو اور ترقی دو اور جب اس میں میوے نکلیں یعنی اس پر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب لوٹنا چاہئے اور قصہ اہل سبا بیان کرنا چاہئے تاکہ میں بھی داد دوں اہل سبا حکما لونڈے اور ناتجربہ کار تھے۔ ان کا کام منعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت تم کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص تجھ پر کوئی انعام کرے تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبا کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے ان پر انعامات کو بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں نے یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کر دے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے وہ برائی ہی اچھی ہے نہ ہم کو قصر و ایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ امن چین نہ فراغت و اطمینان۔ رے شہر بہت قریب ہیں یہ ہم کو اچھے نہیں معلوم ہوتے ہم کو تو وہ جنگل اچھے معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اس کو ناپسند کرتا ہے اور گرمی چاہتا ہے لہٰذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا نہ

تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بے حد خوش عیشی سے پس غارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اس کو ہدایت پہنچتی ہے تو اس کو بھی ناپسند کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بناء پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان ما اکفرہ فرما کر دوسری جگہ اس کے اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے۔ نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خار سہ پہلو (گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چبھے گا اور تم اس کے زخم سے بچ نہیں سکتے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس خار کو آگ لگا دو یعنی اس کے مقتضیات کو چھوڑ دو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب اہل سبا نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ ہم کو وبا صبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور ان کو اس کفر وفسوق سے روکا اس پر وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کفر وفسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیاء برعکس دکھلائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ سی مفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

شرح شبّیری

مکر آں فارس چو انگیزید گرد	آں غبارت ز استعانت دور کرد
اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی	(اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

یعنی اس سوار کے مکر نے جب کہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھ کر ان کے دفعیہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے سم اسپ سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ کر سکتی ہے بس اس کا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار	ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار
شہسوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا	ورنہ سوار کا پاؤں تجھے کچل دے گا

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کی طرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے گا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر

پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تم نے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آوے گی اور تم سے انتقام لے گی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے۔

گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
جس کو اس بھیڑیے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا	جب اس بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

یعنی حق تعالیٰ نے اس شخص کو فرمایا کہ جس کو اس گرگ (قضا) نے کھا لیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں نہیں کی۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اس وقت دعا کیوں نہ کی تا کہ ان سب کے آسیب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ

او نمی دانست گرد گرگ را	با چنیں دانش چرا کرد او چرا
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا	اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

یعنی کیا وہ گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اس جگہ چراگاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اس کو آثار قضا معلوم نہ تھے۔ استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچاؤ ہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ گویا ئے ھم کالانعام بل ھم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گزری حالت میں ہیں اس لئے کہ۔

گوسفنداں بوئے گرگ باگزند	می بدانند و بہر سوی خزند
بکریاں، تکلیف رساں' بھیڑیے کی بو	پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

یعنی بکریاں اس باگزند گرگ کی بو پالیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہیں۔

مغز حیوانات بوئے شیر را	می بداند ترک می گیسرد چرا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو	جانتا ہے چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور (چھپ جاتا ہے) تو دیکھو ان سب نے آثار سے معلوم کر لیا لہٰذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تضرع وزاری کیا کرو کہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر وہ لوٹے گی نہیں تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تم کو آثار سے معلوم ہو گیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اس کے مضارع سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور بہت سے امور ایسے ہیں جو مضر ہیں حق تعالیٰ ان سب سے بچا دیں گے۔

بوئے شیرے خشم دیدی باز گرد	با مناجات و حذر انباز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا	دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور پرہیز کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اس کے مضاء سے بچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ	گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے	گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

یعنی اس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو ان سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں سخت سے سخت نازل ہوئیں اس لئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعیہ نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انہوں نے یہ کیا کہ۔

بر درید آں گوسفنداں را بخشم	کہ ز چوپان خرد بستند چشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا	جنہوں نے عقل کے گڈریے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

یعنی ان بکریوں کو غصہ میں آ کر پھاڑ ڈالا جنہوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ ان بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند	خاک غم در چشم چوپاں میزدند
گڈریے نے ان کو بہت بلایا وہ نہ آئے	گڈریے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے ان کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک ان (انبیاء) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی ان کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ برو ما خود ز تو چوپاں تریم	چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں	ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو خود سب سردار ہیں اور گویا کہ بزبان حال یہ کہتے تھے کہ۔

طعمۂ گرگیم و آن یار نے	ہیزم ناریم و آن عار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا (منظور) ہے دوست کی ملک ہونا نہیں	ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

یعنی ہم طعمۂ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے

کہ ان کی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمۂ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہوں گے اور جہنم میں جلنا منظور ہے۔ (نعوذ باللہ) مگر عار تابعیت کو برداشت نہ کریں گے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابوطالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھ پر طعن کریں گی تو میں آپ کا دل مسلمان ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنے کے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اس لئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ تو جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ **انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء** یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے بلکہ جس کو خدا چاہے ہدایت دے خدا کے لئے اس فخر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ

حمیتے بد جاہلیت در دماغ	بانگ شومی بر دہن شاں کرد زاغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی	ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

یعنی ایک حمیت بد جاہلیت کی ان کے دماغ میں تھی (گویا کہ) نحوست کی آواز ان کے منہ پر کوا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کوا ان کے منہ پر بول رہا ہے چونکہ کوے کو منحوس خیال کرتے ہیں لہٰذا اس کی نحوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ	در چہ افتادند و می گفتند آہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا	وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

یعنی مظلوموں کے لئے کنواں کھودر ہے تھے تو کنویں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے۔

پوستین یوسفاں بشگافتند	انچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں	انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اس کو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ستاتے تھے اور ان کے بدلے ایک ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو بے فکری ہوئی کہ بس آج کل انبیاء تو ہیں ہی نہیں لہٰذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہم پر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ

کیست یوسف آں دل حق جوئے تو	چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل	جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اس کو جو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اس کو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذاء دہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ۔

جبرئیلے را براستن بستۂ	پرو بالش را بصد جا خستۂ
تو نے جبرئیل کو ستون سے باندھا ہے	اس کے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

یعنی ایک جبرئیل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اس کے پرو بال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبرئیل جیسا پاک صاف ہے اس کو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اس کے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے۔

پیش او گوسالہ بریاں آوری	گہ کشی او را بگہداں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے	کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چہ کے پاس لاتا ہے

یعنی اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اس کو کھینچ کر بیت الخلاء میں لے جاتے ہو گوسالہ اور گہداں سے مراد لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم برا اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گوسالہ سے اور دوسرے کو گہداں سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اس کو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اس کو معاصی میں جھونکتے ہو اور بزبان حال اس سے کہتے ہو۔

کہ بخور اینست مارا لوت و پوت	نیست او را جز لقاء اللہ قوت
کہ کھا لے یہ ہماری لذیذ غذا ہے	(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس کی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا	می کند از تو شکایت با خدا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے	خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن	گویدش نک وقت آمد صبر کن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے	وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

یعنی اے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر	داد کہ دہد جز خدائے دادگر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا	سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

یعنی ارشاد ہوتا ہے) میں تیرا انصاف ہر بے خبر سے لوں گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوائے خدائے دادگر کے اور کون دے گا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا	در فراق روئے تو یاربنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا	اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

یعنی وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے رو کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہو سکتا۔

احمدم درماندہ دردست یہود	صالحم افتادہ در حبس ثمود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں	میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل) صالح (کے) ہوں کہ ثمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل احمد اور صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑائیے اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاؑ	یا بکش یا باز خوانم یا بیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے	یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

یعنی اے ذات جو کہ انبیاؑ کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آ جا۔ اس لئے کہ

با فراقت کافراں را تاب نیست	کایں فراق اندر خور اصحاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے	یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اس لئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اسی کی وجہ سے ان کو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں ان کو بھی عذاب ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ ان کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا ان کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ ان کے لئے رحمت ہو جاوے گی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب	ہر یکے یالیتنی کنت تراب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے	ہر ایک کاش میں مٹی ہوتا

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یالیتنی کنت ترابا تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو رضا حق حاصل نہ ہوگی۔

حال او اینست کو خود زاں سوست	چوں بود بے تو کسے کان توست
جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے	تیرے بغیر اس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

یعنی جو کہ اس طرف کے لوگ ہیں ان کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ	لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل	لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نزہ ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اس لئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

صبح نزدیک است خامش دم مزن	کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے	کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اس لئے کہ باہر آنے کا وقت قریب آ گیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

صبح نزدیک ست خامش کم خروش	من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر	میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

یعنی اب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو	داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے	تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے داروئے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو۔

ہیں تحمل کن بروخاموش شو	کمترک جنباں زباں روگوش شو
ہاں برداشت کر جا چپ ہو جا	زبان نہ چلا جا کان بن جا

یعنی کہ تحمل کر اور جا خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمہ تن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کر اور اپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس وقلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اس کے مقتضیات یہ ہیں اور اس کے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شد ز حد ہیں باز گرد اے یار گرد	روستائی خواجہ را در خانہ برد
(بات) حد سے گزر گئی اے بہادر یار! واپس چل	دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

یعنی یہ باتیں حد سے گزر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ ان کا قصہ بیان کرو۔

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ	آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے	وہ بتا خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اس کو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستائی

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد	تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا	کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او خیرہ شد	تا ز لال حزم خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا	یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے متحیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری کا آب صاف تاریک ہو گیا۔

ہم ازینجا کود کانش در پسند	نرتع و نلعب بشادی میزدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں	ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

یعنی (یہیں گھر ہی) سے اس کے لڑکے خوشی میں نرتع و نلعب خوشی سے کر رہے تھے یعنی انہوں نے گھر ہی سے غل مچایا کہ ہم گاؤں میں جائیں گے وہ خوب خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجب	نرتع و نلعب بہ برد از ظل اب
(حضرت) یوسف کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے	ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو تقدیر عجیب نرتع و نلعب ہی سے ظل اب سے لے گئی یعنی اس کھیل کود ہی کے لئے وہ گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں	حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے	یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکر و دغا بازی ہے۔

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں	مشنو آنرا کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے	اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

یعنی جو شے تجھے تیرے دوست سے جدا کردے اس کو مت سنو اس لئے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود صد در صد مگیر	بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے	اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

یعنی اگر چہ وہ صد در صد بھی سود ہووے تو اسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کے لئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو۔

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد	گفت اصحاب نبی را گرم و سرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی	نبیؐ کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم و سرد کہا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورۂ جمعہ میں مذکور ہے کہ۔ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ تو دیکھو یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اس پر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ	جمعہ را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر	بلاتوقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

یعنی اس لئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انہوں نے جمعہ کو بے خوف ضائع کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آ گیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا نہ کر دیں اس لئے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا نباید دیگراں ارزاں خرند	زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں	اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اس لے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے

پس غرضکہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر بخلوت در نماز	با دو سہ درویش ثابت بر نیاز
پیغمبرؐ نماز میں اکیلے رہ گئے	ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مراد قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے۔

کوفت طبل لہو بازرگانئے	چونتاں ببرید از ربانئے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا	تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

یعنی ایک سوداگر نے طبل لہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راوتجارۃ او لھوان انفضوا الیھا و ترکوک قائما

قد فضضتم نحو قمح ھائما	ثم خلیتم نبیا قائما
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار	پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتید	واں رسول حق را بگذاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا	اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

یعنی گیہوں کے لئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہو است و مال	ہیں کرا بگذاشتے چشمے بمال
اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے	خبردار کس کو چھوڑا ہے آنکھ مل

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھ تو تو نے کس کو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل

خود نشد حرص شمارا ایں یقیں	کہ منم رزاق خیر الرازقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا	کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اس کا یقین نہ ہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد	کے توکلہات را ضایع نہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے	وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکلوں کو کب ضائع کر دے گا۔

از پئے گندم جدا گشتی ازاں	کہ فرستادست گندم ز آسماں
تو گیہوں کے لئے اس سے جدا ہو گیا	جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

یعنی گیہوں کے لئے اس ذات سے جدا ہو گئے جس نے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمتر از بط نیستی آخر در آب	کو دہد مر باز داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے	جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

یعنی تو اس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔ آگے اس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

دعوت کردن باز بطاں راازآب بصحرا وجواب بطاں

ایک باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز	تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل	تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اٹھ تاکہ جنگلوں کو قندریز دیکھے یعنی سرسبز وشاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کاے باز دور	آب مارا حصن امن است وسرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا	پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن وسرور کا قلعہ ہے۔

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب	ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو	خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا

حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد	از سرما دست دار اے پائمرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس ہو جا	اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

یعنی باز (شیطان) سے کہہ دو کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا اے جوانمرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا	ما نخوشیم ایں دم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے مبارک ہو	اے کافر ہم تیرا یہ کر نہ قبول کریں گے

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی کو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن مارا قند قندستاں ترا	ما نخواہم ہدیہ ات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو)	ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

یعنی قلعۂ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا باغ تجھی کو مبارک ہو اسی طرح تم ایسے عذر کر دو اور کہہ دو کہ۔

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم	چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی	جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

یعنی جب کہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جب کہ لشکر ہو جھنڈوں کی کیا کمی ہے۔ لہٰذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

رجوع بحکایت خواجہ بروستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید	بس بہانہ کرد بادیو مرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کیے	سرکش شیطان سے بہت بہانے کیے

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کارہا دارم مہم	گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں	اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گاؤں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کار نازکم فرمودہ است	ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے	میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد	من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا	میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص	میرسد از من ہمی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی	آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھ سے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ	تا درا بر و افگند سلطاں گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آ جاؤں	یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گاؤں میں آ ؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جاوے یا تجھے یہ منظور ہے۔

بعد ازاں درماں خشمش چوں کنم	زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟	ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

یعنی اس کے بعد اس غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دوں گا۔

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت	حیلہ ہا با حکم حق نفتاد جفت
اس طرح کہ اس نے سینکڑوں بہانے بنائے	(لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

یعنی اسی طرح اس نے سینکڑوں حیلے کئے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اس لئے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ	با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں	آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب ہیچ ہیں ہیچ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں	چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے	یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں	نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے	(اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر چھپنے کی جگہ

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد برو	او بہ پیش آتشش بنہادہ رو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے	اور اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

یعنی خورشید سے اس پر آگ برستی ہے اور وہ اس کی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے۔

در ہمی طوفاں کند باراں برو	شہرہا را می کند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے	اس پر شہروں کو ویران کرے

یعنی اور اگر بارش اس پر طوفان لاوے تو اس پر شہروں کو ویران کردے۔

او شدہ تسلیم او ایوب وار	کہ اسیرم ہرچہ میخواہی بیار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے	کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

یعنی وہ زمین اس آسمان کے تابع حضرت ایوبؑ کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہے مجھ پر لا جب زمین کی تواضع کی یہ حالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے کہ جزو ایں زمینی سرمکش	چونکہ بینی حکم یزداں درمکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر	جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ بند نہ کر

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جب کہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقنا کم شنیدی من تراب	خاک باشی جست ازتو رومتاب
جبکہ تو نے "ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا" سن لیا ہے	اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے روگردانی نہ کر

یعنی جب کہ خلقنا کم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر۔ جب تم تواضع کروگے تو اس پر ثمرات مرتب ہوں گے آگے ان کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم	گرد خاکی ومنش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا	وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خاکی کی تو میں نے ہی اس کو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کروگے تو تم کو حق تعالیٰ عزت دیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر	تا کنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر	تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

یعنی ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب) ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کروتا کہ میں تم کو سب امیروں پر امیر بنادوں۔ آگے اس کے ایک مثال ہے کہ

آب از بالا بہ پستی دررود	انگہ از پستی ببالا در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے	تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اس وقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد	بعد ازاں او خوشہ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا	اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اس کے خوشۂ چالاک ہو گیا۔

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں	بعد ازاں سرہا برآرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے	اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دفن ہوتا ہے بعد اس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک	زیر آمد شد غذائے جان پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک	نیچے آئی تو پاک جان کی غذا بنی

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر	گشت جزو آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا	تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

یعنی وہ پانی تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آں جماد	بر فراز عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا	خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بن گئیں اور بلندی عرش پر خوش پراں ہوئی۔ یعنی اس پانی سے نباتات اگے ان کو آدمی نے پیا تو اس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہنچا تو یہ پانی بھی اس کے ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہنچ گیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آمدیم	باز از پستی سوئے بالاشدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے	پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی ڈولوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جملہ اجزاء در تحرک در سکوں	ناطقاں کہ انا الیہ راجعوں
تمام اجزا حرکت اور سکون میں	کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی اجزاء عالم تمام حالت حرکت اور سکوں میں انا للہ وانا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ ان تسبیح بھی حالی نہیں ہے بلکہ قالی ہے۔

ذکر وتسبیحات اجزائے نہاں	غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے	آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر وتسبیح نے بھی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اشیاء کہ ذات جسم ہیں ان کی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں کہ جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں ان کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد	روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا	دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

یعنی جب کہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی۔

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد	زاں سفر در معرض آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا	اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لئے کہ۔

اعتمادش بر ثبات خویش بود	گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا	اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا۔

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر	عاقلاں گردند جملہ کو رو کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے	سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

یعنی جب کہ قضا آسمان سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اس کا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں	مرغ پراں گرد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں	اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود	بلکہ ہاروتے بہ بابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں	بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

یعنی یہاں تک کہ دیو پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مشہور ہے اب کسی کو خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اس کو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت	خون او را ہیچ تربیعے نہ ریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا	کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اس کے خون کو کسی تربیع نے نہ گرایا تربیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح آ جانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضاء کی طرف متوجہ ہو جاوے اس کو تربیع ستا نہیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا	ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے	کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

یعنی سوائے اس کے قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تم کو رہائی نہیں دے سکتا۔ پس قضا سے بچنے کی یہی تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یرد القضاء الا الدعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں

اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے آپ نے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ علوم نبوت ہی کے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کے لئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جب کہ توجہ بحق نہ ہو آگے اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اور تم کو معلوم ہوا ہے کہ اذاجاء القضاء عمیٰ البصر اب اس کی وجہ سنو بات یہ ہے کہ جس طرح سوار اس گرد میں چھپ جاتا ہے جو اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں محجوب ہیں دیکھنے والے کی نظر ان تصرفات اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اس لئے متصرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہ سوار سے پناہ ڈھونڈنی چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبار فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اسی سے التجا کرنی چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لینی چاہئے اور اسباب میں نہ الجھنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اس کی مخفی تدبیر تم کو کچل ڈالے گی اور تم قضاء الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیئے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق نے جب اس بھیڑیئے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں نہ گڑگڑایا کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اس کو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اس کے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیئے کی گرد اسے معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور ملذذات و تنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اس لئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک بھیڑیئے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہونا چاہئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں برداشت کرنی پڑی اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے گرگ قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انہوں نے حق سبحانہ کی جناب میں رجوع نہیں

کیالا محالہ اس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہوکر ان بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا یعنی قضا الٰہی اپنا کام کر گئی اور ان کا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انہوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جوان کو بچاتا یعنی انبیاء کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو ان کو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیاء نے ان کو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن وہ نہ آئے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دے دیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمہاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا کھا جاوے گا اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صاحبو ہم کو بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر کوا بدبختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیاء مظلومین کے لئے کنواں کھودتے تھے اور ان کی ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت و افسوس خود ہی اس کنویں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف کی طرح محبوبین اور اہل اللہ کے کپڑے پھاڑتے تھے لیکن جو کچھ انہوں نے کیا ایک ایک کر کے ان کے آگے آیا۔ اہل سبا نے تو ان یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستا رہے ہو تم سمجھے وہ یوسف کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے اور وہ حق کی طرح تمہارے پاس پابہ زنجیر ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ تم نے ایک جبرئیل یعنی دل کو جو واسطۂ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اس کے پر و بال اکھیڑے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہنچ کر واسطہ فی الفیض بننا چاہتا ہے لیکن تم نے اس کو اس قدر مجبور کیا ہے کہ وہ سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ نہایت بیجا بات ہے تم اس کو غذا دکھاتے ہو کبھی تو گوسالہ بریاں اس کے سامنے رکھتے ہو اور کبھی جائے براز پر اس لے جا کر کھڑا کرتے ہو یعنی کبھی لذائذ جسمانیہ اسے کھلاتے ہو اور کبھی گندی چیز دل سے اس کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اس کو کھلاتے ہو وہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا دیدار حق سبحانہ ہے اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیئے سے تو مجھے اس کے پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ذرا اور صبر کر وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے تیرا انتقام لوں گا۔ واقعی بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اس کے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا انصاف کرے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری جدائی میں صبر کر سکوں۔ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خو اپنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے

پھندے میں پھنس گیا ہوں اور ان نا اہلوں کے قبضہ میں آ گیا ہوں۔ میں صالح علیہ السلام کی طینت رکھتا ہوں لیکن ثمود اور گمراہوں کی قید میں ہوں پس اے انبیا کو سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھ پر تجلی فرما تیرا فراق تو اس درجہ سخت ہے کہ کافر بھی اس کی تاب نہیں لا سکتے میں کیونکر تاب لا سکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تاب نہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یـالیتـنـی کـنـت تـرابـا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی ان کو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو تجھ سے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو تیری جدائی میں یہ حالت ہے پھر جو تیرا ہو اس کی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صحیح کہتا ہے لیکن سن ذرا صبر کر صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے۔ (اشارۃ الی قولہ الیس الصبح بقریب) اور تیرے اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے تو شورمت کر اس پر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے طلب وصال سے بہتر ہے۔ بس تو جا صبر کر اور خاموش رہ زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو بسماع قبول سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات واقتضائے حال کی بناء پر قائم کئے گئے ہیں) جب تجھے یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق ہے اور تیرا اس کو اس سے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش ہوتے ہیں تو تجھ کو متنبہ ہونا چاہئے اور طلب حق کی فکر کرنا چاہئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں ان کو فریب اور مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہئے ارے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی۔ لوٹ دیکھ تو سہی وہ دہقانی امیر کو اپنے گھر سے لے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گاؤں میں کیونکر آیا اچھا سن بات یہ ہے کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا اپنا شیوہ بنالیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور آئیے وغیرہ وغیرہ جس کا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاط بیہودہ ٹھہری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاط کا آب صاف مکدر ہو گیا اور احتیاط میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ چل دیا اس کے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور ''او ہو ہم خوب کھیلیں گے آہا ہم خوب کھائیں گے'' کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھانے اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا ان کو معلوم نہیں کہ یہ کھیل نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت جھیلنا ہے اور اس شریر دیہاتی کی دغا بازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت مرغوبہ سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز تم کو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہ ہو کبھی اس کی

طرف التفات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو لیکن اس کو اختیار نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بایں ہمہ اس نفع سے بہت کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے تم کو حاصل ہونے والا ہے تقریب فہم کے لئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی ہے جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی خاطر خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس قدر تنبیہ فرمائی ہے اور کیسا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا شام سے ایک قافلہ آ گیا اس نے منادی کرائی کہ جس کو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے انہوں نے ڈھول کی آواز سن کر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تا کہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے ان کے ہاتھ نہ بیچ سکیں اور جناب رسول اللہ قریب تنہا رہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب چل دیئے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ تم کو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی ڈھول کی آواز پر چل دو۔ تم پریشان ہو کر گیہوں کی طرف چل دیئے اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تم نے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا اور رسول کو چھوڑ دیا حالانکہ ان کی صحبت اس خدا سے غافل کرنے والی شے اور مال دولت سے بہتر ہے اب تم کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تم نے کتنی بیش بہا دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اتنی سی بات پر ان کو کس قدر تنبیہ فرمائی گئی حالانکہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض عارضی تھا اور اس کی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت ان کی بری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صوری اعراض بھی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو کرو جو گیہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے توکل کی قدر کیوں نہ کرے گا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ تم نے گیہوں کے لئے اس ذات کو چھوڑ رکھا ہے جس نے آسمان سے گیہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گیہوں پیدا ہوئے بھلے مانس تو عقل میں اس پانی کی بط سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو ٹکا سا جواب دے دیا تھا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک باز نے بط سے کہا کہ پانی سے نکل کر دیکھ کر جنگل قند برسا رہے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں عقلمند بط نے جواب دیا کہ دور ہو ہمارے لئے پانی ہی امن وعافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بط ہو اور شیطان باز ہے وہ کہتا ہے کہ اے بطو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور اہل اللہ کو چھوڑ دو دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی مزیدار نعمتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بط کی طرح تم کو یہ دینا چاہئے کہ جائیے آپ واپس تشریف لے جائیے اور ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جائیے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں ہم نے آپ کی دعوت چھوڑی ایسی

دعوت آپ ہی کو مبارک رہے ارے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمیں جل دیتا ہے ہماری قند تو ہمارا یہ قلعہ ہی ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھی کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی لے ہم نے تجھی کو دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملے گا تو اس کی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہئے جس سے آدمی وصول الی الحق سے محروم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اس کی اعانت کے لئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان دیہاتی سے بہت سی باتیں بنائیں یہاں تک کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤں گا تو وہ سرانجام نہ ہو سکے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اس قدر فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نہ کروں اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اس کی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہرکارہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ کیا تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ میں گاؤں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھ سے چیں بجبیں ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے بعد میرے پاس اس کے غصہ کا فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔ بجز اس کے کہ میں اپنے کو زندہ در گور کر دوں اور اسی قسم کے اور سینکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کر سکتی تھیں اور قضائے الٰہی کے مزاحم کیونکر ہو سکتی تھیں تقدیر الٰہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم دانوں پیچ بن جائیں پھر بھی اس کے سامنے محض لاشے اور بے حقیقت ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تجھے بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہوگی اس لئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتی اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کر سکتی اس کی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر واقع ہو نہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جا سکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مأمن ہے اس کی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اس پر آگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برس کر طوفان برپا کر دے اور اس کے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپ کی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمہیں مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہٰذا

تمہارے اندر وہی خصلت ہونی چاہئے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت وانقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لئے صادر ہو خود اسی سے امان لینا چاہئے اور اس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہئے جب تم نے فرمان خداوندی خلقنا کم من تراب سنا ہے اور تم کو اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ہے تو تم کو محض خاکسار ہونا چاہئے اور سرتابی نہ کرنا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اسے رفعت عطا کی پس یوں ہی تم بھی دوبارہ خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تاکہ میں تم کو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری ہی رفعت کا سبب ہے دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پھر رفعت حاصل ہوتی ہے کہ لوگ اس کو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنویں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں پھر کنویں سے نکال کر لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بن کر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اس کے بعد اس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بن کر اگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آ کر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بن گیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اس کا تابع ہو گیا یا موصوف بصفات انسان ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر اڑ آیا تو اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے علو مرتبت سے اس کے جسم کو بھی تفوق معنوی حاصل ہوا اور اس میں پانی موجود ہے لہذا اس کو بھی تفوق حاصل ہوا۔ والاول اوضح اس رفعت کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہاں زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم پستی سے پھر عالم بالا کو چل دیئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الٰہی میں وہ قوت ہے کہ جب اس نے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باوجودیکہ شہری نے ہزاروں پیش بندیاں کیں لیکن بالآخر اس کو مغلوب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور مصیبتیں جھیلیں اور پھر جھیلیں ہر چند کہ اس کو اپنی ثبات اور غیر متزلزل ہونے پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ وہ اس وصف میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضا الٰہی کی ایک ٹکر کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضا الٰہی آسماں سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلا اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں مچھلیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اس قدر عزیز ہونے کے

دریا کو چھوڑ کر باہر آ جاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتیٰ کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنویں میں لٹکنے کے لئے آ جاتا ہے (کما هو المشهور) الا وہ لوگ جو قضا سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نفر من القضاء الى القضاء كما قال امير المومنين عمر بن الخطاب رضی الله عنه ان کو کوئی تربیع ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فائدہ: یاد رکھو کہ تربیع اہل نجوم کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اس لئے مولانا نے تربیع کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے۔ (فافهم) اور یاد رکھ کہ اگر تو قضائے الٰہی کی پناہ میں نہ آ جائے تو کوئی تدبیر تجھ کو قضا الٰہی سے نہیں بچا سکتی ہے۔ (قضا الٰہی کی پناہ میں آنے کے بعد دو صورتیں ہوں گی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہوگی تو وہ قضا ہی کو رد کردے گا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی نہ ہوئی تو اس کی مضرت سے محفوظ رہو گے اور جس قدر مضرت پہنچے گی اس کی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دی جاوے گی۔ واللہ اعلم)

شرح شبّیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو بے دئے ہوئے میوے توڑ لاویں

قصہ اصحاب ضرواں خواندۂ	پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے	پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گاؤں کا نام ہے یمن میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرا جمع ہو جاویں گے اس لئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تا کہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انہوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلہ می کردند کژدم نیش چند	کہ برند از روزی درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے	کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

یعنی چند بچھو جیسے ڈنک والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تاکہ چند درویشوں کی روزی لے جاویں۔

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر	روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے	آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں	تا نباید کہ خدا دریا بد آں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے	تاکہ خدا ان کو نہ جان لے

یعنی وہ لوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ سمجھ رہے تھے ان کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

باگل اندایندہ اسگالید گل	دست کارے میکند پنہاں ز دل
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟	ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

یعنی مٹی گوندھنے والے کے ساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہے تو یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا اسی طرح ان کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم هواک من خلق	ان فی نجواک صدقاً ام ملق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا	تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب ہے۔

کیف یغفل عن ظعین رغداً	من یعاین این مثواہ غداً
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟	جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہوسکتا ہے کہ اس کے ٹھکانے کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جس کو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اس سے غافل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اس کی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں ان سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاویں گے۔

اینما قد ہبطا و صعدا	قد تولاہ و احصیٰ عددا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی	وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

یعنی وہ مسافر جہاں اترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اس کے پیچھے ہے اور اس کے تمام حالات کو احصاء کئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس قصہ کو یہیں ختم کر کے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لی جاتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را	کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سن	کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گاؤں میں کس طرح گیا اس نے کس طرح بدلا پایا۔

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن	استماع ہجر آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کرلے	اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اس غمناک کی مصیبت کو سنو۔

تا چہا دید از بلاؤ از عنا	در رہ دہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی	گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

یعنی تا کہ (معلوم ہو کہ) اس نے کیا کیا بلا اور مصیبت گاؤں کے راستہ میں دیکھی جب کہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو اس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہے اس لئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ تنگی اس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو اس میں ایک تو تطییب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اس کا قلب بشاش ہوا اور اس کی وجہ سے اس کو مشغولی بحق ہوگئی تو چونکہ اس کے سبب تم بنے ہو لہذا ماجور ہو گے لہذا ضروری ہے کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں زکاتے داں کہ غمگین را دہی	گوش را چوں پیش دستانش نہی
اس کو ایک زکوۃ سمجھو جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے	جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اس کو یوں سمجھو کہ زکوۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل	فاقۂ جان شریف از آب وگل
دل کے بیماروں کا غم سن لے	آب وگل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جن کی جان شریف کو آب وگل سے فاقہ ہے یعنی ان کو جو اس آب وگل میں پھنسنے کی وجہ سے اور تردداتِ میں ابتلاء کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو تم سے اگر وہ بیان کریں ان کی بات سن لو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہوں گے تو تم اس کے سبب ہو گے اور ماجور ہو گے ان کی یہ حالت ہے کہ۔

خانہ پر دود دارد پر فنے	مر ورا بکشاز اصغا روزنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے	اس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

یعنی ایک پرفن ایک گھر دھویں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اس میں کان لگانے کا ایک روزن کھول دو مطلب یہ کہ اس کا قلب جو گھٹ رہا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہوگا گویا کہ تم نے ایک روزن اس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا اغبار اس سے نکل گیا۔ سبحان اللہ خوب مثال ہے۔

گوش تو او را چو راہ دم شود	دود تلخ از خانہ او کم شود
جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے	کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

یعنی تمہارا کان اس کے لئے سانس کا راستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تمہارا سن لینا جب کہ روشن وان کی طرح ہے تو تمہارا کان اس کے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اس کا قلب بہت ہلکا ہو جاوے گا اور پھر وہ مشغول بحق ہوگا تو اس کے سبب بننے کا ثواب تمہیں بھی ملے گا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

غمگساری کن تو باما اے روی	گر بسوئے رب اعلیٰ میروی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر	اگر تو رب اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

یعنی اے سیراب اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

ایں تردد حبس و زندانے بود	کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
یہ تردد قید اور قیدی ہے	جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

ایں بدیں سو آں بداں سو میکشد	ہر یکے گوید منم راہ رشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے	ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ دل ادھر ہوتا ہے نہ ادھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

ایں تردد عقبہ راہ حق است	اے خنک آں کس کہ پایش مطلق ست
یہ تردد اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے	وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جس کا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ ترددات نہیں ہیں وہی اچھا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ۔

بے تردد می رود درراہ راست	رہ نمی دانی بجو گامش کجا ست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے	(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشان قدم معلوم کرلے

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جارہا ہے تو اگر راہ نہیں جانتا تو اس کا نشان قدم تلاش کرلے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علائق اور ترددات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جارہا ہے تو اگر تم کو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

گام آہو را بگیر و رو معاف	تارسی از گام آہو تا بناف
تو ہرن کے (نشان) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلدے	تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہنچ جائے

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم گام آہو سے نافہ تک پہنچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافہ کی تلاش ہے اور اس کے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافہ مل جاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کی اتباع سے تم کو دولت عقبیٰ حاصل ہو جاوے گی۔

زیں روش براوج انور میروی	اے برادر گر برآذر میروی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے	اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی اگرچہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت مجاہدہ وریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج انور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے ز دریا ترس و نے از موج وکف	چوں شنیدی تو خطاب لاتخف
نہ دریا سے ڈر نہ موج سے، نہ جھاگ سے	جب تونے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج وکف سے جب کہ تم نے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جب کہ تم کو

حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے تو پھر تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہٰذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اس کو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

لاتخف داں چونکہ خوفت داد حق	نان فرستد چوں فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو (اپنے آپ کو) لاتخف (کا مصداق) سمجھ	وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

یعنی جب کہ حق تعالیٰ خوف دیں تو تم لاتخف جانو اس لئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لاتخف ہو رہا ہے اس لئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اس کے اندر خطاب لاتخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کورا خوف نیست	غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
ڈر اس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے	غم اس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

یعنی خوف تو اس کو ہے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اس کے لئے ہے جس کو کہ اس جگہ سرگشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جس کو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اس کو آخرت میں خوف ہو گا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرو تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبات سے آ گیا تھا۔

خواجہ کا گاؤں کی طرف بچوں کے ساتھ روانہ ہونا

خواجہ درکار آمد و تجہیز ساخت	مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا	اس کے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور ان کے ارادہ کا جانور گاؤں کی طرف چلا یعنی خوب شوق میں سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل و فرزنداں سفر را ساختند	رخت را برگاو عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی	سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

یعنی اہل وعیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لا د دیا یعنی اسباب کو سواری میں لاد کر روانہ ہو گئے۔

شادمانان و شتاباں سوئے دہ	کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب	کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہمیں خوشخبری سنا

یعنی خوش اور جلدی گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا ہم نے مژدہ دینے والے گاؤں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ۔

مقصد ما را چراگاہ خوش است	یار ما آنجا کریم و دلکش است
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے	اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

باہزاراں آرزو ما خواندہ است	بہر ما غرس کرم بنشاندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے	اس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لئے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

ما ذخیرہ دہ زمستان دراز	از براو سوئے شہر آریم باز
ہم دہ لمبے جاڑوں کیلئے سامان	اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

یعنی تاکہ گاؤں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کے لئے اس کے پاس سے شہر کی طرف لاویں گے مطلب یہ کہ گاؤں سے خوب ذخیرہ لادیں گے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لاویں گے یہ منصوبے سوچتے جا رہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند	درمیان جان خود ما جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا	اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دے گا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرے گا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گا اور کہتے تھے کہ۔

عجلوا اصحابنا کے تربحوا	عقل میگفت از دروں لا تفرحوا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ	اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

یعنی اے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔

من رباح اللہ کونوا رابحین	ان ربی لا یحب الفرحین
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو	بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اس لئے کہ میرا رب اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اس کو حاصل کرو۔

افرحوا هونا بما آتاکم	کل آت مشغل الھاکم
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے	ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

یعنی جو شے کہ تم کو ملی ہے اس پر اعتدال سے خوش ہو اس لئے کہ ہر آنے والا مشغل ہے کہ لہو میں تم کو ڈال دیا ہے حدیث میں ہے احبب حبیبک ھونا ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوماً ما وابغض بغیضک ھونا ماعسی ان یکون حبیبک یوماً ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمہارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

از وے شو مشو از غیر وے	کو بہارست و دگر ہا ماہ دے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو	کیونکہ وہ موسم بہار ہے دوسرے ماگھ کا مہینہ

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اس لئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہٰذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ان کی نعماء پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست	گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے	خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے لئے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب مغفل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست	اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے	اس راستہ میں پستی کی جانب جانا' بلند ہونا ہے

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آوے تو اس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہوگا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے گنج است و رنج تو چوں	لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے	لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمہارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو

نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کا اجر حق تعالیٰ کے یہاں عظیم ہے غم کیے میں تعظیم کے لئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ۔

کودکاں چوں نام بازی بشنوند	جملہ باخر گورہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں	سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چست و چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سن کر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی ان کو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں گور ایں سودا مہاست	در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں	اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

یعنی اے اندھے چلنے والے اس طرف جال ہیں اور اس طرف کمین ہیں خون کے پیاسے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے ارے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اس میں مشغول مت ہو۔

تیر ہا پنہاں نہ شد لیکن کماں	گشت پنہاں از دو چشم مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان	انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے
تیر ہا پراں کماں پنہاں وغیب	بر جوانے میرسد صد تیر شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے	ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

یعنی تیر تو اڑ رہے ہیں اور کمان پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سینکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حوادث ہیں مگر نظر تو اس پر چاہئے کہ جس نے ان حوادث کو پیدا کیا ہے۔

گام در صحرائے دل باید نہاد	زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے	اس لئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہئے اس لئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہٰذا ان کو ترک کرو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

ستمست اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو چمن درآ تو زغنچہ کم نہ دمیدہ دردل کشا بہ چمن درآ

اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ

ماغریباں را تماشائے چمن درکار نیست داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آباد است دل اے مرداں	حصن محکم موضع امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے	مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

یعنی اے لوگو دل ایک ایمن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں	چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے	چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اس میں چشمے ہیں اور گلستاں در گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عج الی القلب و سریا ساریہ	فیہ اشجار و عین جاریہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے	اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اس میں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

دہ مرو دہ مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے	عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

یعنی گاؤں میں مت جاؤ کیونکہ گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے وہ سے مراد ماسواء اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوا اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد	ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے	یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گاؤں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گاؤں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے

والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنوائے مجتبیٰ	گور عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سن لے	گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گاؤں میں گھر ہونا کوری عقل ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تسکن البادیۃ جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزے باشد اندر روستا	تا بماہے عقل او ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا	اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اس کی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در رستا کند روزے وشام	تا بماہے عقل او نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزارے گا	ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہو گی

یعنی جو کوئی گاؤں میں ایک صبح وشام گزارے اس کی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بماہے احمقی با او بود	از حشیش دہ جز اینہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہو گی	گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا

یعنی احمقی ایک ماہ تک اس کے ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اس کے اور کیا لے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانور پن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا	روزگارے باشدش جہل وعمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا	اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گاؤں میں رہے تو اس کو ایک زمانہ تک جہل وعمیٰ رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے ایسے قصے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ وانبیٹہ اور پورب میں کرسی علیٰ ہذا اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب وہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک اور لطیف امر مراد لیا ہے جس کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

10

دہ چہ باشد شیخ کامل ناشدہ	دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ	جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہ ہوا ہو اور ہاتھ تقلید و حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جن کو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اس کو صرف علم تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت سے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص مجتہد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہوگا تو اسی طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی ایں حواس	چوں خران چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس	آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولہو کے گدھوں کی طرح ہیں

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بندھے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو چونہ چکی میں آنکھیں باندھ کر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر	ہل تو دردانہ گندم دانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر	جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

یعنی اس کو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور دردانہ کو ترک کرو اور گندم دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل دردانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کرو اس لئے کہ ان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہٰذا اس پر اکتفا کر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہئے اس لئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہوگئی ہیں لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر بہ در رہ نیست ہیں بر می ستاں	گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے	اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اس طرف جانے کا راستہ نہیں ہے تو (سواری کو) اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اس میں بھی جبکہ نیت غمخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود	عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
اس کے ظاہر کو اختیار کرلے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو	آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

یعنی اس کے ظاہری کو لو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے رسائی باطن کی طرف ہوجاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است	بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے	اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اس کے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است	بعد ازاں لذت کہ معنی ویست
ہر میوے کی ابتداء سوائے صورت کے کیا ہے	اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اس کے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

اولاً خرگاہ سازند و خرند	ترک را ازاں پس بہ مہماں آورند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں	اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اس کے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی والمقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

صورتت خرگاہ وآں معنی ست ترک	معنیت ملاح وآں صورت چو فلک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہے	تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

یعنی تمہاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمہاری جاں ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی نہ ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اس لئے صورت پر نظر معنی کے لئے کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہوجایا کرتی ہے بس اس کو بیان کر کے آگے خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

رفتن وخواجہ وقومش بسوئے دہ

خواجہ اور اس کے کنبہ کا گاؤں کی طرف چلنا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس	تا خر خواجہ بجنباند جرس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے	تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کے لئے ایک لمحہ کے لئے اس بیان اسرار کو ترک کرو تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلا دے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اس کو ترک کر دو اور ان کی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند	برستوں را جانب دہ تاختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا	جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

یعنی خواجہ اور اس کے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گاؤں کی جانب چلے۔

شادمانہ سوئے صحرا راندند	سافروا کے تغنموا بر خواندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے	سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل ہو۔

کز سفرہا بندہ کے خسرو شود	بے سفر ہاماہ کے خوشرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کی خسرو بن جاتا ہے	بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہم کو بھی سفر کرنا چاہئے۔

از سفر بیذق شود فرزیں راد	از سفر یا بید یوسف صد مراد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے	سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سینکڑوں مرادیں پائیں

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیذق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سینکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بن گئے غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

روز روی از تاب خورمی سوختند	شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے	رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت	از نشاط دہ شدہ رہ چوں بہشت
برا راستہ ان کے لئے اچھا بن گیا تھا	گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہوگئی تھی اور گاؤں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہوگئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لباں خوش می شود	خار از گلزار دلکش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے	چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حنظل از معشوق خرما می شود	خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے	گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

یعنی معشوق کی وجہ سے حنظل بھی خرما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از نازنیناں خارکش	برامید گلعذارے ماہوش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں	گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہوش گلعذار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش	از بلائے دلبر مہ روئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں	اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

یعنی بہت سے حمال ایک اپنے دلبر مہرو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں۔

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ	تاکہ شب آید بوسد روئے ماہ
لوہار نے اپنا حسن کالا کیا	تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

یعنی آہنگر نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تاکہ رات کو آکر اپنے چاند سے ٹکڑے کا منہ چوم لے۔

خواجہ تا شب بر دکانی چار میخ	زانکہ سروے دردلش کردست بیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے	اس لئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر محبوس رہتا ہے اس لئے کہ ایک سرو نے اس کے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریاؤ خشکی می رود	آں بمہر خانہ شینے میرود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے	وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

یعنی ایک تاجر دریاو خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے مخفف ہے خانہ نشینی کا۔

ہر کرا بامردہ سودائے بود	برامید زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے	وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

یعنی جس کو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں درودگر روئے آوردہ بچوب	برامید خدمت مہ روئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے	خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

یعنی وہ بڑھئی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

برامید زندۂ کن اجتہاد	کونگردد بعد روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر	جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونسے مگزیں خسے را از خسی	عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے کمینہ کو دوست نہ بنا	اس میں وہ محبت عارضی ہے

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اس لئے کہ وہ مونسی صرف عاریتی ہے۔

انس تو با مادر و بابا کجا است	گر بجز حق مونسانت را وفا ست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے	اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد	گر کسے شاید بغیر حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی	اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونے کے لائق ہے

یعنی تیری مونسی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو با شیر و باپستاں نماند	نفرت تو از دبیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی	مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کے ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت مکتب سے نہ رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعے بود بر دیوار شاں	جانب خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی	وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پرتو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے	اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

یعنی جس شے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے اسی پر عاشق ہو ب ہے اے شجاع ادا اس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جس کا یہ ظل اور پرتو ہے۔

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود	آں ز وصف حق چو زراندود بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا	وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

یعنی تیرا عشق ہر اس شے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کی وجہ سے زراندود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود ان میں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ ملمع ہے ورنہ اصل نہیں ہے۔

چوں زرے با اصل رفت و مس نماند	وز زری خویشتن مفلس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا	اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

یعنی جب کہ زری اصل کے ساتھ مل گئی تو تانبا رہ گیا اور سونے پن سے مفلس رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ کمال عارضی جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق او براند	پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی	اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

یعنی اب اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اس کو طلاق دیدی اور اس پر پشت کر کے اس سے ہاتھ جھاڑ دیا۔ یعنی اب جب کہ اس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اس کو ترک کر کے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زراندود صفاتش پا بکش	از جہالت قلب را کم گوئے خوش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے	نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

یعنی اس کی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سب کو غیر مقصود سمجھو اس لئے کہ۔

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است	زیر زینت مایہ بے زینتی است
اس لئے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے	سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

یعنی اس لئے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہورہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چندروزہ ہیں اور پھر کچھ بھی نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے غلاظت بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اس کی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہوگی لہٰذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر زروئے قلب درکاں میرود	سوئے آکاں روتو ہم کاں میرود
سونا کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے	تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جس طرف کہ وہ جارہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار رو ہیں جارہی ہیں اور ان سب کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سب کی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نو راز دیوار تا خود میرود	تو بداں خور رو کہ درخور میرود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے	تو اس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑ کر اس کو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹ کر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہئے کہ اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آرہا ہے کہ جب تم نے اس کو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں	چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے	جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

یعنی اس کے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جب کہ تم نے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہوگیا کہ جس قدر یہ اشیاء دنیادی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائیدار ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو

ترک کرواور کسی شئے کوسوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

معدنِ دنبہ نباشد دام گرگ	کے شناسد معدن آں گرگ سترگ
دنبہ کی کان بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے	وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب بھیڑیئے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اس کے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آ جاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہے جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ ان کو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنستے ہیں اور اس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑے ہوئے ہیں افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اس کو فرماتے ہیں کہ۔

زر گماں بردند بستہ در گرہ	می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے	دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

یعنی وہ (خواجہ اور اس کے اہل وعیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اس لئے مغرور ہو کر گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اس لئے جلدی جلدی ادھر کو جا رہے تھے اور ان کی فرط شوق میں یہ حالت تھی کہ۔

ہمچنیں خنداں ورقصاں می شدند	سوئے آں دولاب چرخے میزدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے	اس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جا رہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گاؤں کی طرف خوب خوش وخرم چلے جا رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغے می پرید	جانب دہ صبر جامہ می درید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے	گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی طرف جا رہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اس لئے کو سوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہم سے پہلے

پہنچ جائے گا اور اس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کرلے گا سچ یہ ہے کہ شوق عجب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نسیمے کز سوئے دہ می وزید	گوئیا روح رواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی	گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

یعنی جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زدہ از سوئے او	بوسہ می دادند خوش بر روئے او
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا	اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

یعنی جو کوئی گاؤں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے منہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ	پس تو جان جان ما را دیدۂ
تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے	لہذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے۔ اس لئے اس کی قدر کرتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راہگیروں کے منہ کو چومتے تھے صرف اس لئے کہ ان لوگوں نے اس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اس کے گاؤں کے باشندے تھے اسی طرح مجنوں سگ کوئے لیلیٰ کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کتے تو ہی وہ کتا ہے کہ جس نے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اس کے کوچے میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں مولانا عقبہ تقدیر الٰہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب شہر ضروان کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدابیر میں پھنس کر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الٰہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔ ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر چہ معنی دارد۔ قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ضروان کے چند مردم آزار آدمیوں نے اس کی کہ فقرا کو ان کی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل منہ اندھیرے اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس فریب کی بابت کمیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں۔ غضب ہے کہ مٹی اور لپیٹنے والے کے خلاف کوئی منصوبے گانٹھے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے۔ الا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے

والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق سے مخلوق پوشیدہ ہوسکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہوسکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جب کہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اس کو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہوگا اور کہاں وہ پستی کی طرف اترا اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہوسکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اس پر ہر صورت سے قابض ہے اور اس کی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کے کیا معنی بھلا دیکھو تو سہی یہ جاہل کتے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھن کر خاک سیاہ ہوگیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گاؤں کی طرف کیونکر چلا اور اس کو اس کی کیسی سزا ملی۔ تم اپنے کانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس مبتلائے رنج ومحن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گاؤں کے راستہ میں اپنے شہر سے جدا ہو کر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اس کے قصہ کو کان لگا کر سنو گے تو یہ زکوٰۃ ہوگی جو اس مصیبت زدہ کو دو گے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونے کی مصیبت کو تو ضرور ہی سننا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے رنج کا سن لینا گویا کہ اس دھویں کے نکلنے کے لئے سوراخ کھول دینا ہے پس تو اس کو سن کر اس دھویں کے لئے ضرور سوراخ کھول دینا جب تیرا کان اس کی بات کا رہ گزر رہے گا تو یہ کڑوا دھواں یعنی رنج اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ بھڑاس نکل کر اس کی طبیعت ہلکی ہو جاوے گی یہاں تک مبتلائے غم کی مصیبت سننے اور اس کی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ پر چلنا اور اس تک پہنچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت سن جو محض درد دل اور ہمدردی کی بناء پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مدنظر ہوتی تو ہم کو اس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس میں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدث بالنعمت پر مجبور کیا تجھے اس کے ماننے میں ضرور پس و پیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید جیل خانہ ہے کہ اس کو یکسو نہیں ہونے دیتا اس میں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری طرف اور ہر ایک اس کا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہو کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ ادھر کی پس تم کو اس قید اور جیل خانہ میں ہرگز نہ پھنسنا چاہئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھاٹی ہے اگر آدمی اس سے پار ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور اگر اس میں پھنس گیا تو گیا گزرا

ہوا۔ ارے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اس لئے تو تحقیقی طور پر اس پر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تخطیہ کر کے تردد سے نہیں نجات پا سکتا تو کچھ دنوں کے لئے ایسے لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہنچاتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاء اللہ ایک دن مطلوب حقیقی تک پہنچ جائے گا۔ اس وقت گو تجھے اس پر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اس کو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اس آگ پر چلنا گوارا کر لے گا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج انوار اور اس مقام عالی پر پہنچ جائے گا جو نور سے لبریز ہے اور جس وقت تو نے خطاب حق لاتخف سن لیا اس وقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے اور آدمی اس کو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ خوف مثل طبق کے ہے اور بے خوفی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی لہذا حق سبحانہ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خوفی عطا کرنے کی۔ اس لئے کہ خوف مہالک تو اس کے لئے ہے جس کو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اس کو پینے پڑیں گے جو یہاں طلب حق میں تگ ودو نہیں کرتا اور جس کو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اس کو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ و اجر کریم اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گاؤں کی جانب بہت جلد روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا اس کے گھر کے لوگوں اور بال بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور ان کا ارادہ بھی پختہ ہو گیا اور یہ سب خوش تھے اور گاؤں جانے کی بدیں خیال جلدی کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گاؤں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارے لئے عمدہ چراگاہ ہے اس میں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھیلیں کودیں گے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہم کو بہت آرزوؤں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے سخاوت کا درخت بویا ہے تاکہ ہم اس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گاؤں سے آئندہ جاڑے تک کا سامان شہر میں لے آئیں گے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہنچنے کی خوشی میں اس کو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہم کو جگہ دے گا یارو جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام پکا کر خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اتراؤ اس نفع پر لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے منتفع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ'

دنیوی منفعتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق سبحانہ نے تم کو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں ان پر اعتدال کے ساتھ خوش ہو اعتدال کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تم کو اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جن کے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تم کو اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بہار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے اس سے طرح طرح کے ثمرات منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج وغم ضرر ونقصان۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت وتاج ہی کیوں نہ ہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمائش اور ان کی استعداد مخفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ ہم سے زیادہ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں۔ پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونے کی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت سرمدی حاصل ہوتی ہے تم کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی وفرحت سرمدی کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے لیکن تم کو یقین کرنا چاہئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے اور یہاں پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہو گئے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یاد رکھو کہ تمہارا مطلق رنج ایک کان زر ہے اور اس کا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح ناتجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو لعب ہو تمہارے دل کو یہ بات نہ لگے گی کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جس طرح بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑے چلے جا رہے ہو لیکن ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کدھر جا رہے ہو وہاں بہت سے جال لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوٹو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حوادث تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اس لئے وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کسی قادر انداز تیر افگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حوادث کے چلنے اور کمان کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہے دیکھو دن بدن قوئی کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضاء کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا ابھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تم کو صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہئے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہئے اور اس کی صفائی میں منزلیں طے کرنا چاہئے کیونکہ صحرائے گل سے مشکل حل نہ ہوگی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن وامان کی جگہ ہے۔ پس اے گاؤں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ

جو اہل اللہ کو ملا ہے چشمہائے معرفت کا معدن اور گلہائے رنگارنگ حقائق و معارف سے پھٹا پڑتا ہے تم اس کی سیر کو آ ؤ اس میں واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گاؤں جا کر کیا لو گے گاؤں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس میں جا کر آدمی احمق ہو جاتا ہے نہ اس کی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گاؤں اس لئے جاتے ہو کہ گاؤں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق عالم ہے پس تم جانے کے ارادہ کو فسخ کرو اور گاؤں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جا کر تمہاری رہی سہی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گاؤں میں رہتا ہے اس کی عقل ماری جاتی ہے وہ کوڑ مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گاؤں میں رہ لیتا ہے ایک مہینے تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینہ تک حماقت اس کے اندر موجود رہتی ہے بات ہے بھی یہی کہ کودن پن و حماقت کے سوا گاؤں کے گھاس پات سے اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گاؤں میں رہتا ہے اس کی جہالت و کوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گاؤں کے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گاؤں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں لہٰذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں ان کی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھ کر گدھا چکی میں جوت دیا جاوے پس جس طرح وہ انکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت یہاں بصیرت نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آئے اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں کو چھوڑ اور گیہوں کے دانے لے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سن ظاہر اگرچہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے وہ بھی اچھا ہے کہ مفضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد باطن اور حقیقت و معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اس کے بعد اس میں جان پڑ گئی جو جمال سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہے اس کے بعد اس میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اس کا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اولاً خیمہ قائم کرتے ہیں اس کے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اس میں مہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اس کا معنی اور مقصد نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونے کے بغیر کشتی کے نہیں ہو سکتا یوں ہی معنی بدوں صورت کے نہیں ہو سکتے اور جس طرح اولاً کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صورت میں

افضا الی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے۔ پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو اور وصول الی المعنی مدنظر نہ ہو تو اس میں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کے لئے تھوڑی دیر کیلئے بیان حقائق کو چھوڑیئے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے دیجئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلایئے بھی تو سہی کہ چلنے میں گھنٹی بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو امیر اور اس کے بال بچے تیاری کر کے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور سافروا کے تغنموا یعنی سفر کرو تا کہ تم دولت لوٹو کہتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی کے خسرو (بادشاہ اور دولتمند) ہوتا ہے اور بدوں سفر کے چاند خوش رو اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزین بن جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سینکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بناء پر وہ سفر کر رہے تھے اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ برا راستہ ان کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گاؤں پہنچنے کی خوشی میں وہ راستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا مرغوب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے ان سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حنظل دے تو وہ چھوہارے کے مانند لذیذ ہو جاتا ہے۔ بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بن جاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن اپنی گلعذار اور ماہوش محبوبہ کے لئے خوشی سے مصائب جھیلتے ہیں اور بہت سے حمالوں کی پیٹھ اپنی مہرو دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہار نے محض اس لئے کہ رات کو آ کر اپنی چاندسی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کر کے دھوئیں سے اپنا منہ کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے ہل نہیں سکتا کیونکہ محض اس لئے کہ ایک سروقد بیوی نے اس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کے لئے ناگوار شے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بے جان شے سے تعلق ہے وہ کسی زندہ نما کے لئے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ایک دلکش مہ رو کی خدمت کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کے لئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہے گا لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اس لئے کہ اس کی مونسی صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی مونسی ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب

سے بڑھ کر تم کو ان سے انس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی انس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمہارا انس آج کہاں ہے نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمہاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے ساتھ جو تم کو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کے ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا۔ علیٰ ہٰذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تم کو کس درجہ انس تھا لیکن آج نہیں اور مکتب سے تم کو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اس کی وجہ پر غور کرو کہ تم کو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ پس جس طرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس تمہاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بناء پر تم کو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تم کو محبت ہوتی ہے اس کا منشاء وہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تم کو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تانبارہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اس وقت اس سے تمہارا جی بھر جاتا ہے اور تم اس کو دھتا بتاتے ہو اور اس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بناء پر تمہارا فرض یہ ہے کہ اس کے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کہو اس لئے کہ ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور اس کی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے گا اس لئے تم کو بھی اس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس کی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہے گا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہو گا ایسی حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں ان کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی پس جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پرنالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تم کو آسمان سے پانی لینا چاہئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کے لئے جال لگایا جاتا ہے تو اس میں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو دیکھ کر اس میں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔ لیکن بھیڑیا تو اس کو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور ان پر

فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بناء پر ان کا حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں وفرحاں جا رہے تھے اور اس رہٹ کی طرح چکر کھا رہے تھے ان کی بے تابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گاؤں کی طرف اڑتا تھا تو بے تاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اس سے پہلے پہنچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گاؤں کی طرف سے آنے والی صبا سے ان کی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گاؤں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبّیری

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو کوچہ لیلیٰ میں رہا کرتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت	بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا	اس کو چومتا اس پر جان نثار کرتا

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازا کرتا تھا اور اسکو چوما کرتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرد او می گشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا	بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

یعنی وہ مجنوں اس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خضوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس کو اس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف	گہ جلاب شکرش میداد صاف
کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا	کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف چوما کرتا تھا اور اس کو شربت قند اور شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام	ایں چہ شیدست اینکہ می آری مدام
ایک بے ہودہ نے کہا اے ناقص پاگل	یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنوں خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اس کے قلب

میں تو اس کی الفت نہ تھی اس لئے اس کو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سگ دایم پلیدی میخورد	مقعد خود را بلب می استرد
کتے کی تھوتھنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے	اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

یعنی کتے کا منہ ہمیشہ پلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اس کے پھر تو اس کو چومنا چاہتا ہے آخ تھو۔

عیبہائے سگ بسے او می شمرد	عیداں از عیداں بوئے نبرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا	عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پاسکا

یعنی اس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیب داں راز داں سے کوئی بو نہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اس لئے تھا کہ یہ شخص تو عیب داں تھا اور مجنوں غیب داں یعنی راز داں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اس کو تو مجنوں ہی جانتا تھا اس بے چارے کو کیا خبر کہ اس میں کیا بات ہے۔ کہ جس سے یہ اس قدر محبوب ہے غرض کہ جب اس نے کتوں کی بہت برائی کر لی تو مجنوں بولا کہ۔

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن	اندر آ وَ بنگرش از چشم من
مجنوں نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے	اندر آ' اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

یعنی مجنوں نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آ کر میری آنکھ سے دیکھ۔

کایں طلسم بستۂ مولیٰ است ایں	پاسبان کوچۂ لیلیٰ است ایں
کہ یہ طلسم مولیٰ کا قائم کیا ہوا ہے	یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اس کی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اس کی وہی صفت دربانی لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اس کی صورت پر۔

ہمتش بین و دل و جاں راشناخت	کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ	کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

یعنی اس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اس نے (کیسا) پہچانا (اور اس بات کو دیکھو) کہ اس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اللہ اکبر لیلیٰ کے کوچہ میں جو اس نے جگہ بنائی ہے تو اس کو کہاں سے عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

او سگ فرخ رخ کہف من است	بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من است
وہ میرے غار کا مبارک رو کتا ہے	بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لہف ہے۔ بفتحتین بمعنی مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بن گیا ہے تو جس طرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اس کی اس قدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو ادھر سے آتا تھا اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لئے کہ اس نے اس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است   افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم	خاک پائش بہ ز شیران عظیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے	بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

یعنی جو کتا کہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کم من اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جب اس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو ظاہر حالت میں اگرچہ خراب وخستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہوں گے ان کی تو خاک پا بھی ان ظاہری قوی اور باعزت دنیاداروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او	من بہ شیراں کے دہم یک موئے او
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو	میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

یعنی جو کتا کہ اس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل وخوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اس کی تو میں ان دنیاداروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اس کے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں۔ اس لئے کہ اگرچہ اس کی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اس کا ایک ایک بال اس قدر معزز ہے کہ ان کا سارا جسم بھی اس قدر معزز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے اس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جثہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور رعایتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی باعزت کیوں نہ ہو حقیقی شے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہوگی اگرچہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو۔

آنکہ شیراں مر سگانت را غلام	گفتن امکاں نیست خامش والسلام
وہ ذات کے شیر اس کے کتے کے غلام ہیں	بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

یعنی اے وہ شخص کہ شیر اس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ سب شیران دنیاوی ہیں ان کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اس قدر استعداد ہی نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں بلکہ۔

گر ز صورت بگزرید اے دوستاں	جنت است و گلستاں در گلستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے	جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

یعنی اے دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستاں ہی گلستاں ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے مانع ہے ورنہ اگر تم اس صورت پر نظر نہ کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اس لئے کہ ان کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بھرے پڑے ہیں اب کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کس کی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں مولانا اس کی ایک بہت سہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی	صورت کل را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی	(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہے گی اور اس کو فنا کر دو گے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اس کی ضرورت ہی نہ ہو گی کہ سب کو الگ الگ توڑتے اور ان سے قطع نظر کرتے پھرو پس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکو گے تو یہ ہو گا کہ۔

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی	ہمچو حیدر باب خیبر کنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا	حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

یعنی اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیبر کو اکھاڑ دے گا۔ صورت کے توڑنے سے مراد ان سے قطع نظر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیبر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ خواجہ صاحب ان الفاظ کی صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس کے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم	کو بدہ می شد بگفتار سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا	جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق کی وجہ سے گاؤں میں جا رہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ ان فضول باتوں پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاؤں کو روانہ ہو گیا۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

سوئے دام آں تملق شادماں	ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
خوشاں کے اس جال کی جانب خوشی خوشی	جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

یعنی اس تملق کی جان کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جا رہا تھا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخر کار پھنس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حریص	دانہ را باوام لیکن شد محیص
اس لالچی پرند نے منجملہ سخاوت جانا	دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

یعنی وہ مرغ حریص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جانور یوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اس کا غایت کرم ہے کہ ہم کو دانہ کھلاتا ہے مگر وہی اس کے لئے دام تزویر ہو گیا کہ پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را	غایت حرص است نے جود و عطا
پرند اس دانہ کو منجملہ سخاوت جانا	(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

یعنی جانور تو اس کو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جود و عطا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جب ہی تو اس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

مرغگاں در طمع دانہ شادماں	سوئے آں تزویر پراں دواں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی	اس مکر کی جانب اڑ اور دوڑ رہے تھے

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اس کے اہل و عیال خوش خوش اس دام تزویر کی طرف جا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

گرز شادی ہاش آگاہت کنم	ترسم اے رہرو کہ بے گاہت کنم
اگر میں تجھے ان کی خوشیوں سے باخبر کروں	اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کر دوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اس کی خوشی کی پوری کیفیت بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جاوے اور اصل

مقصود بھی ہاتھ سے جاتا ہے اس لئے آگے قصہ کو مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کردم چو آمد دہ پدید	خود نبود آں دہ دہ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا جو گاؤں نظر آیا	یہ وہ گاؤں نہ تھا دوسرا گاؤں تھا

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرضکہ بے چارے راستہ بہک گئے۔

قرب ماہے دہ بدہ می تاختند	زانکہ راہ دہ نکو نشناختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے	کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گاؤں در گاؤں دوڑ رہے تھے اس لئے کہ گاؤں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود	ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا	دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اس کو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل	ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا	وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہو گا۔

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا	ریشخندے شد بہ شہر و روستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے	وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کرلے تو اس کا مذاق ہر شہر اور گاؤں میں ہو گا اس لئے کہ کام ہو گا نہیں تو مذاق ہی اڑے گا۔

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں	کادمی سر برزند بے والدیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی	کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

یعنی اس لئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر

کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اس کی مثال ہے کہ۔

مال او یابد کہ کسبے میکند	نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پاتا ہے جو کماتا ہے	نادر ہوتا ہے کہ خزانہ مل جائے

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پہنچ جاوے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جان بود	تا کہ رحمٰن علم القرآں بود
مصطفیٰ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا	تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

یعنی وہ مصطفےٰ کہاں ہیں کہ ان کا جسم بھی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی مشغول حق میں جان کی طرح ہو اور ان کا مربی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اس لئے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم	واسطہ افراشت در بذل وکرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا	واسطہ بنایا جود و عطا میں

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جن کو بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی تو وہ بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کے لئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر	چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے	لالچیوں کی طرح نہ دوڑ بہت آہستہ (چل)

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تا کہ مطلوب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب	چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی	جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

یعنی اس راہ میں انہوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ۔

سیر گشتہ ازدہ و از روستا	وز شکر ریزی چناں نا اوستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا	اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

یعنی وہ گاؤں سے اور روستائی سب سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اس لئے سخت پریشان ہو کر کہتے تھے کہ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اس بارہ میں اس کی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اس کو چومتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔ اور بہت عاجزی کے ساتھ اس کے گرد پھر پھر کر اس پر قربان ہوتا تھا بلا مبالغہ اس کی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اس کا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اس کو شکر کا شربت پلاتا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک بے ہودہ نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا مکر ہے جو تو ہمیشہ کیا کرتا ہے کتے کا منہ ہمیشہ ناپاکی کھاتا اور ہونٹوں سے اپنے پائخانہ کا مقام صاف کرتا ہے۔ بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اس کے ان کمالات سے واقف تھا جو اس کی نظر سے مخفی تھی اس کا اعتراض سن کر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سراسر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اس کے باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اس کو ایک عجیب طلسم بنایا ہے یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے۔ ذرا اس کی ہمت اس کی روح اور اس کی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ارے یہ مبارک رو کتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جائے پناہ ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دلسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلیٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھ کر ہے اور جو کتا اس کی گلی کا رہنے والا ہے اس کا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں دے سکتا اور لیلیٰ جس کے کتوں کے شیر غلام ہیں اس کے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہٰذا خاموش رہنا چاہئے فقط (شعر آں سگے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولۂ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دنیوی وجاہت اصلاً نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امراء وسلاطین ہوں اس وقت بھی ترجمہ وہی ہوگا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی جگہ حق سبحانہ رکھا جاوے گا) آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صورت سگ نے اس کی اس حقیقت کو محجوب کر رکھا تھا جو مجنوں کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعیہ کو محجوب کر رکھا ہے۔ پس اگر تم صورت کو چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ صورت سے گزرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دے گا اور جلا پھونک دے گا تو تجھ کو سب صورتوں کا توڑنا آ جاوے گا اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکے گا اور جناب علی

کرم اللہ وجہہ کی طرح اس در خیبر کو اکھیڑ سکے گا (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات وشہوات وفنافی اللہ ہے) جس طرح اس معترض مجنوں نے صورت سے دھوکہ کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی بناء پر گاؤں جارہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہنچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کے لئے خوش خوش چل دیا جس طرح پرندہ اس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اس کو مصیبت میں پھنسانے والا ہے۔ یہ حریص پرندہ جال کے دانوں کو ناشی از کرم وسخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اس کی رہائی اور آزادی رخصت ہو جاتی ہے وہ دانوں کو سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت وبخشش لیکن پرندے چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اس لئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اس دام فریب کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہی حالت بالکل اس امیر کی تھی وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کے لئے جارہا تھا اور اتنا خوش تھا کہ اگر میں تم سے اس کی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں نا وقت نہ ہو جاوے اور ضروری باتیں بیان سے رہ جائیں اس لئے میں اس کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گاؤں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہنچتے اور پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گاؤں نہیں بلکہ ہم کسی اور گاؤں میں چلے آئے چونکہ گاؤں کو جانتے نہ تھے اس لئے تقریباً ایک ماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھرنا ہی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص بدوں استاد کے کوئی کام کرتا ہے تو کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی راستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ متعارف تو دو دن کا راستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اس کے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران وپریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب نہ فی حد ذاتہا موثر ہیں نہ حق سبحانہ ان کے محتاج۔ لیکن انہوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا وسائط وہ نتیجہ مرتب نہیں فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہو جاوے اس لئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو کماتا ہے اور ایسا شاذ ونادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ مل جاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جسم بھی بوجہ غایت لطافت وصلاحیت وفقدان مقتضیات نفسانیہ کے روح کے مماثل کے تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اس کو بلا واسطہ تعلیم فرمائیں جس طرح جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے الرحمن علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر جسمانیت غالب ہے جو کہ افاضہ بلا توسط سے عادۃ مانع ہے اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علم بالقلم فرمایا اور صرف کرم کے لئے تعلیم کو واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کے لئے راہبر کی ضرورت ہے اور بدوں راہبر کے چلنے والا پریشان ہوتا ہے اس بنا پر اس کا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشاء حرص تھا لہٰذا حرص کے متعلق ہم

ایک مفید اور نہایت کارآمد بات تم کو بتلاتے ہیں سنو حریص محروم ہوتا ہے کیونکہ حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور ناعاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی ہے لہٰذا تم کو حریصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہئے بلکہ آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر اور مآل پر نظر کر کے کام کرنا چاہئے۔ خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں امیر اور اس کے ساتھیوں کو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت پیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوئی جیسے خشکی کے جانور کو پانی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ گاؤں سے بھی ان کا جی بھر گیا اور اس دہقانی سے بھی اور اس کندہ ناتراش کی شکرریزی اور آؤ بھگت سے بھی مگر کرتے کیا مجبور تھے اس لئے گاؤں ہی کو تلاش کیا اور اللہ اللہ کر کے ایک مہینہ کے بعد گاؤں میں پہنچے جب وہاں پہنچے تو نہ ان کے پاس سامان رہا تھا اور نہ ان کے گھوڑوں کے لئے چارہ تھا کیونکہ سامان لے کر چلے تھے دو چار دن کا لگ گیا ایک مہینہ۔

شرح شبّیری

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا انکو اجنبی اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف	بینوا ایشاں ستوں را بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے	وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہنچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور ان کے بیل بے گھاس دانہ۔

روستائی بیں کہ از بدنیتی	میکند بعد اللتیا و التی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے	چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

یعنی اس گنوار کو دیکھو کہ (کمبخت) بدنیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز	تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے	تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اس کے باغ کی طرف منہ نہ کھولیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ بے چارے ایک ماہ کے بعد مارے تاڑے اس گاؤں میں پہنچے اور وہ کمبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہو تو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں آنکھ تو چار نہ ہوں یہاں تو نالائق اس قدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں میں دیدے ڈال کر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہو گئی اور صرف

اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ بے مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کے لئے تو یہی کہا جاوے گا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آ گیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ زرق وسر شت	از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
ایسا چہرہ جو جسم مکر اور شرارت ہے	مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

یعنی ایسا منہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کمبخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس	بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح	(اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

یعنی بہت منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر شیاطین مکھی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں بہ بینی روئے شاں در تو فتند	یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چمٹیں گے	یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

یعنی جب تم ان کا منہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر پڑیں (یعنی ضرر پہنچاویں) تو یا تو ان کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے کہ ہنسے اور پھنسے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چناں روئے خبیث عاصیہ	گفت یزداں نسفعا بالناصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں	خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے

یعنی ایسے ہی روئے عاصی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نسفعا بالناصیہ (یعنی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر ان مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بپر سیدند و خانش یافتند	ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پا لیا	اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

یعنی انہوں نے پوچھ پاچھ کر اس کا گھر پا لیا تو عزیزوں کی طرح اس کے دروازہ کی طرف دوڑے تا کہ دروازہ کھلواویں مگر گھر والے بھی تو اسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انہوں نے یہ کیا کہ

در فرو بستند اہل خانہ اش	خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا	خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

یعنی اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا تو یہ خواجہ ان کی اس کجروی سے دیوانہ سا رہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود	چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا	تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنویں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آ پھنسے اگر اس وقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بے چاروں نے یہ کیا کہ۔

بر درش ماند ند ایشاں پنجروز	شب بسر ماروز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے	رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

یعنی یہ لوگ اس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خوب آفتاب جلانے والا

نے زغفلت بود ماندن نے خری	لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے	لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

یعنی ان کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدھے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بے چاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہو گیا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ۔

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار	شیر مرداری خورد از جوع زار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے	بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

یعنی نیک لئیموں کے لئے بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و نزار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام	کہ فلانم مرمرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا	کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

یعنی وہ خواجہ اس نالائق کو دیکھتا تھا تو اس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلاں ہوں اور میرا نام یہ ہے۔

گفت باشد من چہ دانم تو کئی	یا پلیدی یا قرین پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟	تو ناپاک ہے یا پاکی سے موصوف ہے

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلید ہے یا کسی پاک کا ساتھی ہے ۔مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہوگے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر اس لئے میری تو یہ حالت ہے۔

والہم روز و شب اندر صنع ہو	ہیچگونہ نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیداں ہوں	مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر	نیست از ہستی سرمویم اثر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے	میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سرمو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بنتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں۔مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمہاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست	دردل و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے	میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اس خواجہ نے اس قدر سرد مہری دیکھی تو اس کو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت اینذم باقیامت شد شبیہہ	تا برادر شد یفر من اخیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہوگیا	کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہوگیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس خواجہ کو اس وقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے۔الحمد لله الذی عافانی مماابتلاک به و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا اس کی حالت کو دیکھ کر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچاوے۔

شرح میکردش من آنم کہ تو	لوتہا خوردی و خوان من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کے لئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے	میرے دستر خوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کمبخت) میں وہ ہوں جس کے دسترخوان سے تو نے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع	کل سر جاوزا الاثنین شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا	جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گزر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیرے ساتھ احسان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

نے کہ بودی سالہا مہمان من	نے رسیدت بیکراں احسان من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا	کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بے حد احسان نہیں پہنچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہنچے ہیں۔

سر مہر ما شنید ستند خلق	شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں	جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر حلق کوئی نعمت کھا لیتا ہے تو منہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اس صاحب نعمت کا شکر گزار ہوتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات	نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے	نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

یعنی وہ (خبیث) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرضکہ وہ بے چارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اس نالائق نے ان کو نہ پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر یک گلے دیگر شگفت یہ ہوا کہ۔

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت	کاسماں از بارشش شد در شگفت
پانچویں رات دنیا ابر اور بارش آئی	جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اس قدر بارش ہوئی) کہ آسمان اس ابر کی بارش سے تعجب میں ہو گیا کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

چوں رسیدش کارد اندر استخواں	حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہنچ گئی	خواجہ نے کنڈی ہلائی کہ چودھری کو بلا

یعنی جب کہ چھری اس کی ہڈی تک پہنچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہنچ گئی تو) خواجہ نے کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلاؤ سچ یہ ہے کہ یہ خبیث اردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چوں بصد الحاح آمد سوئے در	گفت آخر چیست اے جان پدر
جب سینکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا	بولا بابا آخر کیا ہے

یعنی جب کہ وہ خواجہ سینکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آں حقہا بگذاشتم	ترک کردم انچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے	جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے ان حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اس کو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا ان سب کو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ۔

پنجسالہ رنج دید ایں پنجروز	جان مسکینم دریں سرما و سوز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا	میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یعنی میری جان مسکیں نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اس قدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک تکلیف ہی تکلیف گزری ہے۔

یک جفا از خویش واز یار و تبار	در گرانی ہست چوں سی صد ہزار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم	شدت میں تیس لاکھ سے زیادہ ہے

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش	جانش خوگر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا	جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

یعنی اس لئے کہ اس شخص نے ان لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اس کی جان تو ان کی مہر و وفا کی خوگر تھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کی کوئی ذرا سی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو ان لوگوں سے امید وفا ہی کی

ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ بر مردم بلاؤ شدت است	ایں یقیں داں کز خلاف عادت است
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے	یقین کر خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے بس اگر کسی سے امید ہی نہ ہوتو اس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی۔تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھتے ہیں لہذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی مت رکھو خیر جب اس نے بہت ہی الحاح وزاری کی تو وہ نالائق بولا کہ

گفت اے خورشید مہرت در زوال	گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے	اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا
امشب از باراں بمادہ گوشۂ	تا بیابی در قیامت توشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے	تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے
گفت یک گوشہ است آن باغباں	ہست اینجا گرگ را او پاسباں
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے	وہاں وہ بھیڑیئے کا محافظ ہے

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیئے کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے اس میں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تاکہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ	تا زند چوں آید آں گرگ سترگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر وکمان رہتا ہے	تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

یعنی اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر وکمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اس کے مار دے۔

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست	ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے	ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کرلو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے خیر اس بے چارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ	واں کمان و تیر در دستم بنہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے	وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کر دوں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نہ خسپم حارسی رز کنم	گر برآرد گرگ سر تیرش زنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا	اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤں گا نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر نکالے گا تو میں اس کے تیر ماروں گا۔

بہر حق مگزارم امشب اے دودل	آب باراں بر سر و در زیر گل
اے شکی! خدا کے لئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ	بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

یعنی ارے دودلے خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (باہر) مت چھوڑ اس لئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دیدے خیر اس نے وہ جگہ اور وہ عہدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشۂ خالی بدو او باعیال	رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے	اس جگہ چلا گیا' جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ معہ اہل وعیال کے اس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولانگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ برہمدگر گشتہ سوار	از نہیب سیل اندر کنج غار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے	غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اس غار کے کونے میں خوف سیل سے سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا	ایں سزائے ماسزائے ماسزا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!	یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سزائے آنکہ شد یار خساں	یا کسے کرد از برائے ناکساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو	یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ کمینوں کا دوست بنا یا اس نے نالائقوں کے ساتھ نالائقوں جیسا معاملہ کیا۔

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام	ترگ گوید خدمت خاک کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بے ہودہ لالچ میں	شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرت اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کر دے مولانا ان کی حالت سے انتقال فرماتے ہیں ان لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ ان کو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پاکاں لیسی و دیوار شاں	بہتر از عام و رز و گلزار شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا	بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور ان کی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور ان کے انگوروں اور ان کے گلزار سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ یک مرد روشندل شوی	بہ کہ برفرق سر شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا	اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

یعنی کسی مرد روشن دل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو اس لئے کہ

از ملوک خاک جز بانگ دہل	تو نخواہی یافت اے پیک سبل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے	تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز اس کے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریاں خود رہ زناں نسبت بروح	روستائی کیست گیج بے فتوح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں	دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کر رہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہ زن ہیں تو بھلا یہ گنوار جس کو کہ عقل بھی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل	بانگ غولے آمدش بگزید نقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر	اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کو ایک آواز غول آئی تو اس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کر لیا مطلب یہ کہ

یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اس کی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف	زاں سپس سودے ندارد اعتراف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی	اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

یعنی جب کہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہنچ گئی تو اس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اس کی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چوں پشیماں گشت از دل انچہ کرد	بعد ازاں سودش ندارد آہ سرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا	اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

یعنی جب کہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا تو اس کو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ہو چکا تو اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اس کے مکر و اور کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخر کار یہ ہوا کہ

آں کمان و تیر اندر دست او	گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں	ادھر ادھر تمام رات بھیڑیئے کو ڈھونڈتا رہا

یعنی وہ کمان اور تیر اس کے ہاتھ میں تھا اور ادھر ادھر بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ خود بروئے مسلط چوں شرر	گرگ جویاں وز گرگ او بے خبر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا	وہ بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیئے سے بے خبر تھا

یعنی بھیڑیا تو اس پر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈھ رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اس پر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ	اندراں ویرانہ شاں زخمی زدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیئے کی طرح بن گیا تھا	جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

یعنی ہر مچھراور ہر پسوگرگ کی طرح ہو رہا تھااوراس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھاان بے چاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پسو مسلط ہو رہا تھااور کاٹ رہا تھا غرضکہ سخت مصیبت میں مبتلا تھااور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود	از نہیب حملۂ گرگ عنود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی	کینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

یعنی اس مچھر کے ہٹانے کی بھی اس گرگ عنود کے خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تانیاید گرگ آسیبے زند	روستائی ریش خواجہ برکند
تاکہ بھیڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہنچادے	(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

یعنی تاکہ کہیں بھیڑیا نہ آ جاوے اور گزند پہنچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے۔

ایں چنیں دنداں زناں تانیم شب	جان شاں از ناف می آمد بلب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے	ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدھی رات تک دانت بجاتا پھرااوران کی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بے چارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتۂ	سر برآورد از فراز پشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیئے کی صورت نے	ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیئے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر رابکشاد آں خواجہ ز شست	زد براں حیواں کہ تا افتاد پشت
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا	اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتادن ز حیواں باد جست	روستائی ہائے کرد و کوفت دست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا	دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

یعنی گرنے میں اس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

ناجوانمردا کہ خر کرہ من است	گفت نے ایں گرگ چوں آہر من است
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے	(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

یعنی اے ناجوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندر و اشکال گرگے ظاہر است	شکل او از گرگی او مخبر ست
میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے	اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

یعنی اس کے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اس کی شکل اس کی گرگ سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ تو یقیناً بھیڑیا ہے اور اس کے اندر تو صاف طور پر بھیڑیئے کی شکل ظاہر ہے تو اس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے	می شناسم ہمچناں کا بے زمے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے	میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

یعنی اس روستائی نے کہا کہ نہیں اس کی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اس کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اس کو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اس کے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض	کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا	(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط کبھی نہ ہو مطلب یہ کہ اس کو بددعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکوتر تفحص کن شب است	شخصہا در شب ز ناظر محجب است
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے	رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کر لو اس لئے کہ رات ہے اور جسے رات میں دیکھنے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں یعنی اس نے کہا کہ ذرا تلاش کر لو اور غور کر لو اس لئے کہ اکثر دھوکا ہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیئے کو گدھی کا بچہ سمجھے ہوئے ہو۔

شب غلط بنماید و مبدل بسے	دیدۂ صائب شب ندارد ہر کسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے	رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب و ہم ابر ہم باراں ژرف	ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی	یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھو تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ابر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر من چو روز روشن است	من شناسم باد خر کرہ من است
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے	میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

یعنی اس نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر) ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے۔

درمیان بست باد آں بادرا	می شناسم چوں مسافر زاد را
بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو	میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

یعنی بیس گوزوں میں بھی میں اس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہو واہ واہ سبحان اللہ قربان جایئے۔ جب اس خبیث نے یہ کہا تو آخر اس بے چارے خواجہ کو بھی غصہ آ گیا۔

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت	روستائی را گریبانش گرفت
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا	دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

یعنی خواجہ اچھلا اور بے صبر ہو گیا اور اس دیہاتی (خبیث) کا گریبان پکڑ لیا اور بولا کہ

کابلۂ طرار شید آوردۂ	بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تونے مکر کیا ہے	بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تونے کھائی ہیں

یعنی کہ ارے بیوقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بھنگ اور افیون تو نے ملا کر کھائی ہیں اس لئے نشہ زیادہ ہو گیا جو ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باد خر	چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے	اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را	چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را
جو آدھی رات میں بچھڑے کو پہچان لے	وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان لے وہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب

یہ کہ جب شناخت اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو اس کو کیوں شناخت نہیں کرتا اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو اس کو کس طرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشتن را عارف و والہ کنی	خاک در چشم مروت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے	مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ز ' ہے یعنی بے مروتی تو اس قدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست	در دلم گنجا بجز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے	میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ

انچہ دے خوردم ازانم یاد نیست	ایں دل از غیر تحیر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے	یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اس میں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

عاقل و مجنون حقم یاد آر	در چنیں بیخویشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ	اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

یعنی مجھے عاقل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خویشی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تم کو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اس میں مجھے معذور سمجھو اس لئے کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ	شرع او را سوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے	شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اس کو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست	ہمچو طفلست او معاف و مطلقے است
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے	وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں تو نشہ باز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی اور امام شافعی

کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص حرام شے کھا کر بے خود ہوا ہے اس کو بھی معذور کہا جاتا ہے اگر چہ بعض امام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کاید ز بوئے شاہ فرد	صد خم مے در سر و مغزاں نکرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو	شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

یعنی جو مستی کہ مستی شاہ یکتا کی بو سے آوے ایسی تو سو شراب کے مٹکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی مطلب یہ کہ جو مستی کی مستی حق ہے ویسی تو سینکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس بر او تکلیف چوں باشد روا	اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟	گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

یعنی پھر اس پر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص کہ مست حق ہو اس پر کسی طرح احکام جاری ہوں گے یقینی بات ہے کہ وہ بطریق اولی معذور ہو گا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اس کو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست ہو گیا وہ بھی معذور ہو جاتا ہے۔

بار بر گیرند چوں آمد عرج	گفت حق لیس علی الاعمی حرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج	نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں ان کو حق تعالیٰ نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را	درس کہ دہد پارسی بو مرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟	فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

یعنی گدھے کے بچہ پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اس لئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان جو کہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھے گا تو اسی طرح مست حق کو تکلیف احکام دینا سخت

غیر موزوں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

سوئے خود اعمٰی شدم از حق بصیر	پس معافم از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں	تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں۔ پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں اور مجھ پر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب ہے کہ خواجہ نے اس روستائی سے کہا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی و بے خودی	ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے	اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

یعنی درویشی اور بیخودی کی شیخی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں	امتحانت کرد غیرت امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں	غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

یعنی کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اس وقت آپ کے استغراق کی حقیقت کھل گئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اس کا گوز تف ہے۔

باد خر کرہ چنیں رسوات کرد	ہستی نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا	تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت کر دیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ امیر بے چارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے پہنچنے پر وہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لئے منہ کھولیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سراپا مکر اور سراسر شر منہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت

سے منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تم کو لپٹ جائیں پس ایسوں کے ساتھ تم کو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کے لئے **نسفعا بالناصیه** وارد ہوا ہے۔ (اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ **نسفعا بالناصیه** کے زیادہ مناسب اور اقرب ہے یا مطلق ہے مروتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے فتدبر۔ اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر دریافت کیا کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے اس کا گھر مل گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھ کر دروازہ کی طرف بڑھے اس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھ کر رنج و غصہ کے سبب دیوانوں کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنویں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے اس لئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اس کے دروازہ پر پڑے رہے۔ رات کو سردی میں مرتے تھے اور دن کو دھوپ میں جلتے تھے اس کا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اس کے سبب اچھے لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بھوک سے مضطر ہو کر شیر نر مردار کھاتا ہے امیر جب کبھی اس کو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے۔ اس پر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا برے۔ میں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ میں مصروف اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپ کا اصلا خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنے کو بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر بھی نشان نہیں میرے حواس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل و جان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سن کر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے مشابہ ہو گیا کہ اس وقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اس کو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جس کے یہاں تم جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا۔ ضرور دیا تھا بہت سے لوگ اس کے شاہد ہیں اس لئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تم پر بے حد احسان نہیں کیا میں نے تم پر اس قدر احسان کئے کہ ہم سے اور تم سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تم کو کچھ بھی ان کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے منہ کھائے آنکھ لجائے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نہ تمہیں جانتا

ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں ان کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابر آیا اور اس زور سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہنچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اس چودھری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی۔ اول تو اس نے آنے میں ہچر مچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑے اور جو توقعات مجھے تم سے تھیں وہ بھی چھوڑیں میری اس بے چاری جان کو اس سردی اور تپش آفتاب میں رہنے کے سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یار دوست یا کسی کنبہ والے سے پہنچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی مہر و وفا کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اس کی زیادتی اور ظلم سہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تکلیف اس کو خلاف توقع اور خلاف امید پہنچتی ہے اس لئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تم کو نتیجہ نکالنا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہنچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جس کے نہ ہونے کے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سنو امیر نے کہا کہ اے وہ دہقانی جس کی محبت کا آفتاب زوال میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا۔ لیکن اتنا کر کہ آج کی رات ہم کو ایک گوشہ میں جگہ دے دے تاکہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اس کا اجر دے گا اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہاں بیٹھ کر بھیڑیئے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اس بھیڑیئے کے لئے تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تاکہ جب وہ آئے تو اس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈھ لے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دید یجئے اور تیر و کمان دید یجئے میں رات بھر نہ سوؤں گا اور انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کے لئے آپ مجھے اس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اس تنگ اور بے گنجائش جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے اور تنگی کے سبب اوپر تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے کہ ہم نے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کمینوں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اہلیت کا برتاوا

کرے اوراس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طمع خام کے لئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اوران کی دیوار چاٹو یہ تمہارے لئے عوام اوران کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اورایک روشن دل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی ان سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملے گی وہ وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دل کو لبھانے والی ہوگی روح (اہل اللہ) کے لحاظ شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اس کو چاہئے تھا کہ دیہاتیوں کو تو درکنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لئے یہ مصیبت بھگتنی پڑی علیٰ ہذا جو شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چل دے اس کی یہی سزا ہے جو اس شہری کو اس کے تدبیر نہ کرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جب کہ پشیمانی دل کی تہ میں اتر گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کچھ نفع نہیں بخشتا اور جب کہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور تلافی نہ ہو سکے تو اس وقت آہ سرد کچھ بھی نافع نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہوا تو کیا نتیجہ۔ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیڑیئے تو اس کو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر مچھر اور ہر ہر پسوان کے لئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اس ویرانہ میں ان کے ڈنک لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور آکر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے اور وہ دیہاتی اس کی ڈاڑھی اوکھاڑے اس کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ وہ مچھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یونہی پریشان رہا حتیٰ کہ مارے تکلیف کے اس کا لبوں پر دم آ گیا تھا دفعۃً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیئے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے شست سے اس پر تیر چھوڑا حتیٰ کہ وہ نیچے گر گیا۔ اس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اس کو سن کر اس دہقانی کی منہ سے آہ نکل گئی اور بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاجی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو صورت یقیناً بھیڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اس کے اندر بھیڑیئے کے علامات ظاہر ہیں اور اس کی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھیڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اس کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہ ہو اور تو کبھی خوش نہ ہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجئے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اس وقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیاء خلاف واقع اور دوسری حقیقت دکھلائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اس وقت رات بھی ہے ابر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے۔ یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ

رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہوسکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچے کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جس طرح مسافر توشہ کو یہ سن کر امیر سے صبر نہ ہوسکا وہ کودا اور کود کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ او احمق بدمعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بھنگ وافیون ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ ابے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچھڑے وغیرہ کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانے گا تو اپنے کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے رات کا کھایا بھی یاد نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یاد رکھو کہ میں عاشق حق سبحانہ اور اس کا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنی نبیذ وغیرہ پی لیتا ہے تو شریعت اس کو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اس کی بیع اور طلاق بھی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل بچے کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بناء پر ہوا تی مستی تو سو خم مے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مکلف ہوسکتا ہے کیونکہ وہاں تو عقل کا گھوڑا گر کر بے دست و پا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تکلیف بھی نہیں رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور بومرہ کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں علیٰ ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لیس علی الاعمیٰ حرج کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور ان کا اہل نہیں۔ علیٰ ہذا مست بھی اہل نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اس لئے میں ہر تکلیف سے آزاد ہوں غرضکہ تو اسی قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الٰہی کی طرح ہاؤ ہو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے لہذا اس نے تیرا امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھول کر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی یعنی گدھی کے گوز نے تیری ادعائی کو اثبات بنا دیا۔

شرح شبّیری

اینچنیں رسوا کند حق شید را	اینچنیں گیرد در میدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے	بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

یعنی حق تعالیٰ اسی طرح مکر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسی طرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

صد ہزاراں امتحانست اے پدر	ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے)	جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

یعنی باوا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ ہیں سپاہی ہوں ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اس کے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر نداند عامہ او را امتحاں	پختگان راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے	(لیکن) راہ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

یعنی اگر عوام اس کو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اس کے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے امتحانات کرتے ہیں آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

اشارت در شناختن مدعی کمال را صاحب کمال و گزاف غلط از عوام

مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے	افگند در پیش اوشہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے	بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

یعنی جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرے تو بادشاہ اس کے آگے ایک اطلس ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ	ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے	(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

یعنی کہ اس کا ایک قباء فراخ تراش دے تو امتحان سے اس کی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں ہیں۔

گر نبودے امتحان ہر بدے	ہر مخنث در وغا رستم بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا	جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

یعنی اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہ ہوا کرتا تو ہر مخنث لڑائی میں رستم بن جایا کرتا اس لئے زبان سے کہہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں۔

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر	چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر	جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

یعنی مخنث کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کر لو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر مخنث نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کر لے مگر اس فطری ضعف طبع کو کہاں لے جاوے گا تو جب خون نکلے گا اور ان کی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی تو اسی طرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرے اور ہو غلط وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اس خواجہ نے کہا کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جس طرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہٰذا تم کو دعاوئ باطلہ سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اس کا امتحان نہیں کر سکتے تو اس راستہ کے ماہرین تو اس کا کھوج لگا لیتے ہیں کہ یہ راستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے کہ ذرا بغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اس کے دعوے کی دونوں شقیں صحت و بطلان نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کئے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدوں امتحان کے کیونکر قابل قبول ہوگا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل و دعائے صادقہ و کاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑا اغلط مبحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آجاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلبیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی مخنث نے دعویٰ رستمی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کاذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنالی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ مخنث زخم کھائے گا تو بجائے اس کے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار کر لو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئے گا اس کی بھی حقیقت کھل جاوے گی۔

شرح شبّیری

مست مے ہشیار چوں شد از دبور	مست حق ناید بخود از نفخ صور
بگجوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا	اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

یعنی مست شراب تو دبور سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آیا۔ مطلب یہ

کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو پچھوا ہوا سے ہوشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی خنکی سے ہوش آ جاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہوشیار ہو جاتا ہے مگر مست حق تو نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اسی طرح مسرور اور خوش وخرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لایحزنھم الفزع الاکبر تو اس وقت ان پر جو حالت ہوگی اس حالت میں وہ کیفیت جب حق کی تو ان سے زائل نہ ہوگی وہ رہے گی اس لئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اس قدر عظیم واقعہ سے بھی اس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوز خر سے جاتا رہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اس نے کہا کہ۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ	دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی	تو نے چھاچھ پی ہے' تو نے چھاچھ پی ہے' چھاچھ چھاچھ

یعنی بادۂ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دروغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھ کو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیاء پر مغرور ہو رہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید	روکہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا	(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

یعنی تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اس قدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تو بتا کہ

بدرگی و منبلی و حرص و آز	چوں کنی پنہاں بشید اے مکر ساز
بد ذاتی' اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو	اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپالے گا

یعنی اے مکر ساز بدا گی کو اور کاہلی کو اور حرص و آز کو تو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ مخنث نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر لئے مگر اپنی اصل اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اس کو کہاں ہٹا دے گا تو اسی طرح اگرچہ تو نے بہت سے عبا و قبا لا دیئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائے گا ان سے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

خویش را منصور حلاجے کنی	آتشے در پنبۂ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے	دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روئی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نداف تھے اس سے آپ کو علاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روئی دھنی گئی

تھی تو آپ کو حلاج کہتے ہیں اور ان کا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق والے حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اس خواجہ نے کہا کہ ارے منصورؒ کی کرامت سے تو روئی درست ہوگئی تھی اور تو ان کی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی ان کو نقصان پہنچاتا ہے ان کو دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولہب	باد خر کرہ شناسم نیم شب
کہ میں عمرؓ اور ابو لہب میں فرق نہیں کرتا ہوں	گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

یعنی عمر کو ابولہب سے (ممتاز کر کے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خر کرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کر لیتا ہوں۔

اے خرے کایں از تو خر باور کند	خویش را بہر تو کور کر کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کر سکتا ہے	جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

یعنی ارے گدھے تجھ سے اس بات کو وہ گدھا یقین کرلے گا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لئے کور و کر کر لے گا مطلب یہ کہ جو حق سے اندھا بن جاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خویش را از رہرواں کمتر شمر	تو حریفے رہزنانے گہ مخور
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ	تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے گھاس نہ کھا

یعنی اپنے کو سالکین سے کم سمجھ اس لئے کہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعویٰ کر کے) گہ مت کھا یعنی فضول بڑائی مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پر از شید وسوئے عقل تاز	کے پرد بر آسماں بر مجاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ	نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اس لئے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہٰذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہٰذا اس مکر کو چھوڑ و اور ان اپنے تراشے ہوئے ظاہری کمالات پر غرور مت کرو کہ فضول ہیں

خویشتن را عاشق حق ساختی	عشق بادیو سیاہے باختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے	(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کے ساتھ کر رہا ہے یعنی ساتھی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

عاشق و معشوق را در رستخیز	دوبدو بندند و پیش آرند تیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو	اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

یعنی عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاویں گے اس لئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کے ساتھ ہے تو اس کو اور شیطان کو ساتھ لاویں گے پھر دیکھ لو کہ شیطان کہاں جاوے گا وہیں یہ حضرات بھی چلیں گے۔

تو چو خود را گیج و بے خود کردۂ	خون رز کو خون ما را خوردۂ
تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے	انگور کا خون کہاں' تو نے ہمارا خون پیا ہے

یعنی تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بے خود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ جو تو دیوانہ اور بیخود بنا ہوا ہے یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے ارے کمبخت تو تو ہم کو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اس کی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے۔

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ	عارف بے خویشم و بہلول دہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ	میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بیخود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بیخود ہو گیا ہوں میں کسی کو نہیں پہچانتا اور جس طرح کہ حضرت بہلول مست حق تھے اسی طرح میں بھی ہوں (کمبخت بہلول بنتا ہے بغلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہو اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہو اور مخاطب وہ دہقانی ہو جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنوائے مدعی کاذب یا اے دہقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ پچھوا ہوا سے ہوش میں آ سکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفخ صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آ سکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اس کا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ تو نے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اس لئے اس کو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو وہی کو شراب متعارف سے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی اور کنجی میں بھی تمیز

نہیں ہے میں تو مشاہدۂ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص وطمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منصور حلاج بناتا ہے اور یار دوستوں کو بھی جھولے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں کرتا میں اتنا بیخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں یا اس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے متناقض ہونے کو سمجھے ہی نہیں۔ ارے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ ان سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہرو راہ حق نہیں بلکہ تو راہزنوں کا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یادرکھو تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا بے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اس کی طاعت میں سرگرم ہے دیکھنا قیامت میں تجھ کو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لے جائیں گے اس وقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بیخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا خون پیا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اس کی ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو یا ہم کو ستانے کی شامت ہے کہ تو بلائے تصنع میں گرفتار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ میں تم کو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بے خود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں۔

شرح شبّیری

تو تو ہم میکنی از قرب حق	کہ طبق گر دور نبود از طبق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے	کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا

یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

ایں نمی بینی کہ قرب اولیا	صد کرامت دارد و کار و کیا
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیا کا قرب	سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

یعنی اس کو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور عز و شان رکھتا ہے مطلب یہ کہ تجھے شاید یہ غرور ہو رہا ہے کہ جس طرح کہ صانع مصنوع کی من حیث الصانعیۃ قریب ہوتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ صانع ہیں وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے قرب حق حاصل ہے تو ارے جاہل یہ تو سمجھ کہ یہ قرب تو سب کو حاصل ہے حتیٰ

کہ کفار کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اس قرب کا ہی جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب تجھ کو حاصل ہو تو بیشک تجھ کو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہے اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ و نحن اقرب الیہ من حبل الورید تو اس قرب پر غرہ نہ ہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اسی طرح قرب حق کا کسی نے دعویٰ کیا ہے مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو ان کی ضد ہے تیری اور ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

آہن از داؤد موے می شود	موم در دستت چوں آہن می بود
حضرت داؤد کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے	تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق و رزق بر جملہ است عام	قرب وحی عشق دارند ایں کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے	یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جس میں حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے کلام اور اس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو عوام الناس حتیٰ کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

قرب بر انواع باشد اے پدر	می زند خورشید بر کہسار و زر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں	سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

یعنی اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے۔

لیک قربے ہست باز رشید را	کہ ازاں نبود خبر مر بید را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے	کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہے کہ اس کی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی

شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کی ان پر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بنتا ہے اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی سونا بن جایا کرتیں تو دیکھو جس طرح کہ قرب سب کے ساتھ ہے مگر پھر فرق ہے اسی طرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کے ساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جن کے ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے ان کے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

شاخ خشک وتر قریب آفتاب	آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے	سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آں قربت شاخ طری	کہ ثمار پختہ از وے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت	کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

یعنی لیکن وہ شاخ تر کی سی قربت کہاں ہے کہ اس سے ثمار پختہ تو کھاوے گا مطلب یہ کہ دونوں شاخوں کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانے کو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آں آفتاب	غیر زوتر خشک گشتن گو میاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو	اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کہہ دو کہ مت پا مطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اس کے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسی طرح جن کو کہ قرب خاص حاصل ہے ان کے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جن کو کہ قرب عام حاصل ہے ان کے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بنگر ایں کاں شاخ خشک از قرب خور	غیر خشکی می برد چیزے دگر
یہ دیکھ کر سورج کے قریب سے اس خشک شاخ نے	سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

یعنی اس کو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لے جاتی ہے یعنی بس اس کو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

آں چناں مستی مباش اے بےخرد	کہ بہ عقل آید پشیمانی برد
اے بے عقل تو ایسا مست نہ بن	کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

یعنی اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لے جاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آؤ تو افسوس کرو کہ ہم نے یہ کیا کیا۔

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورد	عقلہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں	پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

یعنی بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لے جاتی ہے کہ افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے بنو کذب سے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر	گر تو زاں می شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے اگر تو اس	شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بڈھے چوہے کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہے اس کو ترک کر اس لئے کہ جب تو اس حب حق کی شراب سے مست نہیں ہو پھر روح کی پرورش کر اور اس کو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ	ہمچو مستان حقائق بر مپیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا	حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پیے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح مت اینٹھ مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے پھر تو ان حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اس لئے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے۔

می فتی آنسو و ایں سو مست دار	اے تو ایں نیستین آنسو گزار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے	اور تو ادھر کا ہے تیرا ادھر گزر (بھی) نہیں ہے

یعنی اے شخص کہ تو مست کی طرح ادھر ادھر گر رہا ہے تو تو اسی طرف ہے تیرا گزر اس طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر رکھا ہوا ہے تجھے اس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

گر بداں سوراہ یابی بعد ازاں	گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے	کبھی ادھر کو کبھی ادھر کو سر جھٹک

یعنی اگر تو اس طرف راہ پالے تو اس کے بعد کبھی ادھر اور کبھی ادھر سر جھاڑ یعنی اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر تو ادھر ادھر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

جملہ ایں سوئے ازاں سو گپ مزن	چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اس جانب کی گپ نہ مار	جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خوانخواہ نزع طاری نہ کر

یعنی تو تو بالکل اس طرف کا ہے اس جانب سے گپ مت مارے اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیری مقتضیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری قلعی کھل جاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او	شاید ار مخلوق را نشناسد او
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے	اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لئے مناسب ہے

یعنی وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اس کو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہے اور اس کو اس قدر شوق لقاء حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسے کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور ان کو دنیا میں ہی مرتبہ فناء حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ ان کو اس کا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور صریح مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم　　راحت جاں طلبم وز پے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے　　تا در میکدہ شاداں غزل خواں بروم

اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ ان کو موت کے آنے کا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

کام از ذوق تو ہم خوش کنی	درد مے درخیک خود پرش کنی
دہی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے	تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پر کر رہا ہے

یعنی تالو کو ذوق تو ہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

پس بیک سوزن تہی گردی زباد	ایں چنیں فربہ تن لاغر مباد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا	کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نہ بنے

یعنی بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاوے گا ایسا فربہ تن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ رہے مطلب یہ کہ تو تو ہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور پھول رہا ہے کہ یہ تجھ کو قرب حق حاصل ہے مگر یاد رہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکل جاوے گی اگر ادھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاوے گی اور سارا قرب دھرا رہ جاوے گا آگے اس کی حالت کی سریع الزوال ہونے کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

کوزہا سازی زبرف اندر شتا	کے کند چوں تاب بیند آں وفا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے	وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا

یعنی اگر تم جاڑے میں برتن بنا لو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنا لو تو ان کو دیکھ کر اگرچہ کوئی اس وقت دعوکہ کھا جاوے گا مگر جب گرمی ان کو پہنچے گی تو یقیناً سب پگھل جاویں گے اور تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اسی طرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اور سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعویٰ کیا جب اس سے کہا گیا کہ اچھا مور کی طرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اس کی قلعی کھل گئی اور ذلیل ہوا بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہو گا ہو الاظہر یا امیر کا اب حل سنو اے مدعی کاذب یا اے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سینکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں ان سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داؤد علیہ السلام کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کر تیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفس جو ابتداءً کمزور تھا اب اس کو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ ان کو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ ان کو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جس کے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب جس کی بنا پر اس پر علوم و معارف فائض ہوتے ہیں جس کا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے ارے بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کے ساتھ جو قرب خاص ہے وہ

پہاڑ اور بید وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اس کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونوں پر نورافشانی کر رہا ہے اور محجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے کہ اس سے تم کو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملتے ہیں بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جلنے کے کام آئے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات ۔ لمنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کے لئے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہ ہو کہ ہوش آنے کے بعد ندامت ہو بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلا کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اس کا کوئی جرعہ مل جاتا۔ ارے تو تو بلی کی طرح چوہے تو پکڑ رہا ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے اگر تو شراب حق سے مست ہے تو شیر کو پکڑ یعنی عالی حوصلہ بن اور دولت اخروی حاصل کر ارے تجھے تو اس جام شراب حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر ارے بیوقوف تو تو ابھی ادھر ہی ہے ادھر کی تو تجھے ہوا بھی نہیں لگی ۔ ہاں جب تو اس کوچہ سے واقف ہوگا پھر شوق سے کبھی ادھر سر ٹپکے گا کبھی ادھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے لہذا ابھی تو ادھر کی ڈینگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جاں کنی ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب ضبط نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن بننا نہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعویٰ اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا احرام ہوگا تو دنیادار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو ان کو زیبا ہے تیری تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کھا کر چٹخارے لیتا ہو اور تو تو اپنی مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چبھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بناء پر ہے نہ کہ بناء بر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے ایسے دھوکے باز جو بظاہر پارسا اور بباطن شیطان ہیں اور جن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس سے رہائی پائیں اے دھوکہ باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا۔ اور تو رسوا ہوگا اگر جاڑے میں تو نے برف کے گلاس بنا بھی لئے تو کیا ہوا جب ان میں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ ٹھہر تھوڑا ہی سکتے ہیں فوراً گھل جائیں گے۔ یعنی اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری یہ تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی

شرح شبیری

ایک گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خم رنگ	اندراں خم کرد یک ساعت درنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر گیا	وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

یعنی ایک ذرا سا گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر پڑا اور اس مٹکے میں کچھ دیر رہا یعنی مٹکے میں کچھ دیر لگی۔

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ	کہ منم طاؤس علیین شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی	(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

یعنی پھر وہ نکلا اس حال میں کہ اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی اور کہہ رہا تھا کہ میں طاؤس جنت ہو گیا ہوں۔

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ	آفتاب آں رنگہا برتافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی	سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

یعنی رنگین اون نے خوب رونق پائی تھی اور آفتاب نے ان رنگوں کو اور چمکا دیا تھا۔

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد	خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا	اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

یعنی اس نے اپنے کو سرخ سبز اور گلابی اور زرد دیکھا تو اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا۔

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست	کہ ترا در سر نشاطے ملتویست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟	کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

یعنی سب گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ یہ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں ایک خوشی لپٹی ہوئی ہے۔ یعنی آج تو بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔

از نشاط از ما کرانہ کردہٗ	این تکبر از کجا آوردہٗ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے	تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یعنی نشاط کے مارے ہم سے کنارہ کیا ہے تو نے تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے یہ تو سب نے اعتراض کیا اور

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں	شید کردی تا شدی از خوشدلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے	تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

یعنی ایک گیدڑ اس کے آگے آیا کہ اے فلانے تو نے مکر کیا ہے تا کہ خوش دلوں سے ہو جاوے۔

شید کردی تا بہ ممبر بر جہے	تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تو نے مکر کیا تا کہ تو منبر پر چڑھے	تا کہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

یعنی تو نے مکر کیا ہے تا کہ منبر پر کودے اور تا کہ شیخی سے ان لوگوں کو حسرت دے یعنی جبکہ تو ایسے دعوے کرے گا تو سب کو حسرت ہوگی کہ افسوس ایسے ہم نہ ہوئے تو تو نے اس لئے یہ مکر کیا ہے کہ تو سب سے بڑا بنے اور سب پر حکومت کرے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیدڑ کچھ عارف تھا اور کہا کہ۔

پس بکوشیدی ندیدی گرمئے	پس زشید آوردہٗ بے شرمئے
تو نے بہت کوشش کی (لیکن) گرمی نہ دیکھی	تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

یعنی تو بہت کودا اور اچھلا مگر کوئی گرمی نہ دیکھی تو اب مکر سے بے شرمی لایا ہے مطلب یہ کہ اول تو خوب اچھلا کودا مگر کوئی حرارت قلب کے اندر پیدا نہ ہوئی تو اب بے شرم ہو کر یہ مکر کیا ہے تا کہ اگر سچا حال نہیں ہے تو حال کاذب ہی سے لوگوں کو پھنسا دے۔

صدق و گرمی خود شعار اولیاست	باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے	پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

یعنی صدق اور حرارت قلب تو خود اولیاء کرام کا شعار ہے اور پھر بے شرمی ہر دغا باز کی پناہ ہے۔ یعنی جو دغا باز ہے وہ بے شرم ہو کر دعوے کرے پس پھر کیا ہے سب کچھ حاصل ہے سب لوگ بزرگ ہی سمجھیں گے اللہ رے بے شرمی تیرا ہی راج ہے۔

کالتفات خلق سوئے خود کشند	کہ خوشیم واز دروں بس ناخوشند
تا کہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں	کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

یعنی تا کہ التفات خلق کو اپنی طرف کھینچیں کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت ناخوش ہیں مطلب یہ کہ وہ بے

شرمی کر کے اپنے کو مخلوق کے آگے خوش ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دل تو خراب ہے اور وہ دل سے ناخوش ہیں آگے ایک شخص کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ اپنی مونچھوں پر چربی لگا کر لوگوں میں شیخی کیا کرتا تھا کہ میں نے پلاؤ کھایا ہے زردہ کھایا ہے اور اندر سے بھوکا ہوتا تھا۔ آخر کار ایک روز اس کی بھی قلعی کھل گئی تو اسی طرح جو لوگ کاذب ہیں وہ ظاہر میں تو بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے دیکھو تو ایسے نالائق کہ الامان والحفیظ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بنے ہوئے عارف تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک گیدڑ رنگ کے مٹکے میں جا گھسا وہ اس میں تھوڑی دیر ٹھہر رہا تا کہ خوب رنگ چڑھ جائے اس کے بعد نکلا تو اس کی کھال رنگین ہوگئی تھی اور دعویٰ کرتا تھا کہ میں جنت کا مور ہوں اس کی اون سے رنگین ہو کر ایک عجیب چمک دمک پیدا ہوگئی تھی دھوپ کی آمیزش سے مختلف رنگ چمکنے لگے تھے۔ جب اس نے اپنے آپ کو کبھی سرخ اور کبھی سبز اور کبھی گلابی اور کبھی زرد دیکھا تو اس نے اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا اس کو عجیب خوشی میں دیکھ کر گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں خوشی پیچ و تاب کھا رہی ہے اور مارے خوشی کے تو ہم سے الگ ہو گیا ہے یہ تکبر تو کہاں سے لے آیا۔ ایک گیدڑ نے آگے بڑھ کر کہا کہ ارے فلاں تو نے فریب گانٹھا ہے اور اس فریب سے تو خوش ہو رہا ہے پس اے بنے ہوئے عارف تو نے بھی بہروپ بھرا ہے تا کہ منبر پر سردار ہو کر بیٹھے اور اپنے دعوؤں کی لوگوں کے دلوں میں حسرت پیدا کرے تو بدوں گرمی محبت کے بہت کچھ جوش و خروش دکھلاتا ہے اور مکر سے یہ بے شرمی اختیار کی ہے سچائی اور سوزش دروني اہل اللہ کا شعار ہے نہ کہ تیرا بلکہ تو بے شرمی سے اپنی دغابازی کو چھپاتا ہے اس لئے کہ بے شرمی دغا بازوں کی پشت و پناہ ہے دغا باز بے شرمی کے سہارے پر دعوکہ اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری حالت بہت اچھی ہے حالانکہ ان کی اندرونی حالت بالکل تباہ ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

ایک شیخی باز کا ہر صبح کو اپنی موچھ اور لب کو چکنا کر لینا اور باہر آکر دوستوں میں ظاہر کرنا کہ میں نے یہ کھایا ہے اور وہ کھایا ہے

دنبہ پارہ یافت مردے مستہان	ہر صباحے چرب کردے سبلتان
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پالیا	ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

یعنی ایک شخص نے کہیں سے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا مفت پالیا تھا تو ہر صبح کو اس سے مونچھیں چکنی کیا کرتا تھا۔

درمیان منعمان رفتے کہ من	لوت چربے خوردہ ام درانجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے	ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

یعنی امراء کے یہاں جاتا اور کہتا کہ میں نے (فلاں) مجلس میں بڑی مچرب غذا کھائی ہے۔

دست بر سبلت نہادے درنوید	رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا	اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

یعنی ہاتھ مونچھ کے اوپر رکھتا خوشی میں اشارہ یہ کہ مونچھ کی طرف دیکھو مطلب یہ کہ مونچھوں کے اوپر تاؤ دیتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کی مونچھ چکنی ہو رہی ہے تو ضرور کھایا ہے۔

کایں گواہ صدق گفتار من است	ویں نشان چرب وشیریں خوردن است
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں	اور یہ چکنی اورلذیذ غذا کھانے کا علامت ہے

یعنی (اس طرف اشارہ مقصود ہوتا تھا) کہ یہ میری بات کا گواہ ہے اور یہ مچرب وشیریں غذا کھانے کی نشانی ہے وہ تو اس طرح سے خوب شیخی بگھارا کرتا تھا اور اس کے پیٹ کی یہ حالت تھی کہ۔

اشکمش گفتے جواب بے طنین	کہ اباد اللہ کیدا لکافرین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا	کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

یعنی اس کا پیٹ جواب بے آواز کے دیتا کہ خدا اس کافروں جیسے مکر کو غارت کرے مطلب یہ کہ پیٹ اس کو بوجہ بھوک کے کوسا کرتا تھا اور اس کے کوسنے کی کوئی آواز تو سنتا نہ تھا وہ کہتا کہ خدا ایسے مکر کو کہ مجھے بھوکا رکھتا ہے غارت ہی کرے اور کہتا کہ۔

لاف تو مارا بر آتش برنہاد	کان سبال چرب تو برکندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے	خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

یعنی تیری شیخی نے ہمیں آگ پر رکھا ہے تیری وہ مونچھ خدا کرے اکھڑ جاوے۔

گر نبودے لاف زشتت اے گدا	یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی	(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

یعنی اگر تیری یہ بری شیخی نہ ہوتی تو شاید کوئی کریم ہم پر رحم کرتا اور کھلا دیتا مگر اب تو سب سمجھتے ہیں کہ یہ ایسی غذا کھاتا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں لہذا کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔

راست کم گفتے وکج کم باختے	یک طبیبے دار وئے ما ساختے
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا	تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

یعنی اگر سچ کہہ دیتا اور کج بازی کم کرتا تو کوئی طبیب ہماری دوا کر دیتا اور دوا دہی روٹی یعنی کوئی تو ہمیں روٹی دے دیتا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درنمودے عیب وکم کردے جفا	ہم بدے مہمانی یک آشنا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا	کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

یعنی اور اگر عیب دکھا دیتا اور جفا کم کرتا تو کسی آشنا کا مہمان ہو جاتا مگر اب کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

گفت حق کہ کج مجنبان گوش ودم	ینفعن الصادقین صدقہم
اللہ (تعالی) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا	سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

یعنی حق تعالی کا ارشاد ہے کہ گوش ودم کو کج مت ہلاؤ اس لئے کہ صادقین کو (قیامت میں) ان کا صدق ہی نفع دے گا۔ لہٰذا اغلاط اور کذب ہرگز نہ بولنا چاہئے۔

کہف اندر کژ مخسپ اے تخلم	آنچہ داری وانما و فاستقم
اے بے طیلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو	جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر راہ سیدھا چل

یعنی اے پراگندہ خواب دیکھنے والے غار کے اندر کج مت سوچ کچھ کہ تو رکھتا ہے دکھلا دے اور استقامت اختیار کر مطلب یہ کہ تمہارے اندر عیوب ہیں ان کو پوشیدہ کر کے مت رکھو بلکہ ظاہر کر دو کہ ان کا کوئی علاج ہی کر دے اور اس کے بعد تم استقامت اختیار کرو مگر بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عیوب ظاہر نہیں کر سکتے ہیں ان کو علاج آگے بتاتے ہیں کہ اولی تو یہی ہے کہ ظاہر کر دو اور اگر عیوب کو ظاہر نہ کر سکو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

درنگوئی عیب خود بارے خمش	از نمایش وزدغل خود را مکش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ	ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

یعنی اور اگر اپنے عیوب کہتے نہیں تو چپ ہی رہ نمائش اور دغل سے اپنے کو قتل مت کر مطلب یہ کہ اگر عیوب کو ظاہر نہیں کر سکتے تو اس کے خلاف کمالات تو ظاہر مت کرو بلکہ چپ ہی رہو اس لئے کہ اگر تم نے کمالات کا دعویٰ کیا تو پھر کوئی بھی رحم نہ کرے گا اور اگر دعویٰ شروع کر دیا تو پھر تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اور پھر مارے جاؤ گے۔

بر سبال چرب خود تکیہ مکن	زانکہ گربہ برد دنبہ بے سخن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر	اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

یعنی اپنی چکنی مونچھ پر بھروسہ مت کر اس لئے کہ بلی دنبہ کی کھال کو بے شک لے گئی۔ اس کے لے جانے کا قصہ آگے بیان فرمادیں گے تو مطلب یہ کہ فضول باتیں بنا کر اپنا نقصان مت کرو اس میں خطاب سالک کو بھی

ہے کہ دیکھو اول تو اپنے عیوب کو شیخ کے سامنے ظاہر کردو تا کہ وہ علاج کردے اور اگر یہ تم سے نہ ہو سکے تو دعویٰ تو مت کرو کہ اس میں تو پھر کوئی بھی تم پر رحم نہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نقدے یافتی مکشا دہان	ہست در رہ سنگہائے امتحان
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر	راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

یعنی اگر تم نے کوئی نقد پالیا ہے تو پھر منہ مت کھولو اس لئے کہ راہ میں بہت سے سنگ امتحان ہیں مطلب یہ ہے کہ اول تو کاذب دعوے مت کرو اور اگر کچھ سوز و گداز حاصل بھی ہو گیا ہے تب بھی اس کو سارے میں گاتے مت پھرو اس لئے کہ اس نقد کے پرکھنے والے راہ سلوک میں بہت ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہیں جو کہ حال صادق اور حال کاذب کو معلوم کر لیتے ہیں اور ذرا سنبھل کر قدم رکھنا ورنہ اگر امتحان میں ناکامیاب ہوئے تو پھر بڑی خرابی ہوگی کسی نے خوب کہا ہے کہ

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں　　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب چونکہ یہاں کاملین کو غرہ ہو سکتا تھا کہ آہا ہم سنگہائے امتحان اور پرکھنے والے ہیں لہذا مولانا انکے کان بھی کھولتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

سنگہائے امتحان را نیز پیش	امتحانہا ہست در احوال خویش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں	اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

یعنی سنگہائے امتحان کے آگے بھی اپنے احوال میں امتحانات ہیں مطلب یہ کہ یہ جو کاملین پرکھنے والے ہیں ان کے لئے بھی امتحانات ہیں اور ان کی بھی آزمائشیں ہوتی ہیں لہذا وہ بھی نہ اترادیں اور ذرا سنبھل کر رہیں ورنہ کہیں لغزش ہوگئی تو پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گفت یزداں از ولادت تا بحین	یفتنون فی کل عام مرتین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک	وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ولادت سے وقت (موت) تک وہ ہر برس میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں قرآن شریف میں ہے یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین تو دیکھو جب اس طرف سے آزمائش ہے تو بے فکر ہو جانا سخت غلطی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

امتحان بر امتحانست اے پسر	ہین بکمتر امتحان خود را مخر
بابا! آزمائش پر آزمائش ہے	خبردار کمتر! آزمائش پر خود پسندی نہ کر

یعنی اے صاحبزادے امتحان پر امتحان ہیں تو تم بہت چھوٹے امتحان میں اپنے کو مت خرید و مطلب یہ کہ

جب امتحانات ہیں تو ذرا سنبھل کر کام کرو کہیں ذرا سے امتحان میں آ کر اپنے کو برباد نہ کر دو۔

ز امتحانات قضا ایمن مباش	ہیں ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش
تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو	اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

یعنی قضا کے امتحانات سے بے خوف مت ہو اور اے ساتھی رسوائی سے ڈرتے رہو۔ کہ کہیں امتحان ہو اور اس میں ناکام ہو کر رسوائی ہو لہذا ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے آگے بلعم باعور کی بے خوفی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بے خوف ہو گئے تھے اور آخر رسوا اور شرمندہ ہوئے۔

بلعم باعور کا بے خوف ہو جانا کہ حضرت حق نے اس کا امتحان کیا تھا اور پھر اس کا ناکام رہنا

بلعم باعور و ابلیس لعین	ز امتحان آخرین گشتہ مہین
بلعم باعور اور ملعون شیطان	آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

یعنی بلعم باعور اور ابلیس لعین دیکھ کر آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے۔

زانکہ بودند ایمن از مکر خدا	کامتحانہا رفت اندر مامضا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے	کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ مکر خدا سے بے خوف تھے (اور سمجھتے تھے) کہ زمانہ ماضی میں تو بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں مطلب یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس قدر امتحانات ہو چکے ہیں اب کیا امتحان ہوگا۔ اور اگر ہوگا بھی تو جیسا ان میں پاس ہو گئے تو اب تو ضرور پاس ہو نگے بس اس دھوکہ میں رہ گئے تو آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ

عاقبت رسوائی آمد بال شان	ایں شنیدہ باشی از اخبار شان
انجام کار وہ رسوا ہو گئے	تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

یعنی انجام کار ان کی حالت رسوائی ہوئی اور تو نے ان کے احوال سنے ہی ہو نگے ابلیس کا اور بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے کہ جب امتحان ہوا تو ناکامیاب اور ذلیل ہوئے لہذا چاہئے کہ مکر حق سے کبھی بے خوف نہ رہنا چاہئے بس آگے پھر اس شیخی باز کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

او بدعوے میل دولت مے کند	معدہ اش نفرین سبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے	اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

یعنی وہ دعوے کے ساتھ رغبت دولت کی کرتا تھا اور اس کا معدہ اس مونچھ پر لعنت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

کانچہ پنہاں میکند پیداش کن	سوخت مارا اے خدا رسواش کن
(اے خدا) جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے	اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

یعنی کہ جو کچھ یہ چھپاتا ہے یا الٰہی اس کو ظاہر کر دے اس نے ہم کو جلا دیا ہے اے خدا اس کو رسوا کر دے۔

جملہ اعضائے تنش خصم ویند	کز بہارے لافد ایشان در وبند
اس کے جسم کے سب اعضا اس کے دشمن ہیں	(موسم) بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

یعنی اس بدن کے تمام اعضاء اس کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ایک بہار سے شیخی مار رہا ہے اور وہ سب خزاں میں ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ شیخی بگھارتا تھا اور اس کے اعضاء سارے بھوکے ہوتے تھے تو سارے اس کے دشمن تھے اور کوستے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لاف داداو کر مہامے کند	شاخ رحمت راز بن بر میکند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے	رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

یعنی شیخی کرموں کو واپس کر دیتی ہے اور شاخ رحمت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شیخی کرتا ہے تو اس پر کوئی بخشش نہیں کرتا لہذا اچاہئے کہ۔

راستی پیش آر یا خاموش کن	وانگہا رحمت بہ بین ونوش کن
سچ بول یا چپ رہ	تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

یعنی راستی کو آگے لا یا خاموش رہ اور اس وقت رحمت کو دیکھ اور نوش کر۔ مطلب یہ کہ یا تو اپنے عیوب ٹھیک ٹھیک بیان کر دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو چپ ہی رہو یہ تو نہیں کہ اور اوپر سے دعوے شروع کر دو یاد رکھو کہ یہ دعوے بہت بڑے حجاب ہیں کہ یہ جود وعطا کو متوجہ ہونے ہی نہیں دیتے۔

آں شکم خصم سبال او شدہ	دست پنہان در دعا اندر رزہ
وہ پیٹ اس کی مونچھوں کا دشمن بنا	چھپے ہاتھوں. دعا میں لگ گیا

یعنی یہ پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا اور مونچھ کا اس لئے دشمن تھا کہ اس کی چربی کی وجہ سے تو بے چارہ بھوکا رہتا تھا وہ دعا کرتا تھا کہ۔

کاے خدا رسوا کن این لاف لئام	تا بجنبد سوے ما رحم کرام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے	تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

یعنی کہ اے خدا اس لئیموں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف کریموں کا رحم جنبش کرے۔ اس لئے کہ جب لوگوں کو حالت معلوم ہوگی تو کھلاویں گے۔

مستجاب آمد دعائے آن شکم	سوزش حاجت بزد بیرون علم
اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی	محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

یعنی اس پیٹ کی دعا قبول ہوگئی اور حاجت کی سوزش نے باہر علم نکالا یعنی وہ سوزش حسی صورت میں آ گئی اور اس سے انتقام لے لیا اور وہ انتقام اس طرح لیا کہ اس کی شیخی ظاہر ہوگئی اور وہ رسوا ہوگیا مولانا فرماتے ہیں۔

گفت حق گر فاسقی و اہل صنم	چون مراخوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست	جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کر وں گا

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو اگر فاسق ہے اور اگر بت پرست ہے جب مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا محققین کا یہی مذہب ہے اور یہی مشاہدہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوئی ہے اور کسی نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے کہ۔

باز آ باز آ از آنچہ کردی باز آ — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست — گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

تو دعا را سخت گیر و می شخول	تو مشو ہیچ از دعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو	تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

یعنی تو دعا کو سخت پکڑ لے اور فریاد کر تو آخر کار یہ دعا تجھے ان شیاطین کے ہاتھ سے چھڑاوے گی تو جب پیٹ نے دعا کی تو اس کی دعا بھی قبول ہوگئی اس طرح کہ۔

بلی کا اس دنبہ کی کھال کو لے جانا اور اس پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت در سپرد	گربہ آمد پوست دنبہ ببرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا	بلی آئی دنبہ کی کھال لے بھاگی

یعنی جب پیٹ نے اپنے کو حضرت حق میں سونپ دیا تو ایک بلی آئی اور پوست دنبہ کو لے گئی۔

از پس گربہ دوید او می گریخت	کودک از ترس عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا وہ بھاگ گئی	اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

یعنی لڑکا اس کھال کے پیچھے دوڑا اور بھاگا اور اس (شیخی باز) کے خوف سے اس کا رنگ (رو) جاتا رہا یعنی جب بلی لے گئی تو اس کا لڑکا بہت دوڑا اور اس سے چھیننے کو بھاگا۔ مگر وہ بلی لے ہی گئی تو اس بچے نے سوچا کہ ابا

مجھے ماریں گے اس لئے اس نے یہ کیا کہ

آمد اندر انجمن آں طفل خورد	آبروئے مرد لافی رابرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا	اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

یعنی وہ چھوٹا بچہ محفل میں آ گیا اور اس شیخی باز آدمی کی آبرو ریختہ کر دی اس لئے کہ

گفت آن دنبہ کہ ہر صبحے بدان	چرب میکردی لبان و سبلتان
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو	وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

یعنی اس نے کہہ دیا کہ وہ کھال جس سے ہر صبح کو تم لب اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے۔

گربہ آمد ناگہانش در ربود	پس دویدیم ونکرد آن ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی	میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

یعنی بلی آئی اور ناگہاں اس کو لے گئی ہم بہت دوڑے مگر اس کوشش نے کچھ فائدہ نہ کیا۔

پہلوان در لاف گرم و ذوقناک	چون شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں	جب یہ قصہ سنا رنج سے ہلاک ہو گیا

یعنی پہلوان شیخی میں سرگرم اور ذوقناک تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے غم کے قریب بہ (ہلاک) ہو گیا اس لئے کہ ساری قلعی کھل گئی۔

منفعل شد درمیان انجمن	سرفرو بردو خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا	سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

یعنی وہ محفل میں شرمندہ ہو گیا اور سر جھکا کر بات کرنے سے خاموش رہ گیا۔

خندہ آمد حاضرانرا از شگفت	رحمہاشان باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی	ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

یعنی حاضرین کو (اول تو طبعی طور پر) تعجب سے ہنسی آ گئی پھر ان کے رحم نے جنبش شروع کی مطلب یہ کہ اول تو سب کو اس کی اس حرکت پر ہنسی آ گئی مگر پھر اس کی حالت پر رحم آیا کہ دیکھو شریف آدمی ہے آج تک شرافت کے مارے اپنی حالت کو ظاہر نہ کرتا تھا اب کیا تھا اب تو یہ حالت ہوئی کہ۔

دعوتش کردند و سیرش داشتند	تخم رحمت در زمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا	مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

یعنی وہ اس کی دعوت کرتے تھے اور اس کو خوب پیٹ بھر کر رکھتے تھے اور اس کی زمین میں تخم رحمت بوتے تھے یعنی اس کے ساتھ خوب سلوک کرتے تھے۔

او چو ذوقے راستی دید از کرام	بے تکبر راستی را شد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا	بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

یعنی اس نے جب کریموں سے راستی کا مزہ دیکھا تو بے تکبر کے راستی کا غلام ہو گیا یعنی جب اس نے دیکھا کہ اصل حالت کے ظاہر ہو جانے سے ایسے ایسے انعامات ہوتے ہیں اس نے پھر ہمیشہ راستی ہی اختیار کر لی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

راستی را پیشہ خود کن مدام	تا شوی در ہر دو عالم نیک نام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنا لے	تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

یعنی ہمیشہ اپنا پیشہ راستی کو بنالو تاکہ دونوں عالم میں نیک نام رہو پس اس کو ختم کر کے آگے اس شغال کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایسے دغابازوں کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص کو دنبہ کی کھال مل گئی تھی وہ ہر صبح اس کی چکنائی سے اپنی مونچھوں کو تر کرتا اور دولت مندوں کی مجلس میں جا کر کہتا کہ میں نے ایک محفل میں خوب مرغن کھانا کھایا ہے اور خوشی خوشی مونچھوں پر ہاتھ رکھتا یہ کنایہ ہوتا تھا اس امر کا کہ تم میری مونچھیں دیکھ لو کہ میرے بیان کی شاہد ہیں اور یہ چکنائی میرے مرغن و شیریں غذا کھانے کی علامت ہے۔ ظاہری حالت تو یہ اور اندرونی حالت یہ کہ پیٹ اس کو کوستا تھا اور کہتا تھا کہ خدا ایسے کافروں کے مکر کو تباہ کرے ارے تیری شیخی نے ہمیں تو انگاروں پر لٹا رکھا ہے خدا کرے یہ تیری چکنائی آلود مونچھیں اکھڑ جائیں ارے ننگے اگر تیری یہ بے ہودہ شیخی نہ ہوتی تو کوئی اللہ کا سخی ہم پر رحم کرتا اور اگر تو اپنا عیب فقر ظاہر کرتا اور یہ ظلم نہ کرتا تو کسی مہربان کے یہاں تو مہمان ہوتا اور اگر تو سچ سچ اپنی حالت کہہ دیتا اور ٹیڑھی چال نہ چلتا تو کوئی طبیب ہمارا علاج کرتا واقعی پیٹ کا بیان بالکل سچ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کان اور دم بے قاعدہ مت ہلا یعنی اصلی حالت ظاہر کر کہ سچ سچوں کو نفع پہنچاتا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہوئے یعنی نہ اپنی حالت کو چھپائے اور نہ کج بیانی اختیار کرے بلکہ اصلی حالت کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دے اور اگر اپنا عیب بھی نہ بیان کرے تو اتنا ہی کرے کہ خاموش رہے نمائش اور فریب سے اپنے کو ہلاک نہ کرنا چاہئے جس طرح یہ شخص کر رہا تھا اور اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے

اس لئے کہ بلی دنبہ کو اٹھالے گئی یعنی اپنی ظاہری حالت کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے کیونکہ عنقریب اس کی حقیقت کھلنے والی ہے اور دعوٰی کہ ظاہر ہو کر ندامت لاحق ہونے والی ہے خواہ مخواہ کی شیخی تو بری بات ہے ہی لیکن اگر کسی کو کچھ دولت باطنی بھی مل جاوے تب بھی خاموش رہنا چاہئے اس لئے کہ اظہار دعوٰی ہے اور اس دعوے کی تصویب اور تغلیط کے لئے امتحان کی کسوٹیاں یعنی اہل اللہ موجود ہیں اور امتحان بڑی سخت چیز ہے حق سبحانہ محفوظ رکھیں اور خود ان کسوٹیوں کے لئے بھی ان کے احوال میں بہت سے امتحانات ہیں ان کو بھی اپنی کسوٹی ہونے پر مغرور نہ ہونا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہر سال لوگوں کی ایک یا دو مرتبہ جانچ کی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ راہ میں اہل امتحان کا بھی امتحان ہوتا ہے لہٰذا تم کو معمولی امتحان کے معاوضہ میں بھی اپنے کو نہ خریدنا چاہئے یعنی معمولی امتحان کے لئے بھی آمادہ نہ ہونا چاہئے بلکہ حق سبحانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہم کو امتحان کے شکنجہ میں نہ کھینچے امتحانات قضا نہایت سخت ہوتے ہیں لہٰذا تم کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور کبھی ایسی بات پر زبان نہ ہلانی چاہئے جس سے دعوٰی ظاہر ہو دیکھو بلعم باعور اور ابلیس آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ کے ارادہ خفیہ سے بے خوف ہو گئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں اور ہم ان میں پاس ہو چکے ہیں اب کیا پروا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ بالآخر رسوا ہوئے تو تو نے ان کی حالت سنی ہی ہو گی ہم کو تفصیلاً بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیر تو اس کا پیٹ کہتا تھا کہ اے اللہ جس کو یہ چھپا رہا ہے تو اس کو ظاہر کر دے اور اے اللہ تو اسے ذلیل کر اس نے ہمیں پھونک دیا دیکھو وہ محض دعوے سے دولتمندی کی طرف مائل ہوتا تھا لیکن خود اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کو ملامت کرتا تھا اس کی شیخی بخششوں کو رد کر رہی تھی اور رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھیڑ رہی تھی لیکن اس کے جسم ہی کے اجزاء اس کے دشمن ہو رہے تھے کیونکہ وہ بہار کی شیخی بگھار رہا تھا اور سرسبزی و شادابی کا دعوٰی کر رہا تھا اور اس کے اجزا خزاں اور خشکی اور انتقاص کی حالت میں تھے ارے احمق کیا غضب کر رہا ہے کہ خواہ مخواہ شیخی بگھار رہا ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے تجھ کو چاہئے کہ یا تو سچی سچی حالت بیان کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو خاموش ہی رہ پھر دیکھنا کہ لوگ تجھ پر کیسی رحمت کرتے ہیں تو اصلی حال کہہ دے اور خوب مزہ سے کھا کیوں بھوکا مرتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سنو غرض کہ اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا کر رہا تھا کہ اے خدا ایسے پاجیوں کی شیخی کو رسوا کر تا کہ ہماری طرف اسخیا کا رحم متوجہ ہو حق سبحانہ نے پیٹ کی دعا قبول فرمائی اور سوزش احتیاج جس کو وہ چھپا رہا تھا طشت از بام ہو گئی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ خواہ فاسق ہو خواہ بت پرست ہو جب ہم سے دعا کرتا ہے تو ہم اس کو قبول فرماتے ہیں لہٰذا تم کو شکم سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دعا کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور خوب چلانا چاہئے ان شاء اللہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک روز تم کو شیطان کے پنجہ سے رہائی نصیب ہو گی دیکھو جب پیٹ نے اپنے کو خدا کے حوالہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس کی حصول مدعا کی تدبیر کی جو اس صورت

سے ظاہر ہوئی کہ بلی آئی اور دنبہ کی کھال اڑا لے گئی گھر والے دنبہ کو چھیننے کے لئے دوڑے لیکن وہ بھاگ گئی اور ہاتھ نہ آئی اس کو دیکھ کر باپ کے غصہ کے خوف سے لڑکے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ چھوٹا بچہ محفل میں آیا اس شیخی باز کی ساری آبرو خاک میں ملا دی اس نے کہا کہ دنبہ کی وہ کھال جس سے آپ ہر روز صبح کو ہونٹ اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے بلی لے گئی ہم چھیننے کے لئے بہت دوڑے لیکن ہماری کوشش بے سود ثابت ہوئی یہ بہادر اس وقت شیخی بگھارنے میں سرگرم اور مزے لے رہا تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے رنج کے مرنے کے قریب ہو گیا اور محفل میں بہت شرمندہ ہوا اس نے سر کو جھکا لیا اور خاموش بیٹھ گیا حاضرین اول تو اس واقعہ سے متعجب ہو کر ہنس پڑے اس کے بعد ان کے رحم کو حرکت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ بے چارہ شریف آدمی ہے اس لئے اپنی حالت کو چھپاتا ہے اس کی مدد کرنی چاہئے لوگوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا خوب پیٹ بھر دیا اور اپنے رحم کا بیج اس کی زمین میں بو دیا پس جبکہ ان اخیا کی طرف سے اس کو سچ کا مزہ حاصل ہوا تو وہ سچ کا غلام ہو گیا اور پھر کبھی شیخی نہیں کی اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور سچ کو اپنا شعار بنا لینا چاہئے تا کہ دنیا میں بھی نیک نامی ہو اور آخرت میں بھی۔

شرح شبّیری

اس گیدڑ کا دعویٰ طاؤسی کرنا جو رنگ کے مٹکے میں گر پڑا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت	بر بنا گوش ملامت گر بگفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے	ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جا کر) کہا

یعنی اس رنگ رنگ والے گیدڑ نے چپکے سے ملامت کر کے کان میں یہ کہا کہ

بنگر آخر درمن و در رنگ من	یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ	پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

یعنی آخر میرے اندر اور میرے رنگ کو دیکھ تو سہی کہ بت پرست ایک بت بھی ایسا نہیں رکھتا یعنی بت پرست باوجودیکہ خوبصورت بت بنائے ہیں مگر مجھ جیسا خوبصورت کوئی بت پرست بھی نہیں رکھتا۔

چوں گلستان گشتہ ام صد رنگ خوش	مر مرا سجدہ کن از من سرمکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں	مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

یعنی میں باغ کی طرح سو رنگ خوش والا ہو گیا ہوں تو تو مجھے سجدہ کر اور سرکشی مت کر۔

کروفر و آب وتاب ورنگ بین	فخر دنیا خوان مرا و رکن دین
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ	مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

یعنی میری کروفر اور آب وتاب اور رنگ کو دیکھو اور مجھے فخر دنیا اور رکن دین کہو اس لئے کہ میرا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے۔

مظہر لطف خدائی گشتہ ام	لوح شرح کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں	(. کی) بڑائی کی شرح تختی بن گیا ہوں

یعنی میں لطف خدا کا مظہر ہو گیا ہوں اور کبریائی حق کی شرح کی لوح ہو گیا ہوں غرضکہ اس نے کہا کہ مظہر جلال و جمال دونوں ہوں اور بولا کہ

اے شغالان ہین مخوانیدم شغال	کے شغالے را بود چندین جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو	کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

یعنی اے گیدڑو مجھے گیدڑ مت کہو اس لئے کہ دیکھو تو کسی گیدڑ کو بھی اتنا جمال ہوتا ہے اور جب میرے اندر جمال ہے تو معلوم ہو گیا کہ میں گیدڑ نہیں رہا۔

ان شغالان آمدند آنجا بجمع	ہمچو پروانہ بگردا گرد شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے	جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

یعنی وہ گیدڑ سارے اس جگہ اس طرح جمع ہو گئے جیسے کہ پروانے شمع کے گرد ہوتے ہیں اور وہ یہ پوچھ رہے تھے کہ

پس چہ خوانیمت بگوائے جوہری	گفت طاؤس نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟	اس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہے

یعنی اے جوہری پھر ہم تجھے کیا (کہکر) پکاریں تو اس نے کہا کہ وہی طاؤس نر مانند مشتری (ستارہ کے یعنی جس طرح کہ مشتری ستارہ علویات میں سے ہے اسی طرح مجھے طاؤس علوی کہو۔

پس بگفتندش کہ طاؤس جہاں	جلوہا وارند اندر گلستان
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور	باغ (عالم ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

یعنی پس انہوں نے اس سے کہا کہ دنیا کے طاؤس تو باغ میں جلوہ کرتے ہیں (یعنی ناچتے ہیں)

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے	بادیہ نارفتہ چون گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائے گا اس نے کہا نہیں	جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

یعنی تو ویسا جلوہ کرسکتا ہے تو وہ بولا کہ نہیں (مولانا فرماتے ہیں) کہ جنگل میں نہ چلا ہوا کیونکر (حالات)

معنیٰ بیان کرسکتا ہے یعنی جب وہ کبھی ناچا ہی نہ تھا تو کس طرح ناچ سکتا تھا جب اس نے اس کا انکار کیا تو انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ۔

بانگ طاؤسان کنی گفتا کہ لا	پس نہ طاؤس خواجہ بوالعلا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں	تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

یعنی اچھا تو موروں کی آواز کرسکتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں (تو وہ بولے کہ) اے خواجہ بوالعلا تو طاؤس نہیں ہے اس لئے کہ جب اس کے کمالات میں سے کوئی بھی تیرے اندر موجود نہیں ہے تو پھر کدھر سے طاؤس بن بیٹھا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

خلعت طاؤس آید ز آسمان	کے رسی از رنگ دعویہا بدان
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے	دعوؤں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

یعنی طاؤس کی خلعت تو آسمان سے آتی ہے تو رنگ کے دعوؤں سے تم اس تک کب پہنچ سکتے ہو مطلب یہ کہ مور کا وہ حسن تو خلقی ہوتا ہے اور مخلوق حق ہوتا ہے پھر اس اصل کمال تک دعویٰ کس طرح پہنچ سکتا ہے اسی طرح اگر تم دعوے کرو گے اور اصل میں کچھ نہ ہوگا تو پھر ذلیل ہو گے اور کچھ نہ ہوگا۔

گر تو دعوے میکنی معنی بیار	گہ مخور ورنہ پس گردن مخار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے حقیقت پیش کر	بھواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

یعنی اگر تم دعوے کرتے ہو تو اس کے معنیٰ بھی لاؤ اور گہ مت کھاؤ ورنہ پس گردن مت کھجانا۔ پس گردن خاریدن کنایہ از شرمندہ شدن مطلب یہ کہ اگر دعوے کرتے ہو اس کی کچھ اصلیت بھی پیدا کرو ورنہ پھر خواہ مخواہ شرمندگی حاصل ہوگی تو دیکھو کہیں ایسا مت کرنا کہ پھر شرمندگی ہو آگے فرعون کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور اس کو اس شغال مدعی . سے تشبیہ دیتے ہیں۔

فرعون کا دعویٰ خدائی کرنا اور اس کو اس گیدڑ سے تشبیہہ دینا کہ جس نے طاؤسی دعویٰ دوسرے گیدڑوں کے سامنے کیا تھا

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش	برتر از موسیٰ پریدہ از خریش
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر	اپنے گدھے پن (حضرت) موسیٰ سے بلند پروازی کی

یعنی مثل فرعون کے کہ اس نے ڈاڑھی مرصع کر رکھی تھی اور اپنے گدھے پن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام سے بڑھتا تھا۔

او ہم از نسل شغال مادہ زاد	در خم مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا	مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

یعنی وہ بھی اسی گیدڑ کی نسل سے تھا اور مال وجاہ کے مٹکے میں پڑا ہوا تھا۔

ہر کہ دید آن و مال و جاہش سجدہ کرد	سجدۂ افسوسیان را او بخورد
جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا	مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

یعنی جو کوئی اس کا جاہ و مال دیکھتا تھا سجدہ کرتا تھا اور وہ ان خوشامدیوں کا سجدہ قبول کرتا تھا۔

گشت مستک آن گدائے ژندہ دلق	از سجود و از تحیرہائے خلق
وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا	لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

یعنی وہ پرانی گدڑی والا فقیر مخلوق کی تحیر اور سجود سے مست ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مال مار آمد کہ دروے زہرہاست	وان قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں	لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اژدھا ہے

یعنی مال سانپ ہے کہ اس کے اندر بہت سے زہر ہیں اور وہ مخلوق کا قبول کرنا اور سجدہ اژدہا ہے اول مصرعہ میں مال اور دوسرے میں جاہ کی مذمت ہے اور مال کی خرابی جاہ سے کم ہے یہ جاہ بڑی قاتل ہے اس کا مارا پانی بھی نہیں مانگتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہائے اے فرعون ناموسی مکن	تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن	تو گیدڑ ہے مور پنا نہ جتا

یعنی ہائے ارے فرعون نخوت مت کر اور تو تو شغال ہے تو طاؤسی مت کر یعنی جو کمالات کہ تمہارے اندر نہ ہوں ان کو ظاہر مت کرو اور ان کا دعویٰ مت کرو اس لئے کہ

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی	عاجزی از جلوہ و رسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا	جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

یعنی طاؤسوں کی طرف اگر تو ظاہر ہوگا تو تو جلوہ سے تو عاجز ہے تو رسوا ہی ہوگا یعنی جب کاملین کی برابری کا دعویٰ ہوگا اور وہ کمالات حاصل نہ ہوں گے تو امتحان کے وقت رسوا ہو گے اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی سے بچتے رہو۔

موسیٰ و ہارون چو طاؤسان بدند	پر جلوہ برسر و زویت زدند
حضرت موسیٰ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے	انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

یعنی موسیٰ اور ہارون طاؤس کی طرح تھے تو انہوں نے پر جلوہ کو تیرے سر اور منہ پر مارا تو یہ ہوا کہ۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت	سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہوگئی	تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

یعنی تیری زشتی ظاہر ہوگئی اور تیری رسوائی اور تو اس بلندی سے سرنگوں ہوکر گر پڑا۔

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب	نقش شیرے رفت پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا	تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

یعنی جب تو نے کسوٹی دیکھی تو کھوٹے کی طرح سیہ ہوگیا اور تیرا نقش شیری جاتا رہا اور کتا ظاہر ہوگیا مطلب یہ کہ جن کمالات کو کہ تو ظاہر کرتا تھا وہ سارے زائل ہوگئے اور اصل حقیقت جو تھی وہ نکل آئی۔

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش	پوستین شیر را برخود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں	شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

یعنی ارے خارشی برے کتے حرص و جوش سے تو شیر کی پوستین اپنے اوپر مت پہن اس لئے کہ

غرۂ شیرت بخواہد امتحان	نقش شیر و انگہ اخلاق سگان
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے گی	شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

یعنی تیرا غرۂ شیر تو مقتضی امتحان کو ہے اور نقش تو شیر جیسے اور اخلاق کتوں جیسے ہیں تو پھر رسوائی نہ ہو تو اور کیا ہو اور فرماتے ہیں کہ۔

اے شغال بے جمال و بے ہنر	ہیچ برخود ظن طاؤسی مبر
اے بدصورت بے ہنر گیدڑ	اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

یعنی اے بے جمال اور بے ہنر گیدڑ اپنے اوپر کسی قسم کا گمان طاؤسی مت کر۔

زانکہ طاؤسان کنندت امتحان	خوار و بے رونق بمانی در جہان
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے	تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

یعنی اس لئے کہ طاؤس تیرا امتحان کریں گے تو تو خوار بے رونق درمیان میں رہ جائے گا یہاں بظاہر خطاب شغال وغیرہ کو ہے مگر مقصود وہ لوگ ہیں جو دعوے کاذب کیا کرتے ہیں اور مقصود یہ بیان کرتا ہے کہ میاں ذرا شیخی مت کرو کہ اگر کاملین تمہارا امتحان لینے لگے تو اس وقت فضول شرمندہ ہونا پڑے گا آگے آیت ولتعرفنهم فی لحن القول کی تفسیر کرتے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص کہ دعویٰ کاذب کرتا ہے اس کے لب ولہجہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اب سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ضمنی مضمون سے فارغ ہو کر پھر قصہ شغال کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس گیدڑ نے آگے بڑھ کر اعتراض کیا تو اس رنگین گیدڑ نے چپکے سے اس کے کان پر منہ رکھ کر کہا کہ تو مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ کر بتا کہ کسی بت پرست کے پاس ایسا خوبصورت بت ہے دیکھ تو سہی میں باغ کی طرح صد رنگ اور پسندیدہ و مرغوب ہو گیا ہوں تو مجھ سے سرکشی مت کر اور مجھے سجدہ کر تو میری شان و شوکت میری چمک دمک اور میرے رنگ کو دیکھ اور مجھے دنیا اور رکن دین کہہ میں عنایت حق سبحانہ کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی و عظمت و جلال کی شرح کی تختی ہوں کہ مجھ سے اس کی عظمت اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے ارے گیدڑ و دیکھو مجھے گیدڑ نہ کہنا بھلا کہیں گیدڑ میں بھی یہ خوبصورتی ہوتی ہے یہ تقریر سن کر سب گیدڑ اس کے چاروں طرف یوں جمع ہو گئے جیسے شمع کے گرد پروانہ اور سب نے کہا کہ اچھا جناب ہم آپ کو کیا کہا کریں اس نے کہا "طاؤس نر چون مشتری" اس پر انہوں نے کہا کہ طاؤسان عالم جان یعنی اہل اللہ گلشن عالم میں اپنے عجیب و غریب جلوے دکھلاتے ہیں تو ایسے جلوے دکھا سکتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ واقعی بات ہے یہ بے چارہ جنگل تک تو گیا نہیں منا کی حالت کیا بیان کر سکتا ہے یعنی اس کو تو عالم جان کی ہوا بھی نہیں لگی پھر اہل اللہ کے سے جلوے کیا دکھا سکتا ہے اس کے بعد کہا اچھا ان طاؤسوں کی بولی بول سکتا ہے اور حقائق و معارف بیان کر سکتا ہے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو بس جناب آپ احمق ہیں اور طاؤس نہیں ہو سکتے واقعی بات یہ ہے کہ خلعت طاؤسی آسمان کی طرف سے ملتی ہے یعنی جس کو حق سبحانہ مقرب بنائیں وہی مقرب ہو سکتا ہے اور تیرے رنگین دعوؤں سے یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی محض مدعی تقرب حق کی ایسی مثال ہے جیسے فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں موتی پرو لئے تھے اور اپنے گدھے پن سے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے بالاتر سمجھتا تھا بات یہ تھی کہ وہ بھی کسی گیدڑ ہی کی اولاد سے تھا اور مال و دولت کے مٹکے میں گر کر اپنی حقیقت کو بھول گیا تھا۔ پس جس نے اس جاہ و مال پر نظر کی اس نے اس کو سجدہ کیا اور ایسے ہی احمق لوگوں کا مسجود اسے کہا گیا کیونکہ وہ دولت ابدی سے محروم مخلوق کے سجدوں اور ان کی تعظیموں سے مغرور ہو گیا اور یہ بنا ہوئی اس کی تباہی کی واقعی بات یہ ہے کہ مال تو ایک سانپ ہے جو اپنے اندر سینکڑوں زہر رکھتا ہے لیکن جاہ اور بھی آفت ہے کہ یہ اژدہا ہے یہ مال سے بھی زیادہ تباہ کن ہے دیکھ اے فرعون معزز مت بن اور اپنی حقیقت کو مت بھول۔ تو گیدڑ ہے طاؤس مت بن اگر تو اصلی طاؤسوں کے سامنے آئے گا اور اہل اللہ سے تیرا مقابلہ ہو گا تو تو ان کی سی پھبن نہ دکھا سکے گا اور ذلیل ہو گا۔ دیکھ لے حضرت موسے اور حضرت ہارون حضرت حق کے اصلی طاؤس تھے انہوں نے تجھے اپنا جلوہ دکھایا اور تو ان کا مقابلہ نہ کر سکا لہٰذا تیرا قبح اصلی ظاہر ہو گیا اور تو رسوا ہو گیا اور

بلندی سے پستی میں سر کے بل گر گیا جب تو کسوٹی پر کسا گیا تو کھوٹے سونے کی طرح تیری سیاہی ظاہر ہوگئی اور وہ شیرانہ صورت جاتی رہی اور اندر سے کتا نکل آیا۔ پس اے خارشی کتے اور اے مدعی کاذب تو حرص اور جوش طمع سے شیر کی کھال پہن کر شیر ہونے کا دعویٰ مت کر اور اہل اللہ کی صورت بنا کر ولایت کا مدعی نہ بن امتحان چاہتا ہے کہ تیرے اندر شیر کی غرض ہو یعنی اہل اللہ کے اوصاف ہوں حالانکہ تجھ میں یہ نہیں بلکہ صورت تو شیر کی ہے اور اخلاق کتوں کے یعنی ظاہر تو تیرا اہل اللہ کا سا ہے اور باطن سگان دنیا کا سا پھر تجھے شیر حق اور ولی کون مان لے گا دیکھ او بدصورت اور بدسیرت گیدڑ اور او مدعی کاذب خبردار اپنے کو طاؤس اور ولی اللہ نہ سمجھ بیٹھنا اس لئے کہ اصلی طاؤس یعنی اہل اللہ تجھے آزمائیں گے اور تو دنیا میں ذلیل اور بے آبرو ہوگا۔

شرح شبّیری

آیت ولتعرفنهم فی لحن القول کی تفسیر جو کہ منافقوں کے بارہ میں ہے

گفت یزداں مرنبی را در مشاق	یک نشان سہل تر ز اہل نفاق
نبیؐ کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے سیاق میں بتا دی	منافقوں کی ایک آسان پہچان

یعنی حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہت سہل نشانی اہل نفاق کی یہ بتائی ہے کہ۔

گر منافق زفت باشد نغز وھول	در شناسی مرد را در لحن و قول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو	تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

یعنی اگرچہ منافق بہت ڈیل اور خوب موٹا ہے (مگر) آپ اس کی بات کے لہجہ سے معلوم کرلیں گے (کہ یہ منافق ہے) اس لئے کہ خلوص اور مکر تو بات کے لہجہ سے معلوم ہو جاتا ہے آگے اس آواز سے معلوم کر لینے کی ایک بڑے غضب کی مثال دیتے ہیں کہ

چوں سفالین کوز ہارا می خری	امتحانے میکنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے	اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

یعنی جب مٹی کے برتن خریدتے ہو تو اے خریدار تم اس کا امتحان (اس طرح) کیا کرتے ہو کہ۔

میزنی دستے بران کوزہ چرا	تا شناسی از طنیں اشکستہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟	تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

یعنی تم اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیونکہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو۔

بانگ اشکستہ دگرگوں می شود	بانگ چاوش است پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے	آواز نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

یعنی ٹوٹے ہوئے کی آواز ہی اور طرح کی ہوتی ہے اور آواز ایک نقیب ہے کہ جو اس کے آگے جا رہا ہے (اور پکار رہا ہے کہ بچ جاؤ یہ شخص فلاں آتا ہے تو اس کی برائی بھلائی معلوم ہو جاتی ہے)

بانگ می آید کہ تعریفش کند	ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے	جیسا کہ مصدر ہے فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

یعنی آواز آتی ہے تاکہ اس کی تعریف کر دے مثل مصدر کے کہ فعل اس کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے جیسے کہ یہ مصدر کہ اصل ہے اشتقاق میں اور مبدا وہی ہے مگر فعل جو کہ تابع ہے اس کی تعریف کرتا ہے مصدر اعلال میں اس کے تابع ہوتا ہے تو دیکھو باوجودیکہ وہ تابع ہے مگر اعلال میں اس کا معرف ہے اسی طرح اگرچہ آواز تابع ہے مگر اس کی حالت کے بیان کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور یہ آواز ہی اس کی حالت کو بیان کرتی ہے تو جس طرح کہ اس کی آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح منافقین اور غیر مخلصین اور مدعیین کی باتوں سے ان کے قلب کی حالت روشن ہو جاتی ہے اور سارا مکر ظاہر ہو جاتا ہے اور رسوا ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر مدعی کاذب سے کہا تھا کہ دیکھو جھوٹے دعوے مت کر اہل اللہ تیرا امتحان کریں گے اور تو رسوا ہوگا اب مدعیان کاذب کے امتحان کا ایک واقعہ اور امتحان کا ایک طریق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو منافق لوگ مسلمانی کے جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امتحان کیا اور حق سبحانہ نے ان کے امتحان کا ایک قاعدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا وہ یہ کہ ان کی باتوں میں اخلاص نہ ہوگا اور کبھی کبھی ایسی باتیں بھی ان کی زبان سے نکل جائیں گی جو ان کے دعوے کے منافی ہوں گی کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ **ولتعرفنھم فی لحن القول** یعنی اگر منافق بڑے سے بڑا اور شیریں کلام اور باہیبت درعب بھی ہوگا تب بھی تم اس کو لب ولہجہ اور گفتار سے معلوم کر لو گے کیونکہ اس کی باتیں دل نشیں نہ ہوں گی اور کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جائیں گی جو اس کے دعوے کے خلاف ہوں گی جیسے **لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل** وغیرہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ امتحان کرتے ہیں اور ان کے امتحان کے لئے بہت طریقے ہیں منجملہ ان کے ایک آواز بھی ہے تو اب سمجھو کہ اس امتحان کی

ضرورت ہے اور آواز سے امتحان ہوسکتا ہے دیکھو جب تم مٹی کے برتن خریدتے ہو تو پہلے ان کا امتحان کرتے ہو اور امتحان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیوں محض اس لئے کہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو پس جبکہ مٹی کے برتن کے لئے امتحان کی ضرورت ہے تو اتنا بڑا دعویٰ کرنے والے لے لئے امتحان کی ضرورت نہ ہوگی اور جب مٹی کا ٹوٹا ہوا برتن آواز سے پہچانا جاسکتا ہے تو فاسد القلب لوگ آواز سے کیوں نہیں پہچانے جا سکتے ضرور پہچانے جاسکتے ہیں یاد رکھو کہ جس طرح ٹوٹے ہوئے برتن کی آواز اور ہی قسم کی ہوتی ہے یوں ہی فاسد القلب لوگوں کی گفتار بھی دوسری ہی قسم کی ہوتی ہے جو اہل اللہ کی آواز سے نہیں ملتی۔ آواز بمنزلہ شاہی چوبدار کے ہے جو آگے آگے چلتا ہے پس جس طرح چوبدار بادشاہ کی آمد کو ظاہر کرتا ہے جو ہنوز معلوم نہیں ہوتے یوں ہی آواز اہل اللہ ان کے قلب میں شہنشاہ حقیقی کی اس آمد کو ظاہر کرتی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہے اور جس طرح فعل باوجود مصدر سے نکلنے کے اور اس کی حالت یعنی قابل تغیر و اصلاح ہونے کے ظاہر کرتا ہے یوں ہی لوگوں کی آواز باوجود اس کے ان سے صادر ہونے کے ان کی لائق تغیر حالت باطنی کو ظاہر کرتی ہے۔

شرح شبّیری

چوں حدیث امتحان روئے نمود	یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی	مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

یعنی جب امتحان کی بات آ گئی تو مجھے قصہ ہاروت و ماروت کا یاد آ گیا مولانا نے کچھ قصہ ہاروت و ماروت بناء المشہور دفتر اول کے اخیر میں بیان کیا ہے جو کہ کلید مثنوی دفتر اول سطر ثانی میں مذکور ہے یہاں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب چونکہ بہت دور سے امتحان کا ذکر آ رہا ہے اور ہاروت و ماروت کا بھی امتحان ہوا تھا اس لئے یہاں ان کا قصہ بھی یاد آ گیا آگے خود اس پہلے مذکور کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں زان گفتہ بودم اندکے	خود چہ گویم از ہزار انش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا	میں کیا کہوں؟ اس کے ہزاروں میں سے ایک

یعنی اس سے پہلے میں نے اس میں سے کچھ بیان کیا ہے اور خود کیا کہوں ہزار میں سے ایک مطلب یہ کہ اس کے اندر جو حقائق ہیں ان میں سے جو بیان کروں گا اور کئے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ ہزار میں سے ایک چیز بیان کی جاوے یعنی بہت تھوڑا سا بیان کیا جاسکتا ہے۔

خواستم گفتن دران تحقیقہا	تاکنوں و اماندم از تعویقہا
میں اس میں کچھ تحقیق بیان کرنا چاہتا تھا	(لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

یعنی میں نے اس کے اندر کچھ تحقیقات بیان کرنا چاہے تھے مگر اب تعویقات کی وجہ سے عاجز رہا۔

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل	گفتہ آید شرح یک عضوے ز پیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ	کہہ دیا جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

یعنی اب دوسری مرتبہ اس میں سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ ہاتھی میں سے ایک عضو مطلب یہ کہ جیسے سارے ہاتھی کی نسبت اس کا ایک عضو بہت ہی قلیل ہوتا ہے اسی طرح ان تحقیقات میں سے اب بھی تھوڑے ہی سے بیان ہو سکتی ہے۔

گوش کن ہاروت را ماروت را	اے غلام و چاکران ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں	اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

یعنی قصۂ ہاروت و ماروت کو سن اے وہ شخص کہ ہم تیرے منہ کے غلام اور نوکر ہیں دوسرا مصرعہ ایسا ہے جیسے کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ میں تیرے مکھڑے کے قربان ذرا یہ بات سن لے تو مولانا بھی غایت شفقت سے اسی طرح فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

گوش دل را یک نفس ایں سو بدار	تا بگویم باتو از اسرار یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر	تا کہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

یعنی گوش دل کو ایک ذرا ادھر کرتا کہ میں تجھ سے اسرار یار میں سے کچھ بیان کروں یار سے مراد حق تعالیٰ مراد یہ کہ ذرا گوش دل سے سنو تو ہم تم سے اسرار حق بیان کریں۔ آگے ان کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قصہ ہاروت اور ماروت کا اور حق تعالیٰ کے امتحان پر ان کی دلیری

مست بودند از تماشائے الٰہ	وز عجایبہائے استدراج شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے	اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

یعنی وہ لوگ تماشائے حق میں مست تھے اور حق تعالیٰ کی عجیب عجیب استدراجوں سے تماشائے حق سے مراد تجلیات مطلب یہ کہ وہ دونوں تجلیات میں اس قدر مست ہو رہے تھے کہ ان کو دوسری طرف التفات ہی نہ تھا اور ان کو کبھی وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ ہم مردود بھی ہونگے اور ان کو اس استدراج کی خبر نہ تھی کہ ان کو اس قرب میں استدراج ہے کہ وہ مست ہو رہے ہیں حالانکہ یہی ان کے لئے مہلک تھا۔

ایں چنیں مستی است استدراج حق	تا چہ مستیہا و بد معراج حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کی مستیاں دیتا ہوگا؟

یعنی استدراج حق میں ایسی مستی ہے تو معراج حق تو کیا کچھ مستی دے گی طلب یہ کہ دیکھو کہ جب استدراج میں کہ اس میں قرب اصلی ہوتا بھی نہیں ایسی مستی ہے کہ دوسری طرف التفات ہی نہیں ہے تو پھر جب معراج اور قرب ہوگا اس وقت تو دیکھو کیسی کچھ مستی ہوگی۔

دانہ دامش چنیں مستی نمود	خوان انعامش چہا داند کشود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی	اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرتا جاتا ہوگا

یعنی ان کے دانہ دام نے ایسی مستی دکھائی تو اس کا خوان انعام تو کیا کچھ کھولنا چاہے گا مطلب یہ کہ دیکھو ان کا امتحان ہوا تھا تو اس قدر مست ہوئے کہ ان کو دوسری طرف کی خبر بھی نہ رہی تو بھلا جس کو قرب حق اصل میں حاصل ہوا اس کو تو کیا کچھ مستی حاصل ہوگی غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

مست بودند و رہیدہ از کمند	ہائے و ہوئے عاشقانہ میزدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے	عاشقوں کی طرح ہائے ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یعنی مست تھے اور کمند سے چھوٹے ہوئے تھے اور عاشقوں جیسی ہائے ہوئے کرتے تھے مطلب یہ کہ چونکہ کبھی کمند میں پھنسے نہ تھے اس لئے مست تھے اور چھوٹے پھر رہے تھے اور عاشق بنتے تھے۔

یک کمیں و امتحان در راہ بود	صرصرش چوں کاہ کہ راے ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا	جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی

یعنی ایک کھائی اور امتحان راہ میں تھا اور اس کی ہوا کوہ کو کاہ کی طرح لے جاتی تھی مطلب یہ کہ وہ مست تھے حالانکہ ان کی راہ میں اور اس سلوک میں امتحان بھی تھا اور ایسا امتحان کہ اس کی بادتند بڑے بڑے مضبوطوں کو ہلا دے بس ان کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ اسی حالت مشاہدہ میں مغرور اور مست ہو رہے تھے۔

امتحان میکرد شان زیر و زبر	کے بود سرمست راز ینہا خبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا	مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

یعنی حق ان کا امتحان زیروزبر کر رہے تھے اور سرمست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو استدراج میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کو اس کی خاک بھی خبر نہ تھی یہاں ایک ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ ملائکہ کے اندر شہوت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے اندر نفس نہیں ہوتا اور مولانا ان کو مست کہہ رہے ہیں تو یہاں مست سے کیا مراد ہوگا تو بات یہ ہے کہ مستی دو قسم کی ہوتی ہے ایک مستی عقلی اور ایک شہوانی مثلاً ایک مستی اور سرور انسان کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کو کوئی نئی بات معلوم ہو یا کوئی خوشی ہو یا کوئی خیال سرور پہنچتہ جم جاوے اور ایک شہوانی ہوتی ہے تو ملائکہ میں وہ مستی شہوانی تو نہ تھی ہاں یہ مستی عقلی ضرور تھی کہ وہ اس خیال میں مگن

تھے کہ ہم مقرب حق ہیں بس اسی مستی کو مولانا بھی فرمارہے ہیں اور یہ ان کی ملکیت کی بھی منافی نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس سرمست کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

خندق و میدان بہ پیش او یکسیت	چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے است
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں	کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھاراستہ ہیں

یعنی خندق اور میدان اس کے آگے سب ایک ہوتے ہیں اور کنواں اور خندق اس کے آگے عمدہ راستہ ہیں مطلب یہ کہ وہ اس قدر مست ہوتا ہے کہ اس کو مضرات و مہلکات نافع اور خوش معلوم ہوتے ہیں آگے بزکوہی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ مست ہو کر قعر کوہ کو میدان سمجھتا ہے اسی طرح جو مست ہوتے ہیں وہ بھی مہلکات کو نافع خیال کرتے ہیں اور اس طرف التفات نہیں کرتے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جبکہ امتحان کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اس پر مجھے قصہ ہاروت و ماروت یاد آ گیا اس سے پیشتر بھی میں نے دفتر اول میں اس کو کسی قدر بیان کیا ہے اور اب بھی پورا تو کیا بیان کر سکتا ہوں ہزاروں حصوں میں سے ایک حصہ بیان کروں گا میرا ارادہ تھا کہ اس میں تحقیقات عجیبہ بیان کروں لیکن موانع کے سبب محذور رہا اب تم کو تھوڑی دیر کے واسطے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے تا کہ میں تجھ سے حق سبحانہ کے کچھ بھید ظاہر کروں دوسری بار بھی میں بہت نہ بیان کروں گا بلکہ بہت تھوڑا سا بیان کروں گا اور گویا کہ ہاتھی کے ایک ذرا سے جزو کی تشریح کروں گا اچھا اب تم قصہ ہاروت و ماروت سنو وہ بظاہر تماشائے حق سبحانہ اور فی الحقیقت اس کے عجائبات استدراج کے سبب مست تھے اور اس بظاہر مشاہدہ جمال حق اور بباطن استدراج حق نے ان کو اس درجہ بے خود کر رکھا تھا کہ نفع و ضرر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے حتیٰ کہ حق سبحانہ کے معراج میں دعوے عظمت کر بیٹھے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا انجام کیا ہوگا (یاد رکھو کہ یہ وہ مستی نفسانی نہیں ہے جس کی فرشتوں سے کلام اہل فن میں نفی کی گئی ہے بلکہ یہ قوی مدرکہ کا ایک خاص امر میں انہماک اور ماسوی کی طرف عدم التفات ہے اور اسی کی فرشتوں سے نفی کی کوئی وجہ نہیں) اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب استدراج حق سے اس قسم کی مستی اور انہماک حاصل ہو سکتا ہے تو قرب حق میں کیا کچھ مستی نہ ہوگی اور جب جال میں ڈالے ہوئے ایک دانہ نے ایسا مست کر دیا تو اس کا خوان انعام کیا کچھ مستیوں کے دروازے اس پر نہ کھولے گا غرض کہ وہ مست اور اب تک کمند امتحان سے آزاد تھے اور عاشقوں کی طرح ہاؤ ہو کرتے تھے یعنی محبت الٰہی کا دم بھرتے تھے لیکن راہ تقرب حق میں ایک سخت مہلکہ اور امتحان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ اس کی آندھی تنکے کی طرح پہاڑ کو اڑائے دیتی تھی اور بڑے بڑے ارباب استقلال کے

حوصلے اس سے ٹکرانے اور اس کا مقابلہ کرنے سے پست ہوتے تھے اور وہ امتحان ان کو تہ و بالا کر رہا تھا لیکن وہ تو مست تھے ان کو کیا تنبہ ہوتا مست کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ خندق اور میدان دونوں اس کی نظر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس کو تو کنواں اور خندق بھی عمدہ شاہراہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی تصدیق ہوگی۔

شرح شبّیری

بزکوہی کے بکری کو دیکھ کر مستی اور اسکا ایک پہاڑ سے دوسرے پر کودنا

آں بزکوہی بران کوہ بلند	بردوداز بہر خوردے بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر	خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

یعنی وہ بزکوہی اس بلند پہاڑ پر غذا کے لئے بے خوف وخطر دوڑتا ہے۔

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں	بازیٔ دیگر ز حکم آسمان
تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے	آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

یعنی (وہ دوڑتا ہے) تاکہ گھاس چرے تو ناگہاں حکم آسمانی کی وجہ سے ایک اور بازی دیکھتا ہے وہ یہ کہ۔

برکہے دیگر برانداز د نظر	مادہ بز بیند برآں کوہے دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے	اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

یعنی اس دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اس دوسرے پہاڑ پر مادہ بز کو دیکھتا ہے (تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم او تاریک گرد ددر زمان	بر جہد سرمست زین کہ تا بدان
فورا اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے	مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

یعنی اس کی آنکھ تاریک ہو جاتی ہے اس وقت اور مست ہو کر اس پہاڑ سے دوسرے پر کودتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید ورا	کہ دویدن گرد بالوعہ سرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے	یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

یعنی وہ پہاڑ اس کو ایسا نزدیک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ گھر کے چوبچہ کے گرد دوڑنا مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو پھلانگ جانا آسان ہوتا ہے اسی طرح وہ اس پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر کود کر پہنچ جانا آسان سمجھتا ہے۔

آن ہزاراں گز دو گز بنمایدش	تاز مستی میل جستن آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دو گز نظر آتا ہے	جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

یعنی وہ ہزاروں گز اس کو دو گز دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ مستی سے کودنے کی رغبت اس کو ہوتی ہے۔

چونکہ بجہد در فتد اندر زمان	درمیان ہر دو کوہ بے امان
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے	دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

یعنی جبکہ کودتا ہے تو ان دونوں بے اماں پہاڑوں کے درمیان میں گر پڑتا ہے۔

او ز صیادان بہ کہ بگریختہ	خود پناہش خون او را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا	پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

یعنی وہ صیادوں سے پہاڑ میں بھاگا تھا اور خود اس کی پناہ نے اس کا خون گرایا مطلب یہ کہ اگر میدان میں رہتا اور پہاڑ پر نہ جاتا تو کیوں وہاں سے گر کر مرتا بلکہ اگر وہاں کودتا بھی مرتا تو نہ۔

شستہ صیادان میان آن دو کوہ	انتظار آن قضائے باشکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے	اس پرشکوہ قضا کے انتظار میں

یعنی ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں صیادان قضائے باشکوہ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں بس وہ شکار کر لیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

باشد اغلب صید ایں بز ہم چنیں	ورنہ چالاکست وچست وخصم وبیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے	ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

یعنی اکثر اوقات اس بکرے کا شکار اس طرح ہوتا ہے ورنہ یہ تو بڑا چاک وچست اور دشمن کا دیکھنے والا ہے۔

رستم از چہ باسر و سبلت بود	دام پاگیرش یقین شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو	یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

یعنی رستم اگر چہ بڑی مونچھ اور سر والا ہو مگر یقیناً اس کی پاگیر شہوت ہوتی ہے یعنی خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو مگر شہوت کے آگے وہ بھی مغلوب ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح ایک قسم کی مستی ہاروت ماروت کو تھی وہ بھی اسی وجہ سے پھنس گئے اور پھر جو گت بنی وہ ظاہر ہے اور مولانا اس قصہ کو بناء علی المشہور لکھ رہے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ قصہ یوں ہے اور اگر یہ قصہ غلط ہو تو پھر مولانا کا بیان صرف تمثیل ہو جاوے گا غرضکہ اس وقت اس کی صحت وغیرہ سے بحث نہیں ہے صرف اس کے نتیجہ پر نظر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو من از مستی شہوت ببر	مستی شہوت بہ بیں اندر شتر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا	شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

یعنی میری طرح مستی شہوت سے الگ ہو جاؤ اور مستی شہوت کو شتر کے اندر دیکھو مطلب یہ کہ بطور غوث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے شہوت کو ترک کر دیا ہے اسی طرح تم بھی قطع کر دو اور دیکھو شتر میں جو شہوت ہوتی ہے تو اس وقت اس کی کیا بری گت بنتی ہے بس اسی کو اپنے اوپر قیاس کر لو۔

باز ایں مستی شہوت در جہاں	پیش مستی ملک داں مستہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی	فرشتے کی مستی کے ساتھ ہیچ سمجھ

یعنی پھر یہ مستی شہوت جہاں میں اس مستی ملک کے آگے ذلیل ہوگئی۔ اس لئے وہ مستی عقل اس مستی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں تو انسان کو کچھ دوسری طرف کی بھی خبر رہتی ہے مگر اس میں تو دوسری طرف التفات ہی نہیں ہوتا یہ اس سے بھی بڑھ کر ہوئی۔

مستی آں مستی ایں بشکند	او بہ شہوت التفاتے کے کند
اس کی مستی اس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے	وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

یعنی اس کی مستی اس کی مستی کو توڑ دیتی ہے اور وہ شہوت کی طرف التفات کب کرتا ہے مطلب یہ کہ مولانا اس مستی عقل کی جو کہ ملائکہ کو مشاہدۂ تجلیات سے ہوتی ہے رغبت دلا رہے ہیں کہ اس کو حاصل کرو تو اس سے یہ مستی شہوت زائل ہو جاوے گی اور رغبت اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ فی نفسہ تو محمود ہی ہے اگر چہ ایک عارض کی وجہ سے ہاروت ماروت کو مضر ہوئی مگر فی نفسہ کوئی مضر نہیں ہے ورنہ تمام ملائکہ کو مضر ہوتی تو بس جبکہ وہ مضر بعارض ہے لہٰذا فی نفسہ وہ مطلوب ہوئی اور وہ عارض جو ہے وہ قابل اس کے ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگے پس جبکہ حق تعالیٰ کی مدد ہوگی تو ان شاء اللہ پھر مضر نہ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آب شیریں تا نخوردی آب شور	خوش نماید چوں درون دیدہ نور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی	(ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

یعنی جب تک کہ تم نے آب شیریں نہیں پیا ہے اس وقت تک آب شور ہی ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آنکھ میں نور اچھا معلوم ہوتا ہے آب شیریں سے مراد مستی حق اور آب شور سے مراد مستی شہوت مطلب یہ کہ جب تک اس کی مستی کو دیکھا نہیں ہے اسی وقت تک تم کو یہ مستی دنیا بھلی معلوم ہو رہی ہے ورنہ جب اس کو چکھ لو گے تو پھر اس کی قدر بالکل جاتی رہے گی۔

قطرۂ از بادہ ہائے آسمان	بر کند جان را زمے وز ساقیان
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ	جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

یعنی آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ بھی جان کو (ان ظاہری) شراب اور ساقیوں سے الگ کر دیتا ہے پس جبکہ

اس شراب کے ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے تو

تاچہ مستیہا بود املاک را	وزجلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں	اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

یعنی کیا کچھ مستی فرشتوں کو ہوگی اور جلالت کی وجہ سے پاک ارواح کو کیا کچھ ہوگی۔اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

کہ بہوئے دل دراں مے بستہ اند	خم بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے	انہوں نے اس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

یعنی کہ بو پر اس مئے کی دل باندھے ہوئے ہیں اور اس جہان کی شراب کے مٹکے توڑ دیتے ہیں مطلب یہ کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اس جہاں کی مستیوں کو ترک کر دیا اور اسی مستی اصل کی طرف دل لگا رکھا ہے تو ان کو کیا کچھ مستی ہوگی آ گے ان میں سے استثناء منقطع کے طور پر کچھ مستثنیٰ فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور	ہمچو کفار نہفتہ در قبور
سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں	قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

یعنی مگر سوائے ان کے جو کہ ناامید اور دور ہیں جیسے کہ کفار جو کہ قبور میں پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ جیسے کہ وہ لوگ ہیں جو کہ کافر ہیں اور قبروں میں ہیں وہ اس مستی سے بالکل ناامید اور دور ہیں۔اور ان کا تو ذکر ہی نہیں ہاں جو کہ مست ہیں ان کو سب کچھ حاصل ہے اور کفار کی تو یہ حالت ہے کہ۔

ناامید از ہر دو عالم گشتہ اند	خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں	انہوں نے لاانتہا کانٹے بوئے ہیں

یعنی وہ لوگ دونوں عالم سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے بے انتہا خار بوئے ہیں یعنی اعمال سیہ کئے ہیں لہذا ان کو وہ مستی حاصل نہیں ہو سکتی آ گے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ہاروت و ماروت کا بشریت کی تمنا کرنا اور حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمستیہا بگفتند اے دریغ	بر زمین باران بدادیے چو میغ
مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا' ہائے افسوس	ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

یعنی وہ مستیوں کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ کاش ہم زمین پر بارش (انصاف) بادل کی طرح برساتے مطلب یہ کہ وہ اس کی خواہش کیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں اگر ہوتے تو خوب انصاف کرتے اور بنی آدم کی طرح جور وظلم نہ کرتے اس تمنا کے ضمن میں وہ بنی آدم کو ذلیل بھی سمجھتے تھے ان کو ظالم اپنے کو منصف قرار دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ

گستریدیمے دریں بیداد جا	عدل وانصاف وعبادات ووفا
ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے	عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

یعنی اس بیداد کی جگہ میں ہم عدل اور انصاف اور عبادتوں اور وفا کو بچھاتے یعنی اگر ہم دنیا میں ہوتے تو یہ کام کرتے اور حق تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے غرضکہ وہ اسی گھمنڈ میں تھے اور بنی آدم کو ذلیل اور ظالم کہا کرتے تھے۔

ایں بگفتند وقضا می گفت ایست	پیش پاتان دام ناپیدا بسے است
یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!	تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

یعنی وہ تو یہ کہا کرتے تھے اور قضا کہتی تھی کہ ذرا ٹھہرو تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے پوشیدہ جال ہیں یعنی اس راہ میں بہت سے امتحانات ہیں جن سے کہ ابھی بے خبر ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہیں مرو گستاخ در دشت بلا	ہیں مرو کو را نہ اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپرواہی سے نہ جا	خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

یعنی ارے دشت بلا میں گستاخانہ مت چل اور کربلا میں اندھوں کی طرح مت چل۔ دشت بلا اور کربلا سے مراد امتحانات اور راہ سلوک ہے مطلب یہ کہ بے خوف اور گستاخ ہو کر اس راہ کو قطع مت کر۔

کہ زموئے واستخواں ہالکاں	می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے	چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا

یعنی ہالکین کے بالوں اور ہڈیوں کی وجہ سے چلنے والوں کا پاؤں راہ نہیں پاتا۔ استخوان وموئے ہالک سے مراد امتحانات وعبرتیں ہیں یعنی اس راہ میں اس قدر امتحان اور عبرت ہیں کہ کہیں چلنے کو راستہ نہیں ملتا قدم قدم پر امتحانات موجود ہیں۔

جملۂ رہ استخوان وموئے وپے	بسکہ تیغ قہر لاشئے کردشئے
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں	کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

یعنی تمام راہ میں ہڈیاں اور بال اور پاؤں ہی ہیں اور تیغ قہر سے بہت سی شئے کو لاشئے کر دیا یعنی بہت سے موجودات کو معدوم کر دیا ہے اور ان کے نشانات آج عبرت اور امتحانات کے لئے موجود ہیں لہذا ذرا سنبھل کر

چلنا چاہئے آگے اس کی تائید فرماتے ہیں کہ۔

گفت حق کہ بندگان جفت عون	برزمین آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے	خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندے کہ منصور من الحق ہیں وہ زمین پر آہستہ اور ہونا چلتے ہیں تو جب وہ اس قدر آہستہ اور سنبھل کر چلتے ہیں جن کی بابت کہ قرآن شریف میں ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا تو پھر جو لوگ کہ ابھی اس راہ میں شروع ہی میں قدم رکھ رہے ہیں ان کو تو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

پا برہنہ چوں رود در خار زار	جز بہ مہل و فکرت پرہیزگار
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے	پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

یعنی پرہیزگار پابرہنہ خارزار میں بغیر آہستگی اور فکر کے کب چلے گا مطلب یہ کہ جب بندگان خدا ہر وقت سنبھل کر چلتے ہیں تو اگر وہ خارزار میں ہوں اور برہنہ پا ہوں تو پھر تو کیوں سنبھل کر نہ چلیں گے پس چاہئے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو اور اپنے تقویٰ وطہارت کو کچھ نہ سمجھے بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہے اب یہاں ایک اور باریک بات ہے کہ بعض لوگ جو کہ استغفار کرتے رہتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ ہم تو ڈرتے رہتے ہیں تو یہ بھی غرہ ہے اس سے ڈرتے ہی رہیں پھر جو لوگ کہ اس سے ڈریں گے وہ بھی بے فکر نہ ہوں وہلم جرا بس خلاصہ یہ ہے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور خود اس استغفار پر استغفار کرے جہاں تک ہو سکے ہر وقت خوف میں رہے کسی وقت بھی مغرور نہ ہو کہ یہ بہت بڑا حجاب ہے ان ہاروت و ماروت کو یہی تو پیش آیا کہ انہوں نے کہا کہ یا الٰہی جس طرح انسان آپ کی نافرمانی کرتا ہے ہم کبھی نہ کریں تو ارشاد ہوا کہ تمہارے نفس نہیں ہے اس لئے نہ کرو گے تو بولے کہ (اگر آپ ہمارے نفس بھی رکھ دیں تب بھی ہم نہ کریں گے اس لئے کہ ان کو غرہ تھا بس پھر امتحان ہوا اور نفس رکھا گیا۔ آخر نا کامیاب ہوئے نعوذ باللہ۔

ایں قضا میگفت لیکن گوش شاں	بستہ بود اندر حجاب جوش شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان	ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

یعنی قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان ان کے حجاب کے جوش میں بند ہو رہے تھے بوجہ ان کو جوش تقویٰ تھا اس میں اندھے ہو رہے تھے کہیں کی خبر نہ تھی مولانا فرماتے ہیں کہ

چشمہا و گوشہا را بستہ اند	جز مرآنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں	سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

یعنی آنکھوں کو اور کانوں کو انہوں نے بند کر رکھا ہے سوائے ان کے جو اپنے سے چھوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ کہ درجۂ فنا حاصل کر چکے ہیں وہ تو مستثنٰی ہیں ورنہ اور تو سب اپنے گوش و چشم کو بند کئے ہوئے ہیں۔

جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟	غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

یعنی عنایت کے سوا اور کون آنکھ کو کھول سکتا ہے اور سوائے محبت کے غصہ کو کون بٹھا سکتا ہے لہٰذا ہر وقت عنایت اور حب حق کے طالب ہو کہ اسی سے کام بنے گا۔

جہد بے توفیق جان کندن بود	زارزنے کم گرچہ صد خرمن بود
بے توفیق (خدا) کوشش جان کو فنا کرنا ہے	اگر چہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چنے سے کم ہے

یعنی بے توفیق (حق) کے کوشش جان کندن ہوتا ہے اور ارزنی سے بھی کم ہوتی ہے اگر چہ سو خرمن ہو۔ مطلب یہ کہ جب توفیق حق نہ ہو تو کتنی ہی کوشش کرو سب بیکار ہوتی ہے لہٰذا حق تعالیٰ سے توفیق کی درخواست کرو آگے مولانا دعا فرماتے ہیں کہ۔

جہد بے توفیق خود کس را مباد	در جہاں واللہ اعلم بالصواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو	دنیا میں اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی خدا کرے جہد بے توفیق تو عالم میں کسی کو نہ ہو واللہ اعلم بالصواب اور یہ تجربہ ہے کہ اگر انسان کام شروع کر دے اور نیت خالص حق تعالیٰ کے لئے ہو تو پھر توفیق ہو ہی جاتی ہے ان شاء اللہ۔ آگے فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کے لئے تدبیر کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ وہ ایک بے دینی کا کام کر رہا تھا اس لئے اس کو توفیق نہ تھی لہٰذا کامیاب نہ ہو سکا اسی طرح اگر سالک کو اس کے کام میں توفیق حق نہ ہو تو اس کے ناکام رہنے کا بھی خوف ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: غرضکہ ہاروت و ماروت مست تھے اور مستی میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش ہم زمین پر بکثرت پانی برساتے اور اس محل ظلم پر ہم عدل و انصاف عبادتیں اور وفائے حق سبحانہ پھیلاتے وہ تو یہ کہہ رہے تھے اور انسان پر بیوفائی ظلم فسق و فجور کی تعریفیں کر رہے تھے لیکن قضا کہہ رہی تھی کہ ذرا دم لو تمہارے پاؤں کے سامنے بھی بہت سے جال ہیں جن سے تم بھی نہیں بچ سکتے یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو صحرائے امتحان میں ان فرشتوں کی طرح الہڑ پن سے نہ چلنا اور اس دشت سراپا مصائب میں اندھا دھند نہ گھسنا۔ اس میں غفلت کے ساتھ چلنے کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کے اسقدر بال اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں کہ چلنے والوں کو راستہ بھی نہیں ملتا۔ چونکہ قہر حق سبحانہ نے بہت سے مغرورین اور عجب رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے تمام راہ میں ہڈیاں بال اور پٹھے بھی پڑے ہوئے ہیں پس تم کبھی اپنی طاعات پر گھمنڈ اور عصاۃ کی تحقیر نہ کرنا کیونکہ بندگان مقبولین کی یہ شان نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا یعنی ہمارے خاص بندے ہماری مدد توفیق سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور اکڑ کر نہیں چلتے پس جب رفتار میں بھی تکبر کو حق سبحانہ پسند نہیں کرتے تو طاعات میں کیونکر پسند کریں گے غور تو کرو کہ جو شخص محتاط ہو اور پاؤں میں جوتے نہ ہوں بلکہ ننگے پاؤں ہوں اور جنگل کانٹوں سے پر ہو پس کیا ایسا شخص اس حالت میں بلا سوچے ایک قدم بھی رکھ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس تم کیسی بے فکری کے ساتھ صحرائے امتحان میں چلے جا رہے ہو خیر۔ تو قضا ان سے وہ کہہ رہی تھی جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں لیکن ان کے کانوں پر ان کی مستی نے پردہ ڈال رکھا تھا کہ وہ مستی کے سبب اس کو نہ سنتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ جب تک آدمی فنا نہیں ہو جاتا اس وقت تک علی تفاوت الاحوال کان بھی بند ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی نہ وہ بہتری کو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے ہاں جب فنائے تام حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کان بھی پورے طور پر کھل جاتے ہیں اور آنکھیں بھی۔ اور آنکھوں کا کھول دینا حقیقۃً حق سبحانہ ہی کے قبضہ میں ہے جب وہ چاہتے ہیں اسی وقت آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اس نے اپنی مشیت کے لئے بعض اسباب عادیہ مقرر فرما دیئے ہیں کہ جب ان کا وجود ہوتا ہے تو آنکھ کھولنے کے ساتھ مشیت بھی متعلق ہو جاتی ہے اور وہ سبب عشق و محبت حق سبحانہ ہے پھر عشق و محبت آتش خشم کو فرو کر کے رحمت کو متوجہ کرتے ہیں اور وہ رحمت آنکھیں کھول دیتی ہے اور عشق و محبت بھی بتوفیق حق سبحانہ ہی حاصل ہوتے ہیں اگر توفیق حق سبحانہ نہ ہو تو محض کوشش تو دردسری ہی ہے اگر سینکڑوں کھلیانوں کے برابر بھی ہو تب بھی باجرہ کے ایک دانہ کے برابر ہے خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق کے نہ ہو اور حق سبحانہ سب کو توفیق عطا فرما دیں اور خدا ہی خوب صواب کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہی صواب ہے جس کو توفیق دیتا ہے وہ بھی حکمت ہے اور جس کو نہیں دیتا اس میں بھی حکمت ہے۔ (تنبیہ) یاد رکھو کہ مولانا نے عجب کو نہایت مضر بتلایا ہے اور عجب کبھی تو اپنی طاعات پر ہوتا ہے اور کبھی طاعات پر تو نہیں ہوتا مگر اس عجب نہ ہونے پر عجب ہوتا ہے یعنی یہ عجب ہوتا ہے کہ ہم میں عجب نہیں۔ وہلم جراء اور ہر اوپر درجہ کا عجب نیچے والے عجب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اوپر والے عجب کا احساس مشکل سے ہوتا ہے لہذا وہ زیادہ خطرناک ہے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا خواب دیکھنا اور اس کا تدارک کرنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود	ہر چہ او مید وخت آن تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی	جو کچھ وہ سیتا تھا وہ پھاڑتا تھا

یعنی فرعون کی کوشش چونکہ بے توفیق حق کے تھی سو جو وہ سی رہا تھا وہ پھاڑ تھا یعنی جو تدبیر کرتا تھا اس کا اثر الٹا ہی ہوتا تھا۔

از منجم بود در حکمش ہزار	وز معبر نیز وساحر بے شمار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے	تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

یعنی اس کے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے اور معبرین اور ساحرین میں سے بھی بے شمار تھے۔

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب	کہ کند فرعون و ملکش را خراب
حضرت موسیٰ کی تشریف آوری ان کو خواب میں دکھائی گئی	کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دینگے

یعنی قضا وقدر نے موسیٰ علیہ السلام کی آمد اس کو خواب میں دکھائی (اور یہ دکھایا) کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو خراب کر دینگے

با معبر گفت و با اہل نجوم	چوں بود دفع خیال وخواب شوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا	منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

یعنی اس نے اس خواب کو معبرین اور نجومیوں سے کہا (اور یہ بھی کہا) کہ اس منحوس خواب وخیال کا دفعیہ کس طرح ہوگا۔

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم	راہ زادن را چو رہزن می زنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے	ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

یعنی ان سب نے کہا کہ ہم ایک تدبیر کرتے ہیں اور پیدا ہونے کی راہ کو رہزنوں کی طرح مارتے ہیں یعنی ہم پیدائش ہی کو بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کریں گے کہ اول سے نطفہ ہی نہ پڑے۔

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں	رائے ایں دیدند آں فرعونیاں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی	ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

یعنی یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو کہ وقت علوق تھا تو ان فرعونیوں کی یہ رائے ہوئی کہ۔

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ	سوئے میدان بزم وتخت بادشاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں	میدان میں تخت شاہی اور دربار

یعنی آج صبح ہی سے بزم اور تخت شاہی کو باہر میدان میں لادیں مطلب یہ کہ آج جلوس باہر جنگل میں ہو۔

پس بفرمودند در شہر آشکار	کہ منادیہا کنند از شہر یار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ	بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

یعنی پھران لوگوں نے شہر میں صاف طرح کہہ دیا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ منادی کردو کہ

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں	شاہ میخواند شمار ازاں مکاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے	بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

یعنی اے جماعت اسرائیلیو بخشش ہے اور تم کو بادشاہ اس مکان سے (جس میں تم رہتے ہو) بلاتا ہے یعنی منادی کرادی کہ اے قوم اسرائیل آج تم کو بادشاہ بلاتا ہے اور انعام بھی دے گا اور یہ ارادہ ہے کہ۔

تاشمارا رونماید بے نقاب	برشما احسان کند بہر ثواب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے	نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

یعنی تاکہ تم کو بے حجاب ہو کر منہ دکھاوے اور تم پر ثواب کے لئے احسان کرے اور یہ منادی اس لئے تھی کہ۔

کاں اسیرانرا بجز دورے نبود	دیدن فرعون دستورے نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا	فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

یعنی ان رغبت والوں کو بجز دوری کے کچھ نہ تھا اور فرعون کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ یہ حالت تھی کہ۔

گر فتادندے برہ درپیش او	بہرآں یاسہ بخفتندے برو
وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے	اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یعنی اگر کہیں راہ میں اس کے سامنے پڑ جاتے تو اس قاعدہ کی وجہ سے اوندھے منہ لیٹ جاتے۔

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر	در گہ و بیگہ لقائے آں امیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے	وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

یعنی قاعدہ یہ تھا کہ کوئی رعیت والا وقت بے وقت میں اس بادشاہ کی لقا کو نہ دیکھے مطلب یہ کہ تکبر اور غرور کی یہ حد تھی کہ کسی کو چہرے کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی نعوذ باللہ منہ سچ یہ ہے کہ وہ خبیث چہرہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھے اور یہ حکم تھا کہ۔

بانگ چاؤشان چو درره بشنوند	تا نہ بیند رو بدیوارے کنند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنتے	منہ دیوار کی طرف کر لیں تا کہ اس کو نہ دیکھ سکیں

یعنی کہ جب نقیبوں کی آواز کوئی راہ میں سنے تو ہرگز منہ نہ دیکھے بلکہ اپنا منہ دیوار کی طرف کو کر لے۔

ور بہ بیند روئے او مجرم شود	انچہ بدتر برسر او آن رود
اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور دار ہوگا	جو بدتر (سزا) ہوگی اس کو وہ دی جائے گی

یعنی اور اگر کوئی دیکھ لے تو وہ مجرم ہوتا تھا اور جو بدتر سزا ہوتی تھی اس پر جاری ہوتی تھی۔

بود شان حرص لقائے ممتنع	چوں حریص است آدمی فیما منع
ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی	کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

یعنی ان کو اس منع کی ہوئی ملاقات کی حرص تھی اس لئے کہ انسان جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اس کا حریص ہوتا ہے تو چونکہ ان لوگوں کو منہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی لہذا آج اس کے دیکھنے کے سب مشتاق ہو گئے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو ولادت موسی کے روکنے کیلئے میدان میں حیلہ سے بلانا

شد منادی در محلہا روان	بانگ میزد کو بکو شادی کنان
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا	خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

یعنی منادی تمام محلوں میں خوشی کرتا ہوا اور آواز لگاتا ہوا پھر گیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ

کاے اسیران سوئے میدان کہ روید	کز شہنشاہ دیدن وجودست امید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو	کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

یعنی اے رعیت والو میدان کی طرف جاؤ اس لئے کہ بادشاہ سے دیدار اور عطا دونوں کی امید ہے۔

چوں شنید آن مژدہ اسرائیلیاں	تشنگان بودند و بس مشتاق آن
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی	پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

یعنی جب اسرائیلیوں نے یہ مژدہ سنا تو وہ اس کے بہت ہی پیاسے اور مشتاق تھے۔

حیلہ را خوردند آن سوتافتند	خویشتن را بہر جلوہ ساختند
چکمہ کھا گئے (اور) اس طرف دوڑ پڑے	انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

یعنی دھوکہ کھا گئے اور اس طرف دوڑے اور اپنے کو جلوہ کے واسطے انہوں نے تیار کیا۔

یعنی تا کہ جا کر وہ اپنے یار کو دیکھیں کہ اس کا دیدار کیا خاصیت دیتا ہے اس شوق میں سب چل دیئے۔

از غرض غافل بدند و بے خبر	وز طمع رفتند بیروں سر بسر
مقصد سے غافل ، اور بے خبر تھے	سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

یعنی وہ غرض سے تو غافل اور بے خبر تھے اور طمع کی وجہ سے وہ باہر کی طرف سر بسر چلے گئے آگے ایک حکایت اس دھوکہ دہی سے بلا کر جمع کر لینے کی بیان کرتے ہیں۔

ایک حکایت تمثیل میں

ہمچناں کاینجا مغول حیلہ دان	گفت میجویم کسے از مصریان
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے	کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

یعنی اسی طرح یہاں (یعنی ہمارے ملک میں) ایک مغل حیلہ داں نے کہا کہ مجھے مصریوں میں سے ایک شخص کی ضرورت ہے۔

مصریاں را جمع آرید ایں طرف	تا در آید آنکہ میجویم بہ کف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو	تا کہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

یعنی (ملازموں سے کہا کہ) مصریوں کو اس طرف جمع کر لو تا کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ ہاتھ لگ جاوے۔

ہر کجا بد مصرے جمع آمدند	در بر آن میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے	ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

یعنی جہاں کہیں کوئی مصری تھا وہ سب جمع ہو گئے اور اس امیر کے پاس آ گئے۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں	ہیں در خواجہ دران گوشہ نشیں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے	خواجہ آ ، اس گوشے میں بیٹھ جا

یعنی جو کوئی آتا وہ مغل کہتا یہ نہیں ہے ہاں ذرا تم اس گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ ایک خاص جگہ سب کو بتا دی تا کہ سب کو قبضہ میں کر لے۔

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند	گردن ایشاں بداں حیلہ زدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے	انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

یعنی یہاں تک کہ اس حیلہ سے سب جمع ہو گئے تو ان سب کی گردن اس نے اس حیلہ سے ماری مولانا فرماتے ہیں۔

شومی آنکہ سوئے بانگ نماز	داعی اللہ را نبردندے نیاز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب	اللہ کی طرف بلانے والے کی اطاعت نہ کرتے تھے

یعنی یہ اس کی نحوست تھی کہ اذان نماز کی طرف اللہ کے پکارنے والے کی نیاز نہ لے جاتے تھے۔

دعوت مکار شان اندر کشید	الحذر از مکر شیطان اے رشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا	اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

یعنی ایک مکار کی دعوت نے ان کو کھینچ لیا تو اے رشید مکر شیطان سے ذرا بچتے رہنا۔

بانگ درویشاں ومحتاجان نیوش	تانگیر و بانگ محتالیت گوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے	تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

یعنی درویشوں اور محتاجوں کی آواز سن تاکہ تمہارا کان کسی محتال کی آواز کو نہ قبول کرے۔

گر گدایان طامع اند و زشت خو	در شکم خواران تو صاحبدل بجو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں	خواہ پیٹو تو صاحب دل کی جستجو کر

یعنی اگر فقیر طامع اور زشت خو ہیں تو تو ان شکم خواروں میں ہی صاحب دل کو تلاش کر۔ اس لئے کہ بعض مرتبہ بعض بزرگوں نے خود اپنے کبر کے علاج کے لئے سوال اختیار کیا ہے یا یہ ہو کہ اس کو اجازت شرعی ہو اس لئے مانگتا ہو لہذا سب کی خدمت کرو کہ ان ہی میں ایک صاحب دل بھی مل جاوے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

در تگ دریا گہر با سنگہا ست	فخر ہا اندر میان ننگ ہا ست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں	فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

یعنی قعر دریا میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں اور بہت سے فخر درمیان شرمندگیوں کے ہیں تو جب موتی کی تلاش ہو تو دریا سے موتی اور پتھر سب بٹول لو اسی میں موتی ہیں اسی طرح سب کی خدمت کرو ان ہی میں صاحب دل مل جاویں گے آگے پھر اسرائیلیوں کا قصہ ہے کہ

پس بجوشیدند اسرائیلیاں	از پگہ تا جانب میدان روان
اسرائیلی ٹوٹ پڑے	صبح سے میدان کی جگہ دوڑتے ہوئے

یعنی بس بنی اسرائیل امل پڑے اور صبح سے میدان کی جانب روانہ ہو گئے۔

چوں بحیلت شان بمیدان برد او	روئے خود بنمودشان بس تازہ رو
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا	تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

یعنی جبکہ سب کو حیلہ سے وہ (فرعون) میدان میں لے گیا تو ان کو خوش ہو کر چہرہ (منحوس) دکھا دیا۔

کرد دلداری و بخششہا بداد	ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں	اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کیے

یعنی دلداری کی اور انعامات دیئے اور عطا بھی کی اور اس بادشاہ نے وعدہ کو بھی پورا کیا۔

بعد ازاں گفت از برائے جان تان	جملہ در میدان بخسپید امشبان
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لیے	آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

یعنی اس کے بعد کہا کہ اپنی جانوں کے واسطے سب آج کی رات اس میدان ہی میں سو رہو برائے جان تان ایسا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی جان کی قسم جب اس نے یہ کہا تو۔

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم	گر تو خواہی یک ہمہ اینجا ساکنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کریں گے	اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

یعنی ان سب نے اس کو جواب دیا کہ ہم تو خدمت گار ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم ایک مہینہ اس جگہ رہیں پس سب کو اس جگہ چھوڑ کر تا کہ کوئی اپنے گھر بیوی کے پاس نہ جا سکے خود شہر میں آ گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا اپنے بیان بالا کی واقعہ سے تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو فرعون کی کوشش کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال نہ تھی لہٰذا اس کا سینا حقیقت میں پھاڑنا تھا یعنی اس کی سعی مثل عدم سعی کے تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کی گورنمنٹ میں بہت سے منجم اور ہزاروں تعبیر دینے والے اور بکثرت ساحر تھے جبکہ موسےٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو حق سبحانہ نے خواب میں فرعون کو اس صورت سے دکھلایا کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کرتے ہیں تو اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے مشورہ کیا کہ وہ منحوس خواب و خیال کا توڑ کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسی کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کے سبب ہم اس کے ضرر سے بچ جائیں ان سب نے کہا کہ حضور مطمئن رہیں ہم تدبیر کر لیں گے اور ہم ڈاکوؤں کی طرح اس کے پیدا ہونے ہی میں مزاحم ہو جائیں گے اس وقت تو قصہ رفت و گذشت ہوا لیکن جس وقت وہ رات آنے کو ہوئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں تشریف لانے والے تھے اس وقت ان کی یہ رائے ہوئی کہ آج صبح ہی سے بزم شاہی اور تخت فرعونی میدان میں منتقل ہو جاوے اس کے بعد یہ حکم دیا کہ چاروں طرف شہر میں صاف طور پر یہ منادی کرا دی جائے کہ اے بنی اسرائیل تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت تم کو یہاں سے اپنے پاس بلاتے ہیں اور غرض یہ

ہے کہ تم کو بلا نقاب اپنا چہرہ دکھلائیں اور تم پر احسان کریں۔اس حکم اور اعلان کو بہ نسبت اور صورتوں کے زیادہ موثر خیال کیا گیا کیونکہ ان قیدیوں (بنی اسرائیل) کو قرب شاہی حاصل تھا ہی نہیں حتیٰ کہ ان کو فرعون کے دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی ان کی یہ حالت تھی کہ اگر راستہ میں کہیں اس کے سامنے پڑ جاتے تھے تو بنا بر قانون سلطنت کبھی کبھی منہ کے بل گر پڑتے تھے۔اس لئے کہ قانون یہ تھا کہ کوئی اسرائیلی کسی وقت اور کسی حالت میں بادشاہ کی صورت نہ دیکھے اور جب نقیبوں کی آواز اس کے کانوں میں آئے تو دیوار کی طرف منہ کرلے یا زمین پر اوندھے منہ گر جائے تا کہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھ سکے اگر کوئی بادشاہ کا چہرہ دیکھے گا تو مجرم قرار پائے گا اور سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا اس لئے ان کو دیدار کی بے انتہا خواہش تھی جس سے کہ قانوناً ان کو روکا گیا تھا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جس سے آدمی کو روکا جاتا ہے اس کی اس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے غرض جب یہ امر طے پا گیا اور حکم بھی نافذ ہو گیا تو منادی کرنے والا محلوں میں گھومنے لگا اور خوشی خوشی گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا کہ اے بنی اسرائیل میدان میں چلو کہ آج امید ہے کہ بادشاہ کا دیدار بھی تم کو نصیب ہوگا اور اس کی طرف سے تم کو بہت کچھ انعام و اکرام بھی ملے گا۔جب بنی اسرائیل نے یہ خوشخبری سنی تو شربت دیدار کے پیاسے اور مشتاق تو تھے ہی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً میدان کا راستہ لیا یہ لوگ اس کی چال میں آ گئے اور حسب حیثیت اپنے اپنے کو دیدار کے لئے موزوں بنا کر چل کھڑے ہوئے تا کہ وہاں جا کر اپنے مطلوب کو دیکھیں۔دیکھیں تو سہی اس کے دیدار میں کیا خاص بات ہے جس کے سبب اب تک ہم کو اس سے روکا گیا تھا وہ یہ خیال کر رہے تھے مگر اصل مقصد کی ان کو بالکل خبر نہ تھی اور طمع دیدار میں سب کے سب باہر چلے جا رہے تھے یہ واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ چالباز مغل نے کہا کہ مجھے ایک مصری شخص کی ضرورت ہے تم سب مصریوں کو جمع کرلو تا کہ جس کی مجھے ضرورت ہے وہ میرے ہاتھ لگ جائے اعلان کیا گیا کہ سب مصری جمع ہو جائیں فلاں ضرورت ہے اس پر جہاں کوئی مصری تھا کھنچا چلا آیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے اس کے بعد ان کو ایک ایک کر کے امیر کے سامنے پیش کیا جب کوئی شخص پیش ہوتا تو کہہ دیتا یہ نہیں ہے یہ کہہ کر اس سے کہتا کہ آپ فلاں گوشہ میں ایک طرف کو بیٹھ جائیں اسی طرح سے سب ایک مکان میں جمع ہو گئے اور جب دیکھا کہ کوئی باقی نہیں رہا تو حکم دیدیا کہ سب کو قتل کر دو اس تدبیر سے سب کی گردن ماری گئی اور ان کو احساس بھی نہ ہوا تھا کہ ہم کو بلانے سے اصل غرض کیا ہے اب سنو کہ یہ تباہی ان پر کیوں آئی بات یہ ہے کہ یہ نحوست تھی اس کی کہ وہ اذان سن کر اس کی طرف نہ چلتے تھے اور حق سبحانہ کی منادی کی بات نہ مانتے تھے پس حق سبحانہ نے ان کو یہ سزا دی کہ ایک مکار کی منادی پر وہ کھینچے چلے آئے اور ہلاک ہو گئے پس اس واقعہ سے تم کو سبق لینا چاہئے اور شیطان کے مکر سے بہت بچنا چاہئے کیونکہ اس کا انجام ہلاکت ہے اور فقیروں اور محتاجوں کی ندا کو سننا چاہئے مبادا کسی حیلہ گر کی آواز تمہارا کان پکڑ لے اور تم اس کی اطاعت پر مجبور ہو کر ہلاک ہو

جاؤ یہ مانا کہ بھکاری لوگ بہت طامع ہوتے ہیں اور ان کی خصلت بہت بری ہوتی ہے لیکن انہیں بہت کھانے والے حریفوں میں تم کو کسی صاحب دل کا جویاں رہنا چاہئے اس لئے کہ دیکھو کہ دریا کی تہ میں موتی اور پتھریلے ہوتے ہیں اور بری باتوں میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں پس تم کو سب کو ایک لکڑی نہ ہانکنا چاہئے بلکہ سب کو لے لینا چاہئے اور پھر اچھوں کو الگ اور بروں کو الگ کر دینا چاہئے۔ بھیک مانگنے والوں میں اہل اللہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ضرورت سلوک اور کبھی ضرورت طبعی باجازت شرعی ان کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن ہر بھیک مانگنے والے کا معتقد بھی نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مولانا نے خود فرمادیا ہے کہ سب اچھے نہیں ہوتے بلکہ اکثر برے ہوتے ہیں اور بہت کم اچھے ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں) غرضکہ بنی اسرائیل ہر طرف سے امل پڑے اور صبح ہی سے میدان کی طرف روانہ ہو گئے جب فرعون نے ان کو اس تدبیر سے میدان میں کھینچ لیا تو بہت خوش ہو کر اپنا منہ دکھلایا اور بہت خاطر کی اور بہت کچھ داد و دہش کی اور بہت کچھ وعدے بھی کئے کہ ہم تم کو یہ رعایتیں دینگے اور بڑے بڑے عہدے دینگے وغیرہ وغیرہ اس کے بعد کہا کہ اس وقت آپ صاحبان کی مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لوگ آج رات کو یہیں آرام کریں اور صبح کو اپنے اپنے مکان تشریف لے جاویں انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہایت خوشی سے تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں یہ تو ایک رات ہے اگر حضور کی خوشی ہو تو ہم ایک مہینہ تک یہیں رہ سکتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا میدان سے خوش خوش شہر میں آنا اور شب حمل میں بنی اسرائیل کی عورتوں کو مردوں سے جدا کر دینا

شہ شبانگہ باز آمد شادمان	کامشبان حمل است و دور اند از زمان
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا	کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

یعنی بادشاہ رات کو خوش خوش واپس آ گیا (اور کہتا تھا) کہ آج حمل ہے اور مرد عورتوں سے دور رہیں تو پھر کیسے حمل قرار پائے گا۔

خازنش عمران بد اندر خدمتش	ہم بشہر آمد قرین صحبتش
اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا	وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

یعنی عمران (والد موسیٰ علیہ السلام) جو اس کے معتمد تھے وہ اس کی خدمت میں تھے تو وہ بھی شہر میں اس کے

ساتھ ساتھ چلے آئے مگر چونکہ یہ بھی بنی اسرائیل سے تھے اگرچہ معتمد تھے اس لئے ان سے یہ بولا کہ۔

گفت اے عمران برین در خسپ تو	ہیں مرو سوئے زن اے مرد نکو
اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا	اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

یعنی کہ فرعون نے کہا کہ اے عمران یہیں سو رہو اور اے مرد نیک عورت کے پاس مت جانا۔

گفت خسپم ہمبرین درگاہ تو	ہیچ نندیشم بجز دلخواہ تو
اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا	میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

یعنی انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ہی دروازہ پر سوتا ہوں اور میں سوائے اس شے کے جو تیرا دلخواہ ہے اور کچھ سوچتا بھی نہیں ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بود عمران ہم ز اسرائیلیاں	لیک مر فرعون را دل بود و جان
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا	لیکن فرعون کا دل و جان تھا

یعنی عمران بھی بنی اسرائیل سے تھے مگر فرعون کے دل اور جان تھے یعنی اس کو ان سے بہت محبت تھی۔

کے گمان بردے کہ او عصیان کند	انچہ خوف جان فرعون آں کند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا	جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

یعنی وہ کب گمان کرتا تھا کہ یہ نافرمانی کریں گے اور جو چیز کہ اس کی جان کا خوف ہے اس کو کریں گے۔

ایمن از عمران بدو افعال او	لیک خود آن بد خرابی حال او
وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا	لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

یعنی وہ عمران اور ان کے افعال سے بے خوف (اور مطمئن) لیکن خود ہی اس کی سزا تھی۔

خود کجا در خاطر فرعون بود	آنچنیں تقدیر چون عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی	ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

یعنی فرعون کے دل میں ایسی تقدیر کہاں تھی جیسے عاد و ثمود یعنی اسے کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ان سے ہی ہوگا پس عمران سے اتنا کہا کہ تم گھر میں مت جانا یہ کہہ کر وہ خود گھر میں چل دیا۔

عمران کا والدۂ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ جمع ہونا اور انکا حاملہ ہو جانا

شہ برفت واو بران درگاہ خفت	نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا	آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

یعنی بادشاہ تو چلا گیا اور وہ اس کے دروازہ پر سو گئے تو آدھی رات کو ان کے پاس ان کی بیوی آئیں

زن بروافتاد و بوسید آن لبش	بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا	اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

یعنی بیوی ان کے اوپر گر پڑیں اور ان کے لب کو بوسہ دیا اور اس رات میں ہی ان کو نیند سے جگایا۔

گشت بیدار او وزن را دید خوش	بوسہ باران کرد از لب برلبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا	اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

یعنی وہ بیدار ہو گئے اور بیوی کو خوش دیکھا تو بوسہ کی بارش اپنے لب سے ان کے لب پر کر دی یعنی خوب بوسے لئے۔

گفت عمران ایں زماں چوں آمدی	گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟	اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

یعنی عمران نے پوچھا کہ تم اس وقت کیسے آئیں تو انہوں نے کہا کہ تمہاری ملاقات کے شوق میں اور حکم خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے والدین کے عقائد تو پہلے سے اچھے تھے۔ اور بعض نے ان کی والدہ کو نبی کہا ہے اگر نبی نہیں تو ولی ہونے میں تو شک ہی نہیں تو ممکن ہے کہ ان کو الہام ہو گیا ہو اس پر کہا کہ حکم خداوندی چونکہ ہمارے سے اس بچہ کے ظہور کا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آ گئی۔

در کشیدش در کنار از مہر مرد	بر نیامد با خود آن دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبا لیا	اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

یعنی محبت کی وجہ سے مرد نے ان کو گود میں لے لیا اور وہ اس وقت مقابلہ میں اپنے اوپر غالب نہ آ سکے مطلب یہ کہ فرعون کی خیر خواہی میں بہت الگ رہنا چاہا مگر قضا کے سامنے کیا کر سکتے تھے آخر مغلوب ہوئے۔

جفت شد با او امانت را سپرد	پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خورد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی	پھر کہا' اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

یعنی ان کے ساتھ جفت ہو گئے اور امانت کو سپرد کر دیا پھر کہا کہ اے عورت یہ کوئی چھوٹا کام نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو ظاہر مت کرنا بہت بڑی بات ہے۔

آہنے بر سنگ زد زاو آتشے	آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا' آگ پیدا ہو گئی	ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

یعنی ایک لوہا پتھر پر لگا تو آگ پیدا ہوئی اور آگ وہ کہ جو بادشاہ اور اس کے ملک سے کینہ کش تھی یعنی ان

کے ملنے سے موسیٰ علیہ السلام جو کہ مہلک فرعون تھے پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ کہا کہ

من چو ابرم تو زمین موسیٰ نبات	حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے	اللہ (تعالیٰ) شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

یعنی میں تو ابر ہوں اور تم زمین ہو اور موسیٰ نبات ہیں اور حق شہ شطرنج ہے اور ہم مات میں ہیں مات میں چونکہ نجومیوں نے کہا تھا کہ ایک لڑکا ہوگا اور اس کا یہ نام ہوگا ایسا ہوگا اس لئے ان کو نام معلوم تھا اسی سے انہوں نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نبات کی طرح ہیں اور بادشاہ کا حق ایک شطرنج کی طرح ہے اور ہم اس پر کھیل رہے تھے مگر کیا کریں ہار گئے اور حق شہ کو ہاتھ سے کھو بیٹھے مگر کیا کریں جو ہونا تھا ہو گیا اور کہا کہ

مات و برد از شاہ میدان اے عروس	آن مدان از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ	ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

یعنی اے دلہن مات اور بازی لے جانا یہ سب خدا کی طرف سے سمجھو اور اس کو ہم سے مت سمجھو اور ہم پر مذاق مت اڑاؤ مات اور برد سے مراد غالبیت اور مغلوبیت ہے حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ

از خداداں خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف او ست

اور وہی عمران بولے کہ

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو	ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا	اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

یعنی جس چیز سے کہ فرعون ڈرتا تھا وہ اس وقت ہست ہو گئی جبکہ میں تمہارے قرین ہوا مطلب یہ کہ آثار سے معلوم ہو گیا کہ علوق ہو گیا اور ایک علامت سب سے زیادہ یہ تھی کہ وہ ہونگے تو بنی اسرائیل میں سے اور بنی اسرائیل کا کوئی مرد عورت کے پاس نہیں ہے بلکہ عورتیں گھر میں اور وہ سب میدان میں ہیں۔ صرف ایک ہم دونوں میاں بیوی ہی قرین ہوئے ہیں تو یقیناً ہم سے ہی وہ پیدا ہونگے اس کے بعد یہ فرمایا کہ۔

عمران کا اپنی زوجہ کو بعد ان سے مجامعت کرنے کے وصیت فرمانا

وا مگرد ان ہیچ زینہا دم مزن	تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا اس بارے میں دم نہ مارنا	تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

یعنی واپس ہو جاؤ اور کسی سے ذکر مت کرنا تاکہ کہیں مجھ پر اور تم پر سو بلائیں نہ آویں۔ اس لئے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا تو کیوں کوئی ان کو زندہ چھوڑتا اور یہ کہا کہ

عاقبت پیدا شود آثار این	چوں علامتہا رسد اے نازنین
انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے	اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی

یعنی اے نازنین آخر کار اس کے آثار تو ظاہر ہوں گے ہی جبکہ علامتیں ظاہر ہوں گی مطلب یہ کہ تم کسی سے ذکر مت کرنا اگر چہ یہ بات پوشیدہ رہنے والی نہیں ہے مگر تم اپنی طرف سے پوشیدہ ہی رکھنا یہ وصیت کر کے ان کو تو روانہ کیا ادھر میدان میں یہ ہوا کہ

در زمان از سوئے میدان نعرہا	می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے	لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

یعنی اسی وقت میدان کی طرف سے مخلوق کے نعرے آئے اور ہوا پر ہو گئے یعنی ہوا میں لوگوں کے غل مچانے کی آواز آئی۔

شاہ ازان ہیبت بروں جست آں زمان	پا برہنہ کایں چہ غلغہاست ہان
شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا	ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیا ہے؟

یعنی بادشاہ ان کے خوف سے ننگے پاؤں اسی وقت باہر نکل آیا کہ ارے یہ کیا شور ہیں۔

از سوئے میدان چہ بانگ است و غریو	کز نہیبش می رمد جنی و دیو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟	کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

یعنی میدان کی طرف سے کیا شور اور غل ہے کہ جس کی آواز سے جن اور دیو سب بھاگتے ہیں۔

گفت عمران شاہ مارا مر باد	قوم اسرائیلیا نند از تو شاد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو	اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

یعنی عمران بولے کہ ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو یہ قوم بنی اسرائیل آپ سے خوش ہیں۔

از عطائے شاہ شادی میکنند	رقص می آرند و کفہا می زنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں	ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

یعنی آپ کی عطا کی وجہ سے خوشی کر رہے ہیں اور ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں (بس اسی کا غل ہے یہ کہتے نہیں کہ یہ ساری میری حرکت ہے۔

فرعون کا اس شور و غل کی آواز سے خوف کرنا

گفت باشد کایں بود اما ولیک	وہم و اندیشہ مرا پر کرد و نیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو لیکن	وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

یعنی فرعون نے کہا کہ شاید یہی ہو لیکن (اس نے) میرے وہم اور اندیشہ کو پر کر دیا ہے اور زیادہ یعنی مجھے تو توہمات آرہے ہیں اور خوف طاری ہے۔

این صدا حال مرا تغییر کرد	از غم و اندوہ تلخم پیر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے	غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

یعنی (فرعون بولا) کہ اس آواز نے تو میری حالت متغیر کر دی غم و اندوہ تلخ نے مجھ کو بڈھا بنا دیا مطلب یہ کہ اس آواز سے تو مجھے بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور اس وقت حالت یہ تھی کہ۔

پیش می آمد سپس می رفت شہ	جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا	تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح رہا

یعنی کبھی آگے آتا تھا اور کبھی پیچھے جاتا تھا وہ بادشاہ ساری رات (اس کی یہ حالت رہی) جیسے کہ حاملہ دردزہ کے وقت یعنی بہت ہی بے چین رہا۔

ہر زمان میگفت اے عمران مرا	سخت از جا بردہ است ایں نعرہا
ہر لمحہ کہتا' اے عمران! مجھے	ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

یعنی ہر گھڑی یہی کہتا تھا کہ اے عمران یہ نعرے تو مجھے بالکل اپنی جگہ سے لے گئے مطلب یہ کہ مجھے تو ان نعروں نے ازخو۔ .تہ بنا دیا ہے۔

زہرہ نے عمران مسکین را کہ تا	باز گوید اختلاط جفت را
عمران بے چارے کا دل گردہ نہ تھا کہ	بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

یعنی عمران مسکین کو اتنی تاب نہ تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ اس اختلاط کو بیان کر دیں اس لئے کہ اگر ذرا زبان سے نکالا اور مارے گئے لہذا بے چارے خاموش تھے اور دوسرے بہانے کر رہے تھے۔

چوں زن عمران بعمران در خزید	تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی	یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

یعنی جبکہ عمران کی بیوی عمران کے ساتھ ملیں یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ ظاہر ہو گیا اور نطفہ رہ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر پیمبر کاندر آید در رحم	نجم او بر چرخ گردد منتجم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے	اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

یعنی جو پیمبر کہ رحم میں آتے ہیں ان کا ستارہ آسمان پر روشن ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ جب کوئی پیمبر پیدا ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ستارہ تو نکلتا ہی ہے اسی کو کہہ دینگے کہ یہ ستارہ نکل آیا مگر مولانا قواعد نجوم پر فرمارہے ہیں خیر ہوگا غرضکہ نجومیوں نے دیکھ لیا کہ علوق ہو گیا آگے فرعون کا خبر کے لئے عمران کو میدان میں بھیجنا اور ان کا ظاہر میں نجومیوں پر خفا ہونا کہ تم نے انتظام کیوں نہ کیا اور پھر فرعون کی ان لوگوں پر خفگی بیان فرمادیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ستارہ کا آسمان پر ظاہر ہو جانا اور نجومیوں کا شور کرنا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش	کوری فرعون و مکر و چارہ اش
آسمان پر ان (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا	فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

یعنی ان کا (موسیٰ علیہ السلام کا) ستارہ آسمان پر فرعون کے مکر اور اس کے چارہ کے خلاف ظاہر ہو گیا۔ یعنی جو کچھ کہ تدابیر انہوں نے کی تھیں ان سب کے خلاف وہ ستارہ نکل آیا یعنی علوق ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: فرعون بنی اسرائیل کو میدان میں چھوڑ کر رات کے وقت خود گھر میں واپس آ گیا۔ اور خوش تھا کہ یہ رات حمل کی ہے اور بنی اسرائیل اپنی عورتوں سے الگ ہیں پس حمل نہیں قرار پاسکتا۔ عمران جو اس کے خزانچی تھے وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں آ گئے تھے۔ فرعون نے ان سے کہا کہ تم ہماری ڈیوڑھی ہی پر سونا اور نہ بیوی کے پاس جانا نہ اس سے صحبت کرنا انہوں نے کہا بہت بہتر ہے میں حضور ہی کے دولت خانہ پر سوؤں گا اور آپ کے خلاف مرضی کام کا تصور تک نہ آنے دوں گا حالانکہ عمران بھی اسرائیل تھے لیکن فرعون ان کو دل و جان کی طرح عزیز رکھتا تھا یہ محض خدا کی قدرت تھی کہ بنی اسرائیل کا دشمن اور ان کی ذلت کا خواستگار ایک اسرائیلی کو اتنا چاہے کہ بتقدیر الٰہی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا اور ان پر اس کو اتنا اعتماد تھا کہ اس کو اس کا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ میری نافرمانی کریں گے اور وہ کام کریں گے جس میں میری جان کے لئے خطرہ ہو اور وہ ان کی اور ان کے افعال کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اس لئے ان کی نگرانی کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا اور صرف یاد دہانی پر اکتفا کیا لیکن یہ مقدمہ تھا اس کی حالت کی سزا کا جو اس کو ان پر اتنا اعتماد ہو گیا وہ تقدیر الٰہی جس کا ظہور عنقریب ہونے

والا ہے عاد اور ثمود کی طرح اس کے خیال میں بھی نہ تھی اور اس کو خطرہ نہ ہوتا تھا کہ عمران میری تباہی کا ذریعہ بنیں گے خیر وہ تو ان کو ہدایت کر کے محل السراء میں چلا گیا اور یہ ڈیوڑھی پر سو گئے جب آدھی رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو چپکے چپکے ان کی بیوی ان کے پاس آ پہنچی اور آ کر ان کے اوپر لیٹ گئی اور منہ چومنا شروع کیا اور نیند جوان کے سر میں بھری ہوئی تھی اس سے ان کو بیدار کیا جب وہ جاگے تو بیوی کو خوب دلربا صورت میں دیکھا یہ دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور چٹا چٹ بوسے لینے شروع کئے اور بوسوں کا تار باندھ دیا اور کہا کہ اس وقت تم کیسے آ گئیں انہوں نے کہا کہ آپ کی محبت اور تقدیر الٰہی کھینچ لائی انہوں نے اپنے کو بہت روکنا چاہا مگر رک نہ سکے بالآخر ان کو بقصد ہمبستری آغوش میں لیا اور ان سے ہم صحبت ہوئے اور امانت کو ان کے سپرد کیا یعنی حمل قرار پا گیا جب فراغت ہوئی تو ہوش آیا اور کہا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی دیکھو یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ وہ آگ جو بادشاہ اور اس کے ملک کو پھونک دی گئی نیز میری مثال ایسی سمجھو جیسے ابر اور اپنی ایسی جیسے زمیں اور جو بچہ پیدا ہو گا وہ ایک پودے کی مثل ہے۔ ایضاً بادشاہ کا حق بمنزلہ شطرنج کے تھا۔ اور ہم بازی جیتے اور حق شاہ کو ملحوظ رہنے کی کوشش کر رہے تھے مگر نہ جیت سکے بلکہ مات ہو گئے ہماری ہار جیت سب حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے یہ محض تقدیر الٰہی تھی اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہ تھا لہذا پچھتانے کی کوئی بات نہیں جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوا اور جس کا بادشاہ کو خطرہ تھا وہ اب جبکہ میں تم سے ہم صحبت ہوا وجود میں آ گیا یعنی تم کو حمل رہ گیا جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ اب تم واپس ہو جاؤ اور دیکھو خبردار ان واقعات کی کسی کو اطلاع نہ ہوتا کہ میں اور تم دونوں مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ گو بالکل تو چھپ نہیں سکتا کیونکہ جب اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی جو منجمین نے سمجھ رکھی ہیں تو ان سے اس کا اجمالی علم ہو ہی جائے گا۔ یہ روانہ ہوئیں اور ادھر میدان کی طرف سے آوازیں اٹھیں اور ہوا میں گونجنے لگیں بادشاہ خوف زدہ ہو کر ننگے پاؤں باہر دوڑا اور کہا کہ دیکھو تو یہ کیا شور ہے اور میدان کی طرف سے یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں جن کی ہیبت سے بھوت اور جن بھی بھاگتے ہیں عمران نے کہا کہ حضور کی عمر دراز ہو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیلی لوگ چونکہ آپ سے خوش ہیں اس لئے وہ عطائے شاہی سے خوش ہو کر ناچتے اور تالیاں بجاتے ہوں گے اس نے کہا ممکن ہے یہ ہی ہو لیکن مجھے تو طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور اس آواز نے میری حالت دگرگوں کر دی ہے اور غم اور ناگوار رنج پہنچا کر مجھے بڈھا کر دیا ہے اس کی عجیب حالت تھی کبھی باہر آتا تھا اور کبھی اندر جاتا تھا اور تمام رات یوں بے قرار تھا جیسے حاملہ دردزہ کے وقت ہوتی ہے اور ہر وقت یہی کہتا تھا کہ اے عمران ان آوازوں نے تو مجھے نہایت بے چین کر رکھا ہے عمران کی کیا طاقت تھی کہ وہ صاف صاف کہہ دے کہ جب میری بیوی میرے پاس گھس آئی تو میں اس سے ہم صحبت ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمل رہ گیا اور موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا یہ اس کا شور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر شکم مادر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو ان کا ستارہ آسمان پر ظاہر ہوتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں آ گئے تو فرعون اور اس کی تدبیروں اور چالوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کا

ستارہ بھی طالع ہو گیا اور کسی کے روکے نہ رک سکا۔

شرح شبّیری

روز شد گفتش کہ اے عمران برو	واقف آن غلغل و آن بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا	اُس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

یعنی دن ہو گیا تو ان سے (عمران سے) فرعون نے کہا کہ عمران جاؤ اور اس شور وغل سے واقف ہو (کہ کس وجہ سے یہ شور وغل ہو رہا تھا۔

راند عمران جانب میدان وگفت	ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا	یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

یعنی عمران میدان کی طرف گئے اور بولے کہ یہ کیا غل تھا کہ بادشاہ کو نیند تک نہیں آئی۔

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک	ہمچو اصحاب عزا برفرق خاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے	ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

یعنی ہر نجومی پھٹے کپڑے ننگے سر اور ماتم والوں کی طرح سر پر خاک ڈالے ہوئے (تھا)

ہمچو اصحاب عزا آواز شان	بد گرفتہ از فغان و سازشان
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز	چلانے سے رندھ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

یعنی ماتم والوں کی طرح ان کے اس فعل (ماتم) اور فغاں سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی۔

ریش و مو برکندہ رو بدریدگان	خاک بر سر کردہ پرخون دیدگان
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے	سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پرخون

یعنی داڑھی اور بال (سر کے) اکھاڑے ہوئے اور منہ کو نوچے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے اور آنکھیں پرخون غرضکہ مصیبت کے مارے بے چاروں کی عجب حالت اور کیفیت ہو رہی تھی۔

گفت خیر ست ایں چہ آشوب ست حال	بد نشانی مید ہد منحوس سال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟	منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

یعنی عمران بولے کہ یہ کیا آشفتہ حال ہے اور بری نشانی منحوس سال کو دیتی ہے مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ یہ بری صورت بنالینا بھی سبب سال کی نحوست کا ہوتا ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ ایسی صورت نہ بناؤ۔

عذر آوردند و گفتند اے امیر	کرد مارا دست تقدیرش اسیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!	ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنا لیا

یعنی سب نے عذر کیا اور سب نے کہا کہ اے امیر ہم کو اس کی تقدیر نے قید کر دیا تقدیرش کی شین کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف ہے اگر کہا جاوے کہ وہ تو خدا کے قائل بھی نہ تھے پھر یہ جواب انہوں نے کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مولانا کے ہیں مولانا ان سے روایت بالمعنی کر رہے ہیں ان کے الفاظ کچھ اور ہونگے غرضکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم عاجز ہو گئے اور جو ہم نے انتظام کیا تھا اس میں ناکامیاب رہے۔

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد	دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا	بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

یعنی ہم نے یہ سب کچھ انتظام کیا مگر سلطنت زوال میں آ گئی اور روشن شاہ ہست ہو گیا اور غالب ہو گیا (اور ہماری کچھ نہ چلی تف ہے نالائقو تم پر بھلا خدا کی پناہ بندے ہو کر خدا کا مقابلہ اللھم احفظنا آخر ناکام نہ ہوتے تو کیا ہوتا) اور بولے کہ۔

شب ستارہ آن پسر آمد عیان	کوری ما بر جبین آسمان
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا	آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

یعنی اس لڑکے کا ستارہ رات آسمان کی جبین پر ہمارے خلاف ظاہر ہو ہی گیا۔

زد ستارہ آن پیمبر بر سما	ما ستارہ بار گشتیم از بکا
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا	ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

یعنی اس پیمبر کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو گیا اور ہم بکا کی وجہ سے ستارہ بار ہوئے یعنی ادھر وہ ستارہ نکلا اور ہم نے آنسو برسانا شروع کئے ان کو ستاروں سے تشبیہ دیدی جب وہ کہہ چکے عمران بولے کہ۔

بادل خوش شاد عمران وز نفاق	دست بر سر می بزد کاہ الفراق
عمرانؑ خوش دلی کے ساتھ ' نفاق سے	سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

یعنی عمران دل سے تو خوش تھے اور نفاق سے انہوں نے سر پر ہاتھ مارا کہ افسوس فراق (سلطنت) مطلب یہ کہ عمران کو تو معلوم تھا کہ یہ میرا ہی لڑکا ہوگا تو وہ خوش تھے کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ میرے گھر میں ہوگا اس لئے کہ جو سلطنت فرعونی کو تہ و بالا کرے وہ خود بھی تو بادشاہ ہونا چاہئے اس لئے دل میں تو خوش تھے کہ سلطنت میرے گھر میں آوے گی مگر ظاہر میں ان کے دکھانے کو سر پیٹ لیا اور بہت افسوس کیا۔

کرد عمران خویش پر خشم و ترش	رفت چوں دیوانگاں بیعقل و ہش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا	دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

یعنی عمران نے اپنے کو پر خشم اور ترش بنالیا اور دیوانوں کی طرح بے عقل و ہوش ہو کر روانہ ہو گئے۔

خویشتن را اعجمی کرد و براند	گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا	مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

یعنی اپنے کو نادان بنالیا اور چل دیئے اور جماعت (نجومیوں) کو بہت سخت سست کہا۔

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او	نرد ہائے باز گونہ باخت او
اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا	اس نے الٹی چال چلی

یعنی انہوں نے اپنے کو ترش اور غمگین بنالیا اور الٹی نرد انہوں نے کھیلی مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے کو بہ تکلف غصہ ور بنایا اور نجومیوں کو بہت برا بھلا کہا اور دل میں خوش تھے تو الٹی بات کر رہے تھے کہ تھے خوش اور بنے ناخوش اور نجومیوں سے کہا کہ۔

گفت شاں شاہ مرا بفریفتید	از خیانت وز طمع نشکفتید
بولا تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا	خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

یعنی ان سے کہا کہ تم نے میرے بادشاہ کو دھوکہ دیا اور خیانت اور طمع سے صبر نہ کر سکے۔

سوئے میدان شاہ را انگیختید	آبروئے شاہ مارا ریختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے	تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

یعنی ہمارے بادشاہ کو تم نے میدان کی طرف برانگیختہ کیا اور ہمارے بادشاہ کی آبروریزی کی۔ اس لئے کہ جو اس کو سنے وہ یہی کہے کہ کچھ کر تو نہ لیا سارا انتظام دھرا رہ گیا۔

دست بر سینہ نہادید از ضمان	شاہ را مافارغ آریم از غمان
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا	(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

یعنی تم نے ضمانت سے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہم بادشاہ کو غموں سے فارغ کریں گے۔

عاقبت زرہا تلف شد کار خام	شد برفرعون و برخواندش تمام
آخر کار روپیہ برباد ہوا کام ادھورا (رہا)	فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب (قصہ) سنا دیا

یعنی آخر تمام روپیہ فضول گیا اور کام کچا رہا (ان کو یہ کہا اور خود) بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ اور وہ سب اس

سے کہہ دیا روپیہ وہ ضائع ہوا جو اس انتظام میں خرچ ہوا اور بنی اسرائیل کو انعام میں دیا گیا تو اس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ	خواند ایشاں را ز خشم آن روتباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا	ان کو اس روتباہ نے غصہ سے بلایا

یعنی جب فرعون نے سنا تو غصہ سے اس کا منہ سیاہ ہو گیا اور ان نجومیوں کو اس دین تباہ نے غصہ میں بلایا مطلب یہ کہ سخت غم ہوا۔

گفت ایشانرا کہ ہیں اے خائنان	من بر آویزم شمارا بے امان
(شاہ نے) ان (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!	میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

یعنی ان سے بولا کہ ارے دغا بازو میں تمہیں (دار پر) بے امان کے لٹکا دوں گا۔

خویش را در مضحکہ انداختیم	مالہا با دشمناں در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی	مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

یعنی اپنے کو ہم نے مضحکہ میں ڈالا (کہ میدان میں گئے اور) اموال دشمنوں (بنی اسرائیل) کو ہم نے دیئے۔

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیان	دور ماندند از ملاقات زنان
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی	بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

یعنی یہاں تک کہ آج کی رات سارے بنی اسرائیل عورتوں سے ملنے سے دور رہے (مگر)

مال رفت و آبرو در کار خام	ابن بود یاری و افعال کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)	(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

یعنی ایک کچے کام میں مال بھی گیا اور آبرو بھی گئی ارے کیا بھلے آدمیوں کی ایسی ہی مدد اور ایسے ہی افعال ہوتے ہیں۔

سالہا ادرارو خلعت میبرید	مملکتہا را مسلم مے خورید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو	پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

یعنی سالہا سال سے تم نے وظیفے اور خلعت لئے جاتے ہو اور سالم ملکوں (کی جاگیروں) کو کھا جاتے ہو۔

از برائے آنکہ درروزے چنین	فہم گرد آرید و گردیدم معین
اسی لئے کہ اس طرح کے دن	سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

یعنی اس لئے تا کہ ایسے دن میں تم سمجھ سے کام لو اور میرے مددگار بنو۔

رائے تان این بود و فرہنگ و نجوم	طبل خوارانید و مکاریدو شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!	تم پیٹو اور مکار اور بدبخت ہو

یعنی کیا تمہاری یہی عقل اور دانائی اور نجوم ہے بس تم طبل خوار ہو اور مکار ہو اور منحوس ہو۔

من شمارا بردرم آتش زنم	گوش و بینی ولبان تان بر کنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا' پھونک دوں گا	تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

یعنی تم کو چیر ڈالوں گا اور آگ لگا دوں گا اور تمہارے کان اور ناک اور لب سب اکھڑوا دوں گا۔

عیش رفتہ برشمانا خوش کنم	من شمارا ہیزم آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کردوں گا	میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

یعنی گذشتہ عیش میں تم پر ناخوش کردوں گا اور میں تم کو آگ کا ایندھن بنا دوں گا۔

(سبحان اللہ ذراہٹ جا غصہ آ رہا ہے بھلا اس الو سے کوئی پوچھے کہ ارے نالائق تو جو غصہ کر رہا ہے تو بھلا ان کی کیا خطا خدا کے آگے کسی کی چلی ہے جو آج ان کی چلتی مگر خدا بچاوے تکبر اور جہل سے کہ اس کمبخت خبیث کو کچھ نہ سوجھتا تھا خیر یہ تو غصہ کر چکا۔

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو	گر یکے کرت زما چربید دیو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!	اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

یعنی سب نے سجدہ کیا اور سب نے کہا کہ اے سردار اگر ایک مرتبہ ہم پر شیطان غالب آ گیا (تو کیا ہے اس لئے کہ)

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم	وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں	جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

یعنی سالہا سال تک ہم نے بلاؤں کو دفع کیا ہے اور جن اشیاء سے کہ وہم حیران تھا ہم نے کی ہیں۔

فوت شدا زما و حملش شد پدید	نطفہ اش برجست ورحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا	اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

یعنی ہم سے چوک گیا اور اسکا حمل ظاہر ہو گیا اور نطفہ کودا اور رحم کے اندر گھس گیا (تو خیر یہ وقت تو نکل گیا اور چوک گیا)

لیک استغفار این روز و لاد	مانگہداریم اے شاہ قباد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی	اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

یعنی لیکن اس کے تدارک میں اے شاہ قباد ہم روز ولادت کی حفاظت کریں گے۔

روز میلادش رصد بندیم ما	تا نگردد فوت ونجہد این قضا
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے	تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

یعنی اس کی ولادت کے دن ہم رصد بندی کریں گے تاکہ کہیں یہ قضا بھی فوت نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہم خوب رصد بندی کر کے ٹھیک وقت پر ایسا انتظام کریں گے کہ یہ حکم قضا نافذ نہ ہو سکے گا تو اس وقت تک ہم کو مہلت دی جاوے۔

گر نداریم این نگہ مارا بکش	اے غلام رائے تو افکار وہش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا	اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

یعنی اگر ہم اس کی حفاظت نہ کر سکیں تو ہم کو مار ڈالنا اے وہ شخص کہ تیری رائے کے تمام افکار وہوش غلام ہیں مطلب یہ کہ آپ تو بڑے عاقل ہیں سمجھ لیجئے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا معاف فرمائیے ہاں اگر دوسری مرتبہ ہم ناکام رہیں تو بیشک سزائے موت دینا۔

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز	تا نہ پرد تیر حکم خصم دوز
وہ تو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا	تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

یعنی نو ماہ تک وہ ایک ایک دن گنتا تھا تاکہ حکم دشمن دوز کہیں نافذ نہ ہو جاوے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون مکان برلامکان حملہ برد	خون خود ریزد بلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے	اپنا خون کرتا ہے مصیبتیں خریدتا ہے

یعنی جبکہ سوت لاہوت پر حملہ کرے تو اپنا ہی خون گراتا ہے اور بلاؤں کو خریدتا ہے اور قضا حکم لاہوت سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا گویا کہ لاہوت پر حملہ کرنا ہے تو جو ناسوت لاہوت کا مقابلہ کرے اس کا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہلاک ناسوت ہوگا آگے خود اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ۔

برقضا ہر کو شب خون آورد	سرنگون آید ز خون خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے	اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

یعنی قضا پر جو کوئی کہ شب خون مارے (یعنی اس کا مقابلہ کرے) تو وہ سرنگوں آدے گا اور اپنے خون سے کھاوے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین با آسمان خصمی کند	شور گردد سر ز مرگے برزند
جب زمین، آسمان سے دشمنی کرے	بنجر بن جاتی ہے موت سے ٹکراتی ہے

یعنی زمین جب آسمان کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ شورہ ہو جاوے گی اور سر ایک موت سے بھڑا رہی ہے مطلب یہ کہ جو اپنے سے غالب سے مقابلہ کرے وہ آخر ہلاک ہی ہوگا دوسری مثال یہ ہے کہ

نقش بانقاش چون پنجہ زند	سبلتان وریش خود برمی برکند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے	اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

یعنی جو نقش کہ نقاش کے ساتھ پنجہ کرے وہ اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی کو اکھاڑتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ اس کا مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت وہلاک کردے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت وہلاک کردے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ حق وقضا کرے وہ بھی بجز اس کے کہ ہلاک ہو اور کیا ہوگا خیر وہ تو جو ہوا گزر گیا۔ اب بعد نو ماہ کے فرعون نے اون عورتوں کو جمع کیا جن کے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بچے پیدا ہوئے تھے تا کہ سب بچوں کو قتل کردے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں اللہ اکبر دیکھنا یہ ہے کہ اس نے کیسے کیسے انتظام کئے کہ اس سے زیادہ کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر قدرت حق کے آگے آخر کچھ نہ چلا اور عاجز ہی رہا۔ بس دیکھ لو وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اس طرح عاجز کردیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: رات بھر تو پریشان رہا اور کسی مصلحت سے رات کو تفتیش نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو کہا اے عمران جاؤ اور ان آوازوں اور شوروں کا سبب معلوم کرو عمران میدان میں گئے اور جا کر کہا کہ یہ کیا شور تھا بادشاہ نے اسے سنا ہے اور مجھے تحقیق کیلئے بھیجا ہے ہر منجم ننگے سر تھا کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اہل ماتم کی طرح سر پر خاک ڈال رکھی تھی اور فریاد کرنے اور مل کر شور کرنے سے اہل ماتم کی طرح آوازیں بیٹھ گئی تھیں۔ داڑھیاں اور بال نچے ہوئے تھے ناخنوں سے منہ نچا ہوا تھا سر پر خاک پڑی ہوئی تھی آنکھوں میں خون کے آنسو بھرے ہوئے تھے جب ان کی یہ حالت تفصیلی طور پر دیکھی تو کہا کہ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی ہے اور تم نے یہ حالت کیوں بنائی ہے یہ منحوس سال تو بڑی نشانیاں دکھلا رہا ہے خدا خیر کرے یہ سن کر سب نے معذرت کی اور کہا کہ ہم تقدیر کے پنجہ میں پھنس گئے ہم نے سب کچھ کیا لیکن سلطنت مکدر ہوگئی اور بادشاہ کا دشمن پیدا ہوگیا اور غالب آ گیا اور ہماری آنکھوں میں دھول ڈال کر اس بچہ کا ستارہ آسمان کی پیشانی پر نمودار ہوگیا چونکہ وہ ستارہ آسمان پر طلوع ہوگیا ہے اس لئے ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر ستارہ (آنسو) برسا رہے ہیں عمران دل میں تو خوش تھے مگر بناوٹ سے سر پر دو ہتڑ مارے اور کہا ہائے سلطنت کی مفارقت عمران نے اپنی صورت غصہ اور خفگی کی بنائی اور جیسے دیوانے بے

ہوش وحواس ہوتے ہیں اس طرح آگے بڑھے اور اپنے کو انجام بنا کر ان کی طرف چلے اور اس مجمع کو بہت کچھ سخت دست کہا وہ اپنے کو غصہ ورد مغموم بنا کر الٹی چال چل رہے تھے یعنی ان کو فریب دے رہے تھے۔ تا کہ کوئی تاڑ نہ جائے کہ یہی حضرت ہیں جن کی بدولت یہ آفت آئی ہے اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے میرے بادشاہ کو بڑا دھوکا دیا کمبخو پاجیو تم اس وقت بھی خیانت اور طمع سے باز نہ رہے تم نے بادشاہ کو میدان میں لا کر اس کی توہین کی کیونکہ جب یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ جس غرض سے میدان میں گئے تھے وہ غرض پوری نہ ہوئی تو بادشاہ کی تدبیر اور اس کے اقتدار پر کتنا بڑا حرف آئے گا تم نے اس وقت سینہ ٹھوک کر کہا تھا کہ ہم بادشاہ کو فکر سے نجات دیں گے اب کیا ہوئی تمہاری تدبیر۔ روپیہ بھی مفت میں برباد ہوا اور کام بھی بگڑ رہا۔ غرض ان کو خوب ڈانٹا اور جو جی میں آیا کہا اس کے بعد بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے پورا واقعہ بیان کیا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو مارے رنج کے چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور اس بے ایمان نے غیظ میں آ کر منجمین وغیرہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ او بے ایمانو میں تم کو سولی پر لٹکاؤں گا تمہارے کہنے سے میں نے اپنا مضحکہ کیا دشمنوں کو مال و دولت دی حتیٰ کہ اسرائیلی آج رات کو اپنی عورتوں سے الگ رہے پھر یہ واقعہ کیوں ہوا میرا مال بھی برباد ہوا آبرو میں بھی بٹہ آیا اور کام کا کام بگڑ رہا کیا دوستی اسی کے معنی ہیں اور بھلے مانسوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں برس گزر گئے کہ تم مجھ سے تنخواہیں اور خلعتیں لے رہے ہو اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے برابر جاگیریں مسلم کھا رہے ہو یہ سب اسی لئے تو کہ تم آڑے وقت میں اپنے خیالات منتشرہ کو جمع کر کے معاملہ پر غور کرو اور میری اعانت کرو یہی تمہاری رائے تھی یہ ہی تمہاری عقل تھی اور یہی تمہارا نجوم تھا تم کسی کام کے نہیں فقط کھانے والے اور مکار اور منحوس ہو میں تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا تم کو آگ لگا دوں گا تمہارے ناک کان ہونٹ سب اکھڑوا دوں گا میں تم کو آگ میں جھونک دوں گا اور تمہارے سارے گذشتہ عیش کو مکدر کر دوں گا تم کیا بھولے ہوئے ہو۔ عتاب شاہی کو سن کر سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ جہاں پناہ اگر ایک مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شیطان ہم پر غالب آ گیا ہے تو حضور معاف فرما دیں آخر برسوں تک بلاؤں کو دفع بھی تو ہمیں نے کیا ہے اور وہ وہ کام کئے ہیں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتے خیر اب تو بات ہاتھ سے نکل گئی اور حمل ظاہر ہو گیا۔ اور نطفہ نکل کر رحم میں پہنچ گیا لیکن پیدائش کے دن اس کی تلافی کا خیال رکھیں گے جب ولادت کا دن ہوگا اس وقت خوب رصد قائم کریں گے اور نہایت غور سے ستاروں کو دیکھیں گے تا کہ بات ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تقدیر پردہ خفا سے منصۂ ظہور پر جلوہ گر نہ ہو جائے اگر ہم اس کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم واقعی گردن زدنی ہیں۔ حضور جو اس قدر دانا ہیں کہ دیگر افکار اور ہوش حضور کی رائے کے غلام ہیں ہم کو فوراً مار ڈالیں خیر یہ واقعہ تو رفت گذشت ہوا لیکن اس کا خیال اس کی طبیعت میں سے نہ گیا۔ وہ نو مہینہ تک ایک ایک دن گنتا رہا کہ مبادا دشمن کو بیند ھنے والا تیر قضا نہ چل جاوے لیکن کیا اس سے

قضا الٰہی رک سکتی تھی ہرگز نہیں جو شخص قضا الٰہی پر شبخون مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو مٹانا چاہتا ہے وہ خود سر کے بل گرتا اور اپنا خون پیتا ہے اور جب ناسوت لاہوت پر حملہ کرتا ہے تو خود اپنے ہی کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے ہی لئے بلائیں مول لیتا ہے جب زمین آسمان کے ساتھ مخالفت کرتی ہے تو خود ہی شور ہوتی اور موت سے ٹکراتی ہے جب مصنوع صانع سے پنجہ کرتا ہے تو خود اپنی ہی ڈاڑھی اور مونچھیں اکھیڑتا ہے غرضکہ جب مخلوق خلق کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور حکم الٰہی کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

شرح شبّیری

فرعون کا میدان کی طرف بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکر سے بلانا جو کہ زانیدہ تھیں

بعد نہ مہ شہ برون آورد تخت	سوئے میدان و منادی کرد سخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا	میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

یعنی نو ماہ بعد بادشاہ نے میدان کی طرف تخت (پھر) نکالا اور بہت سخت منادی کی۔

بار دیگر شد منادی سوئے شہر	کاے زنان از دہرمی یابید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا	کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

یعنی دوسری مرتبہ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ اے عورتو تم زمانہ سے حصہ حاصل کر دیعنی تم بھی اس مرتبہ انعام لو۔

کاے زنان باطفلگان میدان روید	تاز داد و بخششم شادان شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو	تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

یعنی (اس نے یہ منادی کرائی کہ) اے عورتو بچوں سمیت میدان میں جاؤ تاکہ میری بخشش اور انصاف سے خوش ہو۔

آں چناں کہ پار مردان را رسید	خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا	شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

یعنی جیسے کہ پارسال مردوں کو خلعتیں ملی تھیں اور ہر ایک نے ان میں سے روپیہ کھینچا تھا۔

ہیں زنان امسال اقبال شماست	تا بیابد ہر یکے چیزے کہ خواست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیبہ ہے	تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

یعنی اری عورتو اب کے سال تمہارا اقبال ہے تا کہ ہر کوئی وہ پائے جو وہ چاہے

مر زنان راخلعت وحلیت دہند	کود کان را ہم کلاہ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے	بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

یعنی عورتوں کو جوڑے اور زیور دینگے اور بچوں کو سنہری ٹوپیاں سر پر رکھیں گے۔

ہر کہ او این ماہ زائیدست ہیں	گنجہا گیرد زمن بے شک یقین
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے	یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

یعنی جو عورت کہ اس مہینے میں جنی ہے ارے وہ تو مجھ سے بیشک اور یقیناً خزانہ کے خزانہ لے لے گی۔

آن زنان باطفلگان بیرون شدند	شادمان تا خیمۂ شہ آمدند
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں	خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آ گئیں

یعنی وہ عورتیں معہ بچوں کے باہر گئیں اور خوش خوش خیمہ شاہ تک آ پہنچیں۔

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر	سوئے میدان غافل از دستان قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی	میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

یعنی ہر عورت نوزائیدہ شہر سے باہر میدان کی طرف چلی گئی اوران حالانکہ وہ قہر کے ہاتھوں سے غافل تھیں۔

چوں زنان جملہ بدو گرد آمدند	ہر چہ بود آن نر زمادر بستدند
جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں	جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

یعنی جب عورتیں سب اس کے گرد جمع ہو گئیں (تو اس خبیث نے یہ کہا کہ (جو جو لڑکے تھے ان کو ماؤں سے لے لیا (اور پھر اس سنگدل بے رحم خبیث پاجی نے یہ کیا کہ)

سر بریدندش کہ اینست احتیاط	تانہ زاید خصم ونفزاید خباط
اس کا سر قلم کر دیا کہ یہ احتیاط ہے	تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

یعنی ان سب کے سر کاٹ دیئے اور کہا کہ یہ احتیاط ہے تا کہ دشمن پیدا نہ ہو اور گڑ بڑ نہ پڑے مطلب یہ کہ حالت تو مقتضی صرف اس کو تھی کہ وہ بچے جو بالکل تازے پیدا ہوئے ہوں ان کو مارا جائے مگر احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ پہلے بچوں کو بھی قتل کیا جاوے لہذا اس کمبخت نے سب کو قتل کر دیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: نو مہینے کے بعد پھر تخت شاہی میدان میں لایا گیا اور سامان باہر نکالا گیا اور دوسری مرتبہ شہر میں یہ منادی کرائی گئی کہ اے وہ عورتو جن کی قسمت میں زمانہ نے دولت کا ایک بہت بڑا حصہ رکھا ہے تم اپنے چھوٹے بچوں سمیت میدان میں چلو تم کو شاہی عطیوں کے حاصل کرنے سے خوشی ہوگی بادشاہ تم پر یوں ہی دولت برسائیں گے جس طرح پارسال مردوں کو خلعت ملے تھے اور ہر شخص ان میں سے بہت سا سونا کھینچ لایا تھا دیکھو عورتو آج تمہاری خوش قسمتی کا دن ہے کہ ہر ایک کو اس کا مدعا حاصل ہوگا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا آج عورتوں کو خلعت فاخرہ اور زیور ملے گا اور بچوں کو کلاہ زرین پہنائی جاوے گی جن کے اس مہینہ میں بچہ پیدا ہوا ہے وہ چلیں اور بادشاہ سے خزانہ لیں یہ سن کر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر خوش خوش میدان کی جانب روانہ ہوگئیں اور بادشاہ کے خیمہ تک پہنچ گئیں غرض جس جس کے نیا بچہ ہوا تھا ان میں سے ایک بھی شہر میں نہ رہی سب باہر نکل کر میدان کی طرف چل دیں اور کسی کو بھی اس فریب آمیز قہر کا پتہ نہ چلا اور جبکہ وہ سب کی سب اکٹھی ہو جتنے لڑکے تھے سب کو ان کی ماؤں سے لے لیا گیا۔ اور ان کو ذبح کر دیا گیا اور سمجھا گیا کہ اس میں احتیاط ہے ایسا کرنے سے دشمن پیدا نہ ہوگا اور خرابی نہ پڑے گی۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہو جانا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر میں خبر سن کر خانہ تلاشی کیلئے آنا اور والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو الہام حق ہونا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو اس لئے کہ میں ان کی حفاظت کروں گا

خود زن عمران کہ موسیٰ زادہ بود	دامن اندر چید زان آشوب زود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ کو جنا تھا	اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

یعنی چونکہ زن عمران نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا تو انہوں نے اس آشوب سے جلدی سے دامن چنا یعنی انہوں نے چاہا کہ کہیں چھپ جائیں اس لئے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ وہ لڑکا وہی ہوگا جو کہ مجھ سے پیدا ہوگا لہذا ان کو فکر ہوئی کہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے ورنہ غضب ہو جاوے گا۔

بعد از ان دستان کہ آن سگ باز نان	کرد دیگر بین چہ آورد آن زمان
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے	کیا' پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

یعنی بعد اس مکر کے جو اس کتے نے عورتوں کے ساتھ کیا یہ دیکھو کہ اسی وقت دوسری کیا بات یعنی صرف اسی پر اکتفا نہ کی کہ سب کو جمع کر کے بچوں کو مار ڈالا بلکہ اس سور نے آگے بھی اور مکر کیا مکر کیا ہوتا ہے جس کو خدا بچاوے اس کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے اس کو جو تدابیر سوجھتی تھیں یہ بھی اس لئے تھیں کہ جس قدر زیادہ اس نے تدابیر کیں اسی قدر قدرت حق ظاہر ہوتی کہ دیکھ تو نے یہ یہ کیا مگر خبیث پھر تیرے ہی ہاتھوں ان کو پرورش کرایا تیرے ہی گھر میں رکھا ڈوب مر خبیث نالائق سچ یہ ہے کہ خدا کے آگے وہ کیا چل سکتا تھا ہار گیا آگے اس دوسرے مکر کو بیان فرماتے ہیں۔

آن زنان قابلہ در خانہا	بہر جاسوسی فرستاد آن دغا
دائیوں کو گھروں میں	اس (مجرم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

یعنی دائیوں کو جاسوسی کے لئے اس دغا باز نے گھروں میں بھیجا (کہ جا کر دیکھیں کہ شاید کوئی عورت نہ آئی ہو اور بچے کو چھپا رکھا ہو لہذا خبیث نے عورتوں سے جاسوسی کرائی)

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست	نامد او میدان کہ در وہم و شکیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے	جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) وہم اور شک میں ہے

یعنی ان (خبیثوں) نے شکایت کی کہ یہاں ایک بچہ ہے کہ وہ میدان میں نہیں آیا اس لئے کہ (اس کی ماں) وہم و شک میں ہے یعنی وہ خوف کے مارے گئی نہیں اور اس کے پاس بچہ ہے۔

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست	کودکے دارد ولیکن پرفنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے	جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

یعنی اس کوچہ میں ایک حسین عورت ہے کہ وہ ایک بچہ رکھتی ہے مگر ہے بڑی چالاک (کسی کو دینے والی ہے نہیں) پس یہ سنتے ہی اس نے سپاہیوں کو تلاشی کا حکم دیدیا اب قدرت دیکھئے کہ۔

پس عوانان آمدند او طفل را	در تنور انداخت از امر خدا
تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچہ کو	خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

یعنی جبکہ سپاہی آئے تو انہوں نے (والدۂ موسیٰ علیہ السلام نے) بچہ کو حکم خداوندی سے تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از دادگر	کہ ز نسل آن خلیل است ایں پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی	کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے عورت کو الہام ہوا کہ یہ لڑکا ان خلیل اللہ کی نسل سے ہے (لہذا)

در تنور انداز موسے را تو زود	تانگہدار یمش اندر نار و دود
تو موسیٰ کو فوراً تنور میں ڈال دے	تاکہ آگ اور دھوئیں میں اس کی حفاظت کروں

یعنی موسیٰ کو جلدی سے تنور میں ڈال دو۔ تاکہ اس آگ اور دھویں میں ہم اس کی حفاظت کریں۔

عصمت یانار کونی بارداً	لاتکون النار حر اشار دا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے	آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

یعنی یانار کونی برداً کی عصمت کی وجہ سے یہ آگ گرم اور تیز نہ ہوگی۔

زن بوحی انداخت او را در شرر	برتن موسیٰ نکرد آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا	آگ نے موسیٰ کے جسم پر اثر نہ کیا

یعنی عورت نے الہام کی وجہ سے ان کو شعلوں میں ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام کے بدن پر آگ نے اثر نہ کیا (اللہ اکبر کیا قدرت ہے پھر والدہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں کس قدر مضبوطی عطا فرمائی کہ ان کو الہام کے صحیح ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ جانب مخالف کا احتمال ضعیف بھی نہ ہوا اللہ اکبر تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اے اللہ ہم کو بھی ایسا ہی توکل عطا فرما آمین یارب العالمین) جب وہ تنور میں ڈال چکیں اس کے بعد یہ ہوا کہ۔

پس عوانان خوانہ را جستند زود	ہیچ طفلے اندران خانہ نبود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی	اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

یعنی پھر سپاہیوں نے گھر کی جلدی سے تلاشی لی تو اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا (اور تنور میں ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا تو سمجھتے کہ اچھا ہے جو چاہتے تھے کہ ناپید ہو جاوے وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ لہٰذا یہ ہوا کہ)

پس عوانان بے مراد آنسو شدند	باز غمازان کزان واقف بدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے	پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

یعنی پس سپاہی بے مراد اس طرف کو چلے گئے اور پھر تو چغلخوروں نے جو کہ اس سے واقف تھے۔

باعوانان ماجرا برداشتند	پیش فرعون از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا	فرعون کے سامنے، چند ٹکوں کی خاطر

یعنی سپاہیوں سے اس قصہ کو فرعون کے سامنے چند دانگوں کے لئے اٹھایا مطلب یہ کہ جب سپاہیوں کو وہاں کچھ نہ ملا تو وہ تو نامراد ہو کر واپس ہو گئے مگر جن لوگوں کو یہ قصہ معلوم تھا انہوں نے پھر بچہ کو دیکھا اس لئے کہ بعد جانے سپاہیوں کے والدہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نکال لیا تھا تو فرعون کے پاس پھر خبر پہنچی کہ وہ بچہ موجود ہے

اور یہ خبر اس لئے پہنچائی تا کہ کچھ مل جاوے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے اس خبر رسائی کے لئے کچھ انعام مقرر کیا ہو گا جب پھر خبر پہنچی تو فرعون نے کہا کہ۔

کاے عوانان باز گردید آن طرف	نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ	کوٹھڑیوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

یعنی کہ اے سپاہیو پھر وہاں جاؤ اور خوب اچھی طرح کھڑکیوں وغیرہ میں دیکھنا۔

باز گشتند آن عواناں جملگان	تا کہ موسیٰ را بجوئید آن زمان
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے	تا کہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

یعنی وہ سپاہی پھر سارے کے سارے اس طرف کو روانہ ہو گئے تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اسی وقت تلاش کریں (مگر وہ کب ملنے والے تھے ان کا محافظ تو حق تعالیٰ تھا)

والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو پھر الہام ہونا کہ ان کو پانی میں ڈال دو

باز وحی آمد کہ در آبش فگن	روئے در امید دار و مومکن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے	امید رکھ اور پریشان نہ ہو

یعنی پھر الہام ہوا کہ ان کو پانی میں ڈال دو اور توجہ اللہ میں رکھو اور بال مت اکھاڑو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے امید رحمت کی رکھو گھبراؤ مت۔

در فگن در نیلش و کن اعتمید	من ورا با تو رسانم رو سفید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر	میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچادوں گا

یعنی ارشاد ہوا کہ انؔ دریائے نیل میں ڈال دو اور (ہم پر) بھروسہ کرو میں ان کو تمہارے پاس رو سفید پہنچا دوں گا یعنی صحیح سالم تم تک پہنچ جاویں گے بس اس الہام کے ہوتے ہی۔

مادرش انداخت اندر رود نیل	کار را بگذاشت بانعم الوکیل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا	معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

یعنی ان کی والدۂ ماجدہ نے ان کو دریائے نیل میں ڈال کر کام کو نعم الوکیل پر چھوڑ دیا یعنی توکل کر کے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ اکبر یہ دیکھنے کی بات ہے کہ ایک عورت کو اپنے بچے کی نسبت اس طرح یقین ہو جاوے اور احتمال جانب مخالف کا نہ ہو آخر کوئی بتاوے کہ یہ کونسی قوت ہے ارے کیا یہ قوت مادہ کی ہے یا کس کی بس یہ قوت اس وحدہ لاشریک کی عنایت کردہ ہی ہے اور کسی کو یہ قدرت اور یہ طاقت نہیں ہے۔ فتعالیٰ اللہ عن

ذلک علوا کبیرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایان ندارد مکر ہاش	جملہ پیچیدہم در ساق و پاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر	سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

یعنی یہ گفتگو تو کہیں انتہا نہیں رکھتی اور اس فرعون کی فکر اس کی پنڈلی اور پاؤں میں لپٹ رہی تھی مطلب یہ کہ قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اب یہ بتاتے ہیں اس نے جو تدابیر کیں کہ موسے علیہ السلام ظاہر نہ ہوں اسی قدر اس کو پیچیدگیاں پیش آئیں اور اس کی احتیاط اور علم کی یہ حالت تھی۔

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں	خصم اندر صدر خانہ در دروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا	(اور) دشمن بیچ مکان میں در پردہ (موجود تھا)

یعنی وہ باہر سے لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا اور دشمن صدر خانہ کے اندر موجود تھے۔

از جنوں می کشت ہر جا بد جنین	از حیل آن کور چشم دور بین
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اس کو پاگل پن سے مار ڈالتا	تدبیروں سے ، وہ دوربین اندھا

یعنی جنوں کی وجہ سے جہاں کہیں جنین ہوتا اس کو وہ اندھا دوربین حیلہ کی وجہ سے قتل کرا دیتا تھا مطلب یہ کہ وہ جو کہ ظاہر میں تو بڑا عاقل اور دوربین تھا مگر حقیقت سے اندھا تھا تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا نعوذ باللہ منہ نعوذ باللہ منہ۔

اژدہا بد مکر فرعون عنود	مکر شاہان جہان را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا	جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

یعنی فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا کہ تمام شاہان عالم کی فکروں کو کھا گیا یعنی سب پر غالب آ کر ملکوں کو فتح کر چکا تھا اس قدر عاقل تھا۔

لیک آزں فرعون ترے آمد پدید	ہم و را ہم مکر او را در کشید
لیکن اس فرعون سے بالا تر پیدا ہو گیا	جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

یعنی لیکن ایک اس سے زیادہ فرعون ظاہر ہوئے کہ اس کو اور اس کے مکروں سب کو کھینچ دیا یعنی اس سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ وہ سب کو مغلوب کیا کرتا تھا اور انہوں نے اس کو مغلوب کر دیا۔

اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں نجورد آں را بتوفیق خدا
وہ اژدھا تھا اور لاٹھی اژدھا بنی	اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

یعنی وہ اژدہا تھا اور عصا جو اژدہا ہوا تو وہ (عصا) توفیق حق سے اس فرعون کو کھا گیا مطلب یہ کہ اس نے اس خبیث کو مغلوب کر دیا۔ سبحان اللہ دیکھئے کہ جو لوگ کہ مادہ کو اور عقل کو متصرف کہتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ فرعون کو جو اس قدر عاقل تھا اتنا بڑا زبردست بادشاہ سب کچھ مگر جب حکم خداوندی ہوا ایک ذرا سے نطفہ کے ٹھہرنے کو نہ روک سکا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس دشمن کو اپنے گھر میں پالا۔ اپنی گود میں کھلایا اور اندھے کو یہ خبر نہ ہوئی کہ میں سب کو قتل کر رہا ہوں۔ اور اس بچہ کی خود پرورش کر رہا ہوں بس یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوت ہے کہ اس کے ہاتھ میں عنان عالم ہے یقلبها کیف یشاء وہ جس کو چاہے بینا کر دے اور جسے چاہے اندھا کر دے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کرے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت راہ مستقیم کی اور بصیرت اور اپنی محبت اور معرفت عطا فرما آگے مولانا فرماتے ہیں۔

دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بہ یزدان کہ الیہ المنتہا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟	خدا تک کیونکہ اسی پر انتہا ہے

یعنی ایک قدرت دوسری پر ہے اور یہ کہاں تک ہے؟ حق تعالیٰ تک ہے اس لئے کہ وہی منتہی ہے

کان یکے دریاست بے غور و کران	جملہ دریا ہا چو جوئے پیش آن
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے	سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ ایک دریا ہے بے انتہا اور بے کنارہ اور سارے دریا اس کے سامنے مثل ایک سیل کے ہیں۔

حیلہ ہاؤ چارہا گر اژدہاست	پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں	الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

یعنی حیلے اور چارے اگرچہ اژدہا ہیں مگر الا اللہ کے آگے سب فنا ہیں یہاں پہنچ کر مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں۔

چون رسید اینجا بیانم سر نہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا	فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جب میرا بیان یہاں تک پہنچا تو اس سے سر رکھ دیا اور محو ہو گیا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جب قدرت حق کا بیان شروع ہوا تو بس میں مغلوب ہو گیا اور استغراق طاری ہو گیا۔ آگے مولانا مضمون ارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جبکہ زن عمران کے بچہ پیدا ہوا تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اس فتنہ سے الگ رہیں ایک چال تو یہ کیا فرعون عورتوں کے ساتھ کر چکا تھا اب دیکھو دوسری چال کیا کی وہ یہ کی کہ دائیوں کو گھروں میں جاسوسی کیلئے بھیجا کہ جا کر دیکھو کسی کے یہاں نیا بچہ پیدا ہوا ہے یا عنقریب پید ونے والا ہے یا کوئی ایسا بچہ ہے جو پیدا ہو چکا ہو اور میدان میں نہ لایا گیا ہوانہوں نے تلاش کیا اور تفتیش کی تو لوگوں نے کسی دائی کو ہشکایا کہ یہاں ایک لڑکا ہے کہ میدان میں نہیں لے جایا گیا کیونکہ اس کے گھر والوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ اس میں کوئی چال ہے اور اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے اس کے پاس بچہ ہے مگر وہ بڑی چالاک ہے ذرا ہوشیاری سے تلاشی لینی چاہئے اس نے جا کر پولیس میں اطلاع کی تو اہلکاران خانہ تلاشی کے لئے روانہ ہوئے جب وہ تلاشی کے لئے پہنچے ہیں تو بحکم خداوندی موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو تنور میں ڈال دیا ان کو حکم ہوا تھا کہ یہ بچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اس کو تم فوراً تنور میں ڈال دو ہم اس کو بحفاظت یا نار کونی برداً آگ اور دھویں کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور آگ ان پر تیز گرم نہ ہوگی یہ حکم الہامی سن کر انہوں نے ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر آگ سے کچھ بھی صدمہ نہ پہنچا پس جبکہ پولیس والوں نے تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہے اس پر پولیس والے ناکام واپس ہو گئے اس کے بعد جن لوگوں کو لڑکے کے ہونے کی اطلاع تھی انہوں نے دوبارہ مخبری کی اور پولیس کے ذریعہ سے فرعون کے یہاں پرچہ گزارا یہ سب کیوں کیا محض چند دانگ انعام کے لئے افسوس صد افسوس جب فرعون کے یہاں سے دوبارہ تلاشی کا حکم ہوا تو انہوں نے پولیس سے کہا کہ تم اس طرف جاؤ اور مکانات میں خوب غور سے دیکھو اس مکان میں یقیناً لڑکا ہے وہ دوبارہ لڑکے کو تلاش کرنے کے لئے آئے اس وقت پھر الہام ہوا کہ اس کو دریا میں ڈال دو اور پریشان نہ ہونا بلکہ بہودی کی امید رکھنا اس کو دریائے نیل میں ڈال دو اور ہم پر بھروسہ رکھو ہم تم کو موسیٰ تک پہنچا دیں گے اور وہ تم کو خوش وخرم ملیں گے اس الہام کی بنا پر انہوں نے موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا اور معاملہ مہتر کارساز کے سپرد کیا خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اب تم اجمالاً اتنا سن لو کہ فرعون کے پوری پوری میں مکر تھے اور اس نے لاکھوں بچے باہر مار ڈالے لیکن موسیٰ علیہ السلام خود اس کے گھر میں براج رہے تھے اور تقدیر الٰہی کے سامنے اس کا کوئی پیچ نہ چل سکتا تھا جہاں کہیں بچہ ملا اس نے دیوانہ پن سے فوراً مار ڈالا یہ اس بظاہر دور بین اور فی الحقیقت اندھے کی جہالت تھی کہ تقدیر الٰہی کی مزاحمت کرتا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو مغلوب کر لیا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو

مغلوب کر لیا تھا لیکن اب ایک اس کا بھی چچا پیدا ہو گیا جو خود اس کو بھی اور اس کے مکر کو بھی دونوں کو نگل گیا یعنی وہ تو اژدہا تھا ہی اب عصائے موسیٰ اژدہا ہو گیا اور یہ اژدہا بتوفیق الٰہی اس اژدہے کو کھا گیا بات یہ ہے کہ عالم میں ایک سے ایک زبردست ہے اور یہ سلسلہ خدا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے زبردست ہے اس سے زبردست کوئی نہیں کیونکہ وہ ایک نامحدود سمندر ہے جس کی نہ کہیں تہہ ہے نہ کنارہ اور باقی دریا اس کے سامنے سیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ تدابیر ضرور اژدہا ہیں لیکن ہستی حق سبحانہ کے سامنے سب لاشئے محض ہیں میرا بیان یہاں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اور قدرت حق سبحانہ میں محو ہو گیا اب آگے بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے اس بیان کو یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ حق سبحانہ ہی راستہ سے خوب واقف ہیں وہ ہر کام کو ٹھیک ٹھیک کرتے ہیں نہ ان کے کسی فعل کی کوئی مزاحمت کرنے والا ہے اور نہ ان کے کسی کام میں دنیاوی تدبیروں کی طرح کوئی بے ڈھنگا پن ہے۔

شرح شبّیری

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست	لیک اژدرہات محبوس چہ است
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے	لیکن تیرے اژدھے کنویں میں قید ہیں

یعنی جو چیز کہ فرعون میں تھی وہ تمہارے اندر بھی موجود ہے لیکن تمہارے اژدہے کنویں میں بند ہیں مطلب یہ کہ مقابلہ قضا یا تکبر یا خود بینی وغیرہ یہ سب خود تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ مگر دبے ہوئے ہیں کسی کے ایمان میں کسی کی صحبت نیک میں کسی کے کہیں میں ورنہ مواد سب ہمارے اندر ہی موجود ہیں تو اس کو دیکھ کر خود ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ۔

اے دریغ ایں جملہ احوال تو است	تو بران فرعون برخوابیش بست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں	تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

یعنی افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب احوال تمہارے ہیں اور تم اس فرعون میں اور اس کے خواب میں بندھ رہے ہو مطلب یہ کہ تم اس کو صرف قصہ فرعون مت سمجھو اور اس کے خواب پر کار بند مت ہو۔ اس لئے کہ یہ احوال تو خود تمہارے ہیں تو ان سب کو اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھو۔

انچہ گفتم جملگی احوال تست	خود نگفتم صد یکے زانہا درست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں	میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

یعنی میں نے جو کچھ بیان کیا یہ سارے تیرے احوال ہیں اور میں نے خود ہی سو میں سے ایک بھی پورا پورا انہیں بیان کیا اس لئے کہ۔

گرز تو گویند وحشت زایدت	ور ز دیگر چوں فسانہ آیت
اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے	اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

یعنی اگر تجھ سے کہیں تو تجھے وحشت بڑھتی ہے اور دوسرے سے تم کو فسانہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں تو تم کو وحشت ہوگی اور جو نفع ہونے والا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور اگر دوسرے کے قصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو خیر تم اس کو سن تو لوگے کہ شاید عبرت حاصل ہو جائے اس لئے کہ دوسروں کے قصوں میں بیان کر کے تم کو تمہارے حالات سنائے گئے ہیں اس لئے کہ۔

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگر ان

اور فرماتے ہیں کہ

چون خرابت میکند نفس لعین	دور می اندازدت سخت ایں ترین
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے	یہ ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

یعنی یہ نفس لعین تجھے کس طرح خراب کر رہا ہے اور یہ ساتھی تجھے (حق سے) بہت دور ڈال رہا ہے۔

ایں جراحتہا ہمہ از نفس تست	لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست
یہ (برے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں	اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

یعنی یہ سارے زخم تیرے نفس کی طرف سے ہیں لیکن اے سست تو جہل کی وجہ سے مغلوب ہو رہا ہے اور اس نفس لعین نے تجھے دبا رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

آتشت را ہیزم فرعون نیست	ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لئے فرعونی ایندھن نہیں ہے	ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

یعنی تیری آگ کے لئے ایندھن نہیں ہے ورنہ وہ بھی فرعون کی طرح شعلہ زن ہے۔

گلخن نفس ترا خاشاک نیست	ورنہ چوں فرعون نار قاہر نیست
تیرے نفس کی آگ کے لئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے	ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یعنی تیرے نفس کی گلخن کے لئے کوڑا نہیں ہے ورنہ فرعون کی طرح وہ ایک قاہر آگ ہے۔ مطلب یہ کہ مقتضیات نفسانی تو جو فرعون کے اندر تھے وہ تمہارے اندر بھی موجود ہیں مگر ظاہر اس لئے نہیں ہوتے کہ تمہارے پاس اس قدر سامان نہیں ہے ورنہ اگر خدا نخواستہ کہیں سامان بھی ہوتا تو یقیناً ہم لوگ فرعون سے بھی زیادہ ہو جاتے نعوذ باللہ نعوذ باللہ بس یہی اچھا ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ نے اس قدر سامان ہی نہیں دیا کہ پوری طرح

مقتضیات نفسانی کو جاری کر سکیں مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ گنجے کے ناخون ہی نہیں دیتے کہ وہ کھجاوے بس اس کی یہ بہت بڑی رحمت ہے ہم پر فالحمد للہ علی ذالک

شکر نعمتہائے تو چندان کہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ماچندانکہ تقصیرات ما

بس اس قصہ فرعون کو صرف افسانہ ہی مت سمجھو بلکہ اس کو اپنے اوپر منطبق کر کے اس سے عبرت حاصل کرو کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ حدیث میں صاف ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک حکایت بشنو از تاریخ گو	تابری زین راز سر پوشیدہ بو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے	تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

یعنی ایک حکایت تاریخ گو سے سنو تاکہ تم اس راز پوشیدہ سے بولے جاؤ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک اژدہا سردی میں افسردہ پڑا ہوا تھا اس کو لوگ مردہ سمجھ کر باندھ لائے جب اس کو گرمی لگی تو اس نے حرکت کی اس وقت لوگ بھاگے کوئی مرا کوئی گرا مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت نفس کی ہے کہ ابھی تو یہ ایمان میں یا صحبت نیک میں یا کسی اور بات میں دبا ہوا ہے اور مردہ معلوم ہو رہا ہے مگر جب یہ اس سے علیحدہ ہوا تو یہ کروٹ لے گا اور اس وقت پھر حقیقت معلوم ہوگی اے اللہ نفس و شیطان کے مکروں سے بچائیو اب آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ جو کچھ میں نے فرعون کی حالت بیان کی ہے سب تم پر منطبق ہے مگر تم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ تمہارے اندر جو اژدہا ہے وہ کوئیں میں مقید ہے اور اس کا اژدہا آزاد تھا لہذا اس کی شرارتیں ظاہر ہو گئیں اور تمہاری وہ شرارتیں دبی ہوئی ہیں۔ ہائے افسوس کہ یہ سب تیری حالتیں اور تیرے اندر موجود ہیں مگر تو ان کو فرعون کے سر منڈھے گا اور اپنے اوپر منطبق نہ کرے گا میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے الف سے ی تک تیری حالت ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے میں نے تو اس کا دسواں حصہ بھی ٹھیک بیان نہیں کیا باوجود اس کے تیری یہ حالت ہے کہ جب ان باتوں کو تیری نسبت بیان کیا جاتا ہے تو تو بجائے اس کے کہ غور کرے اور اصلاح کی طرف متوجہ ہو جانے سے اس پر غصہ ہوتا ہے اور اگر دوسروں کی نسبت بیان کیا جاوے تو اس کو محض ایک قصہ سمجھتا ہے۔ اور اس سے عبرت نہیں پکڑتا غرض تیری غفلت انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور تو کسی طرح نہیں سمجھتا دیکھ تو سہی یہ ملعون نفس تجھے کیسا خراب کر رہا ہے اور یہ تیرا یار تجھے حق سبحانہ سے کس قدر دور کر رہا ہے تو متنبہ کیوں نہیں ہوتا یاد رکھ کہ یہ سب زخم جو ہم نے فرعون کے لئے ثابت کئے ہیں تیرے اندر بھی موجود ہے مگر جہالت تجھ پر غالب ہے اس لئے تجھے احساس نہیں ہوتا تیرے اندر آگ بھری ہوئی ہے مگر اس کے بھڑکانے کا جو سامان فرعون

کے پاس تھا وہ تیرے پاس نہیں ورنہ تو بھی فرعون سے کم نہ ہوتا اب جو تو اس سے کم معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کی طرح اس آگ کو مدد نہیں پہنچتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ تیرا نفس جو ایک پہاڑ کی مانند ہے اس کے اشتعال کا وہ سامان تیرے پاس نہیں جو فرعون کے پاس تھا ورنہ شعلے زنی میں وہ بھی فرعون ہی کی مثل ہے لہٰذا تجھے اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے بلکہ ہر وقت اس کی اصلاح کی فکر رکھنی چاہئے اچھا اب تو ایک حکایت سن جس کو مورخین نے بیان کیا ہے تا کہ یہ راز سر بستہ تجھ پر منکشف ہو جاوے۔

شرح شبّیری

ایک سپیرے کی حکایت کہ اس نے ایک ٹھٹھرے ہوئے اژدہا کو مرا ہوا خیال کیا اور اس کو رسیوں میں لپیٹ کر اور باندھ کر بغداد میں لایا۔

مار گیرے رفت سوئے کہسار	تا بگیرد او بافسونہاش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا	تا کہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

یعنی ایک سپیرا کوہسار میں گیا تا کہ اپنے افسونوں سے سانپ پکڑے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران و گر ستا بندہ بود	آنکہ جوئیدست یا بندہ بود
خواہ وہ سست ہو یا چست ہو	جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

یعنی خواہ کسلمندی خواہ چست و چالاک (کوئی) ہو جو طالب ہے وہ یابندہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس کا طالب ہو اس کو وہ شے مل ہی جاتی ہے طلب اور لو کی ضرورت ہے طلب لگی رہے کبھی نہ کبھی مل ہی رہے گی۔

در طلب زن دائما تو ہر دو دست	کہ طلب در راہ نیکو رہبر ست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ	کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

یعنی تم طلب میں دونوں ہاتھ لگاؤ اس لئے کہ طلب راہ میں اچھا رہبر ہے مطلب یہ کہ من جملہ اور شرائط راہ یابی کے ایک طلب بھی ہے اور یہ ایک اچھی شرط ہے کہ بے اس کے اور شرائط کارگر نہیں ہوتے تو چونکہ یہ شرط راہ یابی ہے اس لئے اس کو رہبر سے تعبیر کر دیا تو صرف طلب ہی رہبر نہیں ہے اور بغیر اس کے اور چیزیں بھی کار آمد نہیں ہیں۔

لنگ ولوک وخفتہ شکل و بے ادب	سوئے اومے غیژ و اورا می طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو	اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

یعنی لنگڑا لولا اور خفتہ شکل بے ادب (جیسا بھی ہو) اس کی طرف گھٹنوں سے چلتا رہ اور اس کو طلب کر مطلب یہ کہ تو کتنا ہی نکما کیوں نہ ہو اور طلب کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مگر ہونی چاہئے بس جب طلب ہو اور اس کی

تلاش میں لگے رہو گے تو ایک دن پہنچ ہی جاؤ گے اگر چہ زیادہ دن میں ہی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو شخص کنواں کھودر ہے ہیں تو ایک تو ایک دن میں ایک ہاتھ کھودتا ہے اور دوسرا ایک بالشت کھودتا ہے تو جو ایک ہاتھ کھودتا ہے ظاہر ہے کہ جلدی کھودے گا اور جو ایک بالشت روزانہ کھودتا ہے وہ زیادہ دن میں کھودے گا مگر کھود وہ بھی لے گا اسی طرح جس کو طلب زیادہ ہے واصل الی الحق جلدی ہوگا اور جس کو کم ہے وہ ذرا دیر میں ہوگا مگر ان شاء اللہ محروم وہ بھی نہ رہے گا پس طلب کرتے رہنا شرط ہے اے اللہ ہمیں استقامت واستدامت علی الطاعات نصیب فرما۔

گہ بگفت و گہ نجاموشی و گہ	بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی	سونگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

یعنی کبھی گفتگو سے اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھنے سے بوے شہ کو حاصل کر مطلب یہ کہ جس طرح اور جس حالت میں بھی ہو اس کی طلب میں لگے رہو آگے طلب کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

گفت آن یعقوب با اولاد خویش	جستن یوسف کنید از حد بیش
حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا	حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

یعنی ان یعقوب علیہ السلام نے دیکھو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ یوسف کی حد سے زیادہ تلاش کرو اس طرح کہ

ہر حسے خود را درین جستن بجد	ہر طرف رانید شکل مستعد
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو	مستعد شکل میں ہر طرف روانہ کرو

یعنی اپنی ہر حس کو اس تلاش کرنے میں کوشش کے ساتھ ہر طرف مستعد کی طرح چلاؤ۔

گفت از روح خدا لاتیأسوا	ہمچو گم کردہ پسر را سو بسو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو	بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

یعنی انہوں نے فرمایا کہ رحمت حق سے ناامید مت ہو اور گم کردہ پسر کی طرح ادھر ادھر چلو جاؤ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح کہ وہ شخص کہ جس کا لڑکا کھو جاوے اپنے بچے کو تلاش کیا کرتا ہے اسی طرح تم اپنے بھائی کو تلاش کرو اور رحمت حق سے ناامید مت ہو اور کہا تھا کہ ہر حس سے اس کو تلاش کرو آگے اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ۔

از رہ حس دہاں پرسان شوید	روئے جاناں را بجان جویاں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو	محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

یعنی منہ کے راستہ سے تو پوچھو اور روئے جاناں کو جان (و دل) سے تلاش کرو مطلب یہ کہ منہ سے پوچھو اور دل سے تلاش کرو اسی طرح سالک کو چاہئے کہ منہ سے تو راستہ شیخ سے پوچھے اور دل سے طلب میں لگا رہے اور

اپنی یہ حالت کر لے کہ۔

پرس پرسان مژدگانے جان دہید	گوش را بر چار راہ آن نہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کردو	کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

یعنی پوچھتے پوچھتے جان دے دو اس حال میں کہ تم مژدہ دیئے گئے ہو اور کان کو اس کی چار راہ پر رکھ دو مطلب اس طرح سمجھو کہ قرآن مجید میں ہے کہ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر مستقیم ہو گئے تو ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی کہ جس کا تم وعدہ کئے جاتے تھے تو دیکھو جو لوگ کہ ایمان پر مستقیم ہوں ان کے لئے حق تعالیٰ جنت دیتے ہیں تو پس اب سمجھو مولانا فرماتے ہیں کہ جب طلب کرو گے اور طلب ہی میں جان دیدو گے تو یہ استقامت علی الطلب ہے اور جب استقامت ہو گی تو بشارت جنت ظاہر ہے بس معلوم ہو گیا کہ طلب کرتے کرتے جان دیدو اور پھر بشارت حاصل کرو اور اس کے چوراہے پر کان رکھو کہ کس طرف سے مرشد اور رہنما کی آواز آتی ہے جدھر سے آواز معلوم ہو اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ ان شاء اللہ اگر دل گواہی دے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے تو وہی راہ ہدیٰ ہو گی اور اپنی یہ حالت کر لو کہ۔

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید	سوئے آن سر کاشناے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ	اس راز کا جس سے تم واقف ہو

یعنی جہاں سے کہ بوئے خوش آوے ادھر ہی بو لے جاؤ طرف اسی بھید کے جس کے تم (پہلے سے) آشنا ہو مطلب یہ کہ جدھر تمہارا قلب گواہی دے کہ ادھر راہ ہدایت ہے اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کی اب شناخت کرنا پڑے بلکہ یہ وہ آواز ہے کہ جس کے تم فطرت سے آشنا ہو اس لئے کہ کل مولود یولد علی الفطرة حدیث میں موجود ہے تو اس آواز کے آشنا تم جب فطرت سے ہوئے تو وہ کوئی نئی بات نہ رہی لہٰذا ان شاء اللہ ذرا سی طلب ہو گی تو وہ تم کو مل جاوے گی۔

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے	سوئے اصل لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے	(اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کرے گا

یعنی جہاں کہیں کسی میں کوئی خوبی دیکھو تو (اس سے اصلی خوبی کی طرف بہت راہ یابی ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جہاں کہیں کوئی خوبی دیکھو تو اس سے اس کے صانع پر استدلال کرو کہ

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد ایں نگارہا

تو بس جب تم ہر خوبی اور ہر کمال اور ہر صنعت سے استدلال حق تعالیٰ کی خوبی اور کمال اور صنعت پر کرو گے تو یہ خوبی اور یہ کمال غیر اللہ کا بھی رہبر ہو جاوے گا اس لئے کہ۔

ایں ہمہ جوہاز دریائیست ژرف	جزو را بگذار و برکل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں	جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

یعنی یہ تمام ندیاں ایک عمیق دریا سے ہی ہیں تو جزو کو ترک کرو اور کل پر نظر کرو مطلب یہ کہ چونکہ یہ سب عالم اس کے ظل ہیں تو اس اصل کو حاصل کرو اور ان توابع کو ترک کرو جزو سے مراد تابع ہے ورنہ حق تعالیٰ کے اجزاء کب ہیں تو دیکھو ان غیر اللہ کے یہ کمالات بھی موصل ہو گئے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

زشتہائے خلق بہر خوبیست	برگ بے برگی نشان طوبی ست
مخلوق کی برائیاں بھلائی کے لئے ہیں	بے سامانی کا سامان طوبیٰ کا نشان ہے

یعنی مخلوق کی برائیاں خوبی کے واسطے ہیں اور بے سامانی کا سامان نشانی بشارت کی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جب کوئی برائی دیکھو تو اس سے بھی حق تعالیٰ کے کمال پر نظر کرو مثلاً مخلوق کے جہل کو دیکھ کر علم پر نظر کرو اور عجز کو دیکھ کر قدرت پر علیٰ ہذا۔ تو پہلے تو خوبی خلق سے خوبی خالق پر نظر ہوتی ہے اور اب زشتی خلق سے بھی خوبی خالق پر نظر ہونے لگتی ہے بلکہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے اچھے معنی یہی ہیں کہ من عرف نفسہ بالنقص فقد عرف ربہ بالکمال یعنی جس نے اپنے نقص پر نظر کی اس نے حق تعالیٰ کے کمالات پر نظر کی تو بس معلوم ہو گیا کہ مخلوق کے حالات اور افعال کو دیکھ کر خالق پر استدلال کرو تو یہ سارا عالم جو آج حاجب ہے رہنما بن جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جنگہائے خلق بہر آشتی است	دام راحت دائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں	تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

یعنی مخلوق کی جنگ صلح (حق) کے لئے ہیں اور راحت کا دام ہمیشہ بے راحتی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جنگوں سے حق تعالیٰ کی آشتی اور مہربانی پر نظر ہوتی ہے اور ہمیشہ بے آرامی اور تکلیف جالب ہوا کرتی ہے راحت اور آرام کو یہ سب عنوانات مختلف ہیں ورنہ اصل مطلب وہی ہے کہ صفات مخلوق سے استدلال صفات حق پر ہوتا ہے اور دوسرے عنوان سے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

خشمہائے خلق بہر مہر خاست	وز جفائے خلق امید وفاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لئے پیدا ہوئی ہیں	مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

یعنی مخلوق کے خشم محبت کے لئے ہیں اور مخلوق کی جفا سے امید وفا کی ہے اس کا مطلب سمجھنے سے قبل ایک

بزرگ کا قول سن لو ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ انسان تارک الدنیا کبھی نہیں ہوتا بلکہ اول متروک الدنیا ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح کہ جس کو حق تعالیٰ بچاتے ہیں اس پر مخلوق کو مسلط فرما دیتے ہیں تو لوگ اس کو تنگ کرتے ہیں اور یہ پریشان ہوتا ہے ساری دنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے اب اس کا دل سب کی طرف سے بجھ جاتا ہے اور کھٹا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہاں ساری دنیا جب بے وفا ہے تو اس طرف متوجہ ہو جو باوفا ہے بس وہ اس دنیا کو ترک کر کے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح تارک دنیا ہوتا ہے اسی کو مولانا فرما رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق جو خشم کرتی ہے اور جفا کرتی ہے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے نظر حق تعالیٰ کے رحم اور محبت اور وفا پر ہوتی ہے اور انسان طالب حق ہو جاتا ہے تو دیکھو یہاں بھی صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال ہوا آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ہر زدن بہر نوازش را بود	ہر گلہ از شکر آگہ میکند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے	ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

یعنی مارنا نوازش کے لئے ہوتا ہے اور ہر جگہ شکر سے آگاہ کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو یہاں بھی ایک شے سے دوسری پر استدلال ہوتا ہے اور جب انسان کو کوئی کلفت ہوتی ہے تو اس کے بعد وہ شکر حق کرتا ہے تو یہ شکر اس کلفت ہی کی وجہ سے کیا تو دیکھو اس نے اس طرف رہبری کر دی آگے بطور حاصل کے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم	بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا	اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

یعنی اے کریم جزو سے کل تک بو لے جاؤ اور ایک ضد سے دوسری ضد تک اے حکیم مطلب یہ کہ ایک ضد سے دوسری ضد پر استدلال کرو اور تابع سے متبوع پر استدلال کرو تو پھر یہ سارا عالم جو کہ اب حاجب ہے رہنمائے راہ حق ہو جاوے گا آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

چون عصا در دست موسیٰ گشت مار	جملہ عالم را بدین سان مے شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی	تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

یعنی جیسے کہ عصا دست موسیٰ میں سانپ بن گیا تم سارے عالم کو اسی طرح گنو مطلب یہ کہ دیکھو جماد میں اور زندہ شے میں تو تضاد ہے مگر وہ عصا موسیٰ جو کہ جماد محض تھا زندہ ہو گیا اور سانپ بن گیا اور ہادی بن گیا تو اسی طرح تم تمام عالم کو سمجھو کہ اگرچہ بظاہر جماد معلوم ہوتا ہے مگر اس اعتبار سے کہ وہ موصل الی الحق ہو سکتا ہے وہ حی ہے تو جب ایک ضد سے دوسری ضد بن سکتی ہے تو اور جگہ کیوں بعید سمجھتے ہو آگے دوسری نظیر اسی کی فرماتے ہیں کہ۔

جنگہائے آشتی آرد درست	مارگیر از بہر بازی مار جست
لڑائیاں صلح صلح پیدا کر دیتی ہیں	سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

یعنی لڑائیاں صلح کو لاتی ہیں درست سپیرے نے کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کیا مطلب یہ کہ دیکھو جنگ و صلح دو ضد ہیں مگر ایک سے دوسری پیدا ہوتی ہے کہ ایک سے لڑائی ہوئی اور دوسری سے صلح ہوتی ہے اور دیکھو کہ تفریح اور ہلاکت دونوں ضد ہیں مگر اسپیرا اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ اوروں کو تفریح حاصل ہو یہ سب بھی آپس میں اضداد ہیں۔

بہربازی مار جوید آدمی	غم خورد بہر امید بے غمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے	بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

یعنی آدمی کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کرتا ہے اور بے فکری کے واسطے فکر میں پڑتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پیسے ملیں گے اس سے بے فکر ہو کر کھاؤں گا تو دیکھو غم اور بے غمی دونوں اضداد ہیں مگر ایک سے دوسری حاصل ہوتی ہے تو اسی طرح صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال کرو آگے پھر قصہ میں جوڑ لگاتے ہیں کہ۔

او ہمے جستے یکے مار شگرف	گرد کوہستان در ایام برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا	پہاڑوں کے چاروں طرف سے برف کے زمانہ میں

یعنی وہ سپیرا ایک بہت بڑا سانپ اس کوہستان کے گرد ایام برف میں تلاش کر رہا تھا۔

اژدھائے مردہ دید آنجا عظیم	کہ دلش از شکل او شد پر زبیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدھا دیکھا	کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

یعنی اس جگہ ایک بڑا اژدہا مردہ دیکھا کہ اس کا دل اس کی شکل سے خائف ہوا مطلب یہ کہ اس قدر بڑا اژدھا کہ یہ سپیرا اس کی صورت دیکھ کر ڈر گیا۔

مارگیر اندر زمستان شدید	مار مے جست اژدہائے مردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں	سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدھا دیکھا

یعنی سپیرا اس شدید جاڑے میں سانپ کو تلاش کر رہا تھا تو ایک مردہ اژدہا اس نے دیکھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مارگیر از بہر حیرانی خلق	مارگیرد اینت نادانی خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا	سانپ پکڑتا ہے مخلوق کی نادانی تعجب ہے

یعنی سپیرا لوگوں کی حیرت کے لئے سانپ پکڑتا ہے یہ مخلوق کی عجیب نادانی ہے مطلب یہ کہ مارگیر جو سانپ

پکڑتا ہے تو اس لئے تا کہ لوگوں کو حیرت میں ڈالے تو تعجب کی بات ہے کہ لوگ حیرت میں پڑتے ہیں احمق لئے کہ۔

آدمی کوہ است چون مفتون شود	کوہ اندر مار حیران چوں شود
آدمی پہاڑ ہے کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟	پہاڑ' سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

یعنی آدمی تو ایک پہاڑ ہے وہ کیونکر مفتوں ہوتا ہے اور پہاڑ سانپ میں کس طرح حیران ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کی مثال ایک پہاڑ کی سی ہے کہ اس کے اندر سانپ بھی لاکھوں ہوتے ہیں اور سبزے بھی ہوتے ہیں اثمار بھی ہوتے ہیں اسی طرح انسان میں بھی خصائل حمیدہ ورذیلہ سب طرح کے ہوتے ہیں پھر اگر پہاڑ کسی سانپ کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب کی بات ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو ایسے ایسے بہت سے ہیں تو اسی طرح انسان اگر ان ظاہری سانپوں کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو خود لاکھوں سانپ بھرے پڑے ہیں وہ ان کو دیکھے وہ اس کو کیا دیکھ رہا ہے۔

خویشتن نشاخت مسکین آدمی	از فزونی آمد و شددر کمے
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا	بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

یعنی مسکین آدمی نے اپنے کو پہچانا نہیں یہ فزونی سے آیا اور کمی میں ہو گیا مطلب یہ کہ پیدا تو ہوا فطرت پر اور یہاں آ کر دنیا میں پھنس گیا۔

خویشتن را آدمی ارزان فروخت	بود اطلس خویش را بردلق دوخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا	اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

یعنی آدمی نے اپنے کو بہت ارزاں فروخت کر دیا یہ تو اطلس تھا مگر اس نے اپنے کو گدڑی پر سی دیا اس لئے کہ کمینے دنیا کے بدلہ میں اپنے تمام ملکات حسنہ کو کھو دیتا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ۔

صد ہزاران مار کہ حیران اوست	او چرا حیران شدست و مار دوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں	وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

یعنی لاکھوں پہاڑ اور سانپ تو اس میں حیران ہیں تو وہ کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا ہے مطلب یہ کہ چونکہ قرآن شریف میں ہے۔ ولقد کرمنا بنی ادم تو تمام عالم اس انسان کو دیکھ کر حیران ہے کہ اللہ اکبر یہ کیا چیز ہے مگر افسوس اور حیرت اس لئے ہے کہ یہ اوروں کو دیکھ کر کیوں حیران ہوتا ہے اس کو تو چاہئے تھا کہ خود اپنے اندر نظر کرتا آگے پھر اس مارگیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار گیر آن اژدہا را برگرفت	سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا	تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

یعنی سپیرے نے اس اژدہا کو پکڑ لیا اور تعجب کے واسطے بغداد کی طرف لایا یعنی بغداد میں لایا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کریں۔

اژدہائے چوں ستون خانہ	مے کشیدش از پے دانگانہ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)	روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

یعنی ایک اژدہا مثل گھر کے ستون کے اور وہ اس کو چند پیسوں کے لئے کھینچ رہا تھا اور اس کا قصہ یہ تھا کہ لوگوں سے کہے گا۔

کاژدہائے مردۂ آوردہ ام	در شکارش من جگرہا خوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں	اس کے شکار میں میں نے (خون) جگر پیا ہے

یعنی ایک اژدہا مردہ لایا ہوں اور اس کے شکار میں میں نے جگر کھائے ہیں یعنی بڑی محنت کی ہے۔

او ہمے مردہ گمان بردش ولیک	زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا لیکن	وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

یعنی وہ اس کو مردہ گمان کرتا تھا لیکن وہ زندہ تھا اور اس نے اسے اچھی طرح نہ دیکھا تھا۔

اوز سرما ہاؤ برف افسردہ بود	زندہ بود و شکل مردہ مینمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا	زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

یعنی وہ سردی کی اور برف کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا زندہ تھا اور مردہ کی شکل دکھائی دیتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عالم افسردہ است و نام او جماد	جامد افسردہ بود اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے	اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

یعنی عالم افسردہ ہی ہے اور نام اس کا جماد ہے تو جامد (لغت میں) افسردہ ہی ہوتا ہے اجی اوستاد جی مطلب یہ کہ دیکھو عالم بھی تمام زندہ ہے اور اس کو جماد کہتے ہیں اور اس کو مردہ خیال کرتے ہیں مولانا لطیفہ فرماتے ہیں کہ عالم کو جماد کہتے ہیں تو جامد کے معنی بھی افسردہ ہی کے ہیں۔ تو مانتے تو سب ہیں کہ افسردہ ہے مردہ نہیں مگر سب غافل ہیں اہل کشف نے صراحۃً لکھا ہے کہ تمام عالم میں جس قدر اشیاء ہیں سب میں حیات ہے کیا درخت اور کیا دیوار اور زمین اور کیا آسمان اور اسی لئے یہ حضرات نصوص و احادیث میں تاویل نہیں کرتے اہل ظاہر تو تاویل کرتے ہیں اور معتزلہ انکار کرتے ہیں مگر یہ حضرات تمام نصوص کو ان کے اصلی معنی پر رکھ کر تسلیم کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر ان کی کس طرح تکذیب کر دیں اور یہ آنکھوں کا دیکھنا

ایسا متواتر ہے کہ اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا سینکڑوں قصے ہیں کہ بزرگوں سے گھر نے باتیں کیں درخت بولا بلکہ خود احادیث میں جو قصے ہیں اور قرآن میں جو آتیں ہیں ان میں بھی تاویل کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ یہ چیزیں بول سکتی ہیں بات کرسکتی ہیں تو پھر اگر یہ موافق آیت قرآن کی تسبیح لسانی کرتی ہوں تو کیا حرج ہے اور موافق احادیث کے اگر جمادات بولے ہوں یا موافق حدیث ہذا جبل یحبنا و نحبہ کے اس کو محبت ہو تو کیا حرج ہے مگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے انکا عدم تو لازم نہیں آتا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہے تو یہ ساری چیزیں مردہ معلوم ہوتی ہیں مگر ایک دن وہ آوے گا کہ یہ سب زندہ ہوں گی آگے اس وقت کو بتاتے ہیں۔

باش تا خورشید حشر آید عیان	تا بہ بینی جنبش جسم جہان
ٹھہر جا کہ حشر کا سورج نمودار ہو	تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تاکہ خورشید حشر ظاہر ہو جاوے اور تم جسم جہاں کی جنبش کو دیکھو مطلب یہ کہ جس طرح یہ اژدہا گرمی آفتاب سے زندہ ہو گیا اور اس نے جنبش شروع کر دی تو اسی طرح جب آفتاب حشر ظاہر ہوگا اس روز یہ جسم عالم بھی سارا جنبش کریگا اور سب زندہ ہو جاوے گا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پیر بولیں گے بلکہ قرب قیامت میں تمام اشیاء بولنے لگیں گی تو پھر قیامت میں تو سب زندوں کی طرح بولیں گی اور صاحب سچ یہ ہے کہ انکے شعور کا انکار ہی ذرا مشکل ہے یہ تو یقیناً ثابت ہے کہ ان کو شعور ہے آگے شعور ہونے کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

چوں عصائے موسیٰ اینجا مار شد	عقل را از ساکنان اخبار شد
جبکہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی	عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

یعنی جیسے کہ عصا موسےٰ اس جگہ سانپ بن گیا اور ساکنین عالم کی عقل کے لئے اخبار ہو گیا تو دیکھو اس میں شعور تھا جب تو وہ دست موسےٰ علیہ السلام کو پہچانتا تھا اور صرف ان کے ہاتھ سے تو سانپ بنتا تھا دوسروں کے ہاتھ سے نہ بنتا تھا اور پھر سانپ بن کر لوگوں کو ہدایت کا سبب بنتا تھا گویا کہ خود ہی ہدایت کرتا تھا اور ہدایت کا کام زندہ کا ہے تو دیکھو اس کے اندر خواص زندوں کے موجود تھے آگے اور فرماتے ہیں کہ۔

پارۂ خاکی ترا چوں زندہ ساخت	خاکہا را جملگی باید شناخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے تجھے جس طرح زندہ بنایا	(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

یعنی تم ایک پارہ خاک ہو تو جس طرح کہ تم کو زندہ کر دیا اسی طرح ساری خاکوں کو پہچاننا چاہئے مطلب یہ کہ دیکھو آخر تم بھی تو خاک ہی سے بنے ہو اور زندہ ہو تو جس طرح کہ اس خاک میں جس میں سے کہ تم بنے ہو

قابلیت حی ہونے کی تھی کہ تم زندہ ہوئے اسی طرح اور جمادات بھی زندہ ہو سکتے ہیں اور ان کے اندر بھی حیات ہو سکتی ہے اس میں اشکال ہی کیا ہے مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ۔

مردہ زیں سویند وزاں سو زندہ اند	خامش اینجا و آں طرف گویندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اس جانب زندہ ہیں	اس جگہ چپ ہیں اس جانب بولنے والی ہیں

یعنی اس طرف سے تو مردہ ہیں اور اس طرف زندہ ہیں اور اس جگہ تو خاموش ہیں اور اس طرف بولنے والے ہیں اسی مضمون کو مولانا نے ایک اور جگہ بہت صاف فرمایا ہے

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

تو ان کی حیات اگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے ان کی حیات کی نفی تو نہیں ہو سکتی آگے فرماتے ہیں کہ

چوں ازاں شوشان فرستد سوئے ما	آن عصا گردد سوئے ما اژدہا
جب وہ ان چیزوں کو اس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے	وہ لاٹھی ہماری جانب آ کر اژدھا بن جاتی ہے

یعنی جب اس طرف سے ان کو ہماری طرف بھیج دیتے ہیں تو وہی عصا ہماری طرف اژدہا بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس طرح تو یہ سب مردہ ہیں مگر جب ادھر سے حکم ہو جاتا ہے تو وہی اشیاء کبھی ادھر بھی بشکل حی نظر آتی ہیں جیسے کہ عصا جماد ہے مگر جب اس کو حکم ہوا کہ اپنی اس حیات مستور کو دنیا والوں پر بھی ظاہر کر دو تو وہ ادھر بھی زندہ ہو کر ظاہر ہو گیا اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کہ ایک شخص شاہی دربار کا رعیت کے سامنے آ کر چپ بیٹھ جاتا ہے تو رعیت کے لوگ اس کو گونگا خیال کرتے ہیں ایک روز بادشاہ بولے کہ آج جا کر رعایا میں لیکچر دو اس نے آ کر بولنا شروع کیا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ اللہ اکبر یہ تو بڑا مقرر ہے اسی طرح جب ان اشیاء کو حکم ہوتا ہے تو یہ بھی اپنی حیات کو اس عالم میں ظاہر کر دیتی ہیں اور دیکھو ان کا شعور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے۔ قال لها و للارض ائتیا طوعاً او کرهاً قالتا اتینا طائعین یعنی آسمان اور زمین سے کہا کہ تم یا تو طوعاً آ ؤ یا کرہاً تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو دیکھو ایک تو ان کا حاضر ہونا بطور حکم تکوینی کے تھا اس میں تو ان کے شعور کی ضرورت نہ تھی اور یہ کرہاً میں داخل ہے مگر جب انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ سمجھ بوجھ کر خود حاضر ہوئے تھے تو دیکھو ان کے اندر شعور تھا جب تو انہوں نے ایسا کیا اور پھر اہل کشف نے تو عجیب عجیب حیرت انگیز امور ظاہر کئے ہیں جن کا انکار بہت مشکل ہے پس معلوم ہوا کہ ان کے اندر بھی شعور موجود ہے کہ یہ حکم خداوندی کو مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ حکم خداوندی ہے اسی کے آگے نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوہہا ہم لحن داؤدی کند	جوہر آہن بکف مومے شود
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں	لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

یعنی پہاڑ بھی لحن داؤدی کرتے ہیں اور جوہر آہن دست داؤد علیہ السلام میں موم کرتا ہے تو اگر اس کے اندر شعور نہیں ہے تو ہر ایک ہاتھ میں موم کیوں نہیں ہو جاتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو شناخت کرتا تھا جب تو صرف ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا۔

باد حمال سلیمانی شود	بحر باموسےٰ سخندانی شود
ہوا ایک سلیمان کو اٹھالے جانے والی بن جاتی ہے	ز موسیٰ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

یعنی ہوا سلیمان علیہ السلام کی حال ہو جاتی ہے اور دریا موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک سخندان بن جاتا ہے تو دیکھو اگر وہ سلیمان علیہ السلام کو اور موسےٰ علیہ السلام کو نہ پہچانتے تھے اور ان کے اندر شعور نہ تھا تو ان کا کہنا کس طرح مانتے تھے ہمارا کہنا مان لیں معلوم ہوا کہ شعور ہے۔

ماہ بااحمدؐ اشارت بین شود	نار ابراہیم را نسرین شود
چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے	آگ (حضرت) ابراہیم کے لئے نسرین بن جاتی ہے

یعنی احمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاند اشارت بین ہوتا ہے اور نار ابراہیم علیہ السلام کے لئے نسرین ہو جاتی ہے یہ ساری علامتیں شعور کی ہیں۔

خاک قارون راچو مارے درکشد	استن حنانہ آید در رشد
زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے	حنانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

یعنی قارون کو خاک سانپ کی طرح کھینچتی ہے اور استن حنانہ ہدایت میں آتا ہے یہ ساری علامات ان کے اندر شعور ہونے کی ہیں آگے اور۔

سنگ بر احمدؐ سلامے میکند	کوہ یحییٰ را پیامے میکند
پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے	پہاڑ (حضرت) یحییٰ کو پیغام دیتا ہے

یعنی پتھر احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے اور یحییٰ علیہ السلام سے پہاڑ پیام کہتا ہے یہ تو قصے خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

جملۂ ذرات عالم در نہاں	با تو مے گویند روزان و شباں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر	تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

یعنی عالم کے تمام ذرے چپکے چپکے تم سے رات دن یہ کہہ رہے ہیں کہ

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم	باشما نامحرماں ماخامشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں	تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

یعنی ہم سمیع ہیں اور بصیر ہیں اور خوش ہیں (مگر) تم نامحرموں کے ساتھ ہم خاموش ہیں۔ یعنی وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اندر حیات بھی ہے نطق بھی ہے سب کچھ ہے مگر چونکہ تم لوگ نامحرم ہو اس لئے تمہارے آگے خاموش ہیں اور نہیں بولتے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون شما سوئے جمادے مے روید	محرم جان جمادان چوں شوید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو	تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

یعنی چونکہ تم (حالت) جمادی کی طرف جا رہے ہو تو جان جمادان کے محرم کس طرح ہو سکتے ہو مطلب یہ کہ جب تم عالم اسفل کی طرف متوجہ ہو تو تم کو ان کی حیات کی کیا خبر تو جب ہو جبکہ تم قلب میں نور پیدا کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

از جمادے عالم جانہا روید	غلغل اجزائے عالم بشنوید
پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ	اجزائے عالم کا شور سن لو

یعنی جمادی سے عالم ارواح میں جاؤ تو اجزائے عالم کا غلغلہ سنو اس وقت تو یہ حالت ہو کہ

فاش تسبیح جمادات آیدت	وسوسہ تاویلہا بربایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی	تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

یعنی تسبیح جمادات تمہارے پاس ظاہر طور پر آویں اور وساوس اور تاویلوں کو ربودہ کر دیں مطلب یہ کہ جبکہ اس عالم سے توجہ الگ کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو گے تو پھر ان جمادات کی تسبیح تم کو صاف طور پر سنائی دے گی اور جس قدر وساوس اور تاویلیں اب تمہارے ذہن میں اس کے متعلق ہیں سب زائل ہو جائیں گی۔

چون ندارد جان تو قندیلہا	بہر بینش کردۂ تاویلہا
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں	تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

یعنی جبکہ تمہاری جان انوار نہیں رکھتی تو اس نے سمجھنے کے لئے تاویلیں کی ہیں (اور کہتے ہو کہ)

یعنی دیکھنے کا دعویٰ کرنا خیال عار کا تھا بلکہ خود دیکھنے والے کو دیدار تھا مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر انوار باطن تو تھے نہیں کہ جس سے تم ان جمادات کے نطق کا ادراک کرتے لہٰذا اس میں تاویلیں کرنے لگے اور ان کے شعور اور ان کے نطق کے معنی گھڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان اشیاء کے دیکھنے کا قائل ہونا کہ یہ دیکھتی ہیں اور ان کے اندر شعور ہے یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جو قابل عار ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ ان کے نطق اور ان کے دیدار کے یہ معنی ہیں کہ ان کو دیکھ کر اس بینندہ کو عبرت ہوتی ہے اور یہ سبب نطق اور ذکر اور تسبیح کا ہو جاتی ہیں تو سبب کی طرف نسبت کر دیا گیا ورنہ یہ فعل ہے مسبب کا تو اس قسم کے معنی گھڑنا یہ سب اسی وجہ سے

ہے کہ تم کو نور باطن حاصل نہیں ہے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں۔

کہ غرض تسبیح کے ظاہر کے شود	دعویٰ دیدن خیال و غے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟	دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

یعنی کہ تسبیح سے مقصود ظاہری (تسبیح) کب ہے اور دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے۔

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آن	وقت عبرت میکند تسبیح خوان
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا	عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

یعنی بلکہ ہر دیکھنے والے کے لئے انکا دیدار عبرت کے وقت تسبیح خواں کر دیتا ہے۔

پس چو از تسبیح یادت میدہد	ایں دلالت ہمچو گفتن مے بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں	یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

یعنی بس جبکہ تم کو تسبیح سے یاد دلاتی ہے تو یہ دلالت مثل کہنے کے ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ تم یہ تاویل کرتے ہو کہ اس سے جو عبرت ہوتی ہے تو اسی کو ان کے ناطق ہونے سے تعبیر کر دیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این بود تاویل اہل اعتزال	وائے آنکس کو ندارد نور حال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے	اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا

یعنی یہ اہل اعتزال کی تاویل ہوا کرتی ہے تو اس شخص پر افسوس ہے جو کہ نور حال نہ رکھے۔

چون ز حس بیرون نیاید آدمی	باشد از تصویر غیبی اجنبی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے	تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

یعنی جبکہ آدمی حس سے باہر نہ ہو (اور اسی میں مقید رہے) تو وہ تصویر غیبی سے نادان ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس دنیاوی دھندوں میں لگا ہوا ہے اور ان سے ابھی باہر نہیں ہوا وہ اس عالم غیب کے حالات سے بالکل ناواقف رہتا ہے ہاں جو کہ ان سے نکل گیا اس کو سب کچھ حاصل ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد مار گیر	مے کشید آں مار را باصد زحیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا	بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

یعنی یہ باتیں تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتیں مار گیر اس سانپ کو سینکڑوں مصیبتوں سے کھینچ رہا ہے مطلب یہ کہ اجزائے عالم کی حیات اور قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے تو اب اس کو یہیں ترک کر کے قصہ مار گیر بیان کرو کہ وہ اس کو کس طرح کھینچ رہا ہے۔

تا بہ بغداد آمد آن ہنگامہ خواہ	تا نہد ہنگامۂ برچار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا	تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

یعنی وہ ہنگامہ کا طالب بغداد میں آیا تاکہ چوراہہ پر ہنگامہ کو رکھے یعنی اس نے چاہا کہ کسی چوراہے پر مجمع کرے۔

برلب شط مرد ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا	بغداد شہر میں شور مچ گیا

یعنی (دجلہ کی) پٹڑی کے کنارے اس آدمی نے مجمع رکھا تو تمام شہر بغداد میں شور مچ گیا کہ

مارگیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدھا لایا ہے	اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

یعنی ایک سپیرا ایک اژدھا لایا ہے اور اس بوالعجب نے ایک عجیب شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش	صید او شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقت جمع ہو گئے	اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

یعنی لاکھوں احمق وہاں جمع ہو گئے اور اپنے گدھے پن سے اس سپیرے کا شکار بن رہے تھے یعنی اسے پیسے دے دے کر پھنس رہے تھے۔

منتظر ایشاں و او ہم منتظر	تاکہ جمع آیند خلق منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر	تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

یعنی وہ لوگ بھی منتظر تھے اور یہ شخص بھی منتظر تھا تاکہ لوگ جو کہ ابھی منتشر ہیں جمع ہو جاویں یعنی وہ اس کا منتظر تھا کہ مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور یہ جانتا تھا کہ۔

مردم ہنگامہ افزوں تر شود	کدیہ و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں	بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

کہ لوگوں کا مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور بھیک اور بخشش خوب ہو جاوے۔

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا	حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے	کر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

یعنی لاکھوں بے ہودہ حلقہ کر کے ایک پر ایک جمع ہو گئے

حلقہ گردا و چور ز گرد عریش	ہمچنان کہ بت پرستان بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر	جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

یعنی اس سپیرے کے گرد حلقہ کئے ہوئے جیسے کہ انگور گرد ٹہنی کے اور جیسے کہ بت پرست (حلقہ کئے ہوئے) گنیش پر ہوں غرضیکہ لوگ ٹوٹے پڑتے تھے۔

مرد را از زن خبر نے زازدحام	رفتہ درہم چون قیامت خاص وعام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں	قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

یعنی ازدحام کی وجہ سے مرد کو عورت کی خبر نہ تھی اور قیامت کی طرح خاص وعام ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔

چون ہمی حراقہ جنبانید او	مے کشیدند اہل ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا	مجمع والے گلا پھاڑتے

یعنی جب وہ ڈگڈگی ہلاتا تھا تو ہنگامے والے غل مچاتے تھے لوگوں کی تو یہ حالت اور ان اژدہا صاحب کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود	زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
وہ اژدھا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا	سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

یعنی اژدہا جو کہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں قسم کے ٹاٹوں اور پردہ کے نیچے تھا یعنی اس سپیرے نے اس کو خوب دبا رکھا تھا تا کہ کوئی دیکھ نہ لے اور جب لوگ خوب جمع ہو جاویں اس وقت اس کو کھولے۔

بستہ بودش بارسنہائے غلیظ	احتیاطے کردہ بودش آن حفیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا	اس نگہبان نے اس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

یعنی اس کو سپیرے نے موٹی رسیوں میں باندھ رکھا تھا اور اس حفیظ نے خوب احتیاط کر رکھی تھی۔

در درنگ و اتفاق و انتظار	وزہیا ہوئی و فغان بے شمار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں	ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

یعنی دیر اور جمع ہونے اور انتظار کی وجہ سے اور بے انتہا ہائے ہوئے اور فغاں کی وجہ سے

وزغلو خلق و مکث و طمطراق	تافت برآن مار خورشید عراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کرّوفر سے	اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

یعنی لوگوں کے غلو سے اور ٹھہرنے سے اور دھوم دھام کی وجہ سے اس سانپ پر عراق کا خورشید چمک آیا (چونکہ عراق میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے خورشید عراق کہہ دیا) مطلب یہ کہ ان چیزوں کے انتظار میں گرمی خوب ہوگئی۔

آفتاب گرم سیرش گرم کرد	رفت از اعضائے او اخلاط سرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا	اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

یعنی آفتاب تیز روشن نے اس کو گرم کر دیا اور اس کے اعضا میں سے سردی کے اخلاط جاتے رہے یعنی وہ جو ٹھٹھر رہا تھا وہ افسردگی گرمی پہنچنے سے اس میں سے زائل ہوگئی۔

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت	اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا	اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیئے

یعنی وہ مردہ تھا اور وہ تعجب سے زندہ ہو گیا اور اژدہا نے خود ہلنا شروع کیا مطلب یہ کہ اس کو جو گرمی پہنچی تو وہ ہلنے لگا تب لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ ارے مردہ زندہ ہو گیا یا یوں تعجب ہوا کہ ارے یہ تو مردہ نہ تھا بلکہ زندہ ہی تھا۔

خلق را از جنبش آن مردہ مار	گشت شاں آں یک تحیر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی	ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

یعنی لوگوں کو اس مردہ سانپ کی جنبش سے ان کا وہ ایک تحیر لاکھ حصہ ہو گیا یعنی اول تو صرف اس کے عظیم جسم ہی کی حیرت تھی اب وہ حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

با تحیر نعرہ ہا انگیختند	جملگان از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے	اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

یعنی حیرت کے ساتھ نعرے مار رہے تھے اور سارے کے سارے اس کی جنبش کی وجہ سے بھاگ گئے۔

مے شکست او بند زاں بانگ بلند	ہر طرف میرفت چاقا چاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا	ہر طرف بندش کی تراخ تراخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

یعنی اس نے اس آواز بلند کی وجہ سے سارے بند توڑ ڈالے اور ہر طرف کو چلتا تھا اس حال میں کہ وہ بند تراق پڑاق ہوتے تھے مطلب یہ کہ تمام رسیوں وغیرہ کو توڑ تاڑ اب اس نے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ٹہلنا شروع کیا اس لئے کہ وہ اس غل سے پریشان ہو گیا اس لئے کہ اژدھام بھی تو شاید پانچ چھ لاکھ آدمیوں کا تھا اس لئے کہ آگے معلوم ہوگا کہ جب لوگ بھاگے تو بہت سے آدمی کچل کر مر گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا مجمع ہوگا جب تو یہ نوبت آئی۔

بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر	اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا	بھیانک اژدھا شیر کی طرح دھاڑتا ہوا

یعنی اس نے ان بندوں کو توڑ دیا اور ان کے نیچے سے ایک اژدہائے عظیم شیر کی طرح غراتا ہوا باہر نکلا۔

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد	از فتادہ و کشتگان صد پشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے	مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

یعنی بھاگنے میں بہت سی مخلوق ماری گئی اور مرے ہوئے اور گرے ہوئے لوگوں کے سو پشتے ہو گئے یعنی تمام پشتے لگ گئے اس قدر آدمی بھاگنے میں مرے نعوذ باللہ اللہ ایسی بلا سے بچاوے۔

مارگیر از ترس برجا خشک گشت	کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا	کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

یعنی سپیرا تو ڈر کے مارے وہیں سوکھ گیا کہ میں جنگل اور پہاڑ سے یہ کیا لے آیا بے چارا بہت ہی پچھتا رہا تھا اور اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے۔

گرگ را بیدار کرد آن کور میش	رفت نادان سوئے عزرائیل خویش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیے کو جگا دیا	بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

یعنی اس اندھی بھیڑ نے گرگ کو جگا دیا اور نادان اپنی موت کی طرف گیا اس لئے کہ نہ تو اس کو لاتا اور نہ یہ حالت ہوتی اور لوگ تو خیر بھاگ بھی گئے مگر یہ تو اس قابل بھی نہ رہا کہ بھاگ سکے بس وہیں بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔

اژدہا یک لقمہ کرد آن گیج را	سہل باشد خون خوری حجاج را
اس احمق کو اژدہے نے ایک لقمہ بنا لیا	حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

یعنی اژدھا نے اس احمق کا ایک لقمہ کیا اور حجاج کو تو خون خوری آسان ہوتی ہی ہے حجاج سے مراد وہ اژدہا مطلب یہ کہ جس طرح کہ حجاج کو خون خوری آسان تھی اسی طرح اس اژدہا کو بھی اس شخص کو کھالینا آسان تھا اب اس کو نگل تو گیا مگر چونکہ سالم نگلا تھا اس لئے سب ہڈیاں وغیرہ ویسی ہی اس کے پیٹ میں تھیں تو اس سپیرے کی ہڈیوں کو توڑنے کے لئے اس اژدہا نے یہ حرکت کی کہ۔

خویش را بر استنی پیچید و بست	استخوان خوردہ را درہم شکست
اس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا	کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا
شہر خالی گشت و اژدرہا براند	سوئے کہ گرد از بیاباں برشفاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا	پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

یعنی اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا اور اس کھائے ہوئے کی ہڈیوں کو توڑ دیا (الٰہی توبہ الٰہی توبہ) یعنی کسی ستون سے لپٹ کر اپنے کو زور سے دبایا تو پیٹ میں اس کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئیں نعوذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

نفست اژدرہاست او کے مردہ است	از غم بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اژدھا ہے وہ مردہ کہاں ہے	ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

یعنی تیرا نفس ایک اژدہا ہے وہ مردہ کب ہے (بلکہ) بے سامانی کی وجہ سے افسردہ ہو رہا ہے۔

گر بیابد آلت فرعون او	کہ بامر او ہمی رفت آب جو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے	جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

یعنی اگر یہ سامان فرعون پائے کہ اس کے حکم سے ندی کا پانی چلا کرتا تھا

انگہ او بنیاد فرعونے کند	راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا	سینکڑوں موسیٰ و ہارون کی راہ زنی کریگا

یعنی اس وقت یہ دعویٰ فرعونی کا کرے اور سینکڑوں موسےٰ اور ہارون جیسوں کی راہ مارے مورخین نے لکھا ہے کہ نیل حکم فرعون سے چلا کرتا تھا اور یہ اس کے لئے استدراج تھا تو فرماتے ہیں کہ اگر اس ہمارے نفس کو کہیں ایسی باتیں حاصل ہو جاویں کہ اس کے حکم سے بھی خدانخواستہ بوجہ استدراج کے (نعوذ باللہ) ایسے کام ہونے لگیں تو یہ حضرت فرعون سے بھی کہیں زیادہ ہو جاویں اور یہ امر بالکل صحیح ہے بس ہمارا تو اسی حالت میں رہنا کہ ہم بالکل عاجز ہوں ٹھیک ہے۔

کرمکست این اژدہا از دست فقر	پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر
وہ اژدہا افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے	چرخ، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے

یعنی یہ اژدھا فقر کے ہاتھوں ایک کیڑا ہے (مگر) مال و جاہ کی وجہ سے ایک مچھر بھی شکرا بن جایا کرتا ہے مطلب یہ کہ مال و جاہ میں پھنس کر خواہ کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اس میں قوت شرارت زیادہ ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ۔

اژدہا را دار در برف فراق	ہین مکش او را بخورشید عراق
اژدھے کو محرومی کے برف میں رکھ	خبردار! اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

یعنی اس اژدہا کو برف فراق (دنیا) ہی میں رکھو اور اس کو خورشید عراق تک مت کھینچو مطلب یہ کہ بس اس کو تو فقر اور ذلت ہی میں رکھو تا کہ ٹھٹھرا یا پڑا رہے اس کو لذات و تنعمات میں مت لگاؤ کہ پھر یہ حضرت پر پرزے نکالیں گے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

تا فسردہ مے بود آن اژدہات	لقمہ اوئی چو او یابد نجات
تا کہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے	جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

یعنی تا کہ وہ تمہارا اژدہا ٹھٹھرا ہی رہے اور جب وہ نجات پالے گا تو تم اس کے لقمہ ہو گے مطلب یہ کہ اس کو مصائب میں مبتلا رکھو یہی ٹھیک ہے ورنہ اگر اس حالت سے یہ نکل گیا تو بس تم ہی کو لقمہ کریگا۔

مات کن او را و ایمن شو ز مات	رحم کم کن نیست او ز اہل صلات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا	رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

یعنی اس کو مغلوب کرلو اور پھر مغلوبی سے بے خوف رہو اور اس پر رحم مت کرو اس لئے کہ یہ تمہارے صلہ والوں میں سے نہیں ہے یعنی اس قابل نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو بلکہ یہ تو بس اسی قابل ہے کہ اس کو مارا جاوے اور اس کا سر کچلا جاوے اور اگر تم نے اس پر رحم کیا تو یہ ہوگا کہ۔

کان تف خورشید شہوت سر زند	آن خفاش مردہ ریکت پر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی	وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی

یعنی کہ وہ گرمی خورشید شہوت ابھرے گی اور وہ تمہارا ذلیل خفاش پر مارے گا مطلب یہ کہ اگر اس پر رحم کرو گے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ تم پر غالب ہوکر ہلاکت میں ڈالے گا۔

مے کش او را در جہاد و در قتال	مردوار اللہ یجزیک الوصال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا	مردانہ وار اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمادے گا

یعنی اس کو جہاد اور قتال میں مرد کی طرح کھینچو کہ اللہ تم کو بدلہ وصال دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تمہیں اپنا وصل نصیب فرماویں تم اس کو خوب مجاہدہ میں رکھو کہ اسی سے اس کی اصلاح ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں کہ آن مرد اژدہا را آورید	در ہوائے گرم خوش شد آن مرید
چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا	گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

یعنی جبکہ وہ مرد اس اژدہا کو ہوائے گرم میں لایا تو وہ مردود خوش ہوا۔

لاجرم آن فتنہ ہا کرد اے عزیز	بلکہ صد چندان کہ ما گفتیم نیز
اے پیارے لامحالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیئے	بلکہ اس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

یعنی آخر کار اس نے اے عزیز یہ فتنے کئے بلکہ سو گونہ اس سے بھی زیادہ جتنے کہ ہم نے کہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو وہ اس کو لایا اور اس کو گرمی میں رکھا تو اس نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو اگر تم بھی اس نفس کو گرمی مجاہدہ و ریاضت میں نہ رکھو گے تو یہ بھی تمہارے ساتھ سرکشی کریگا لہٰذا اس کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھو تا کہ یہ درست رہے۔

تو طمع داری کہ او را بے جفا	بستہ داری در وقار و در وفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے	وقار اور وفا میں باندھ لے گا

یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ اس کو بے مشقت کے وقار و وفا میں باندھ کر رکھو یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ بلا مجاہدہ و

ریاضت کے اس کو اخلاق حمیدہ پر مجبور کریں تو یاد رکھو کہ۔

ہر کسے را این تمنا کے رسد	موسیٰ باید کہ اژدرہا کشد
ہر کسی کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے۔	موسیٰ چاہیے جو اژدھے کو مارے

یعنی ہر شخص کو یہ تمنا کب حاصل ہوتی ہے کسی موسےٰ کی ضرورت ہے جو کہ اژدہا کو مار ڈالے مطلب یہ کہ ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ جو بے کسی مشقت کے کامل ہو جاوے۔ یہ شان تو انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے کہ ان کی تربیت خود حضرت حق بلاواسطہ فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ اور کسی کو تو (حلوا خوردن راروئے باید) بے مجاہدہ و مشقت کے اس پر غلبہ حاصل ہوا نہیں ہے۔

صد ہزاران خلق ز اژدرہائے او	در ہزیمت کشتہ شد اے رائے او
لاکھوں لوگ اس کے اژدھے سے	پسپائی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

یعنی لاکھوں مخلوق اس سپیرے کے اژدہا کی وجہ سے بھاگنے میں مر گئی افسوس ہے اس پر۔

وز طمع ہم خویشتن را برباد داد	گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد
لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا	(قصہ) کہدیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

یعنی طمع کی وجہ سے اپنے کو بھی برباد کیا (یہ قصہ) کہا گیا واللہ اعلم بالصواب یعنی اس نالائق کے اس اژدہا کو لانے نے لاکھوں آدمیوں کا خون کیا اور خود مرا اور صرف اس طمع میں کہ کچھ پیسے مل جاویں گے بس اب قصہ ختم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب یہاں جو کہا تھا کہ

موسیٰ باید کہ اژدہا کشد

یہاں سے اس قصہ موسےٰ علیہ السلام سے جوڑ لگایا ہے لہذا آگے اسی کو بیان بھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک سپیرا پہاڑوں میں اس غرض سے گیا کہ اپنے منتروں کے ذریعہ سے کوئی سانپ پکڑے اتنا فرما کر دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالب کسی قسم کا ہو خواہ سست رفتار ہو یا تیز رفتار لیکن جب کوشش کرتا رہتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو تم کو چاہئے کہ ہمہ تن اور ہمیشہ حق سبحانہ کی طلب میں سرگرم رہو اس لئے کہ طلب اور جستجو راہ حق کا عمدہ رہبر ہے چنانچہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست۔ تم خواہ لنگڑے ہو یا لنجے کاہل ہو یا نقصان عقل کے سبب بے ادب۔ غرض کیسے ہی ہو تم کو اس راہ میں گھٹنوں کے بل چلنا چاہئے۔ اور حق سبحانہ کو

ڈھونڈھنا چاہئے کبھی گفتار سے کبھی خاموشی سے کبھی تاڑنے سے غرض جس طرح ممکن ہو حق سبحانہ کا پتہ لگانا چاہئے۔ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے کہا تھا کہ یوسف کی تلاش میں حد سے زیادہ کوشش کرو اور اس تلاش میں نہایت مستعدی کے ساتھ ہر حس سے کام لو آنکھ سے بھی زبان سے بھی کان سے بھی وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دیکھو رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس امید وار

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ پس تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو دستاویز بناؤ اور حضرت حق کو یوں ہر طرف ڈھونڈو جس طرح کسی کا لڑکا گم ہو جاتا ہے تو وہ ڈھونڈھتا ہے تم حس دہن یعنی قوت تکلم سے بھی کام لو۔ اور جس شخص پر گمان ہو کہ وہ جانتا ہے اس سے دریافت کرو۔ اور دیدار محبوب حقیقی کے جان و دل سے طالب ہو اور مژدہ نشان یابی مطلوب کی امید پر پوچھتے پوچھتے جان دیدو اور مطلوب کے چوراہے پر کھڑے ہو کر خوب کان لگاؤ یعنی جب تمہارے سامنے مختلف راستے ہوں تو انکل پچو ایک طرف کو نہ چلدو بلکہ خوب غور کر و جس طرف اس حقیقت کے آثار معلوم ہوں جس سے کہ تم روز ازل سے واقف ہو اس طرف چل دو اب کچھ اتے پتے ہم تم کو بتلاتے ہیں غور سے سنو جس کسی کے اندر کوئی عمدہ بات دیکھو تو سمجھو کہ وہ تم کو اپنے سرچشمہ کی رہنمائی کرتی اور تم کو حق سبحانہ کا پتہ دیتی ہے کیونکہ جملہ کمالات حق سبحانہ ہی کے کمالات کے ظلال وعکوس ہیں اور حق سبحانہ ان کاموں کا یوں ہی سرچشمہ ہے جس طرح کہ ندیوں کا سرچشمہ گہرا سمندر ہوتا ہے پس اس صورت میں تم کو فروع کو چھوڑ کر اصل کو مطمح نظر بنانا چاہئے جب یہ معلوم ہو گیا کہ خوبیاں مطلوب کی طرف رہنمائی کرتی ہیں تو اب سنو کہ برائیاں بھی رہنمائے مطلوب ہیں اس لئے کہ مخلوق میں جس قدر برائیاں ہیں سب کا انجام کوئی نہ کوئی خوبی ہے اور یہ سامان بے سروسامانی کسی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً مخلوق کے غصے کسی نہ کسی شفقت کے لئے ہوتے ہیں خواہ اس طرح کہ ان سے مقصود ہی نفع رسانی ہو اور خواہ اس طرح کہ ان کی برائی سے شفقت کی خوبی معلوم ہو اور آدمی غصہ کو چھوڑ کر شفقت اختیار کریں اور خواہ یوں کہ مخلوق کا بے جا غصہ رحمت خداوندی کا باعث ہوتا ہے اور اس کے سبب سے مظلوم پر رحمت ہوتی ہے اور خواہ اس لئے کہ آدمی مخلوق کے غصوں سے تنگ ہو کر حق سبحانہ سے دل لگاتا ہے پس ثابت ہوا کہ غصہ کا انجام محبت ہے اور مخلوق کی جفا میں امید وفا جھلکتی ہے۔ نیز مخلوق کی جتنی لڑائیاں ہیں سب کا انجام صلح ہے خواہ یوں کہ لڑائی ختم ہو کر صلح ہو جاوے اور یا یوں کہ اس سے مطلوب حاصل ہو جائے جو کہ مطلوب کے ساتھ صلح ہے اور یا اس طرح کہ مخلوق کی لڑائیوں سے پریشان ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق پیدا کر لے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صلح ہے۔ علی ہذا تکلیف کا انجام ہمیشہ راحت ہوتا ہے خواہ تکلیف اٹھانے والے کیلئے

ہو پھر خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور خواہ دوسروں کے لئے ہو۔ جیسے کہ کفار کی تکلیف مومنین کی راحت کا سبب ہے کہ ان کو اپنے آپ کو اس تکلیف سے محفوظ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے یوں ہی ہر گلہ شکر سے منمی ہے کیونکہ گلہ کا منشا تکلیف ہے۔ اور ہر تکلیف موجب راحت ہے اور ہر راحت موجب شکر اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ برائیاں بھلائیوں کے لئے ہوتی ہیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ بھلائیاں حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس مقدمہ کو اس کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلا کہ برائیاں بھی موصل الی الحق ہیں پس تم کو فروع سے اصل کا اور ایک ضد سے دوسری ضد کا پتہ لگانا چاہئے کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ برائیوں کا انجام بھلائی ہے اگر اب بھی اس میں کچھ شبہ باقی ہو کہ برائی کا انجام بھلائی کیونکر ہو سکتا ہے اور ایک ضد منقلب الی الضد لاآخر کیوں ہو سکتی ہے تو سمجھو کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی یا نہیں اور اژدہا حیوان ہوتا ہے یا نہیں اور جمادیت وحیوانیت میں تضاد ہے یا نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی یا نہیں ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ بے شک پھر جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی تو اور تمام کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ اور اشیاء بھی اپنی ضد کی طرف منقلب ہو سکتی ہیں اور جنگلوں سے صلحے سیں پیدا ہو سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی اصول پر سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ پکڑا تھا اور خوشی کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈالا تھا اور کچھ اسی سپیرے کی تخصیص نہیں بلکہ ہر آدمی تماشہ کے لئے سانپ پکڑتا ہے اور بے غمی کی امید پر غم کھاتا ہے خیر یہ تو ضمنی مضمون تھا اب اصل حکایت سنو وہ سپیرا برفباری کے زمانہ میں پہاڑوں کے اندر ایک عجیب سانپ تلاش کر رہا تھا یکا یک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا جس کی صورت کے دیکھنے سے اس کو سخت دہشت معلوم ہوئی مردہ پڑا ہوا ہے وہ تو اس سخت جاڑے میں سانپ ہی تلاش کر رہا تھا لیکن اس کو اس کی خواہش سے بڑھ کر اس کے زعم میں مردہ اژدہا مل گیا جس سے اس کو بے حد خوشی ہوئی اب تم غور کرو کہ مخلوق بھی کس قدر نادان ہے کہ سپیرا آدمی ہو کر مخلوق کو متعجب کرنے کیلئے سانپ پکڑتا ہے اور مخلوق باوجود آدمی ہونے کے اس سے حیران اور متعجب ہوتی ہے غضب کی بات ہے کہ جو پہاڑ کی مثل اپنے اندر ہزاروں سانپ ودیگر عجائبات رکھتا ہے پھر وہ کیسے ان معمولی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور پہاڑ جو سانپوں کا معدن ہے وہ ایک سانپ سے کیسے دنگ ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آدمی نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا اور اوج ترقی سے حضیض تنزل میں گر گیا اس نے اپنے کو ان خرافات میں پھنسا کر خراب کر لیا اور اپنے کو بہت تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالا۔ اور اطلس ہو کر گدڑی کا پیوند بن گیا پہاڑ کے لاکھوں سانپ تو خود اس کی جامعیت اور اس کی عجائب وغرائب سے حیران ہیں پھر وہ سانپ سے کیوں متعجب ہوتا ہے اور کیوں ان کو دوست رکھتا ہے خیر اس نے اژدھے کو لے لیا اور لوگوں کو متعجب کرنے کیلئے بغداد کی طرف چل دیا اژدھا جو کہ مکان کے ستون کی طرح موٹا تازہ تھا وہ اس کو کچھ داموں کی خاطر کھینچے لئے جاتا تھا وہ خیال کرتا تھا کہ میں اسے لوگوں کو دکھاؤں گا اور کہوں گا کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں

اور میں نے اس کے شکار کرنے میں بہت خون جگر کھایا ہے وہ اس کو مردہ سمجھتا تھا لیکن واقع میں وہ زندہ تھا اور اس نے غور سے اسے نہ دیکھا تھا سردی اور برف میں ٹھٹھرا ہوا اور زندہ تھا مگر صورۃً مردہ تھا یوں ہی تم کو سمجھنا چاہئے کہ عالم بھی ٹھٹھرا ہوا ہے اور اسی واسطے اس کا نام جماد ہے کیونکہ جامد ٹھٹھرے ہوئے ہی کو کہتے ہیں تم اس کو مردہ سمجھتے ہو مگر ذرا دم لو اور خورشید محشر کو طلوع ہونے دو پھر جسم عالم کی حس وحرکت دیکھنا اس وقت تم کو یقین ہوگا کہ فی الحقیقت یہ مردہ نہ تھا بلکہ ٹھٹھرا ہوا تھا اگرچہ کچھ بھی عقل ہو تو اجسام ساکنہ کی حیات اب بھی معلوم ہو سکتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی مگر وہ سانپ اور حس وحرکت کرنے والی بن گئی اس واقعہ نے دیگر اجسام ساکنہ کی حالت بھی بتلا دی کہ وہ فی الحقیقت مردہ نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنی حس وحرکت ظاہر کرنے کے لئے امر خداوندی کے منتظر ہیں جس وقت ان کو حکم ہو جاتا ہے وہ اپنی حس وحرکت مخفیہ کو ظاہر کر دیتے ہیں دور کیوں جاؤ خود اپنی ہی حالت کو نہ دیکھ لو کہ تم ایک مشت خاک تھے اور اب زندہ ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ خاک میں صلاحیت حس و حرکت وحیات ہے جب اس میں صلاحیت ہے اور یہ مشاہد ہے تو پھر اس کے حیات میں استبعاد کیوں جب حیات ارض مستبعد نہیں تو بقیہ اجزاء عالم کو بھی اسی پر قیاس کرلو اور سمجھ لو کہ ان کی حیات بھی مستبعد نہیں اور جبکہ ان کی حیات مستبعد نہیں اور نصوص ومکاشفات اہل اللہ اس کو ثابت کرتے ہیں تو انکار کی کون وجہ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ تمہاری طرف سے مردہ ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے زندہ اور تمہاری طرف سے خاموش ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے گویا۔ اور جبکہ وہ ان کو ہماری طرف پہنچتا ہے یعنی ان کو اظہار حس وحرکت کا حکم دیتا ہے تو ان کی حرکت وحس ظاہر ہو جاتی ہے اور لاٹھی اژدہا بن جاتی ہے پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز بن جاتے ہیں لوہا اپنے اندر معرفت رکھتا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو پہچانتا ہے کہ اس کے اندر موم بن جاتا ہے اور دوسرے ہاتھوں میں اپنی حالت پر رہتا ہے۔ ہوا امر سلیمانی کو پہچانتی ہے کہ ان کو بار برداری کا کام دیتی ہے اور دوسروں کو نہیں دیتی حجر موسےٰ علیہ السلام کی بات کو پہچانتا ہے کہ ان کے لئے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا چاند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کو سمجھتا ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے کہ گلزار ہو جاتی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتی زمین موسےٰ اور قارون کو پہچانتی ہے کہ ان کے حکم سے اس کو سانپ کی طرح نگل جاتی ہے استن حنانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ وہ ایک مناسب کام کرتا ہے کہ آپ کے فراق میں روتا اور آپ کی تسکین سے خاموش ہو جاتا ہے پتھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ ان کو سلام کرتا ہے پہاڑ یحییٰ علیہ السلام کو پہچانتا ہے کہ ان کو پیام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے اوپر تشریف لائیے یہاں کفار آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکیں گے غرض تمام اجزاء عالم حس وحرکت رکھتے ہیں اور رات دن تم سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے

بھی ہیں اور ہم بہت خوش ہیں لیکن تم نامحرم ہو اس لئے تمہارے سامنے خاموش ہیں واقعی بات بھی ہے کہ جب تم اپنی حرکات ناشائستہ سے جماد بنے جارہے ہو اور اپنی قوی مدرکہ کو معاصی سے روز بروز خراب کر رہے ہو تو تم ارواح جمادات کے محرم راز کیونکر ہو سکتے ہو اگر تم کو ان کی حیات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہے تو عالم جان کی طرف چلو اور اپنے قوی مدرکہ باطنہ کو امراض سے پاک کرو پھر اجزائے عالم کا شور سنو اس وقت تم کو جمادات کی تسبیح صاف طور پر معلوم ہوگی اور ان کی تسبیح کے بارہ میں جو تم تاویلیں کرتے ہو ان کا وسوسہ بھی تم کو نہ ہوگا چونکہ تم اپنی جان کے اندر نور حق سبحانہ نہیں رکھتے اس لئے معرفت جمادات کے لئے تم تاویلیں کرتے ہو اور کہتے ہو کہ معرفت جمادات کا دعویٰ ایک شرمناک خیال ہے بلکہ وہ آلہ معرفت حق سبحانہ ہیں اس لئے معرفت عارف کو ان کی طرف مجازاً منسوب کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کی تسبیح سے تسبیح ظاہری مقصود نہیں ان کی معرفت کا دعویٰ تو خیال باطل اور کھلی گمراہی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دیکھنے والوں کا دیکھنا عبرت کے وقت تسبیح خواں بناتا ہے پس چونکہ وہ تم کو تسبیح یاد دلاتے ہیں اس لئے ان کی دلالت مثل گویائی کے سمجھی جاتی ہے اس لئے تسبیح کو ان کی تسبیح کہا جاتا ہے یہ تاویل ہے معتزلہ کی جو مبنی ہے اس پر کہ وہ صرف قال رکھتے ہیں اور نور حال نہیں رکھتے اور جو شخص اپنے اندر نور حال نہیں رکھتا اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ وہ جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے اور اس کا منشا حواس جسمانیہ میں مشغول رہتا ہے جب تک آدمی حواس جسمانیہ کی مشغولی کو چھوڑ کر حواس باطنیہ کی اصلاح نہیں کرتا اس وقت تک صورت غیبیہ سے ناواقف رہتا ہے یہ گفتگو تو ختم بھی نہ ہوگی اس کو چھوڑ و اور قصہ سنو وہ سپیرا اس ستون کے ستون اژدھے کو بڑی مصیبت سے کھینچتا ہوا بغداد تک لایا اور چاہا کہ کسی چوراہے میں تماشہ کرے بالآخر لب دریا اس نے تماشہ کیا اور سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک سپیرا اژدھا لایا ہے اور نہایت حیرت انگیز اور عجیب شکار کیا ہے یہ سن کر سینکڑوں احمق جمع ہو گئے اور اپنی حماقت سے ہر ایک اس کا شکار ہو گیا اور ہر وہ لوگ منتظر تھے کہ جلدی تماشا دکھلائے ادھر وہ منتظر تھا کہ لوگ خوب اچھی طرح جمع ہو جائیں اور تماشائی لوگ اور زیادہ ہو جائیں کہ بھیک اور چندہ زیادہ ہو غرض کہ لاکھوں بے ہودہ لوگ جمع ہو گئے اور سب اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے لوگوں کی کثرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا تھا سب کے سب اس کو یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے انگور کی بیلیں انگور کی ٹٹی کو یا جس طرح بت پرست بت خانہ۔ کثرت کے سبب مرد و عورت میں تمیز نہ تھی اور خاص و عام یوں ملے جلے جا رہے تھے جیسے قیامت میں جب وہ ڈگڈگی بجاتا تھا تو لوگ ہاؤ ہو سے اپنے گلے پھاڑ رہے تھے اور اژدھا جو کہ کڑاکے کے جاڑے سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں ٹاٹ اور پردوں میں دبا ہوا تھا اس نے مزید احتیاط یہ کی تھی کہ اس کو بڑے موٹے رسوں میں جکڑ رکھا تھا لوگوں کے توقف اور ان کے اتفاق و انتظار اور ہائے ہو اور بے حد چیخ و پکار اور خلوق کے غلو اور توقف اور مجمع کے شان و شوکت میں آفتاب خوب گرم ہو گیا اور

آفتاب گرم رفتار نے اژدھے کو خوب گرم کر دیا اور اس کے اعضاء سے سرد خلطیں پگھل گئیں تعجب کی بات ہے کہ وہ مردہ اژدھا اب زندہ ہو گیا اور اس نے حرکت شروع کی لوگ اس مرے ہوئے اژدھے کی حرکت سے نہایت متحیر ہوئے اور حیرت سے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ تو زندہ ہو گیا ارے یہ تو زندہ ہو گیا۔ ارے یہ تو زندہ ہو گیا اور اس کی حرکت کو دیکھ کر سب بھاگ گئے وہ اژدھا اس شور سے گھبرا کر رسوں کو یوں توڑ تا تھا وہ تڑاق تڑاق ٹوٹ کر ہر طرف جارہے تھے غرض کہ سب رسے ٹوٹ گئے اور اس کے نیچے سے وہ خبیث اژدھا شیر کی طرح غراتا ہوا نکلا بھاگنے میں بہت سے لوگ مر گئے اور گرنے اور مرنے والوں کے تودے لگ گئے مارے خوف کے سپیرا بھی وہیں سوکھ کر رہ گیا اور خیال کیا کہ میں پہاڑوں اور جنگلوں سے کیا بلا اٹھا لایا دیکھو اس اندھی بھیڑ (سپیرے) نے بڑے (اژدھے) کو جگایا اور خود اپنی حماقت سے ملک الموت کے پنجے میں پھنسے کیونکہ اس نے اس سپیرے کو نگل لیا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ تو حجاج بن یوسف کی طرح خونخوار تھا اور حجاج کے لئے خونخواری کونسا مشکل کام ہے جب وہ اس کو نگل چکا تو ایک ستون سے لپٹا اور زور کیا حتیٰ کہ اس کے پیٹ کے اندر اس سپیرے کی ہڈیاں پسلیاں سب چور چور ہو گئیں اس کے خوف سے شہر خالی ہو گیا اور وہ جنگل کی گرد اڑاتا ہوا پہاڑوں کی طرف چل دیا اب تم اس قصہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ نفس ایک اژدھا ہے جو ہنوز مرا نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پورا کرنے کا سامان نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے اگر اس کو بھی فرعون کا سامان مل جاوے جس کے حکم سے رود نیل چلتا تھا تب وہ بھی فرعونیت کی عمارت قائم کرے اور سینکڑوں موسیٰ و ہارون جیسے اہل اللہ کی رہزنی پر مستعد ہو جاوے اب جو وہ ایک معمولی کیڑا ہے اور اس کی وجہ اس کی احتیاجی ہے اگر اس کو جاہ و مال مل جاوے تو وہ ہی فرعون بن جاوے اس لئے کہ جاہ و مال کے بدولت ایک مچھر سا کمزور شخص چرغ کی طرح قوی ہو سکتا ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم اس اژدھائے نفس کو مفارقت خواہشات کی برف میں رکھو اور ہرگز اس کو اس کی خواہشات پورا کر کے گرمی نہ پہنچاؤ تاکہ وہ اژدھا ٹھٹھرا ہی رہے کیونکہ اگر وہ بچ گیا تو تمہیں کھا ہی جاوے گا پس اے شکست دیکر اپنی شکست سے بے خوف ہو جاؤ اور اس پر رحم نہ کرو اس لئے کہ وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں کیونکہ جب تم اس کی ہمدردی کرو گے تو خواہشات نفسانی کی آفتاب کی گرمی ظاہر ہو گی اور اس کے سبب ذلیل نفس جو نور حق سبحانہ کی تاب نہ لانے کے سبب مثل خفاش ہے پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو گا تم کو چاہئے کہ مردوں کی طرح کہ اس کو مجاہدہ اور جنگ کے میدان میں کھینچ لاؤ اللہ جل شانہ ان مشقتوں کے عوض تم کو دولت وصل سے کامیاب کریں گے دیکھو جب وہ اژدھا کو کھینچ لایا تھا تو گرم ہوا میں وہ چاق و چوبند ہو گیا تھا اور اس نے چاق چوبند ہو کر وہ فتنے برپا کئے جو تم سن چکے ہو بلکہ جس قدر ہم نے بیان کیا ہے اس سے سو گونہ زائد یوں ہی اگر تمہارا نفس چاق و چوبند ہو گیا تو وہ فتنے برپا کریگا لہٰذا تم کو ضرور مجاہدات اور اس کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اور تکالیف سے نہ ڈرنا چاہئے تم یہ جانتے ہو کہ بلا مشقت و

محنت اس کو پابند وقار و وفا دیکھو لیکن ہر شخص کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی اژدھے کو کھینچنے اور اس کو بلا مشقت منقاد کرنے کے لئے موسےٰ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے انہوں نے اژدھے کو یوں مسخر کیا تھا کہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہے اور اس کو دشمنوں کی ہلاکی کا ذریعہ بنایا سو ہر شخص ایسا کہاں ہوسکتا ہے تم اس سپیرے سے عبرت پکڑو کہ اس کمبخت کے اژدھے نے کتنے لوگوں کو بھاگتے میں مار ڈالا اور طمع سے اپنے کو بھی برباد کیا بس نفس بھی زندہ ہو کر یہی حالت کریگا ختم شد واللہ اعلم بصحۃ القصۃ والاستنباطات۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے سوالوں اور جوابوں اور دھمکیوں کا بیان

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم	خلق را کشتی و افگندی زبیم
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں	ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ اے کلیم تم نے کیوں مخلوق کو قتل کرایا اور خوف میں ڈال دیا مطلب یہ کہ سب اچھی طرح سے ایک دین پر تھے تم نے ایک نیا مذہب نکال کر لوگوں میں تفریق کردی اور مخالفت بڑھادی اس سے تم کو کیا ملا۔

در تردد از تو افتادند خلق	در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے	الٹے بھاگنے میں پھلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

یعنی تمہاری وجہ سے مخلوق تردد میں پڑ گئی ہے اور بھاگنے میں لوگ لغزش کی وجہ سے مر گئے مطلب یہ کہ جب تمہارے اژدھا سے لوگ ڈر کر بھاگے تو اس میں بہت سے بھاگنے میں مر گئے تو اس سے تم کو کیا فائدہ ہے بلکہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت	کیں تو در سینہ مرد و زن گرفت
لامحالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی	مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

یعنی آخر کار لوگوں نے تم کو دشمن اختیار کرلیا اور تمہارا کینہ مرد و عورت سب نے اپنے سینہ میں لے لیا مطلب یہ کہ اب سب تمہارے دشمن ہوگئے اور تم نے جو چاہا تھا کہ سب میرے تابع فرماں ہوں اور میری مانیں یہ مقصود تمہارا حاصل نہیں ہوا بلکہ اور لوگ تم سے متنفر ہوگئے۔

خلق را مے خواندی و برعکس شد	از خلافت مرد ماں را نیست بد
تو لوگوں کو بلاتا تھا (معاملہ) برعکس ہو گیا	لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

یعنی تو نے لوگوں کو بلایا تو وہ برعکس ہو گیا اور اب تیرے خلاف کرنے سے علاوہ مرد و عورت کو اور کوئی علاج نہیں ہے مطلب یہ کہ اب تو بجز اس کے کہ سب تمہاری مخالفت کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

من ہم از شرت اگر پس مے خزم	در مکافات تو دیگے مے پزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں	تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

یعنی میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں تو تیری مکافات میں ایک دیگ پکا رہا ہوں مطلب یہ کہ اگر چہ میں بھی بولتا نہیں ہوں اور تجھے کچھ کہتا نہیں ہوں مگر یاد رہے کہ میں بھی تدابیر سے غافل نہیں ہوں برابر تم سے بدلہ لینے کی تدابیر کر رہا ہوں۔

دل ازیں برکن کہ بفریبے مرا	یا بجز فے پس روے گردد ترا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے	یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیروکار ہوگا

یعنی اس سے دل ہٹا لے کہ تو مجھے فریب دے دے گا سوائے (تیرے) سایہ کے اور کوئی تیرا پس رو ہوگا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس سے بے فکر رہو کہ میں تمہارے دھوکہ میں نہ آؤں گا اور تمہارا سایہ تو تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ تو تمہارا تابع ہوگا مگر یاد رکھو کہ اور کوئی تمہارا اتباع نہ کرے گا بلکہ سب میرے ہی معتقد رہیں گے۔

تو بدان غرامشو کیں ساختے	دردل خلقان ہراس انداختے
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے	لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

یعنی تو نے جو کچھ بنایا ہے اس پر مغرور مت ہو کہ تو نے مخلوق کے دل میں خوف ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ تم نے جو یہ سانپ بنا کر لوگوں کو ڈرا دیا ہے تو اس پر مغرور مت ہونا کہ اس خوف سے تم سب کو اپنا کر لو گے اس لئے کہ۔

صد چنین آری وہم رسوا شوی	خوار گردی ضحکۂ وغوغا شوی
اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہوگا	ذلیل ہو گا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

یعنی اگر ایسے سو بھی لا دیگا تب بھی رسوا ہوگا اور خوار ہوگا اور (لوگوں کے لئے ایک) مسخرہ پن اور غوغا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ بجز اس کے کہ لوگ تمسخر کریں گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہمچو تو سالوس بسیاران بدند	عاقبت در مصر مار سوا شدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے	انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

یعنی تجھ جیسے مکار بہت ہوئے ہیں اور آخرکار ہمارے شہر میں رسوا ہوئے ہیں تو اس کا مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بددل اور خائف ہو کر یہ کام ترک فرمادیں مگر وہ کب دبنے والے تھے ان کا جواب سنئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس تہدید کے متعلق جو کہ فرعون ان کو کر رہا تھا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست	گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے	اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

یعنی ارشاد فرمایا کہ حکم حق کے ساتھ مجھے شرک کرنا نہیں ہے اور اگر اس کا حکم میرا خون بھی کرادے تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم کے آگے مصلحت سوچنا اور یہ دیکھنا کہ اس طرح لوگ دشمن ہوتے ہیں اور اس طرح دوست یہ شرک ہے۔ اس کے حکم کے آگے مصلحت کیسی بس جو حکم ہے اس کو پورا کرتے ہیں اب اگر اس میں ہماری جان بھی جاتی رہے تو کچھ حرج نہیں ان کا تو وہ مذہب تھا کہ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

کیسی مصلحت بینی اور کیسی عاقبت اندیشی بس حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں اس میں خواہ کوئی دشمن ہو تو کیا اور دوست ہو تو کیا اور فرمایا کہ۔

راضیم من شاکرم من اے حریف	ایں طرف رسوا و پیش حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکرگزار ہوں	کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

یعنی اے مقابل میں اس پر راضی اور شاکر ہوں کہ اس طرف تو رسوا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کے سامنے معزز ہوں یعنی دنیا کی رسوائی اور وہاں کی عزت ہو تو اس پر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں راضی ہوں۔

پیش خلقان خوار و زار و ریشخند	پیش حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مسخرہ (بنوں)	(لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ بنوں

یعنی مخلوق کے آگے تو خوار و ذلیل اور مسخرہ ہوں اور حق تعالیٰ کے سامنے محبوب اور مطلوب اور پسندیدہ ہوں (یہ مجھے قبول ہے اور میں اس پر راضی ہوں) یہ فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

از سخن میگویم این ورنہ خدا	از سیہ رویاں کند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ	تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

یعنی میں یہ بات کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کل کو تجھے ہی سیہ رویوں سے کریگا مطلب یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں

کہ میری جان بھی جاتی رہے تب بھی پرواہ نہیں ہے یہ صرف ایک بات کے طور پر اور بطور فرض کے کہہ رہا ہوں ورنہ اصل تو یہ ہے کہ انشاء اللہ حق تعالیٰ تجھی کو مغلوب اور سیہ رو بنادے گا اس لئے کہ۔

عزت آن اوست و آن بندگانش	ز آدم و ابلیس برمے خوان نشانش
عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے	(حضرت) آدم اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کرلے

یعنی عزت ملک حق اور اس کے بندوں کی ہے آدم۔ وابلیس سے نشان پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنين تو جب عزت حق تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے بندوں کی تو پھر میں بھی معزز اور منصور رہوں گا اور دیکھو آدم اور ابلیس کے قصہ کو پڑھ لو کہ دیکھو عزت کس کو حاصل ہوئی بس اسی سے قیاس کرلو اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق	ہیں دہان بر بندو برگردان ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے	خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

یعنی حق تعالیٰ کی طرح ان کی (صفات کی) شرح بھی انتہا نہیں رکھتی تو ہاں ذرا منہ کو بند کر اور ورق لوٹ ورق گردانیدن حالت دگرگوں کردن۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جس طرح غیر متناہی ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی غیر متناہی ہیں تو ان کو تو کوئی بیان نہیں کرسکتا لہذا اس سے بہتر ہے کہ چپ ہو رہو اور اس حالت سے بدل دوسری حالت پیدا کردو یعنی اس قصہ کو بیان کرو آگے جواب فرعون کے نقل فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب سنو اژدہا موسےٰ علیہ السلام کا کیونکر مطیع تھا اور دشمنوں کے لئے کس طرح خطرناک تھا ایک مرتبہ فرعون نے کہا کہ اے موسےٰ تو نے مخلوق کو اپنے اژدھے سے مار ڈالا اور ان کو ہراساں کر دیا تجھ سے اور تیرے اژدھے سے ڈر کر لوگ بھاگنے لگے اور بھاگنے میں پھسل کر گرنے کے سبب بہت سے لوگ مر گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ تیرے دشمن ہو گئے اور تیری عداوت عورتوں اور مردوں کے سینہ میں بیٹھ گئی تو مخلوق کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا مگر نتیجہ الٹا ہوا اور لوگ تیری مخالفت کے لئے مجبور ہو گئے میں اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹتا ہوں تو اس سے تجھ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرعوب ہو گیا اور تیرا مطیع ہو جاؤں گا بلکہ تیری سزا کا سامان مہیا کر رہا ہوں تو اس خیال کو دل سے دور رکھنا کہ تو مجھے دھوکا دے لے گا یا میں تیری باتوں میں آ کر تیرا مطیع ہو جاؤں گا ناممکن ہے کہ ایسا ہو تو اس ڈھونگ پر مغرور نہ ہونا جو تو نے بنایا ہے اور لاٹھی کو سانپ بنا کر مخلوق کو مرعوب اور خوف زدہ کر دیا ہے تو ایسے ایسے سو کام کریگا اور ہر کام میں ذلیل ہو گا رسوا ہو گا۔ دنیا تجھ پر ہنسے گی۔ تجھ سے مکار

بہت سے آئے اور بالآخر ہمارے شہر میں ذلیل ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ میں امر میں خدا کا شریک نہیں ہوں کہ اس کے حکم کے مقابلہ میں کوئی ذاتی رائے رکھتا ہوں بلکہ میں تو محکوم محض ہوں لہذا اگر وہ اپنے حکم سے مجھے مار بھی ڈالے تو بھی مجھے کچھ اندیشہ نہیں میں اس کے ہر حکم پر دل سے راضی اور ہر حالت میں اس کا شکر بجالانے والا ہوں۔ اور گو دنیاوی لحاظ سے ذلیل ہوں لیکن خدا کے نزدیک بڑی عزت اور شرف رکھتا ہوں اور گو مخلوق کی نظروں میں ذلیل۔ محقر اور قابل مضحکہ ہوں لیکن حق سبحانہ کا محبوب اور اس کا مطلوب اور پسندیدہ ہوں یہ اپنی ذلت وخواری دنیاوی کا اقرار بھی ایک بات کے طور پر اور علی سبیل التنزل ہے ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ کل تو روسیاہ اور ذلیل ہوگا اور میں معزز وموقر اس لئے کہ عزت خدا اور اس کے بندگان خاص ہی کے لئے ہے چنانچہ ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین یاد رہے ہوتو آدم وابلیس کے قصہ میں اس کا نشان دیکھ لو کہ آدم کے مقابلہ میں شیطان کیسا ذلیل ہوا خیر اسماء وصفات حق کی تفصیل تو یوں ہی غیر متناہی ہے جیسے کہ خود ذات حق سبحانہ غیر محدود ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے اور اصل قصہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور ان سے چالیس روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق درحکم ماست	دفتر و دیوان وحکم این دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے	دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ ورق (دفاتر) ہمارے ہاتھ میں ہیں اور رجسٹر اور کچہریاں اور حکم سب اس دم میرے ہیں۔

مرمرا بخریدہ اند اہل جہان	از ہمہ عاقل تری تو اے فلان
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے	اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

یعنی سارے اہل جہان نے مجھے خرید رکھا ہے تو ارے فلانے سب سے زیادہ عقلمند ہے مطلب یہ کہ سارے تو مجھے مانتے ہیں آپ بڑے عقلمند نکل کر آئے ہیں کہ میری حکومت کا انکار کرتے ہیں کہ یاد رکھو کہ سارے اختیارات مجھ کو حاصل ہیں ابھی کایا پلٹ کرادوں گا اور بولا کہ۔

موسیا خود را خریدی ہیں برو	خویشتن کم بین بخود غرہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا	خود بینی نہ کر اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

یعنی اے موسیٰ اپنے کو تم الگ کرتے ہو تو کرے جاؤ اپنے کو ذرا کم دیکھو اور مغرور مت ہو مطلب یہ کہ ذرا

گھمنڈ میں مت رہنا کہ تم کو کچھ سحر وغیرہ آتا ہے اس لئے حکومت کرنا چاہتے ہو گے تو یاد رکھنا کہ۔

جمع آرم ساحران دہر را	تا کہ جہل تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادو گروں کو جمع کروں گا	تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

یعنی میں تمام زمانہ کے ساحروں کو جمع کروں گا تا کہ تیرا جہل تمام شہر کو دکھا دوں۔

ایں نخواہد شد بروزے یا دو روز	مہلتم دہ تا چہل روز تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا	مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

یعنی یہ (جمع ساحران) ایک دو دن میں تو ہوگا نہیں لہذا تم مجھے تموز کے چالیس روز تک مہلت دو۔ تموز گرمی کا مہینہ ہے مطلب یہ کہ یہ جو گرمی کا چلہ ہے اس میں مجھے مہلت دو۔ تو میں سب کو جمع کرلوں اور پھر تمہارا مقابلہ ہو۔ سبحان اللہ ذرا دیکھئے کہ کس طرح مہلت طلب کر رہا ہے یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کو

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست	بندہ ام امہال تو مامور نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے	میں (اللہ کا) غلام تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں تو بندہ ہوں مجھ کو تجھے مہلت دینے کی اجازت نہیں ہے مطلب یہ کہ مجھے تو حکم ہے کہ تیرے سر پر ہر وقت مسلط رہوں لہذا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا۔

گر تو چیری و مرا خود یار نیست	بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے	میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

یعنی اگر تو غالب ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے تو میں تو بندۂ حکم ہوں مجھے اس (تنہائی اور اسیری) سے کام نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تو بظاہر فوج و لشکر والا اور غالب ہے مگر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں تو بندۂ فرمان ہوں مجھے تجھ پر مسلط رہنے کا حکم ہو گیا ہے اب مجھے کیا میں تنہا ہوں تو کیا اور تو با جماعت ہے تو کیا۔

مے زنم باتو بجد تا زندہ ام	من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا	مجھے مدد کا کیا کرنا ہے؟ میں تو غلام ہوں

یعنی میں جب تک زندہ ہوں اس وقت تک تو کوشش سے تجھ میں لگا رہوں گا اور مجھے مدد وغیرہ سے کیا کام میں تو بندہ ہوں۔

جو نصرت دے نہ دے قسمت نہ دیوے تو شکایت کیا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

می زنم تادر رسد حکم خدا	کہ کند ہر خصم از خصمے جدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا	وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

یعنی جب تک کہ حکم خدا پہنچے گا میں تیرے ساتھ لگا رہوں گا کہ وہ حکم ہر خصم کو دوسرے خصم سے جدا کر دیتا ہے مطلب یہ کہ حکم خداوندی ہر ایک کو الگ الگ کر دیتا ہے اور دو فریق میں وہی فیصلہ کرتا ہے تو جب تک کوئی حکم خداوندی نہ ہو اس وقت تک تو میں تم پر مسلط ہوں جب فرعون نے یہ سخت اور کورا جواب سنا تو عرض کرنے لگا کہ۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد	عشوہ ہا کم دہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے	تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

یعنی فرعون بولا کہ نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے ذرا دھوکہ کم دو اور فضول باتیں مت کرو۔ دیکھئے بس اس کی اسی قدر قدرت تھی کہ اب کس طرح الحاح سے مہلت مانگ رہا ہے۔ تف ہے جب اس نے الحاح کیا تو بس فوراً وحی آئی کہ

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں	مہلتے دہ مرورا مہر اس ازاں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی	اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

یعنی حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس کو مہلت دیدو اور اس سے خوف مت کرو۔ یعنی اس سے مت ڈرو کہ وہ سامان کریگا بلکہ مہلت دیدو۔

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع	تاسگالد مکرہا او نوع نوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے	تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

یعنی ان چالیس دن کو اس کو خوشی سے مہلت دیدو تا کہ وہ قسم قسم کے مکر سوچ لے اور ارشاد ہوا کہ۔

تابکوشد او کہ نے من خفتہ ام	تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں بھی سو تو نہیں رہا ہوں	اس سے کہہ دے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

یعنی تا کہ وہ کوشش کرے اس لئے کہ میں سو تو نہیں رہا ہوں اس سے کہہ دو کہ تیز چل اس لئے کہ میں نے

راستہ کا آ گا پکڑ رکھا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سوتو نہیں گیا ہوں جو اس کے مکر چل جاویں گے میں نے اس کے مکروں کے راستے روک رکھے ہیں وہ جو تدبیر کریگا میں اس کو باطل کردوں گا تم بالکل بے فکر رہو اور مہلت دیدو اس لئے کہ۔

حیلہ ہاشاں را ہمہ برہم زنم	وانچہ افزایند من برکم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا	وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پٹخ دوں گا

یعنی ان کے تمام حیلوں کو میں مغلوب کردوں گا اور وہ جو کچھ ترقی کریں گے میں اس کو کمی پر ماردوں گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کی ایک نہ چلنے دوں گا تم بے فکر رہو۔

آب را آرند من آتش زنم	نوش خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ پانی لائیں گے میں آگ لگا دوں گا	وہ اچھا شہد چکھیں گے میں اس کو بدمزہ کردوں گا

یعنی یہ پانی کو لاویں گے میں اس کو آگ بنادوں گا اور یہ نوش خوش اختیار کریں گے تو میں اس کو ناگوار کردوں گا غرض کہ ان کی سب تدبیر کو الٹ دوں گا۔

مہر پونند من ویراں زنم	انچہ اندر وہم ناید آں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا	جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

یعنی یہ تو محبت کو ملاویں گے اور میں ویران کردوں گا اور جو کہ وہم میں نہ آوے گا وہ کروں گا۔

تو مترس و مہلتش دہ دراز	گوسپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر اور اس کو لمبی مہلت دے دے	کہدے لشکر جمع کرلے اور سو تدبیریں کرلے

یعنی تم ڈرومت اور اس کو خوب دراز مہلت دیدو اور کہہ دو کہ فوج جمع کرلے اور سو حیلے بنالے (مگر کچھ نہیں کرسکتا) اس کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی اور دلیری کی کیا انتہا تھی وہ تو پھولے نہ سماتے تھے بس انہوں نے فوراً مہلت دیدی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس پر فرعون نے کہا کہ یہ تیری غلطی ہے جو کہتا ہے کہ میں غالب ہوں گا اس لئے کہ دفاتر میرے قبضہ میں ہیں رجسٹر اور عدالتیں اور حکومت میری ہیں مجھے لوگوں نے یہ کہہ کر منتخب کرلیا ہے کہ اے فرعون تو سب سے زیادہ عاقل ہے اس کے برخلاف تیری حالت یہ ہے کہ تو جاہ مال کے لحاظ سے معمولی ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور عقل کی یہ حالت ہے کہ تو خود ہی اپنے کو انتخاب کرتا ہے اور کوئی تیرا ساتھ نہیں دیتا ایسی حالت

میں تیرا مجھے اپنے اتباع کی دعوت دینا محض بے ہودہ ہے پس جا اور اپنے اوپر یعنی محتقر سمجھ پر اور اس لکڑی پر جو تیرے پاس ہے مغرور مت ہو ورنہ میں زمانہ کے مشہور جادوگروں کو بلاتا ہوں اور تیری جہالت اہل شہر کو دکھلاتا ہوں لیکن یہ کام ایک دو دن کا نہیں بلکہ گرمیوں میں چالیس دن کی مہلت دے تاکہ میں تیرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ہنوز کوئی جدید حکم نہیں ملا اور تجھ کو تہیہ کی فرصت دینے کا امر میرے پاس نہیں آیا لہٰذا میں مجبور ہوں کیونکہ محض بندہ ہوں مجھے اپنی طرف سے کوئی کام کرنے کا مجاز نہیں ہے مانا کہ تو غالب ہے اور میرا کوئی یار و مددگار نہیں مگر مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں میں تابع فرمان ہوں جو مجھے حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کروں گا فتح و شکست کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب تک میرے دم میں دم ہے پوری کوشش سے تیرا مقابلہ کروں گا۔ میں تو بندہ ہوں لہٰذا فتح و نصرت کا کوئی استحقاق نہیں رکھتا میں تجھ سے اس وقت تک مقابلہ کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے درمیان فیصلہ نہ کردے کیونکہ صرف وہ ہی ہے جو ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے علیحدہ کرتا ہے اور ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ فرعون نے کہا نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے اور فریب اور فضول گوئی سے کام نہ لینا چاہئے۔ اس پر حق سبحانہ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس کو کافی مہلت دیدی جائے اور کچھ اندیشہ نہ کیا جاوے یہ چالیس دن کی مہلت بخوشی منظور کر لی جاوے تاکہ یہ اپنے دل کے حوصلے نکال لے اور انواع و اقسام کے مکر سوچ لے اور پوری کوشش کر لے۔ کیونکہ ہم کچھ سوتے نہیں ہیں اس سے کہو کہ تو خوب تیز دوڑ اور اپنی پوری قوت صرف کردے ہم نے راستہ روک رکھا ہے اور ہم اسے چلنے نہ دینگے میں ان کی تدابیر کو درہم برہم کردوں گا اور جتنی زیادتی کریں گے میں اس کو اتنا ہی کم کردوں گا یہ پانی لائیں گے میں اسے آگ بنادوں گا یہ عمدہ غذائیں کھائیں گے میں اس کو ناپسندیدہ کردوں گا۔ یہ آپس میں محبت کریں گے میں اسے برباد کردوں گا غرض یہ جو تدبیر کریں گے میں اس کا توڑ کروں گا لہٰذا تم کچھ خوف نہ کرو اور یہ جو لمبی مہلت مانگتا ہے تم منظور کرلو اور کہہ دو کہ تو اپنی پوری فوج جمع کرلے اور ہر ممکن تدبیر کو کام میں لا۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو مہلت دیدینا تاکہ وہ ساحروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت ترا	من بجائے خود شدم رستی ہلا
فرمایا حکم آ گیا جا تجھے مہلت ہے	میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ تو چھوٹ گیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا تجھے مہلت ہے میں اپنی جگہ جاتا ہوں اور تو چھوٹ گیا مطلب یہ کہ خیر

جا حکم ہو گیا ہے اور مہلت مل گئی ہے ورنہ میں تو تجھ پر مسلط ہو ہی گیا تھا مگر اس مہلت کے حکم سے تیری رہائی ہو گئی کچھ اور روز مزے اڑا لے۔

او ہمی شد اژدہا اندر عقب	چوں سگ صیاد دانا و محب
وہ جارہے تھے اژدہا پیچھے پیچھے (تھا)	سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

یعنی وہ چلے اور اژدہا صیاد کے کتے کی طرح جو کہ دانا اور محب تھا ان کے پیچھے ہولیا۔

چوں سگ صیاد جنباں کردہ ام	سنگ را می کرد ریگ او زیر سم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا	پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

یعنی شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا پتھروں کو سم کے نیچے ریتہ کرتا ہوا (چل دیا)

سنگ و آہن رابدم در می کشید	خرد می خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا	لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

یعنی لوہے اور پتھر کو سانس سے کھینچ رہا تھا یعنی لوہے کو ریزہ ریزہ کر کے کھلم کھلا چباتا تھا۔

در ہوا می کرد خود بالای برج	کہ ہزیمت می شد از وے روم و گرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا	کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

یعنی وہ اژدہا ہوا میں سر برج کے اوپر کر لیتا تھا کہ اس سے رومی اور گرجی بھی ہزیمت میں آتے تھے مطلب یہ کہ جب وہ منہ کھولتا تھا تو اس کا منہ برج پر پہنچتا تھا اور بڑے بڑے دلاور اس کے خوف سے بھاگتے تھے۔

کفک می انداخت چوں اشتر زکام	قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا	جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

یعنی وہ اونٹ کی طرح منہ سے جھاگ ڈال رہا تھا اس میں سے ایک قطرہ جس پر پڑ جاتا تھا اس کو جذام ہو جاتا تھا یعنی اس قدر زہریلا تھا نعوذ باللہ۔

ژغوغ دندان اودل می شکست	جان شیراں سیہ می شد ز دست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی	کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

یعنی اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ سے دل ٹوٹا جاتا تھا اور شیران سیہ کی جان ہاتھ سے جاتی تھی یہاں تک اس اژدہا کی حالت کو بیان فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بقوم خود رسید آں مجتبیٰ	شدق او بگرفت و باز شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہنچے	اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

یعنی وہ برگزیدۂ (حق) جب اپنی قوم میں پہنچے تو اس کی باچھ پکڑلی وہ پھر عصا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس عصا کی یہ حالت کہ وہ اژدھا رہا اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں میں رہے مگر جب اپنی قوم میں گئے تو اس کو پکڑ لیا وہ پھر عصا ہو گیا۔

تکیہ روے کرد و می گفت اے عجب	پیش ما خورشید و پیش خصم شب
انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے	(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کے لئے رات ہے

یعنی اس پر سہارا لگا کر فرمایا کہ تعجب ہے کہ یہ خورشید ہے اور مقابل کی رات ہے مطلب یہ کہ فرمانے لگے کہ دیکھو ہمارے نزدیک تو یہ بالکل صاف ہے کہ یہ معجزات ہیں اور حق تعالیٰ ایک ہیں مگر فرعون نہیں سمجھتا اس کے سامنے سب پوشیدہ ہے اور فرمانے لگے کہ۔

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ	عالمے پر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے	دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

یعنی بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ سپاہ کس طرح ایک عالم پر آفتاب چاشتگاہ کو دیکھتی نہیں عالم پر آفتاب سے مراد نبوت ہے مطلب یہ کہ دیکھو نبوت کا عالم پر آفتاب اس قدر چمک رہا ہے مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا حالانکہ۔

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا	خیرہ ام در چشم بندی خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت	میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور یہ ذکاوت۔ تو میں حق تعالیٰ کی اس چشم بندی میں متحیر ہوں مطلب یہ کہ دیکھو آنکھ اور کان سب کھلے ہوئے اور اس قدر عاقل اور ذکی ہیں مگر دیکھو تو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت کو کس طرح بند کر دیا ہے کہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم ز من	از بہارے خار ایشاں من سمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں)	(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول (ہوں)

یعنی میں ان سے حیران ہوں اور وہ مجھ سے بھی حیران ہیں ایک ہی بہار سے ہیں وہ خار ہیں میں سمن ہوں مطلب یہ کہ میں تو ان سے حیرت میں ہوں کہ وہ آفتاب نبوت کو کیوں نہیں دیکھتے اور وہ اس وجہ سے متحیر ہیں کہ میں ایسی باتیں کیوں کرتا ہوں حالانکہ دونوں ایک بہار سے ہیں مگر وہ خار ہو گئے ہیں اور میں چنبیلی ہوں۔

پیش شاں بردم بسے جام رحیق	سنگ شد آبش بہ پیش آن فریق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا	اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

یعنی میں ان کے آگے بہت مرتبہ جام شراب لے گیا مگر وہ اس فریق کے سامنے پتھر بن گیا یعنی جب ان کے پاس ہدایت کا جام لے گیا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو وہ ان کے اعتبار سے جام ضلالت ہو گیا۔

دستۂ گل بستم و بردم بہ پیش	ہر گلے چون خار گشت ونوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا	ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

یعنی ایک گلدستہ لگا کر ان کے سامنے لے گیا تو ہر پھول تو خار ہو گیا اور ہر نوش نیش ہو گیا مطلب یہ کہ ان کے حق میں سب مضر ہوا اس لئے کہ اس سے ان کا عناد اور زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ کمی نہ ہوئی اس لئے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب موسیٰ کو حق سبحانہ نے فرعون کو مہلت دینے کے متعلق ہدایت فرما دی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے مہلت دینے کی اجازت ہو گئی ہے اب میں تجھے مہلت دیتا ہوں پس میں اپنے مقام پر جاتا ہوں اور تو بھی کچھ دنوں کے لئے اس کشاکشی سے چھوٹ گیا۔ یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے آپ آگے آگے جا رہے تھے اور آپ کا اژدھا یوں دانائی اور محبت سے چل رہا تھا جیسے شکاری کتا جاتا ہو۔ شکاری کتے کی طرح دم ہلاتا جاتا تھا اور اپنی قوت اور بوجھ سے پتھروں کو چور چور کرتا جاتا تھا۔ پتھر اور لوہے تک کو سانس سے کھینچ لیتا تھا اور لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔ اور عالیشان عمارتوں سے اونچے یوں سر اٹھائے ہوئے تھا کہ رومی اور گرجی جیسے بہادر لوگ اس سے خوف کھا کر بھاگتے تھے جس طرح غصہ کی حالت میں شیروں کے منہ سے کف جاری ہوتا ہے یوں وہ کف اڑا رہا تھا اور وہ اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ جس پر گرتا تھا فوراً جذام ہو جاتا تھا اس کے دانت پیسنے کی آواز سے دل پھٹے جاتے تھے اور کالے شیروں کی جانیں قابو سے نکلی جاتی تھیں۔ غرض کہ موسیٰ علیہ السلام اس شان سے اپنے مکان پر جا رہے تھے جبکہ وہ اپنے لوگوں میں پہنچ گئے تو انہوں نے اس کا جبڑا پکڑا اور پھر وہ لاٹھی بن گیا۔ وہ اس پر تکیہ لگائے ہوئے اس کی پہلی حالت کو یاد کر کے تعجب سے فرمانے لگے کہ دیکھو کیسی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شے (یعنی معجزہ) جو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن ہے وہ مخالف (فرعون) کے نزدیک رات کی طرح تاریک ہے اور ہم مومنین کے لئے تو یہ معجزہ حقانیت نبوت کو یوں ہی واضح دکھلاتا ہے جس طرح آفتاب ظاہری دیگر اشیاء کو لیکن فرعون اور اس کے ہمراہیوں کے لئے وہ اس کو یوں مخفی کرتا ہے جس طرح رات اشیاء کو۔ اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ یہ سیاہ فرعونی اس عالم نبوت وغیرہ کو کیوں نہیں دیکھتی جس میں ایسا واضح معجزہ موجود ہے۔ جو اپنی وضاحت میں آفتاب نیمروز کی مثل ہے میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر بندی اور قدرت عجیبہ سے نہایت حیران ہوں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں اور اس درجہ ذکاوت وذہانت بھی موجود

20

ہے پھر بھی یہ لوگ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ میں ان کو دیکھ کر حیران ہوں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے اور وہ مجھے دیکھ کر حیران ہیں کہ یہ ایک معمولی آدمی اور اتنی بڑی سلطنت قاہرہ سے ٹکراتا ہے اسے ہو کیا گیا۔ ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ بہار ایک ہے اور مفیض حقیقی یعنی حق سبحانہ واحد ہیں مگر آثار مختلف کہ ان کو خار بنایا اور مجھے سمن' تیز ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ میں بہت مرتبہ جام شراب ہدایت لے کر گیا مگر اس فریق کے پاس جا کر وہ بجائے پانی کے پتھر اور بجائے ہدایت کے ضلالت ہو گیا میں ان کے پاس گلدستہ نصائح لے کر گیا لیکن وہاں جا کر ہر گل نصیحت خار شبہ بن گیا اور غذائے شیریں نیش عقرب وغیرہ کی طرح ناخوشگوار بن گئی۔

شرح شبیری

آن نصیب جان بے خویشان بود	چونکہ باخویشند پیدا کے شود
وہ جام بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے	چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

یعنی وہ تو بے خودوں کی جان کو نصیب ہوتا ہے تو چونکہ وہ باخود ہیں ان پر کب ظاہر ہو سکتا ہے۔

خفتہ بیدار باید پیش ما	تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے	تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

یعنی ہمارے آگے ایک خفتہ بیدار کی ضرورت ہے جو کہ بیداری میں بہت سے خواب دیکھے مطلب یہ کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ اس دنیا کے اعتبار سے تو خفتہ ہو مگر حق تعالیٰ کی جانب سے بیدار ہو تو وہ بیداری میں بھی تجلیات و انوار حق کے خواب دیکھے گا تو چونکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے لہٰذا ان کو یہ بات نصیب نہ ہوئی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دشمن این خواب خوش شد فکر حق	تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا	جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے' حلق بند ہے

یعنی فکر خلق اس خواب خوش کی دشمن ہو گئی ہے اور جب تک یہ فکر نہ سو دے گی جب تک حلق بندھا ہوا رہے گا مطلب یہ کہ مخلوق کا فکر اس خواب کی دشمن ہے جس میں کہ اس طرف سے خواب ہو اور حق تعالیٰ کی طرف سے بیداری ہو تو جب تک کہ یہ فکر اور یہ تدابیر جو اس کے دشمن ہیں زائل نہ ہوں گی یاد رکھو کہ اس وقت تک حلق بندھا ہوا ہے اور انوار تجلیات کے حصول سے مانع ہے آگے اس فکر کے ازالہ کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر راؤ ذکر را
حیرت درکار ہے' تاکہ فکر کا صفایا کر دے	حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

یعنی ایک حیرت کی ضرورت ہے جو کہ اس فکر کو صاف کر دے اور وہ حیرت فکر اور ذکر سب کو کھا جاوے

حیرت سے مراد تواتر تجلیات مطلب یہ کہ تواتر تجلیات سے جو حالت ہوتی ہے اس کی ضرورت ہے کہ وہ اس فکر کو محو اور زائل کر دیتی ہے بس جب وہ حیرت حاصل ہو جاوے گی تو یہ فکر معاش اور فکر دنیا زائل ہو جاوے گی اور اس کے زائل ہوتے ہی وہ خواب خواب خوش نصیب ہو جاوے گی آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں اور اس کی ایک عجیب وغریب دلیل بیان فرمائیں گے سنئے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر	او بمعنی پس بصورت پیشتر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے	وہ حقیقتاً پیچھے بظاہر آگے ہے

یعنی جو شخص کہ ہنر (دنیا) میں زیادہ کامل ہوگا وہ معنیً تو پیچھے ہوگا صرف صورت میں آگے ہوگا مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کہ دنیاوی امور میں کامل ہوگا وہ صورتاً تو آگے ہے اور سب سے بڑھا ہوا ہے مگر معنیً جس قدر کامل ہے اسی قدر پیچھے ہے اور اس کو حقیقت پیش روی حاصل نہیں ہے۔ یہ تو دعویٰ ہے آگے اس کے دلیل ایک عجیب فرماتے ہیں جس کا حاصل اول سمجھ لو اس کے بعد سہل ہو جاوے گا فرماتے ہیں کہ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب گلہ بکریوں وغیرہ کا چلتا ہے تو بعض اس میں سے آگے ہوتی ہیں اور بعض پیچھے لیکن اگر چلتے چلتے سب یکدم سے اسی طرح لوٹنے لگیں کہ سب رہیں تو اپنی اپنی جگہ پر مگر منہ پھیر لیں تو جو سب سے آگے ہے اب وہ تو پیچھے ہو جاوے گی اور جو سب سے پیچھے تھی وہ سب سے آگے ہوگی جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ کل الینا راجعون سب ہماری طرف لوٹیں گے اور دنیا میں اس وقت سب چل رہے ہیں تو بس جب لوٹنے کا وقت یعنی قیامت ہوگی تو اس دنیا کی روش میں جو سب سے آگے تھا وہ اس قاعدہ کے موافق سب سے پیچھے ہوگا اور جو پیچھے ہیں یعنی غریب لوگ وہ سب سے آگے ہو جاویں گے تو دیکھو لو تو جو اس دنیا میں کامل اور آگے ہے وہ قیامت میں سب سے ناقص اور پیچھے ہوگا سبحان اللہ عجیب دلیل ہے اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

راجعون گفت و رجوع انیستان بود	کہ گلہ واگردد و خانہ رود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے کو فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے	کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

یعنی حق تعالیٰ نے کل الینا راجعون فرمایا ہے اور رجوع اس طرح ہوا کرتا ہے کہ گلہ واپس ہو اور گھر کو جاوے۔

چونکہ وا گردید گلہ از ورود	پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے	(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

یعنی جب وہ گلہ گھاٹ سے واپس ہوا تو وہ بکری تو پیچھے ہوگئی جو کہ سب سے آگے تھی۔

پیش افتد آن بز لنگ پسین	اضحک الرجعی وجوہ العابسین
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے	واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

یعنی وہ لنگڑی پچھلی بکری آگے ہو جاوے گی تو اس رجعت نے عاسین کے منہ کو بھی ہنسا دیا مطلب یہ کہ جب اس طرح ایک دم سے انقلاب ہو گیا کہ اگلی پچھلی اور پچھلی اگلی ہو گئی تو جو لوگ کبھی ہنستے نہ تھے ان کو بھی ہنسی آ گئی کہ عجب دل لگی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ اس دنیا میں آگے بڑھے ہوئے ہیں اور خوب کامل ہیں وہ قیامت میں پیچھے ہوں گے اور جو آدمی غریب ناقص ہیں وہ سب سے آگے ہوں گے۔ اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین آگے فرماتے ہیں کہ

از گزافہ کے شدند این قوم لنگ	فخر را دادند و بخرید ند ننگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے	انہوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

یعنی یہ لوگ بے ہودگی کی وجہ سے کب لنگڑے ہوئے ہیں (بلکہ) انہوں نے فخر دیدیا ہے اور ننگ کو خرید لیا ہے یعنی یہ لوگ جو تم کو دنیاوی امور میں ایسے معلوم ہوتے ہیں تو یہ نہیں کہ یہ کچھ کر نہیں سکتے بلکہ خود ہی انہوں نے ایسی حالت بنا رکھی ہے تا کہ وہاں جا کر سب سے آگے چلیں۔

پا شکستہ می روند ایشان بحج	از حرج راہیست پنہان تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں	تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

یعنی یہ حضرات پاشکستہ (کعبہ بمقصود حقیقی کے) حج کو جا رہے ہیں اور تکالیف سے ایک راہ پوشیدہ کشادگی تک ہے حرج سے مراد مجاہدہ ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات جو مجاہدہ و ریاضت کرتے ہیں تو اس سے ایک راہ ہے جو کہ اندر ہی اندر عالم غیب تک چلی گئی ہے بس یہ اس راہ پر ہو لئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

دل ز دانشہا بشستند این فریق	زانکہ این دانش نداند این طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے	کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

یعنی اس فریق نے دل کو علوم (ظاہری) سے دھو ڈالا ہے اس لئے کہ یہ علوم (ظاہری) اس راستہ (پوشیدہ) کو نہیں جانتے لہذا یہ حضرات ان علوم کو قلب سے محو کر دیتے ہیں محو کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کا اثر نہیں رہتا کہ یہ سمجھیں کہ ہم کو یہ علم حاصل ہے اور حاصل ہے بلکہ دعویٰ بالکل جاتا رہتا ہے ہاں وہ علوم باقی رہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ہدایہ پڑھا تھا تو اس کے محو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہدایہ تو اس کو یاد رہے مگر اس امر کو بھول جاوے کہ مجھے ہدایہ آتا ہے بس ان کے اندر دعویٰ اور عجب اور تکبر نام کو نہیں ہوتا۔

دانشے باید کہ اصلش زان سرست	زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے	کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

یعنی اس علم کی ضرورت ہے جس کی اصل اس طرف سے ہو اس لئے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف

رہبر ہوتی ہے تو جب یہ علم اس علم حق کی فرع ہوگا تو یہ اس تک پہنچا دے گا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف پہنچایا کرتی ہیں۔

ہر پرے برعرض دریا کے پرد	تالدن علم لدنی مے برد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے	(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

یعنی عرض دریا پر ہر پر کب اڑ سکتا ہے قرب حق تک تو علم لدنی ہی لے جاتا ہے پر سے مراد علم ہے مقصود یہ کہ ہر علم تو حق تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس کے قرب تک تو علم لدنی ہی پہنچاتا ہے اس لئے کہ اس کی اصل اسی طرف سے ہے ورنہ اور کوئی تو وہاں تک کیا ہی پہنچ سکتا ہے خوب کہا ہے۔

بحریست بحرعشق کہ ہیچش کنارہ نیست   اینجا جزاین کہ جان بسپارند چارہ نیست

تو جب یہ علوم ظاہری موصل الی الحق نہیں ہیں یعنی ان میں انہماک موصل نہیں ہے یوں واسطہ ہونے کے درجہ میں تو موصل ہیں ہی مگر مقصود نہیں ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا علمے بیاموزی بمرد	کش بباید سینہ رازان پاک کرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے	کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

یعنی پس مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتے ہو کہ اس سے اس کو سینہ پاک کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب یہ علوم ظاہری ایسے ہیں کہ ان سے سینہ کو پاک کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنی اولاد کو کیوں سکھاتے ہو یہاں سے وہ لوگ جو کہ اپنی اولاد کو علم معاش میں منہمک کئے ہوئے ہیں سبق حاصل کریں کہ مولانا جب ان علوم ظاہری کو جو کہ وسیلہ ہیں وصول کا منع فرمارہے ہیں تو وہ علوم جو کہ اس سے حجاب ہیں مولانا کے نزدیک سب پسندیدہ اور لائق درس کے ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ یقیناً واجب الترک ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش	وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ لنگڑا بن جا	واپسی کے وقت تو پیشرو بن

یعنی پس اس طرف کی پیشی مت تلاش کرو (بلکہ) لنگڑے رہو اور لوٹنے کے وقت سب سے آگے رہنا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں اپنے کو ذلیل وخوار رکھو تو اس عالم میں تم کو عزت حاصل ہوگی فرماتے ہیں کہ۔

آخرون السابقون باش اے ظریف	برشجر سابق بود میوہ لطیف
اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں (میں سے) بن جا	عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

یعنی اے ساتھی نحن آخرون السابقون (کے مصداق) رہو اور شجر پر (مقصوداً) میوۂ لطیف سابق ہوا کرتا ہے۔

گرچہ میوہ آخر آید در وجود	اول ست او زانکہ او مقصود بود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے	لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہذا وہ پہلے ہے

یعنی میوہ اگرچہ وجوداً آخر میں آیا ہے (مگر) وہ اول ہے اس لئے کہ مقصود وہی تھا تو اسی طرح اگر تم یہاں مسبوق بھی رہو گے تو کیا ہے وہ سابقیت مقصودی اس عالم کی تم کو حاصل ہو جاوے گی اور وہاں تم ہی اول رہو گے۔

چوں ملائک گوئے لاعلم لنا	تا بگیرد دست تو علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"	تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

یعنی تو ملائکہ کی طرح لاعلم لنا کہے تا کہ تیرا ہاتھ علمتنا پکڑ لے مطلب یہ کہ دیکھو جب ملائکہ نے اپنا عجز لاعلم لنا سے ظاہر کر دیا تو فوراً حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انبئہم باسمائہم تو اگر تم بھی اسی طرح عجز ظاہر کر دو گے تو پھر تم کو علم لدنی اور علم وہبی عطا ہو جاوے گا۔

گر درین مکتب ندانی تو ہجا	ہمچو احمد پری از نور حجی
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے	تو عقل کے نور سے (حضرت) احمد کی طرح پرواز کریگا

پس اگر تو اس مکتب (دنیا) میں ہجا بھی نہ جانے گا تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل سے اڑو گے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم حاصل تھے اسی طرح تم کو بھی اگر اس دنیا میں علوم ظاہر حاصل نہ ہوں گے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ تم کو بس اسی طرح علم لدنی حاصل ہو جاوے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ شہرت نہ ہوگی تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ باشی نامدار اندر بلاد	گم نہ واللہ اعلم بالعباد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا	تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

یعنی اگر تم شہروں میں نامدار نہ ہو گے تو (حق تعالیٰ سے تو) گم نہیں ہو اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے تو جب وہ جانتے ہیں پھر کیا غم ہے چاہے ساری دنیا نہ جانے۔

یا الٰہی تو نہ چھوٹے تیرا چھٹنا ہے غضب   یوں ہی راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندران ویرانہ کان معروف نیست	از برائے حفظ گنجینہ زر یست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے	حفاظت کیلئے سونے کا خزانہ ہے

یعنی اس ویرانہ میں جو کہ مشہور نہیں ہے حفاظت کے لئے خزانہ زر رہتا ہے۔

موضع معروف کے بنہند گنج	زین قبل آمد فرج در زیر رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں	اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

یعنی خزانہ مشہور جگہ میں کب رکھتے ہیں اسی قبیل سے کشادگی تکلیف کے تحت میں ہے مطلب یہ کہ دیکھو لوگ خزانہ کو غیر معروف جگہ میں رکھا کرتے ہیں تا کہ کسی کو اطلاع نہ ہو۔ تو اسی طرح تمہارے اندر جو خزانہ بھرے ہوئے ہیں وہ اس مجاہدہ وریاضت کے ویرانہ میں دبے ہوئے ہیں لہذا تم شہرت اور ناموری کی کبھی خواہش مت کرو بلکہ ہمیشہ اپنے کو مٹانے میں لگے رہو کہ اس سے مقصود حقیقی تک پہنچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک	بگسلد اشکال را استور نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن	عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

یعنی دل اس جگہ بہت سے اشکال لاتا ہے مگر اس کو اچھا آدمی خود توڑ دیتا ہے یہاں مولانا نے نہ اشکال بیان کیا ہے اور نہ جواب دیا ہے مگر سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشکال یہ ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ شہرت کو حاصل مت کرو حالانکہ بہت بزرگ مشہور ہوئے ہیں اور خود اپنے ہی افعال سے مشہور ہوئے ہیں مثلاً تصانیف سے ارشادات سے تو ان کو کیا کہا جاوے گا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شہرت کا قصد نہیں کیا بلکہ شہرت خود بخود ہوگئی اور یہ مضر نہیں ہے بلکہ مضر یہ ہے کہ شہرت کا قصد کیا جاوے اور یہاں یہ ہے نہیں۔ فلا اشکال اصلاً فافہم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست عشقش آتشے اشکال سوز	ہر خیالے رابر و بد نور روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے	دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

یعنی عشق حق تمام اشکالوں کو جلا دینے والا ہے اور دن کی روشنی ہر خیال کو لے جاتی ہے مطلب یہ کہ سب اشکال اسی روز تک پڑ رہے ہیں جب تک کہ عشق اور محبت حق دل میں جاگزین نہیں ہے اور جب وہ دل میں جم جاوے گی تو سارے اشکال سوختہ ہو جائیں گے تو بس عشق حق پیدا کرو۔

کہ اس سے سارے اشکال اس طرح جاتے رہیں گے جیسے کہ دن کی روشنی سے سارے خیالات کاذبہ زائل ہو جاتے ہیں کہ رات کو تمام شبہات وخیالات میں انسان مبتلا ہوتا ہے مگر دن ہوتے ہی سب زائل اسی طرح عشق حق بھی سب اشکالوں کو زائل کر دے گا۔

ہم ز آنسو جو جواب ای مرتضیٰ	کاین سوال آمد ازان سو مرترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر	کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

یعنی اے مرتضیٰ اب اسی طرف سے جواب کو بھی تلاش کرو اس لئے کہ یہ سوال بھی تم کو اسی طرف سے آیا ہے۔

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہی ست	تا بلا شرقی ولا غرب از مہی ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے	"نہ شرقی نہ غربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی (جانب) سے ہے

یعنی بے گوشہ دل کا گوشہ لاشرقی سے لاغربی تک ایک شاہ راہ ہے ایک برتر کی طرف سے۔ دل کے بے گوشہ ہونے سے مراد دل کا لامکانی ہونا اور پھر اس کے گوشہ سے مراد خلوت ہے مقصود یہ کہ جو جسم کہ لامکانی ہے اس سے خلوت میں حق تعالیٰ تک ایک شاہ راہ ہے کہ جب اس کو خلوت نصیب ہوتی ہے اور اژدھام خلائق نہیں ہوتا وہ فوراً اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے لہذا تم اس طرف توجہ کرو اور ادھر لو لگاؤ کہ اس سے سارے اشکال حل ہو جاویں گے۔

تو ازین سو وازان سو چون گدا	اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو ادھر سے اور ادھر سے فقیر کی طرح ہے	اے وہ کہ تو خود معنی ہے، گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

یعنی تو اس طرف سے ہی ہے اور اس طرف سے مثل گدا کے ہے تو اے کہ وہ معنی تو صدا کو کیا تلاش کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تو تو وہ معنی ہے اور تیرے اندر تو انوار و تجلیات حق درجہ استعداد میں موجود ہیں تو پھر ان الفاظ اور اشیاء ظاہری پر کیوں لگا ہوا ہے جن سے کہ اشکال واقع ہوتے ہیں تو اس معنی اور اس مقصود کی طرف کیوں رجوع نہیں ہوتا۔

ہم ازان سو جو کہ وقت درد تو	می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت	یا ربی کے ذکر میں دہرا تا ہے

یعنی اس جواب کو بھی اس طرف سے ڈھونڈھ جہاں کہ درد کے وقت ذکر یا ربی میں تو دہرا ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ مصیبت کے وقت جس کو پکارا کرتا ہے اس کا جواب بھی ادھر ہی سے طلب کر۔

وقت مرگ و درد آنسو می خمے	چونکہ دردت رفت چونے اعجمے
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے	جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

یعنی درد اور مرگ کے وقت تو اس طرف جھکتا ہے اور جبکہ درد تیرا جاتا رہا تو تو کیسا اجنبی ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ واذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجاهم الی البر اذاهم یشرکون کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اس وقت تو حق تعالیٰ کو خلوص سے پکارتے ہیں اور جب ان کو خشکی کی طرف نجات دیدیتے ہیں تو شرک کرنے لگتے ہیں۔ تو اسی طرح ہم لوگ مصیبت کے وقت تو حق تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب حق تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں تو بس پھر سب بھول جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیه راجعون۔

وقت محنت مے بری ز اللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے	جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

یعنی مصیبت کے وقت تو تو اللہ کہنے والا بن جاتا ہے اور جب وہ مصیبت جاتی رہی تو کہتا ہے کہ راہ (حق) کہاں ہے۔

در زمان درد و غم یادش کنی	چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے	جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

یعنی درد و غم کے وقت میں تو اس کو تو یاد کرتا ہے اور جب (درد و غم سے) اچھا ہو جاتا ہے تو غفلت پر مستعد ہو جاتا ہے۔

این ازان آمد کہ حق را بے گمان	ہر کہ . ماسد بود دائم بران
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ	جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ جو کوئی حق کو بے گمان پہچان لے گا وہ تو ہمیشہ اسی پر (قائم) رہے گا۔

وانکہ در عقل و گمان ہستش حجیب	گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ حبیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے	کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

یعنی جس شخص کی عقل اور گمان میں حجاب ہے تو اس کو کبھی پوشیدہ ہے اور کبھی گریبان دریدہ ہے مطلب یہ کہ جس نے حق کو پہچان لیا وہ تو ہر وقت اور ہر گھڑی اس پر ہی رہتا ہے اور جو کہ ابھی محجوب ہے اس کو کبھی تو مشاہدہ ہو جاتا ہے اور کبھی پھر محجوبیت ہو جاتی ہے۔ جب اس کو حضور ہوتا ہے تو وہ یاد کر لیتا ہے اور جب پھر حجاب ہو جاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے۔

عقل جزوی گاہ چیرہ کہ نگون	عقل کلی ایمن از ریب المنون
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے	کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

یعنی عقل جزوی کبھی تو (مشاہدۂ حق میں) حیران ہوتی اور کبھی سرنگوں ہوتی ہے اور عقل کلی حوادثات زمانہ سے بے خوف ہوتی ہے عقل جزوی سے مراد عقل عوام اور عقل کلی سے مراد عقل اولیاء کہ وہ ادراک کلیات کا کرتی ہے تو جزوی عقل تو مختلف احوال میں رہتی ہے اور عقل کلی ہمیشہ مشاہدہ میں رہتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو یہ کرو کہ۔

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر	رو بخواری نے بخارا ای پسر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے	اے بیٹا خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

یعنی عقل (جزوی) کو اور ہنر (ظاہری) کو فروخت کر کے حیرت کو خرید لے اور اے صاحبزادے خواری میں جاؤ بخارا میں مت جاؤ چونکہ بخارا میں علوم زیادہ تھے تو مطلب یہ ہے کہ ان علوم ظاہری کے حصول میں کوشاں مت ہو بلکہ تواضع اور انکسار حاصل کرو اور جب تم تواضع پیدا کر لوگے تو یہ ہوگا کہ۔

تا بخارائے دگر بینی درون	ساکنان محفلش لایفقہون
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے	اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

یعنی تا کہ تم باطن میں ایک دوسرا بخارا دیکھو کہ اس محفل کے ساکن (ان ظاہری باتوں کو) سمجھتے بھی نہیں ہیں یعنی تم کو وہاں علوم و معارف حاصل ہونگے لہذا تواضع وانکسار پیدا کرو آگے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو اس علم ظاہری کی مذمت کرتے ہیں اور معانی کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں تو آپ بھی تو خود یہ قصے و حکایات بیان کرتے ہیں جن کا تعلق علم ظاہری سے ہے مولانا اس کا جواب بغیر دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا ہوا۔ اس لئے کہ ادراک حقائق علے ماہی علیہ ان کا حصہ ہے جو اپنے کو فنا کر چکے ہیں جبکہ وہ خودی میں منہمک ہیں تو ان کو حقائق کا کیونکر ادراک ہو سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک تو بیداری میں خواب دیکھنے اور جاگتے ہوئے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی مخلوق سے بے خبر اور خالق سے باخبر ہو جب وہ ایسا کرے گا اس وقت وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے بات یہ ہے کہ مخلوق کے افکار لایعنی اس عمدہ خواب کے دیکھنے کے دشمن اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے سے مانع ہیں پس اگر امور غیبیہ کے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو سو رہنا چاہئے یعنی دنیا سے غافل ہو جانا چاہئے ورنہ جب تک سوؤ گے نہیں اس وقت تک افکار بے ہودہ حلق کو روکے رہیں گے اور غذائے روحانی علوم و معارف کو حلق سے نہ اترنے دیں گے شاید تم یہ سوال کرو کہ سونے اور دنیا سے غافل ہونے کی کیا ضرورت ہے لہذا اس کا جواب سنو تم وہ حالت پیدا کرو جو تواتر تجلیات سے پیدا ہوتی ہے جس کو حیرت کہتے ہیں یہ حالت تمام افکار کو مٹادے گی کیونکہ حیرت کا قاعدہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ ماسوئے اللہ کا خیال آتا ہے نہ اس کا ذکر اس لئے کہ وہ سب ذکر و فکر کو کھا جاتی ہے (اب رہی یہ بات کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہو اس کا طریقہ شیخ کامل سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنے سے بشرط استعداد وہ حالت پیدا ہو جائے گی) یاد رکھو کہ جو شخص دنیاوی معاملات سے زیادہ غافل اور ان میں جدوجہد کرنے سے زیادہ کاہل ہوگا وہ ظاہر میں تو اوروں سے پیچھے ہوگا مگر حقیقت میں ان سے آگے ہوگا دلیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے الی اللہ مرجعکم نیز اس سے ہم کو انا للہ و انا الیہ راجعون تعلیم فرمایا ہے اور لوٹنے کی ایسی مثال سمجھو جیسا کہ گلہ بکریوں کا جا رہا ہو اور ہر بکری اپنی جگہ سے گھر کی طرف مڑ جاوے پس جبکہ گلہ اس صورت سے واپس ہوگا تو وہ بکری جو آگے آگے جا رہی تھی پیچھے رہ جاوے گی اور وہ لنگڑی بکری جو پیچھے جا رہی تھی آگے ہو جائے گی اور یہ واپسی ایسی عجیب ہوگی کہ تند خو اور تنگ چڑھے لوگ بھی اس کو دیکھ کر ہنس پڑیں گے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے لحاظ سے کاہل ہیں۔ وہ حق سبحانہ کے پاس اوروں سے پہلے پہنچ جائیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ طلب دنیا میں فضول لنگڑے نہیں ہوئے اور فخر دنیا کے عوض ننگ دنیا بلا وجہ نہیں خریدی بلکہ اس میں ایک بھید ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی سعی فی طلب

الدنیا کو چھوڑ کر اور پاؤں توڑ کر کعبہ مقصود کو جارہے ہیں اور دنیاداروں سے پہلے پہنچنا چاہتے ہیں اور اس تنگی ہی میں ان کے لئے فراخی ہے کیونکہ تنگی سے فراخی تک ایک سرنگ ہے جس کے ذریعہ سے وہ فراخی تک پہنچ سکتے ہیں اور ان لوگوں نے جو عقل دنیا کو اپنے دل سے دھوڑالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کعبہ مقصود کی راہ نہیں جانتی لہذا اس کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتی بلکہ اس کے لئے اس سمجھ کی ضرورت ہے جو وہبی اور عطائے حق سبحانہ ہو ایسی عقل بیشک رہنمائی کرسکتی ہے کیونکہ وہ فرع حق سبحانہ ہے اور حق سبحانہ اس کی اصل اور ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہنمائی کرتی ہے مانا کہ عقل دنیا بھی پرواز رکھتی ہے لیکن ہر پرتو سمندر کی چوڑائی میں نہیں اڑسکتا کہ وہ اڑکر علم لدنی کا کھوج لگالے بلکہ اس کے لئے خاص پردوں کی ضرورت ہے اور وہ پردہ ہیں جو عقل وہبی کو عطا ہوئے ہیں جب یہ معلوم ہوگیا کہ عقل دنیا اور علوم دنیویہ حضرت حق کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتے تو تم لوگوں کو ایسے علوم کیوں سکھاتے ہو جو اگرچہ پیشتر سے حاصل ہوں تب بھی ان کو محو کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ علم سکھلاؤ جن کی تحصیل کی ضرورت ہے یعنی علوم حق سبحانہ۔ نیز جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ ترقی دنیاوی درحقیقت منزل ہے اور دنیاوی پیش قدمی فی الحقیقۃ پیچھے رہنا ہے تو اب تم اس طرف کی یعنی دنیاوی زیادتی کبھی طلب نہ کرنا بلکہ پاشکستہ ہوجانا اور سعی دنیا کو بالکل خیرباد کہنا۔ ایسا کروگے تو واپسی کے وقت تم آگے رہوگے تم کو آخرون السابقون کا مصداق ہونا چاہئے اور دنیا میں اوروں سے پیچھے اور دین میں آگے رہنا چاہئے دیکھو تو کسی میوہ درخت سے پہلے نہیں آتا ہے اگرچہ وجود میں موخر ہوتا ہے اور اولیت اس کی درجہ مقصودیت میں ہے کہ پھل مقصود بالذات ہوتا ہے اور درخت مقصود بالعرض اور مقصود بالذات کا رتبہ مقدم ہے مقصود بالعرض پر۔ اس مثال میں تم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ثمر و شجرہ میں ہر ایک متاخر ہے اور ہر ایک متقدم لیکن ثمر کا تقدم معنوی ہے اور تاخیر صوری اور شجر کا تقدم و تاخر بالعکس ہے۔ اب یہ دیکھ کہ ان میں کون اشرف و اعلیٰ ہے ظاہر ہے کہ ثمر اعلیٰ و افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تقدم معنوی کے ہوتے ہوئے تاخر صوری مضر نہیں اور تاخر معنوی کی صورت میں تقدم صوری مفید نہیں۔ پس تو ثمر کی طرح تقدم معنوی اختیار کر اور شجر کی طرح تقدم صوری کو ترجیح نہ دے اور دعاوی علوم و فنون کو چھوڑ کر فرشتوں کی طرح لاعلم لنا کہہ تاکہ تعلیم خداوندی تیری دستگیری کرے اور تجھے وہ علوم و معارف حاصل ہوں جن کی طرف تیری عقل رہبری نہیں کرسکتی تھی اگر اس مکتب سلوک میں تو بالکل ہی انجان بنے گا اور ہجے تک بھی نہ جانے گا تو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل وہبی سے پرواز کرے گا اور علوم و معارف تک پہنچے گا اگر تو شہروں میں مشہور نہ ہو اس سے اپنے کو گمنام نہ سمجھنا کیونکہ اللہ جل جلالہٗ اپنے خاص بندوں کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کے جاننے کی ضرورت بھی ہے اگر کوئی نہ جانے بلا سے اس گمنامی میں بھی ایک راز ہے کہ یہ خراب و خستہ شخص جو مشہور نہیں ہے حفاظت اسرار کے لئے خزانہ بنایا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ خزانہ ایسی ہی جگہ رکھتے ہیں جہاں کسی کو شبہ بھی نہ ہو اور اس کو کوئی جانتا ہی نہ

ہو پس یہ وجہ ہے گمنامی کی پس ایسی گمنامی پر ہزار شہرتیں قربان ہیں۔ لہٰذا تم گمنامی سے گھبرانا مت۔ اسی مضمون سے ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی وہ یہ کہ خوشی رنج کے پردوں میں مستور ہوتی ہے لہٰذا تم کو تکالیف سے بھی گھبرانا نہ چاہئے یہاں طبیعت شبہے پیدا کرتی ہے لیکن جو اعلیٰ طبیعت ہے وہ اس کی محبوس نہیں ہوتی اور جس طرح عمدہ گھوڑا اسکیل کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیتا ہے یوں ہی وہ طبیعت بھی ان اشکالات کے پرزے اڑا دیتی ہے پس اگر طبیعت اعلیٰ درجہ کی ہے تو جوابات بھی خود ہی دے لے گی۔ نیز عشق کا ہاتھ شبہات کو جلا دینے والی آگ ہے کہ اس کے آگے کوئی شبہ قائم نہیں رہ سکتا اس بارہ میں اس کی ایسی مثال ہے جیسے دن کی روشنی کہ وہ کسی وہم کو باقی نہیں چھوڑتی یوں ہی یہ بھی کسی شبہ کو باقی نہیں رکھتا۔ نیز حق سبحانہ سے دریافت کر کہ اسی نے شبہ پیدا کیا ہے اور وہی جواب تعلیم فرمائے گا۔ غرضکہ جواب کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ طبیعت وقادہ ہو اور وہ شبہ کو حل کر دے دوسرے عشق کہ وہ شبہ کی جڑ کاٹ دے تیسرے الہام غیبی۔ ان تین طریقوں میں سے کسی طریق سے اس کو حل کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ مولانا نے شبہ کو ظاہر نہیں کیا اور نہ جواب بتلایا لیکن انداز بیان سے شبہ کی تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مال ایسی جگہ رکھتے ہیں جو غیر معروف ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مشہور ہیں وہ دولت باطنی کا خزانہ نہیں۔ وہ باطل اور تقریر جواب یہ ہے کہ دولت کے رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک محفوظ کرنا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا پس جس وقت اس کو محفوظ کرنا مقصود ہو اس وقت تو ایسی ہی جگہ رکھیں گے جو غیر معروف ہو اور جس وقت لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اس وقت ایسے مقام پر رکھیں گے جہاں سے ہر شخص مستفید ہو سکے پس جو اہل اللہ غیر مشہور ہیں ان کو دولت بغرض اول سپرد کی گئی ہے اور جو مشہور ہیں ان کو بغرض ثانی فلا اشتباہ) اب شاید تو سوال کرے کہ حق سبحانہ تک کیونکر رسائی ہو اور اس سے کیونکر دریافت کیا جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشہ جو فی الحقیقت کوئی گوشہ نہیں بلکہ مجازاً اسے گوشہ کہا گیا ہے وہ وصول الی اللہ کا شاہراہ ہے اور وہ اسی ماہ کی غیر زی جہت روشنی سے منور ہے تم اس پر چلو یعنی تصفیہ باطن کرو تم کو حق سبحانہ تک رسائی ہوگی اور سارے اشکالات بالہام غیبی مندفع ہو جاویں گے۔ ارے تو تو حقائق ومعانی کا پہاڑ ہے پھر تو فقیر کی طرح ادھر ادھر سے صدا (آواز) کو کیوں ڈھونڈھتا ہے اور قالی جواب کے کیوں درپے ہے بلکہ حالی جواب تلاش کرنا چاہئے اور اسی طرف سے تلاش کرنا چاہئے جس طرف تو تکلیف کے وقت یا ربی یا ربی کہتا ہوا جھکتا ہے بھلے مانس موت اور تکلیف کے وقت تو تو اس طرف جھکتا ہے اور جب وہ تکلیف دور ہوگئی تو اس وقت تو کیوں انجان بن جاتا ہے تکلیف کے وقت تو تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے اور جب تکلیف جاتی رہی تو انجان بن جاتا ہے اور پوچھتا ہے خدا کا راستہ کہاں ہے ارے احمق وہی راستہ ہے جس پر تو تکلیف کے وقت چل رہا تھا تو رنج وغم کے وقت تو اسے یاد کرتا ہے لیکن جب تو خوش ہوتا ہے پھر غافل ہو جاتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حق سبحانہ کو بلا شبہ وشک جانتے ہیں وہ تو اپنی معرفت پر قائم

رہتے ہیں اور جو شخص کہ عقل وگمان میں مبتلا ہے اس کے لئے ایک پردہ ہے سو کبھی وہ پڑا ہوا ہوتا ہے اس وقت آدمی اس سے غافل ہوتا ہے اور کبھی وہ چاک ہوتا ہے اس وقت وہ حق سبحانہ کو پہچانتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ عقل ناقص کبھی تو غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب۔ جب غالب ہوتی ہے اس وقت معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب خواہشات نفس سے مغلوب ہوتی ہے اس وقت وہ معرفت زائل ہو جاتی ہے اور عقل کامل ان تقلبات سے مامون ہے لہذا اس کی معرفت کبھی زائل نہیں ہوتی جب تجھ کو عقل ناقص کی حالت معلوم ہوگئی تو اس عقل جزوی اور کمالات عرفی کو حیرت سے بدل لے اور بجائے طلب علوم رسمیہ کے لئے بخارا جانے کے تذلل اور مسکنت عجز وانکسار کی تحصیل کے لئے چل اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا مشاہدہ کرے گا جس کی محفل کے رہنے والوں کو تفقہ ظاہری وقالی سے کچھ تعلق نہ ہوگا یعنی تجھ کو ایک اور معدن علم نظر آئے گا جہاں سے تجھے بدوں الفاظ کے علوم ومعارف حاصل ہوں گے۔

شرح شبیری

ماچو خود را در سخن آغشتہ ایم	کز حکایت من حکایت گشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے	کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

یعنی میں نے اپنے کو جو باتوں میں ملا رکھا ہے اور حکایت کی وجہ سے میں خود حکایت بن گیا ہوں۔

من عدم و افسانہ گردم در حنین	تا تقلب یا بم اندر ساجدین
میں گریہ و زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں	تا کہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست وبرخاست حاصل کرلوں

یعنی میں جو عدم اور افسانہ بات میں ہوگیا ہوں (یہ سب اس لئے ہے) تا کہ میں ساجدین میں تقلب پاؤں قرآن شریف میں ہے وتقلبک فی الساجدین یعنی حضور جو تہجد پڑھنے والوں کی نگرانی فرماتے ہیں تو ہم آپ کا ان میں تقلب دیکھتے ہیں تو جس طرح کہ وہاں حضور ثواب کے لئے ایسا کرتے تھے اسی طرح میں بھی یہ ساری حکایات ہدایت کے واسطے لاتا ہوں کہ ان سے نتائج نکال کر ہدایت ہوگی۔

این حکایت نیست پیش مرد کار	وصف حالست و حضور یار غار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے	حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

یعنی یہ کام والے آدمی کے سامنے تو حکایت نہیں ہے بلکہ وصف حال ہے اور حق تعالیٰ کا حضور ہے۔

آن اساطیر اولین کہ گفت عاق	حرف قرآن را بد آثار نفاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا	قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

یعنی وہ جو حرف قرآن کو اس کافر نے اساطیر الاولین کہا تھا یہ سب آثار نفاق سے تھا حالانکہ حرف قرآنی ایک ایک ہدایت ہیں تو اسی طرح جو کہ کام کا آدمی ہے اس کے سامنے تو یہ حرف قرآنی کی طرح ہادی ہیں ورنہ پھر حکایات تو ہیں ہی۔

لامکانے کاں دراں نور خداست	ماضی و مستقبل و حال از کجاست
وہ لامکاں جس میں خدا کا نور ہے	اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

یعنی لامکانی جس میں کہ نور حق ہے اس کا ماضی اور مستقبل اور حال کہاں سے ہے مطلب یہ کہ اس کے اعتبار سے تو سب یکساں ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن تو کلام حق ہے اور وہ کلام حق ہونے کے اعتبار سے اور صفت حق ہونے کے اعتبار سے بظاہر حکایات ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ہادی ہیں۔

ماضی مستقبلش نسبت بہ توست	ہر دو یک چیز ند و پنداری کہ دوست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے	وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یعنی اس کا ماضی اور مستقبل تیری نسبت کر ہے اور وہ دونوں ایک ہی شے ہیں اور تو ان کو دو سمجھے ہوئے ہے یعنی ایک ہی شے ہادی اور مضل ہوتی ہے ایک کے اعتبار سے ہادی ہے اور دوسری کے اعتبار سے مضل ہوتی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک ہادی ہے اور ایک مضل ہے یہ نہیں ہے بلکہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ

یک تنے او را پدر مارا پسر	بام زیر زید و بر عمرو آن زبر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے	بالاخانہ زید کے نیچے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

یعنی ایک ہی شخص ہے اس کے لئے تو باپ ہے اور ہمارا لڑکا ہے اور کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمرو کے وہی اوپر ہے مطلب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے منسوب نہیں بدلتا ایک ہی شے میں دو اعتبار ہو سکتے ہیں ایک ہی شخص ایک کے اعتبار سے تو باپ ہے اور دوسرے کے اعتبار سے بیٹا زید کوٹھے کے اوپر اور عمر نیچے تو کوٹھا تو وہی ہے مگر ایک کے اوپر ہے اور دوسرے کے نیچے ہے خود فرماتے ہیں کہ

نسبت زیر و زبر شد زین دو کس	سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی	چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

یعنی اوپر نیچے ان دونوں شخصوں کی نسبت ہوئی ورنہ خود سقف اپنے اعتبار سے ایک ہی شے ہے اور بس تو اسی طرح کلام حق درجہ کلام میں تو قدیم ہی ہے اس کے یہاں ماضی اور مستقبل کہاں ہے اور یہ جو کفار کہتے تھے کہ یہ حکایات پہلوں کی ہیں یہ پہلے ان کے اعتبار سے تھے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے تو یکساں ہیں جو شے کہ ہم سے پہلے ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے اس وقت موجود ہے تو اختلاف زمان ہمارے اعتبار سے ہی ہے اسی طرح یہ

حکایات ماضی کی ہیں مگر ان کے مصادیق اب بھی موجود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست مثل آن مثالست این سخن	قاصر از معنی نو حرف کہن
اس کا کوئی مثل نہیں، یہ بات ایک مثال ہے	نئے نکتے سے پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

یعنی اس کے مثل نہیں ہے بلکہ یہ ساری باتیں مثال ہیں اور یہ حرف کہن معنی نو (کے بیان) سے قاصر ہیں مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا کلام تو جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اس لئے وہ اگرچہ قدیم ہے مگر اب بھی وہ معنی نو ہی ہیں اور ہمارے الفاظ ہر گھڑی زائل ہوتے ہیں تو یہ ہر گھڑی کہن ہو رہے ہیں تو ان کو حرف کہن کہا تو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ یہ بیان کیا ہے یہ حق تعالیٰ کی مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثل تو کہتے ہیں مشارک فی النوع کو اور یہ باری تعالیٰ کے ساتھ ممتنع ہے لہٰذا یہ مثال ہے مگر اس میں بھی ہم مثال پوری طرح بیان نہ کر سکے بلکہ اس کے بیان سے بھی قاصر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون لب جو نیست مشکا لب بہ بند	بے لب و ساحل بدست این بحر قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک! لب بند کر لے	یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

یعنی جب اس دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے تو لب مت کھولو بند کر لو یہ دریا قند تو بے لب و ساحل کے ہے تو جب اس کی کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہٰذا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گرد	سوئے فرعون مدمغ تاچہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

یعنی یہ بات تو کہیں انتہا نہیں رکھتی ہے تو اب تم اس فرعون دماغ دار کی طرف واپس ہو کہ اس نے کیا کیا بس یہاں سے انتقال فرما کر اس کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: تم یہ شبہ نہ کرنا کہ آپ تو خود الفاظ میں پھنسے ہوئے اور قصہ گوئی میں مصروف ہیں اور ہم کو ترک الفاظ کی ہدایت فرماتے ہیں کیونکہ میں جو گفتگو میں مشغول اور یہاں تک مشغول ہوں کہ حکایات کے بیان کرنے میں ضرب المثل ہو گیا ہوں اور یہی رونا روئے ہوئے معدوم اور افسانہ ہو جاؤں گا اس سے میرا مقصود الفاظ نہیں بلکہ ایک معنی صحیح ہیں وہ یہ کہ سالکین کی رہنمائی کا شرف مجھے حاصل ہو اور ان کی اہتداء سے مجھے مزید قرب حق حاصل ہو پس یہ جاننے والے کے نزدیک حکایات نہیں ہیں۔ بلکہ اظہار حقائق اور مشاہدۂ جمال حق سبحانہ ہے کیونکہ مجھے ہر بات سے خوشنودی حق سبحانہ مطلوب ہے تم اس کو افسانہ کہنے سے احتراز کرو دیکھو قرآن کو

نافرمانوں نے اساطیر الاولین کہا تھا۔ یہ ان کے کفر ونفاق کی علامت تھی وہ لا مکان جہان نور خدا (قرآن) ہے ماضی و مستقبل وحال کہاں سے اس لئے کہ یہ یا تو زمانہ کے حصص ہیں یا زمانیات کے اقسام اور وہاں نہ زمانہ کو دخل ہے اور نہ زمانیات کو۔ ماضی و مستقبل تو تمہارے لحاظ سے ہیں ورنہ فی حد ذاتہما دونوں ایک شے ہیں مگر تم اس کو دو سمجھتے ہو۔ اس کو ہم واضح مثالوں سے ظاہر کرتے ہیں ایک شخص ہے کہ اس کا باپ ہمارا بیٹا ہے تو یہ شخص اپنی ذات کے لحاظ سے ایک ہے مگر نسبت کے اعتبار سے دو کیونکہ باپ بھی ہے اور بیٹا بھی اور دیکھو کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمر کے اوپر ہے بس وہ تحت وفوق دو شخصوں کے لحاظ سے ہو گیا ہے ورنہ جہت اپنے لحاظ سے صرف ایک شے ہے۔ یونہی ماضی و مستقبل قرآنی کو سمجھ لو۔ لیکن ان امور مذکورہ کو اس کی تقریبی مثال سمجھنا اور من کل الوجوہ اس کی مثال نہ سمجھ بیٹھنا کیونکہ ہر دو میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس لئے باقی رہا کہ الفاظ تو ہیں وقیانوسی اور پرانے اور معانی ہیں نئے جن کے لئے الفاظ موضوع نہیں لہٰذا انہیں پرانے الفاظوں میں سے اس نئے معنی کے مناسب الفاظ نکال کر اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ معنی پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ آگے الفاظ کو مشک سے اور معانی خاصہ کو ندی اور سمندر سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اے مشک کے مشابہ لفظو جبکہ اس ندی کا کنارہ نہیں تو تم اپنا منہ بند کر لو اور ان معانی جدیدہ کو اپنے اندر سمانے کی ہوس نہ کرو کیونکہ اس بحر قند کا تو کوئی ساحل اور کنارہ ہی نہیں پھر تم اپنے اندر انہیں کیسے لے سکتے ہو خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بد دماغ فرعون کی طرف لوٹنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کیا تدبیر کی۔

شرح شبّیری

فرعون کا شہروں میں جادوگروں کی تلاش کیلئے قاصد روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند	اہل رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا	(تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

یعنی جبکہ موسےٰ علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ رہ گیا تو اہل رائے اور مشورہ کو سامنے بلایا۔

مجتمع گشتند و بفشردند پائے	ہر کسے کردند عرض فکر و رائے
وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لئے	ہر شخص نے ایک ایک خیال اور رائے پیش کی

یعنی سب جمع ہو گئے اور ثابت قدم ہو گئے اور ہر شخص نے اپنی فکر اور رائے کو پیش کیا۔

عاقبت ہامان بے سامان دون	رائے پیش آورد و کردش رہنمون
بالآخر ہامان بے سامان اور ذلیل نے	رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

یعنی آخر میں ہامان بے سامان اور کمینہ نے رائے پیش کی اور اس (فرعون) کی رہنمائی کی بولا کہ۔

کای شہ صاحب ظفر چوں غم فزود	ساحران را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتحمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے	جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

یعنی کہ اے بادشاہ صاحب ظفر جب غم بڑھ گیا (یعنی یہاں تک لوگ بڑھ گئے ہیں تو اب) ساحروں کو جلدی ہی جمع کرنا چاہئے۔

در ممالک ساحران داریم ما	ہر یک در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں	ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

یعنی ممالک میں ہم ایسے ساحرین رکھتے ہیں جو کہ ہر ایک سحر میں فرد و پیشوا ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر	جمع آردشان شہ وصراف مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے	بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

یعنی مصلحت یہ ہے کہ اطراف مصر میں سے بادشاہ جو کہ مصر میں تصرف کرنے والا ہے جمع کر لے بس یہ رائے پیش کی پیش کرنا تھا کہ قبول ہوگئی اور اس پر نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ۔

او بسے مردم فرستاد آن زمان	در نواحے بہر جمع جادوان
اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیئے	ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

یعنی اس نے بہت سے آدمی اسی وقت ہر طرف جادوں گروں کے جمع کرنے کو روانہ کر دیئے۔

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار	کرپران سوئے او دو پیک کار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا	اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

یعنی جس طرف کہ کوئی ساحر نامدار تھا اس نے اسی طرف کو دو کام کے قاصد روانہ کر دیئے۔

دو جوان بودند و ساحر مشتہر	سحر ایشان دردل شہ مستمر
دو جوان مشہور جادوگر تھے	ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

یعنی دو جوان تھے جو کہ مشہور ساحر تھے اور ان کا سحر بادشاہ کے دل میں قوی تھا یعنی بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا مستمر مرہ سے ہے بمعنی قوی ان کے سحر کی یہ حالت تھی کہ۔

شیر دوشیدہ زشیران شکار	در سفر ہا رفتہ برخمے سوار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا	وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

یعنی شکاری شیروں کا دودھ نکال لیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر میں جاتے تھے (کہ ان کے سحر سے وہ مٹکا چلتا تھا)

شکل کرباسے نمودہ ماہتاب	آن بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
چاندی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے	اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

یعنی چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھا کر اس کو ناپ کر جلدی سے فروخت کرتے تھے ایک قسم کا جادو ہوتا ہے کہ اس سے چاندنی زمین پر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کپڑا پھیلا ہوا ہے ساحر اس کپڑے موہومہ کو ناپ کر مشتری کے حوالہ کرتا ہے وہ کپڑا خیال کر کے اس کو خرید لیتا ہے جب گھر پہنچے تو کچھ بھی نہیں تو یہ دونوں اس قدر بڑے ساحر تھے کہ ایسا سحر کیا کرتے تھے۔

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ	دست از حسرت برخہا برزدہ
لٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر	افسوس سے منہ پیٹتا

یعنی (فروخت کر کے) روپیہ لے جاتے تھے (اور جب) مشتری آگاہ ہوتا تھا تو حسرت کی وجہ سے ہاتھ منہ پر مارتے تھے یعنی پھر مشتری افسوس کرتے تھے کہ روپیہ سب گیا تو وہ دونوں ایسے بڑے ساحر تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں ہمچنیں در جادوئی	بودہ منشی و نہ بودہ چوں روی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں	وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

یعنی جادوگری میں لاکھوں اسی طرح سے موجود تھے اور روی کی طرح نہ تھے روی قافیہ کے اخیر حرف کو کہتے ہیں چونکہ وہ تابع ہوتا ہے قافیہ کے اس لئے یہاں مراد محض تابع ہے مطلب یہ کہ سحر میں وہ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ خود موجود اور ماہر تھے۔

صد ہزاران جادویہا جنس این	بودہ ایشان واہمہ دیدہ مبین
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں	(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

یعنی لاکھوں جادوگریاں اس جنس کی ان کے لئے سب آنکھوں کی دیکھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ ان کی ان جادوگریوں کو سب کھلم کھلا جانتے تھے تو بادشاہ نے ان کو بھی بلایا۔

چون بدایشان آمد آن پیغام شاہ	کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا	کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

یعنی جب ان کے پاس وہ بادشاہ کا پیغام پہنچا کہ تم سے اب بادشاہ مدد چاہتا ہے۔

از پئے آن کہ دو درویش آمدند	بر شہ و بر قصر او موکب زدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں	انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جما لیا ہے

یعنی اس وجہ سے کہ دو درویش آئے ہیں انہوں نے بادشاہ اور اس کے محل پر لشکر زنی کی ہے۔

نیست با ایشان بغیر یک عصا	کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے	جو ان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے

یعنی ان کے ساتھ بجز ایک عصا کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم سے اژدہا بن جاتا ہے۔

شاہ و لشکر جملہ بے چارہ شدند	زین دو کس جملہ بافغان آمدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں	ان دونوں سے سب نالاں ہیں

یعنی بادشاہ اور لشکر سب لاعلاج ہو گئے ہیں اور ان دو شخصوں سے سب فغاں میں آ گئی ہیں۔

۔ الروی ہو الحرف الذی تبنی علیہ القصیدۃ و تنسب الیہ فیقال لامیۃ او میمیۃ و قیل الاولی ان یفسر الروی بالحرف الاخیر من القافیۃ او الفاصلۃ ۱۲ کشاف اصطلاحات الفنون

چارہ جویان بندہ را پیش شما	شاہ ازان ارسال فرمودہ است تا
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس	بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تا کہ

یعنی بندہ کو بادشاہ نے تمہارے پاس چارہ جو کر کے اس لئے بھیجا ہے تا کہ۔

چارۂ سازید اندر دفع شان	گنجہا بخشد عوض شہ بیکران
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو	بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دیگا

یعنی ان کے دفع کے لئے تم کوئی علاج کرو تو اس کے عوض میں بادشاہ بے انتہا خزانہ بخشے گا۔

چارۂ مے باید اندر ساحری	تا بود کہ زین دو ساحر جان بری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے	تا کہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

یعنی ساحری میں کوئی ایسا علاج چاہئے تا کہ ہووے ان دونوں ساحروں سے جان بری۔

آن دو سحر را چو این پیغام داد	ترس و مہرے در دل ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا	خوف اور محبت دونوں کے دل میں آ گئی

یعنی ان دونوں ساحروں کو جب اس نے یہ پیغام دیا تو دونوں کے دل میں خوف اور محبت (دونوں) پڑیں

یعنی موسےٰ علیہ السلام کی محبت بھی ہوئی اور ان کی ہیبت بھی ہوئی۔

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت	سر بزانو برنہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکی شروع ہوئی	تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

یعنی جنسیت کی رگ نے جو ہلنا شروع کیا تو انہوں نے تعجب سے سر زانو پر رکھ لیا مطلب یہ کہ چونکہ یہ مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کے اندر موسیٰ علیہ السلام سے ایک تعلق موجود تھا نام سنتے ہی محبت نے جوش کیا تو یہ اس فکر میں ہوئے کہ آخر یہ محبت کیوں ہو رہی ہے یہ اس حیرت میں سوچنے لگے اور سر بزانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون دبیرستان صوفی زانوست	حل مشکل را دو زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے	مشکل کو حل کرنے کے لئے زانو جادو ہے

یعنی جبکہ صوفی کا مکتب زانو ہیں۔ حل مشکل کے لئے دو زانو جادو ہیں مطلب یہ کہ صوفی لوگوں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ سر بزانو ہو کر سوچتے ہیں اس لئے کہ ان کی مشکل اسی طرح حل ہوتی ہے تو وہ بھی سوچنے لگے سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ باپ بھی ساحر تھا اس کی قبر پر جا کر عمل کشف القبور سے اس سے دریافت کریں کہ یہ آیا سچے ہیں یا ساحر ہیں بس یہ سوچ کر انہوں نے اپنی ماں سے باپ کی قبر دریافت کی تا کہ اس پر جا کر دریافت کریں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور فرعون رہ گیا تو اس نے اہل الرائے و قابل مشورہ لوگوں کو اپنے حضور میں طلب کیا جب سب لوگ مجتمع ہو گئے اور اطمینان سے بیٹھے تو فرعون نے معاملہ کو پیش کیا اس پر سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ بالآخر پاجی ہامان بے سامان نے یہ رائے پیش کی اور یوں اس کو رہنمائی کی کہ اے فتحمند شہنشاہ جبکہ تفکر بہت بڑھ گیا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً جادوگروں کو جمع کیا جاوے ہمارے ملک میں بہت سے جادوگر ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے روزگار اور اپنے فن کا امام ہے بس اب مشورہ یہی ہے کہ اطراف مصر سے حضور جو حاکم مصر ہیں ان کو جمع کر لیں یہ سن کر اس نے جادوگروں کے جمع کرنے کے لئے فوراً چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے اور جس طرف کوئی مشہور جادوگر تھا اس کے پاس اس نے بجائے ایک کے دو آدمی بھیجے دو جوان بہت مشہور جادوگر تھے جن کا جادو چاند کے دل پر چلتا تھا وہ اپنے جادو کی قوت سے شکاری شیروں کا دودھ نکالتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے اور جادو سے دھوپ کو کپڑا ظاہر کر کے ناپ کر بیچ ڈالتے اور زر ثمن اڑا لے جاتے تھے جب مشتری اس دھوکہ پر مطلع ہوتا تو افسوس سے اپنا منہ پیٹ

لیتا تھا۔ اسی قسم کے اور لاکھوں فن جادوگری میں استاد کامل تھے اور حرف روی کی طرح کسی کے تابع نہ تھے جب ان کے پاس بادشاہ کا یہ پیغام پہنچا کہ جہان پناہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت کے دفع کی کوئی تدبیر کرو اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں اور انہوں نے بادشاہ اور ان کے قلعہ اور اس کی سپاہ پر حملہ کیا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے بجز ایک لاٹھی کے جو ان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے ان دو شخصوں سے بادشاہ اور اس کی سپاہ عاجز ہو گئی ہے اور تمام لوگ چلا اٹھے ہیں بادشاہ نے اس احقر کو آپ کی خدمت میں چارہ جوئی کے لئے اور اس لئے بھیجا ہے تا کہ آپ ان کو دفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو بادشاہ سلامت آپ کو اس کے عوض میں بہت سا انعام دیں گے۔ جب یہ پیغام ان دو مشہور ساحروں کے پاس پہنچا تو ان کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کچھ خوف اور کچھ محبت پیدا ہو گئی اور جبکہ مجانست فطری یا موسیٰ علیہ السلام کی آگ بھڑکی اور بوجہ استعداد ایمانی کے ان کو ان کی طرف میلان ہوا تو تحیر سے زانو پر سر رکھ لیا اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا نہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ صوفی کا مکتب گھٹنا ہی ہے اور اس کو جو علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ عام طور پر اسی پر سر رکھ کر مستغرق ہونے سے ہوتے ہیں لہذا یوں کہنا چاہئے کہ حل مشکل کے لئے تو گھٹنا تو جادو کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اس پر سر رکھ کر آدمی نے غور کیا تو اکثر کوئی نہ کوئی بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اس لئے انہوں نے گھٹنوں پر سر رکھ کر سوچنا شروع کیا اور تدبیر ان کی سمجھ میں بھی آ گئی۔

شرح شبّیری

دونوں ساحروں کا اپنی ماں سے اپنے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اپنے باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا	گور بابا کو تو مارا رہ نما
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آ جا	بابا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

یعنی بعد اس (سوچنے) کے انہوں نے کہا کہ اے ماں یہاں آ اور ہم کو راہ دکھا دے کہ ہمارے باپ کی قبر کہاں ہے۔

بردشان برگور او بنمودہ راہ	پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی راستہ دکھایا	پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

یعنی وہ ان کی ماں ان کو اس کی قبر پر لے گئی اور راستہ دکھا دیا پھر بادشاہ کی خاطر سے تین روزے رکھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کشف قبور کے لئے اول کچھ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی تھی تو چونکہ یہ کام فرعون کے لئے کر رہے

تھے لہذا انہوں نے مجاہدہ کے لئے تین روزے بادشاہ کی خاطر سے رکھے تا کہ عالم ملکوت سے لذات کے ترک سے مناسبت ہو جاوے۔

بعد ازان گفتند اے بابا بما	شاہ پیغامے فرستاد از وجا
اس کے بعد انہوں نے کہا اے باوا! ہمیں	بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

یعنی بعد ان روزوں کے رکھنے کے انہوں نے کہا کہ اے بابا ہمارے پاس بادشاہ نے لاچاری کی وجہ سے پیغام بھیجا ہے وجا معنی خصی ہونا یہاں بمعنی لاچاری مطلب یہ کہ بعد روزوں کے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باپ کی روح سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس بادشاہ کا یہ پیغام آیا ہے۔

کہ دو مرد اورا بہ تنگ آوردہ اند	آبرویش پیش لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے	لشکر کے روبرو اس کی آبروریزی کر دی ہے

یعنی کہ دو آدمیوں نے اس کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کی آبرو لشکر کے آگے گرائی ہے۔

نیست با ایشان سلاح و لشکرے	جز عصا و در عصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے	لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

یعنی ان کے ساتھ کوئی ہتھیار یا لشکر نہیں ہے سوائے ایک عصا کے کہ اس عصا ہی میں ایک شور و شر ہے مطلب یہ کہ صرف ایک عصا ان کے پاس ہے مگر بس وہی غضب کا ہے۔

تو جہان راستان در رفتہ	گرچہ در صورت نجا کے خفتہ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے	اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

یعنی اے بابا تو حیوان کے جہان میں گیا ہوا ہے اگرچہ ظاہرا ایک خاک میں سویا ہوا ہے مطلب یہ کہ وہاں تو سب منکشف ہے در معلوم ہے اور سب سچے ہیں لہذا آپ ہمیں یہ بتا دیجئے کہ۔

آن اگر سحرست مارا دہ خبر	ور خدائے باشد اے جان پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے	اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

یعنی اگر وہ سحر ہے تو ہم کو خبر دے اور اگر یہ بات خدا والی ہے تو اے باپ کی روح

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم	خویش را بر کیمیائے برزنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں	اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

یعنی تب بھی خبر دے تا کہ ہم اطاعت کر لیں اور اپنے کو ایک کیمیا پر لگا دیں مطلب یہ کہ ہم بھی پھر ان کے

فیوض سے مستفیض ہوں اس لئے کہ۔

ناامید اینم امیدے رسد	در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں' امید پیدا ہو جائے	اندھیری رات میں سورج نکل آئے

یعنی ہم تو (رحمت حق سے) ناامید ہیں تو کوئی امید ہو اور شب تاریک میں کوئی خورشید پہنچے۔

از ضلال آئیم در راہ رشد	راندگانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے راہ ہدایت پر آ جائیں	ہم مردود ہیں' اور کرم ہمیں کھینچ لے

یعنی گمراہی سے ہم راہ ہدایت میں آ جاویں اور ہم راندگان درگاہ ہیں ہم کو کرم کھینچ لے غرض کہ جو کیفیت ہو اس سے آگاہ فرما دیا جاوے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: چنانچہ گھٹنے سے سر اٹھانے کے بعد انہوں نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں چلو ہمیں ہمارے باپ کی قبر بتا دو اس نے ان کی رہنمائی کی اور قبر پر لے گئی اس کے بعد انہوں نے فرعون کے لئے تین روزے رکھے اس کے بعد کہا کہ ابا بادشاہ نے محزون ہو کر ہمارے پاس پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دو آدمیوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور لشکر کے سامنے میری آبرو خاک میں ملا دی ہے نہ تو ان کے پاس ہتھیار ہیں نہ فوج بجز ایک عصا کے اور سارا شور و شر اس لاٹھی ہی میں ہے آپ بچوں کے ملک میں تشریف لے گئے ہیں گو بظاہر مٹی میں سوتے ہیں اگر یہ کوئی جادو ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے اور اگر خدائی قوت ہے جیسا کہ ان آدمیوں کا دعویٰ ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے تاکہ ہم بھی اس خدا کے مطیع ہو جاویں اور کیمیا سے مل کر کیمیا ہو جائیں اب تو ہم ناامید ہیں پھر ہم کو امید ہو جاوے اور شب تاریک ضلالت میں ہمارے لئے آفتاب ہدایت نکل آئے ہم گمراہی کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آئیں اور ہم مردودوں کو کرم حق سبحانہ اپنی طرف کھینچ لے۔

شرح شبّیری

اس مردہ ساحر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شان درخواب کاے اولاد من	نیست ممکن ظاہر ایں رادم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا' اے میرے بچو!	اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

یعنی ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس میں ظاہر طور پر دم مارنا تو ممکن نہیں مطلب یہ کہ بالکل صاف صاف تو ہم بتا نہیں سکتے اس لئے کہ۔

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست	لیک راز از پیش چشم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے	لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

یعنی ظاہر اور صاف کہنے کی تو مجھے اجازت نہیں ہے لیکن راز میری آنکھوں کے سامنے سے دور بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اس لئے اگر اس عالم کے حالات صاف طور پر معلوم ہو جاویں تو پھر آزمائش ہی کیا رہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم کو صاف صاف کہنے کا تو حکم حق نہیں ہے مگر اس بھید سے ہم بالکل ناواقف بھی نہیں بلکہ آگاہ ہیں لہذا یہ کریں گے کہ۔

لیک بنمایم شمارا آیتے	تاشود آگہ ز سر کینتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں	تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

لیکن تم کو میں ایک نشانی بتا دوں گا تا کہ تم مخفی شے کے بھید سے آگاہ ہو جاؤ۔

یک نشانے دانمایم باشما	تاشود پیدا شمار ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں	تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

یعنی میں تمہیں ایک نشانی دکھا دوں گا تا کہ تم پر یہ خفا ظاہر ہو جاوے آگے نشانی بتاتا ہے کہ۔

نور چشمانم چو آن جا گہ روید	از مقام خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ	اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

یعنی اے میرے نور چشمو جب تم اس جگہ پہنچو تو ان کے سونے کی جگہ سے آگاہ ہو جیو۔

آن زمان کہ خفتہ باشد آن حکیم	آن عصا گیرید بگذارید بیم
جب وہ دانا سوتا ہوا ہو (تو)	وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

یعنی جس وقت کہ وہ حکیم سوئے ہوئے ہوں تو اس عصا کو لے لو اور خوف کو چھوڑ دینا یعنی بس خوف تو کرنا مت کسی طرح اس عصا کو چرالینا۔

گر بدز دیدش عصا او ساحرست	چارہ ساحر شمارا حاضرست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرا لی تو وہ جادوگر ہے	جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

یعنی اگر تم عصا کو چرا سکو تب تو وہ ساحر ہے اور ساحر کا علاج تمہارے پاس حاضر ہی ہے۔

ورنہ بتوانید ہان آن ایزدیست	اور رسول ذوالجلال ومہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے	وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

یعنی اور اگر نہ چرا سکو تو وہ اللہ والا ہے اور وہ رسول حق ہے اور مہتدی ہے تو اگر وہ رسول ہے تو پھر تو یہ سمجھ لو کہ۔

گر جہان فرعون گیرد شرق وغرب	سرنگون آرد خدارا گاہ حرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کرلے	لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اندھا ہو جائے گا

یعنی اگر سارا جہان شرق سے غرب تک فرعون ہی فرعون لے لے تو وہ خدا کے آگے لڑائی کے وقت سرنگوں ہی لاوے گا مطلب یہ کہ اگر ساری دنیا فرعون سے بھر جاوے تب بھی خدا کے آگے ان کی کچھ نہیں چل سکتی۔

این نشان راست دادم جان باب	برنویس اللہ اعلم بالصواب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی	لکھ لے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی میں نے یہ سچی نشانی دیدی ہے اے جان باپ کی اس کو (قلب پر) نقش کرلو واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق وکذب معلوم ہو جاوے گا ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخسپد ساحرے	سحر و مکرش رانباشد رہبرے
جان پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے	اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

یعنی اے جان باپ کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اس کے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اس لئے کہ وہ ہی متصرف تھا وہ سو گیا اب اس کا تصرف باطل ہو جاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود	چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب گڈریا سو گیا بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے	جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اس کی کوشش ساکن ہو گی یعنی جب وہ سو گیا تو اس کی خوب حفاظت بھی باطل ہو گئی۔

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست	گرگ را آنجا امید ورہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے	بھیڑیے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اس جگہ امید اور راہ کب ہے اس لئے کہ وہ تو کبھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئے کہ حق کند حق ست وراست	جادوئے خواندن مر آن حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے	اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلط ہے

یعنی جس جادو کو حق تعالیٰ حق اور سچا فرمادیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسی کی دسترس نہیں اسی طرح جس کی حق تعالیٰ حفاظت کریں اس کو کون مٹا سکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو ان کے سو رہنے سے اس کا اثر باطل ہو جاوے گا اور تم اس کے چرانے پر قادر ہوگے اور اگر وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر تم اس کے چرانے پر قادر نہ ہوگے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو ہر گھڑی متصرف ہیں پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست	گر بمیرد نیز حقش رافع ست
جان پدر! یہ قطعی علامت ہے	اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

یعنی اے جان پدر یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اس کا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ ان کا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاویں تب بھی ان کا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے سے اس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچتا تھا اسی طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہو سکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس نے ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس راز کو صاف صاف ظاہر کرنا تو میرے امکان میں نہیں کیونکہ مجھے صاف کہنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ راز مجھے معلوم ضرور ہے اب تم سے ایک علامت بیان کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے یہ راز مخفی تم پر آشکار ہو جاوے میرے نور چشمو جب تم وہاں پہنچو تو یہ معلوم کرو کہ وہ شخص کہاں سوتے ہیں اور یہ معلوم کر کے جب وہ سو رہے ہوں ان کی لاٹھی اٹھالاؤ دیکھو ڈرنا مت ورنہ راز ظاہر نہ ہوگا اب اگر تم اس لاٹھی کو چرالو تب تو سمجھ لو کہ وہ جادوگر ہے پھر اس کا انتظام کر دینا تم کو کچھ مشکل ہی نہیں اور اگر چرا نہ سکو تو سمجھ لو کہ خدائی قوت ہے ان کا بیان سچا ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کے رسول اور ہدایت یافتہ ہیں اگر فرعون مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کرلے گا تب بھی وہ خدا سے نہیں لڑ سکتا لڑائی کے وقت حق سبحانہ ضرور اس کو مغلوب کریں گے۔ بیٹا یہ پکی پہچان میں نے تم کو بتائی ہے تم اسے دل پر نقش کرلو واللہ اعلم بالصواب بیٹا دیکھو جب جادوگر سو جاتا ہے تو بھیڑیا بے کھٹکے ہو جاتا ہے اس لئے کہ سونے سے اس کی تدابیر اور کوششیں رک جاتی ہیں مگر جس جانور کا محافظ خدا ہو بھیڑیئے کو وہاں رسائی کی امید بھی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حق سبحانہ پر غفلت ہی طاری نہیں ہوتی پس سمجھو کہ خدا کا جادو واقعی اور سچا جادو ہے جس کا عالم میں کوئی توڑ نہیں میں نے بنابر صنعت مشاکلت اسے جادو کہہ دیا ہے (جیسے عملت اطنجوالی جبة وقیمصاً یااللہ یستھزئی

بھم) ورنہ اس کو حقیقۃً جادو کہنا غلط ہے بیٹا اگر تم اس کو اٹھا نہ سکو تو سمجھنا کہ یہ اس کے دعویٰ نبوت کی قطعی الدلالۃ نشانی ہے اور ایسی ہے کہ سونا تو درکنار اگر ان کی وفات بھی ہو جاوے تب بھی حق سبحانہ اس کو بلند ہی کریں گے اور کبھی مغلوب نہ کریں گے۔

شرح شبّیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے سے تشبیہ دینا اور قرآن شریف میں تحریف کرنے والوں کو ان ساحر بچوں سے تشبیہ دینا جنہوں نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق	گر بمیری تو نمیرد این سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰؐ سے وعدہ کیا ہے	اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی تو یہ سبق فنا نہ ہوگا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پا گئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مریگا اس لئے کہ

من کتاب و معجزت را حافظم	بیش و کم کن راز قرآن رافضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں	میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

یعنی میں آپ کی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہوں اور گھٹانے بڑھانے والے کو قرآن سے مانع ہوں (اور کسی کو قدرت نہ ہونے دوں گا)

من ترا اندر دو عالم رافعم	طاغیان را از حدیثت دافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں	سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

یعنی میں آپ کا دونوں عالم میں حافظ ہوں اور نافرمانوں کو آپ کی حدیث سے دفع کرنے والا ہوں۔

کس نیارد بیش و کم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا	تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

یعنی اس میں کوئی شخص بیش وکم نہ کر سکے گا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کریں۔

رونقت را روز افزون میکنم	نام تو بر زرد بر نقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا	تیرا نام سونے اور چاند پر کندہ کروں گا

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کروں گا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤں گا یعنی آپ کی سلطنت ہوگی اور آپ کے نام کا سکہ چلے گا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو	در محبت قہر من شد قہر تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا	محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

یعنی میں آپکے لئے منبر اور محراب بناؤں گا اور محبت میں آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اس پر میرا قہر بھی ہوگا اور میں تمہارے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہیں بناؤں گا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنہان میکنند	چون نماز آرند پنہان مے شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر(دیتے ہیں)

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

خفتہ میگویند نامت را کنون	خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنون
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند آذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

یعنی اب تو آپ کے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین	دینت پنہان مے شوو زیر زمین
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے	تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہو رہا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ برکنم آفاق را	کور گردانم دو چشم عاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کردوں گا	میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

یعنی میں آفاق میں اس دین کو منارہ پر کروں گا اور منکر کی دونوں آنکھوں کو اندھا بنادوں گا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ	دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے	تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائے گا

یعنی آپ کے غلام شہروں اور مرتبوں کو لے لیں گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاوے گا یعنی اسفل سے لے کر اعلیٰ تک آپ ہی کا دین ہوگا۔

تا قیامت باقیش داریم ما	تو مترس از نسخ دین اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے	اے مصطفیٰ تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

یعنی قیامت تک ہم اس کو باقی رکھیں گے اور اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم نسخ دین سے خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بے فکر رہیں آپ کے بعد نسخ حسی نہیں ہوسکتا۔

اے رسول ماتو جادو نیستی	صادقی ہم خرقۂ موسیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو	تم سچے ہو موسیٰ کے پیر بھائی ہو

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادوگر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسےٰ کے ہم خرقہ ہیں۔

ہست قرآن مرترا ہمچون عصا	کفر ہارا در کشد چون اژدہا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح ہے	(جو) اژدھے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ	چون عصائش دان تو انچہ گفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو	جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو ان (موسیٰ) کی لاٹھی کی طرح سمجھو)

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہ آپ نے فرمایا ہے اس کو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک	چون عصا آگہ بود آن گفت پاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو	(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ جس طرح وہ عصا سارقوں سے آگاہ ہو کر ان کو بھگا دیتا تھا اسی طرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے اوپر قدرت نہ ہونے دے گا۔

قاصد آن را بر عصایت دست نے	تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے	اے شاہ تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپ کے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دو جہاں آپ مبارک سونا سوئیے یعنی آپ بے فکر سوئیں اس پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لئے کہ۔

تو بخفتہ نور تو برآسمان	بہر پیکار توزہ کردہ کمان
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا آسمان پر ہے	تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے کمان پر چلہ چڑھائے ہوئے ہو

یعنی آپ سو رہے ہیں اور آپ کا نور آسمان پر آپ کی طرف سے لڑائی کے لئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے	تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

یعنی فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے آپ کے نور کی قوس اس کو تیر دوز کر دیتی ہے یعنی اس کو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آن چناں کردوازاں افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ	وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

یعنی حق تعالیٰ نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سو رہے اور آپ کا بخت واقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تا ہنوز روز افزون در وبترقی ہے اللھم زدفزد آگے پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا گریمیرد نیز حقش رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان بالکل صحیح ہے چنانچہ اس کی نظیر یہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل وکرم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرما جاویں تو قرآن پھر بھی زندہ رہے گا میں اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشوں گا اور جو اس میں تحریف کرنا چاہے گا میں مزاحمت کروں گا اور اس کو کامیاب نہ ہونے دوں گا میں آپ کا دونوں عالم میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ ان کو چھوڑ دوں گا جب میں تم پر اتنا مہربان ہوں تو میں قرآن کی بھی حفاظت کروں گا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کرسکتا اور مجھ سے بڑھ کر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے میں آپ کی رونق کو روز بروز ترقی دوں گا اور سونے چاندی پر آپ کے نام کا سکہ ہوگا میں آپ کے لئے منبر ومحراب بناؤں گا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہوں گے اور چونکہ مجھے آپ سے نہایت محبت ہے اس لئے آپ کا قہر وغضب میرا قہر وغضب ہوگا گو اب یہ حالت ہے کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر اور آپ کا نام بھی لیتے ہیں تو آہستہ سے اور اذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یوں پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز زمین میں چھپی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کروں گا اور نافرمانوں کی آنکھوں کو اس کی چمک دمک سے اندھا کروں گا آپ کے خدام ملک وجاہ پر قابض ہوں گے اور آپ کے دین کا زمیں سے آسمان تک تسلط ہوگا آپ اس کا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں

ادیان سابقہ کی طرح منسوخ ہو جاوے گا یا مٹ جاوے گا نہیں بلکہ ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے اے ہمارے رسول آپ جادو نہیں جس کی شان وشوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا ان کے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفروں کو اژدھے کی طرح نگل جاوے گا آپ اگر چہ زیر زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسیٰ ہوگا کہ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اگر چہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہوگا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کرے گا اس کا اس پر قابو نہ چلے گا پس آرام سے سوئیے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہوگا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوئے ہوگا یعنی آپ کو روحانی تعلق سبحانہ سے ہوگا جس کی وجہ سے حق سبحانہ اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہوں گے اور فلسفی اور حکیم دنیا اور انکا پوز جو کارروائی آپ کے خلاف کرے گا آپ کا نور اس کو فنا کر دے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جیسا حق سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے مگر آپ کا بخت واقبال بیدار رہا۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد	کار او بے رونق و بے آب شد
جان پدرا! جب جادوگر سو گیا	تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

یعنی (اس مردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدر جب ساحر سو گیا تو اس کا کام بے رونق اور بے آب ہو گیا اس لئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اس کا تصرف باطل ہو گیا۔

ہر دو از گورش روان گشتند وتفت	تا بمصر از بہر آن پیکار رفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے	سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

یعنی وہ دونوں اس کی قبر سے جلدی سے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کے لئے آئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند	طالب موسیٰ و جائے او شدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے	(حضرت موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے

یعنی جب مصر میں اس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قیامگاہ کے متلاشی ہوئے۔

اتفاق افتادکاں روز و رود	موسیٰ اندر زیر نخلے خفتہ بود
یہ اتفاق ہوا پہنچنے کے دن	حضرت موسیٰ کھجور کے درخت کے سوئے ہوئے تھے

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے نیچے سو رہے تھے۔

پس نشان دادند شان مردم بدو	کہ بروز ان سوئے نخلستان بجو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا	کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید درخرمانیان	خفتۂ کو بود بیدار جہان
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا	اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

یعنی جب وہ آئے تو انہوں نے کھجور کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اس کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیوں رہے تھے اس کو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر	عرش و فرشش جملہ در پیش نظر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے	عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

یعنی ناز کی وجہ سے انہوں نے سر کی دونوں آنکھیں بند کر لی تھیں مگر عرش و فرش سب ان کی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگر چہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اس لئے کہ ان کا قلب بیدار تھا مگر جس طرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور ناز کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح انہوں نے ان دونوں چشم سر کو بلند کر لیا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل	خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں	آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب و گل کھلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھے گی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہے گی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر	گر بخسپد برکشاید صد بصر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ	اگر سو جائے سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سینکڑوں آنکھیں کھول دے۔

گر تو اہل دل نہ بیدار باش	طالب دل باش و در پیکار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے جاگتا رہ	دل کا طالب بن اور (نفس سے) لڑتا رہ

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب وہ اور (نفس کی) لڑائی میں رہ مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیر راتوں کو ان آنکھوں ہی کو کھولے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

دردلت بیدار شد مے خسپ خوش	نیست غائب ناظرت از ہفت وشش
اگر تیرا دل بیدار ہوگیا ہے آرام سے سو جا	سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

یعنی اور اگر تیرا دل بیدار ہو جاوے تو پھر خوب سو پھر تیری نظر تھوڑے بہت کسی سے غائب نہیں ہے مطلب یہ کہ بعد مجاہدہ و ریاضت کے اگر کچھ آرام زیادہ بھی کر لو تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر قبل نفس کے رام ہونے کے تو ذرا مجاہدہ و ریاضت کرو اور اس کی تدبیر یہی ہے کہ حقوق نفس تو ادا کرے مگر حظوظ میں مبالغہ نہ کرے اسی سے سب کچھ ان شاء اللہ حاصل ہو جاوے گا ہاں اس کے ساتھ جو اور شرائط ہیں وہ ہیں ہی۔

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ تو سو رہتی ہے مگر میرا قلب اونگھ میں کب سوتا ہے یعنی آپ کی نیند بھی مشابہ اونگھ کے ہوتی تھی جیسے کہ ہم لوگوں کا وضو اونگھ سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کا وضو سونے سے نہ جاتا تھا اس لئے کہ آپ کی نیند بھی مثل اونگھ کے ہے اس لئے کہ آپ کا قلب بیدار ہی رہتا تھا۔

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر	جان فدائے خفتگان دل بصیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو	بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

یعنی بادشاہ کو بیدار اور پاسبان کو سویا ہوا فرض کرو ہماری جان ان سوئے ہوؤں پر فدا ہو جن کا دل بصیر ہے مطلب یہ کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ چوکیدار جاگتا ہے اور بادشاہ سوتا ہے مگر یہاں قلب جو کہ مشابہ بادشاہ کے ہے جاگتا ہے اور آنکھ جو کہ مثل پاسبان کے ہے سوتی ہے یہ عجیب الٹی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وصف بداری دل اے معنوی	مے نگنجد در ہزاران مثنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف	ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

یعنی اے معنوی بیداری دل کا وصف تو ہزاروں مثنویوں میں بھی نہ سماوے گا لہذا اس کو یہیں تک بیان کر کے آگے پھر ان ساحروں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بدیدندش کہ خفتست اوو راز	بہر دزدی عصا کردند ساز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا	انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لمبے لمبے سو رہے ہیں تو عصا کے چرانے کا سامان کیا۔

ساحران قصد عصا کردند زود	کز پسش باید شدن انگہ ربود
جادو گروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا	کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا (چاہیے)

یعنی ساحروں نے جلدی سے عصا (کے چرانے) کا قصد کیا کہ ان کے پیچھے سے جانا چاہئے اور اس کو اچک لینا چاہئے اس لئے کہ سامنے جانے سے تو خوف تھا کہ وہ شاید جاگتے ہوں تو دیکھ لیں لہذا یہ تدبیر کی۔

اندکے چون بیشتر کردند ساز	اندر آمد آن عصا در اہتزاز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا	وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

یعنی جب تھوڑا سا زیادہ سامان کیا تو وہ عصا ہلنے میں آیا یعنی جب وہ ذرا اور قریب پہنچے تو اس عصا نے ہلنا شروع کیا۔

آنچنان برخود بلرزید آن عصا	کان دو بر جا خشک گشتند از وجا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی	کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

یعنی وہ عصا خود بخود اس طرح ہلا کہ وہ دونوں اپنی جگہ ہی پر ڈر کے مارے سوکھ گئے۔

بعد ازان شد اژدہا وُ حملہ کرد	ہر دو آن بگریختند و روئے زرد
اس کے بعد وہ اژدھا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا	دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد (تھا)

یعنی جب اس (ہلنے) کے وہ اژدہا ہو گیا اور اس نے حملہ کیا تو وہ دونوں روئے زرد ہو کر بھاگے روئے زرد ہو کر بھاگنے سے مراد خائف ہو کر بھاگنا ہے۔

رودر افتادن گرفتند از نہیب	غلط غلطان منہزم اندر نشیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا	لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

یعنی انہوں نے ڈر کے مارے گرنا شروع کیا اور لڑھکتے پڑھکتے نشیب میں بھاگنے والے یعنی نشیب میں کو بھاگ رہے تھے تا کہ اس اژدہا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاویں۔

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان	زانکہ میدیدند حد ساحران
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے	اس لئے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

یعنی پس ان کو یقین ہو گیا کہ آسمان ہی سے ہے اس لئے کہ انہوں نے ساحروں کی حد تو دیکھی تھی مطلب یہ کہ وہ

سحر کو تو پہچانتے تھے اور اس میں وہ علامات نہیں تھیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس ازین رو علم سحر آموختن	نیست ممنوع و حرام و ممتہن
لہذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا	ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

یعنی اس حیثیت سے علم سحر کو سیکھ لینا ممنوع اور حرام اور ممتہن نہیں ہے یعنی اس نیت سے کہ حق و باطل میں تمیز ہو جاوے اگر سحر کو کوئی سیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے جیسے کہ فلسفہ کو پڑھا جاوے کہ ان لوگوں کے جواب دیئگے مگر اس پر عمل نہ کرے مولانا خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بہر تمیز حق از باطل نکوست	سحر کردن شد حرام اے مرد دوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے اچھا ہے	اے دوست جا! جادو کرنا حرام ہے

یعنی حق کو باطل سے تمیز دینے کے لئے تو اچھا ہے (مگر) اے دوست سحر کرنا حرام ہے یعنی اس پر عمل نہ کرے صرف اس کی حقیقت کے معلوم کرنے کو سیکھ لے خیر جب وہ بھاگے تو ان کی یہ حالت ہوئی کہ۔

بعد ازان اطلاق وتپ شان شد پدید	کار شان تا نزع و جان کندن رسید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا	ان کا معاملہ نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا

یعنی بعد اس کے ان کو (ڈر کی وجہ سے) دست اور بخار ہو گیا اور ان کا کام نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا۔

پس فرستادند مردے در زمان	سوئے موسیٰؑ از برائے عذر آن
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا	(حضرت) موسیٰ کے پاس اس معذرت کے لئے

یعنی بس انہوں نے اسی وقت اس فعل کی عذر خواہی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا۔

کامتحان کردیم مارا کے رسد	امتحان تو اگر نبود حسد
کہ ہم نے آزمایا' ہمیں کب حق تھا	آپ کے آزمانے کا' اگر حسد نہ ہوتا

یعنی کہ ہم نے امتحان کیا تو ہم کو آپ کا امتحان کرنا کب لائق تھا اگر حسد نہ ہوتا مطلب یہ کہ ہم نے جو یہ امتحان کیا یہ اسی لئے تھا کہ ہمارے قلب میں آپ کی طرف سے کینہ تھا ورنہ اس امتحان کی کیا ضرورت تھی تو چونکہ ہم سے یہ خطا ہو گئی ہے لہذا ہم اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مجرم شاہیم مارا عذر خواہ	اے تو خالص الخاص درگاہ الٰہ
ہم شاہی مجرم ہیں' ہماری عذر خواہی کر دیجئے	آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

یعنی ہم مجرم شاہ ہیں آپ ہماری عذر خواہی فرماویں اے وہ شخص کہ آپ درگاہ خداوندی کے خاص الخاص ہیں۔

درگزر از ما کہ ما کردیم بد	اے ترا الطاف وفضل بے عدد
ہم نے برا کیا ہمیں معاف کر دیجئے	اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

یعنی ہم سے درگزر فرمایئے اس لئے کہ ہم نے برا کیا ہے اے وہ کہ آپ کے الطاف اور فضل بے نہایت ہیں غرضکہ ان بے چاروں نے بہت ہی عذر خواہی کی۔

عفو کردو در زمان نیکو شدند	پیش موسیٰ برزمین سرمی زدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے	(حضرت) موسیٰ کے سامنے سر پٹختے تھے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے معاف فرمادیا تو وہ اسی وقت اچھے ہوگئے اور موسے علیہ السلام کے آگے زمین پر سر مارتے تھے یعنی بہت ہی شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔

گفت موسیٰ عفو کردم اے کرام	گشت بر دوزخ تن وجاں تان حرام
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا	تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے کرام میں نے تو معاف کر دیا اور اب دوزخ تمہاری جان اور تن پر حرام ہوگئی یعنی آپ نے ان کو مغفور و مرحوم ہونے کی بشارت دی مگر ان کی شرمندگی اس سے نہ گئی اس لئے کہ اب تو ان کو موسےٰ علیہ السلام کی قدر ہوگئی تھی تو ان کی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

من شمارا خود ندیدم اے دو یار	اعجمی سازید خود راز اعتذار
اے دو دوستو (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں	عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

یعنی اے دونوں یارو میں نے تو تم کو دیکھا بھی نہ تھا تم اس عذر خواہی سے اپنے کو اجنبی بنالو مطلب یہ کہ اب اس عذر خواہی میں اس قدر مبالغہ مت کرو اس لئے کہ زیادہ سخت بات تو اس وقت ہوتی جبکہ میں تم کو دیکھتا اور میرا دل دکھتا مگر اب تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تم نے جب کہا ہے تب خبر ہوئی ہے لہذا بس عذر خواہی کو ختم کرو کہ ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ ایک بات یہ کرنا کہ۔

ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا	درنبرد آئید پیش بادشاہ
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست	بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

یعنی اسی طرح بیگانوں جیسے شکل اور (اصل میں) آشنا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں آنا۔

آنچہ باشد مرشمارا از فنون	جمع آرید از درون واز برون
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں	اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

یعنی جو کچھ کہ تم کو فنون (جادو) سے (حاصل) ہو اس کو اندر سے باہر سے خوب جمع کرو مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ اب تم مومن تو ہو گئے مگر اس ایمان کو کسی پر ظاہر مت کرو بلکہ اسی طرح بیگانوں کی طرح آ کر مجھ سے مقابل ہونا اور اپنے کرتب خوب دکھانا اس کے بعد میں تم کو مغلوب کروں گا پھر سب کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اور لوگوں کو بھی ترغیب ایمان کی ہوگی پس یہ سن کر وہ چلدیئے۔

شہروں سے ساحروں کا فرعون کے سامنے جمع ہونا اور اس سے خلعتیں پانا اور موسیٰ علیہ السلام کے مغلوب کرنے پر سینہ پر ہاتھ مارنا اور کہنا کہ اس کام کا دفعیہ ہم سے سمجھو

پس زمین را بوسہ دادند و شدند	انتظار وقت فرصت مے بدند
پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے	فرصت کے وقت کے منتظر تھے

یعنی ان دونوں نے زمین کو بوسہ دیا اور چلدیئے اور وقت فرصت کے منتظر رہے (وہ وقت فرصت یہ تھا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا پھر قصۂ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب ساحر سو جاتا ہے تو اس کا کام بے رونق اور بے آب و تاب ہو جاتا ہے یہ سن کر وہ دونوں اس کی قبر سے مصر کی طرف اس جنگ عظیم کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انہوں نے موسےٰ علیہ السلام اور ان کے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسےٰ علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کو پتہ یہ بتایا کہ اس وقت وہ نخلستان میں ملیں گے وہاں تلاش کرو یہ سن کر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ان کی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر ان کی جسمانی آنکھیں بند تھیں اس لئے ان کو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کر لے وہ سونے کی حالت میں عرش و فرش سب کو بچشم قلب دیکھ رہے تھے ان کی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی ان کی چشم قلب بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بے چارے جسمانی لوگوں کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ وہ ظاہر ابھی سو رہے ہیں اور باطناً بھی تب بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کا دل جاگتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھیں بند ہو

جاتی ہیں تو روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سو کھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہوگئی تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہیں بلکہ تم کو ذکر اللہ کے لئے راتوں کو جاگنا چاہئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہئے اور اگر تمہارا دل بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سوؤ اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتدبہ چیز غائب نہ ہوگی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہو اور محافظ یعنی جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ارے وہ لوگ قربان ہو جانے کے قابل ہیں جو سوتے ہوں مگر قلوب ان کے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہوں واقعی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اس کی تعریف کی جاوے تو ہزاروں مثنویاں بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں اس لئے ہم اس کو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں تو عصا کو چرانے پر اتفاق کیا اس کے بعد اس کو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے اڑا لیں جونہی وہ کسی قدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے ہلا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ دونوں خوف سے سوکھ گئے اس کے بعد وہ اژدہا بنا اور ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہوگئی۔ فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب تو ان کو یقین ہوگیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اس لئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ اور تصرف جادوگران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع و حرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراداً مذکور ہوگیا اب سنو کہ اس کے بعد ان کی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر ان کو دست لگ گئے اور بخار چڑھ آیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہوگئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپ کا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمائش کب زیبا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اے درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف فرما دیں موسےٰ علیہ السلام نے ان کا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہوگئے اس کے بعد خود حاضر خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ہم نے بری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرما دیں آپ کے الطاف و افضال بے حد و نہایت ہیں لہٰذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اب تم پر دوزخ حرام ہوگئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہوگئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ میں

یوں آنا جیسے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہوگی ورنہ وہ خیال کرے گا کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش کرتے تو میں غالب ہوسکتا تھا لیکن یہ کمبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی رعایت کر کے مجھے شکست دلادی یہ سن کر وہ آداب بجالا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے منتظر رہے۔

شرح شبّیری

تا بفرعون آمدند آن سحران	داد شان تشریفہائے بیکران
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے	ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

یعنی یہاں تک کہ وہ سب ساحر فرعون کے پاس آئے تو اس نے ان کو بے انتہا خلعتیں دیں۔

وعدہا شان کرد و پیشین ہم بداد	بندگان و اسپان و نقد و جنس و زاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے	غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

یعنی ان سے فرعون نے وعدے بھی کئے اور پیشگی بھی غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ (خوب) دیا۔

بعد ازان شان گفت ہیں اے سابقان	گر فزون آئید اندر امتحان
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!	اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

یعنی اس کے بعد ان سے بولا کہ اے سبقت لے جانے والو اگر تم امتحان میں غالب آ گئے تو۔

برفشانم برشما چندین عطا	کہ بدرد پردۂ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا	کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

یعنی تم پر اس قدر عطا کروں گا کہ وہ جود و سخا کے پردہ کو بھی پھاڑ دے گی مطلب یہ کہ جود و سخا سے بھی وہ عطا بڑھ جاوے گی جود و سخا کو ایک پردہ فرض کر کے اس سے عطا کو بڑھاتے ہیں جب اس کو پردہ فرض کیا تو اس سے جب ہی بڑھ سکتی ہے جبکہ اس پردہ کو پھاڑے لہٰذا کہہ دیا کہ بدرد پردۂ الخ غرضکہ اس نے کہا کہ بے انتہا مال و دولت دوں گا سبحان اللہ ذرا آپ کی خدائی ملاحظہ ہو کہ جن کو کل بندے کہتا تھا آج ان ہی سے امداد کا قائل ہے تف ہے ایسے خدا پر اور اس کی خدائی پر نعوذ باللہ منہ۔

پس بگفتندش باقبال تو شاہ	غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے	ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰ) کا کام تباہ ہو گا

یعنی بس انہوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ آپ کے اقبال سے ہم ہی غالب آ دیں گے اور ان کا (موسیٰ علیہ السلام کا) کام تباہ ہوگا اس مضمون کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون بعزۃ کا ترجمہ باقبال ہی کرنا بہتر ہے اور بولے کہ۔

کس ندارد پائے ما اندر جہان	ما دریں فن صفدریم و پہلوان
ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے	ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں

یعنی ہم اس فن میں صف شکن (کامل) ہیں اور پہلوان ہیں اور جہان میں ہمارا مرتبہ کوئی نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ ہم سب سے بڑھے ہوئے ہیں آج کوئی ہمارے مقابلہ کا نہیں ہے مولانا نے اس حکایت کو یہیں تک بیان فرمایا ہے آگے کہیں پورا نہیں کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا کو حکایت مقصود ہی نہیں ہے بالکل اسی طرح قرآن شریف میں بھی ہے کہ قصص پورے پورے بیان نہیں کئے گئے بلکہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جس قدر سے کہ نتیجہ نکل سکے اسی طرح مولانا نے اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس مضمون کو جو کہ اس سے مقصود ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: القصہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اس نے ان کو اولاً بیش بہا خلعت عطا کئے اور وعدے بھی کئے اور بہت کچھ غلام گھوڑے نقد وجنس کھانے وغیرہ پیشگی بھی دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے شائقان فتحمندی یا فن جادوگری انعام واکرام اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے اور موسیٰ سے بڑھ گئے تو میں تم کو اس قدر انعام دوں گا کہ جود وسخا کی حد سے بھی تجاوز کر جاوے گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضور کے اقبال سے ہم یقیناً غالب ہوں گے اور حریف کو کامل شکست ہوگی ہم تو اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں عالم میں ہمارے مقابلہ کی کسی کو تاب نہیں موسیٰ بے چارہ کیا کرے گا۔

شرح شبیری

کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست	ذکر موسیٰ بند خاطر ہا شدست
کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں	موسیٰ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قلوب کے لئے قید ہو گیا ہے کہ یہ حکایتیں ہیں ان کی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت و ذکر موسیٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی حکایتیں ہیں جو کہ گزر چکے ہیں اب

ان کا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

ذکر موسیٰ بہر روپوش است ولیک	نور موسیٰ نقد تست اے مرد نیک
موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کیلئے ہے لیکن	اے بھلے آدمی موسیٰ کا نور تیرا مقصود ہے

یعنی ذکر موسیٰ علیہ السلام تو ایک روپوش ہے ولیکن نور موسیٰ تمہاری جان کا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسےٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان کی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف پردۂ ذکر حالات موسوی ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسےٰ علیہ السلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں ان کو حاصل کرو اور ان کو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست	باید این دو خصم را در خویش جست
موسیٰ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں	ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

یعنی موسےٰ و فرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے موسیٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزوں کو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ اب موسےٰ علیہ السلام کا نور کہاں ہے وہ تو مدت ہوئی کہ گزر گئے ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج	نور دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے	روشنی دوسری نہیں ہے، چراغ دوسرا ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام سے قیامت تک تولد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہاں چراغ دوسرا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسیٰ علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسوی قیامت تک قائم رہے گا تو جب ان کی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو ان کا وہ نور بھی اسی طرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اس لئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہاں بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہو گیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ ان کا جو نور ہے وہ بالنوع تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی بالنوع تو وہی نور ہے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہو گئے ہیں مگر ہیں سب اسی کی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔

این سفال و این فتیلہ دیگر است	لیک نورش نیست دیگر زان سر است
یہ دیولا اور یہ بتی دوسری ہے	لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

یعنی یہ چراغ اور یہ فتیلہ دوسرا ہے لیکن نور اس کا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرح سے ہے سفال و فتیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصیات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسیٰ

علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہاں تو مولانا نے اس نور کو تھوڑا دو اور حقیقۃً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرما کر کہتے ہیں کہ۔

زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی	گر نظر در شیشہ داری گم شوی
کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے	اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو گم ہو گئے اس لئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے۔

از دوئی و اعداد جسم اے منتہی	در نظر برنور داری وارہی
اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے	اگر تو نور پر نظر رکھے گا نجات پا جائے گا

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لالٹین کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اس لالٹین کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اس طرف اور تیسرا نور اس طرف علی ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود بذاتہ تو ایک ہی ہے مگر یہ سب اس کے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علیٰ ہذا تو اسی طرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اس کے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تھوڑا متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر ہیں سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ ان میں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف مومن و گبر و جہود	از نظر گاہ است اے مغز وجود
مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف	اے خلاصہ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و گبر و جہود کا اختلاف نظر گاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر گاہ مختلف ہے کسی کی نظر کہیں پہنچی اور کسی کی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اس لئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے کے لئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اس کے بیان میں

اختلاف ہو رہا ہے کوئی اس کو کسی طرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسی طرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا اور اس ہمیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہیئے کہ اس نور کو حاصل کریں اور اس کو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیوں نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کسی نے اس کو ستون کی طرح بتایا اور کسی نے کسی طرح اس لئے کہ جہاں جس کا ہاتھ لگا وہ اس کو سارے کو ویسا ہی سمجھا اس لئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہاں تک جس کی نظر پہنچی اس نے ویسا بیان کیا اس لئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسیٰ میں تمہارا دل پھنس کر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گزر چکے ہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہئے اول یہ کہ صورت محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اس میں سے نور موسیٰ ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کر کے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہئے جو موسے علیہ السلام کو حاصل تھا یعنی معرفت حق سبحانہ دوم یہ کہ موسیٰ وفرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھ کو ان کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے اور موسے روح کی حمایت کر کے فرعون نفس کو شکست دینی چاہئے تیسرے یہ کہ موسے صرف وہی نہ تھے جو گزر گئے بلکہ موسے قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھ کو ان کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے جو فرعون نے موسے معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ ان کی طاعت کرنا چاہئے اہل اللہ کو ہم نے موسے اس لئے کہا کہ موسے اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسے نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسے کو موسے بنایا تھا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مخصہ کے ذریعہ سے ان میں فرق بھی ہوا اس لئے وہ بھی حکماً موسے ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نور حق سبحانہ تو سب میں ایک ہے لہذا ان کو متحد کہنا کچھ بے جا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال سے سمجھاتے ہی مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہو اور اس کا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو پس اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کر کے نور کو متعدد کہو گے تو یہ تمہاری غلطی اور راہ ثواب سے گم شدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے اور اگر نور کو دیکھو گے تو ہم تعدد و اثنینیت سے رہائی پاؤ گے اور ٹھیک راستہ پر چلو گے یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سبحانہ کا نور واحد جلوہ نما ہے اور

تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ دیگر اہل اللہ بھی موسے ہیں۔ (لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہذا مثال کے کل احکام کا مثل لہ کے لئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہوا اس کے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوہ اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں کے تکدر اور شفافی کے اختلاف سے نیز ان کے رنگوں کے مختلف ہونے سے مرطبہ ظہور میں اس نور میں اختلاف ہو جاوے گا کہیں وہ زیادہ روشن ہوگا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں سرخ ہوگا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید پس نور حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ نور نبوت ہے کہیں نور ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف کی مثال تام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتے جیسا کہ مولانا بھی جا بجا اس کی شکایت کرتے ہیں اس واسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس کا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور دھوکا کھا کر گمراہی میں نہ پڑنا چاہئے) چونکہ اختلاف حکم تو حد و تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسی کی مناسبت سے استطر اداً ایک اور اختلاف کو بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو اختلاف ہے اس کا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اس لئے اس کا حکم و اعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظریں غیر حقیقت پر ہیں اس لئے ان کے اعتقادات و احکام غیر صحیح اور وہ گمراہ وضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبّیری

ہاتھی کی صورت اور اس کی ہیئت میں شب تاریک میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا	ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے

یعنی ہاتھی ایک تاریک گھر میں تھا اس کو ہندی لوگ دکھانے کے لئے لائے تھے۔

از برائے دیدنش مردم بے	اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے	ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

یعنی اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی اس تاریکی میں جا رہے تھے ہر ہر شخص۔

دیدنش با چشم چون ممکن نبود	اندر آن تاریکیش کف می بسود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا	اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

یعنی جبکہ اس کو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اس پر ہاتھ ملتے تھے یعنی ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آں یکے را کف بخرطوم او فتاد	گفت ہمچو ناو دانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنالے کے ہے۔

آں یکے را دست بر گوشش رسید	آں برد چوں باد بیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا تو اس پر وہ ہاتھی مثل ایک پنکھے کے ظاہر ہوا۔

آں یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا	اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اس کے پاؤں پر ملا گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھ کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او بنہاد دست	گفت خود این پیل چون تختے بدست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا	اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اس کی پشت پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

ہمچنیں ہر یک بجز وے کو رسید	فہم آن میکرد ہر جاے شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا	جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

یعنی اسی طرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہنچتا تھا وہ اسی کو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تنا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوئے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف	آن یکے دالش لقب داد این الف
ان کی بات نقطہ نظر کی وجہ سے مختلف ہوگئی	اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

یعنی ان کے اقوال نظر گاہ کی وجہ سے مختلف ہورہے تھے کہ ایک تو اس کو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اس کو بیان کررہے تھے اس کی یہ وجہ تھی کہ جس کی نظر جہاں پہنچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوئے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظر گاہ کے اختلاف سے اختلاف ہورہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بدے	اختلاف از گفت شان بیروں شدی
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی	تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو ان کے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اس لئے کہ سب اس کے پورے جسم کو دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہمچوں کف دست ست وبس	نیست کف رابرکل او دسترس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے	ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھی کے پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا اسی طرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جس کی نظر جہاں تک پہنچی وہ اس پر رہ گیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑ دو بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہوں آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بین کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

جسم دریا دیگر ست و کف دگر	کف بہل وز دیدهٔ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں	جھاگ کو چھوڑ اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم ز دریا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑ دو تب تم کو حقائق اشیاء ظاہر ہوں گی اور اس وقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہاز دریا روز و شب	کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے	تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جس قدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان کو تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماچو کشتیہا بہم برمے زنیم	تیرہ چشمیم و درآب روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں	ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

یعنی ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگ رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسی طرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک ہاتھی ایک تاریک مکان میں تھا ہندوستانی لوگ اسے دکھانے کے لئے لائے تھے اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندھیرے میں گھسا چلا گیا چونکہ اندھیرے میں آنکھ سے تو دیکھا نہیں جاسکتا تھا اس لئے ہاتھوں سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنالہ دوسرے کا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکھا کسی کا ہاتھ پاؤں پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہے جیسا تخت غرض یوں ہی ہر شخص اس کو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جس پر اس ہاتھ پڑتا تھا اور ہر جگہ شیخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب ان کی گفتگو مختلف تھی ایک اس کو دال کہتا تھا دوسرا الف۔ لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی تو ان کی گفتگو سے اختلاف دور ہو جاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و گبر و یہود وغیرہ کی ہے کہ مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اس لئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور اس کے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسروں کے پاس دونوں شمعیں نہیں اس لئے وہ گمراہ ہیں اور ان کے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سنو وہ یہ کہ حواس جسمانی تو ایسے ہیں جیسے ہتھیلی اور جس طرح ہتھیلی نے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہو سکتی تھی یوں ہی حواس جسمانیہ سے بھی ذات وصفات حق سبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ دریا میں اور حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس و خاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنے والی اور۔ پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا میں آنکھ سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس و خاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے ہے پس بھلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس و خاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدوں دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدوں واجب کے بھی ہو سکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیوں کو آپس میں ٹکرا رہے ہیں اس کا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن کے ہے بلکہ اس کا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس

پر نظر کر کہ جواس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہے۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو ہلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہیے آگے اس ذات کا قدم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسےٰ و عیسےٰ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسےٰ اور عیسےٰ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت پہلا کوئی بتادے کہ موسےٰ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسےٰ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو وہ ہوگا۔

آدمؑ و حوا کجابد آن زمان	کہ خدا افگند این زہ در کمان
اس وقت حضرت آدمؑ اور حوا کہاں تھے	جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

یعنی اس وقت آدم وحوا کہاں تھے جبکہ حق تعالیٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اس کو پیدا فرمایا تو یہ آدمؑ وحوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہے اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہئے اور اس میں عمر گنوادے کہ سو شہیدوں سے اس کی وہ قوت جواس طلب میں ہوا دے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص ست وابترست	آن سخن کہ نیست ناقص زان سرست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے	جو بات ناقص نہیں ہے وہ ادھر کی ہے

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہے وہ اس طرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو آفتاب وآب سے تشبیہ دیدی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہو سکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کر سکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتی ہے اس لئے اس کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔

گر بگویم زان بلغزد پائے تو	ورنگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے	اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

یعنی اگر میں اس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کرے گا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہے مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اس کو مثل سمجھ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

ور بگویم در مثال صورتے	بر ہمان صورت بہ چسپے اے فتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں	اے نوجوان! تو اس ہی صورت پر چپک جائے گا

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی مثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاوے گا یعنی بس اس کو ذات سمجھ جاؤ گے لہذا سخت مشکل آ گئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین	سر بجنبانی ببادے بے یقین
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے	بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہے اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پایت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پارا ازین گل برکنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے	یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

یعنی لیکن اگر تیرا پاؤں نہیں ہے تا کہ تو کوئی نقل کرے تا کہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سن کر فوراً سر ہلانے لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے تو جب رہائی ہو گی جبکہ اپنے پاؤں سے چلو گے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے پاؤں کو حرکت دو گے اسی وقت تم کو اس کی بھی قابلیت ہو جائے گی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو اور غلطی نہ ہو۔

چوں کنی پارا حیاتت زین گل است	این حیات را روش بس مشکل است
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے	تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

یعنی تو اس سے کس طرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش مشکل ہے مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری اے روی	بس غنی گردی زگل در دل روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا	تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل	می روی بے قید و حر از اہل گل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف	بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالیٰ سے حیات کو حاصل کرے گا تو اس گل سے غنی ہو جاوے گا اور دل میں چلا جاوے گا یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹ کر قلب کی راہ پر چلو گے جو کہ راہ حق ہے آگے اس چھوڑنے کے بعد واصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون ز دایہ بگسلد	لوت خوارہ شد مرا و را ے ہلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے	غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستہ شیر زمینے چون حبوب	جوئے فطام خویش از قوت القلوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے	دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

یعنی تو اس زمین کے دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح حبوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشو ونما حاصل کرتے ہیں اسی طرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اس کے مقتضیات سے نکل کر دوسری غذا حاصل ہوگی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر	اے تو نور بے حجب را نا پذیر
دانائی کی غذا کھا کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے	اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

یعنی تو حکمت کی غذا کھا کہ وہ نور مستور ہے اے وہ شخص کہ تو نور بے حجاب کو ناپذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا پذیرا گردی اے جان نور را	تا بہ بینی بے حجب مستور را
اے جان! تا کہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے	تا کہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

یعنی اے جانان تا کہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تا کہ اس مستور کو بے حجاب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاوے گی اور یہ ہوگا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی	بلکہ بر گردون سفر بیچون کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے	بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

یعنی ستارہ کی طرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاوے گا اور اس وقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہوگی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ یہ سیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچناں کز نیست در ہست آمدی	ہیں بگو چون آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے	ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کس طرح مست آیا مطلب یہ کہ جس طرح اول عدم سے وجود میں آئے کہ اس کی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اس وقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پر نظر تھی اسی طرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسی طرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماند	لیک رمزے برتو برخواہیم خواند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے	لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتا دیں گے یعنی ہم ان راہ کا کچھ پتہ دیں گے لہذا اب یہ کر کہ۔

ہوش رابگزار انگہ ہوش دار	گوش رابر بند وانگہ گوش دار
ہوش کو چھوڑ دے پھر ہوشیار بن جا	کان کو بند کر لے پھر کان لگا

یعنی (اس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھ اور (ان ظاہری) کانوں کو بند کر اس وقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا ان حواس کو کھول اور ان کو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش میں تھے اس لئے یہ تو کہہ دیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

می نگویم زانکہ تو خامی ہنوز	در بہاری و ندیدستی تموز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے	تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نہیں بتاتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اس لئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اس لئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آگئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنا دیں اس لئے ابھی کچے رہ گئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

این جہاں ہمچوں درخت است اے کرام	مابرو چوں میوہائے نیم خام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے	(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اس پر مانند او کچرے میوؤں کے ہیں۔

سخت گیرد خامہا در شاخ را	زانکہ در خامے نشاید کاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے	کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلوں کے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی) کو خوب پکڑے ہوئے ہیں۔

چون کہ پخت وگشت شیریں لب گزان	ست گیرد شاخہا را بعد ازان
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا	اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

یعنی جبکہ پختہ ہوگیا اور شیریں تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کاٹتا ہوا اس کے بعد شاخوں کو بہت ست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اس پر میوے ہیں تو میوہ جب تک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اس لئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جا کر نازنینوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جب تک خام ہیں اس وقت تک اس جہان میں خوب مضبوط جکڑے ہوئے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اس لئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جا کر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوۂ نیم خام کو درخت سے الگ کرکے محل میں لے جاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاوے گا اور بالکل ہی سڑ جاوے گا۔ اسی طرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کر دیئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ ان کو سمجھ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاویں گے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آ جاوے ہاں جب میوہ پختہ ہو جاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آ رہتا ہے اسی طرح جب ہم پختہ ہو جاویں گے تو اس وقت ہم کو ذرا سی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہو جاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اس پر گرمی پڑے تو وہ گرمی اس کو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسی طرح ہم پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات و ریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کر کے صفائی حاصل ہوگی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اس وقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالیٰ کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

چون ازان اقبال شیرین شد دہان	سرد شد بر آدمی ملک جہان
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے	دنیا کا ملک انسان کے لئے کے بے وقعت ہو جاتا ہے

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ میٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں واصل حق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تمام علوم و معارف اس۔ کے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است	تا جنینے کار خون آشامے است
سخت گیری اور تعصب کچا پنا ہے	جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جب تک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہے اس کی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہے تب تو اس میوۂ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیوں اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بن جاوے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید بے منش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)	وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

یعنی ایک اور چیز بھی رہ گئی ہے لیکن اس کے نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تجھ سے اس کو روح القدس بلا میرے فرما دینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاوے گی مگر اس میں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاوے گی اور وہ وجدان ہے کہ جس کے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہو گی اور پھر اس قابل ہو جاؤ گے کہ یہ علوم جن کو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو ان شاء اللہ تم کو خود حاصل ہوں گے یہاں تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کے حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور اضراب کے فرماتے ہیں کہ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن الخ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آ رہے ہیں اب اس غفلت کو دور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں پڑا سو رہا ہے آخر تو نے پانی کو تو

دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی روح کو تو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سبحانہ پر بھی تو نظر کر جو روح میں متصرف ہے اس لئے کہ اس پانی کے لئے بھی ایک پانی ہے جو اس کو چلا رہا ہے اور روح کے لئے بھی ایک روح ہے جو اس کو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف روح پر انتہا نہیں ہوگی بلکہ منتہی روح الروح یعنی حق سبحانہ ہیں تو اس کو کیوں نہیں دیکھتا روح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ روح کا وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور روح ہے جس نے اس کو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھ تو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اس وقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے فیوض سے مالا مال کر رہے تھے اور آدمؑ وحوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کوزہ کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسی کو ہم خدا کہتے ہیں اور وہی روحِ الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناتمام ہے اس سے پورا مدعا ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناتمام نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی ذوق ووجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کر دیتی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک وشبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت چاہتے ہو تو ذوق ووجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھ سے ظاہر کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھ جاوے اور گمراہ ہو جاوے اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس میں عجب کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ صورت ہی کو لپٹ کر رہ جاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ہے اس لئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں کہ وہ ایک انچ جگہ سے ہٹ جاوے یوں ہی تیرے بھی پاؤں نہیں کہ صورت سے حقیقت کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت و انتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو صورت کو چھوڑ دے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں ان کو چھڑا لے لیکن تو ایسا کریگا کیوں اس لئے کہ یہ حیات موجود تو تیری اسی کے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا نہایت دشوار ہے جب تک یہ حیات ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی پس جب تک یہ حیات موجود ہے یعنی تلذذات وتنعمات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اس وقت تک تو تم سے صورت سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور مایہ حیات تیرا غذائے روحانی ہوئی اس وقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ کام نہ

رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہنچ جاوے گا اور تیری غذا حقائق و معارف ہوں گے۔ دیکھو جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ اغذیہ نفیسہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی غلوں کی طرح پابند غذائے زمین اور ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اس کو چھوڑ و اور غذائے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ تم ابھی بے حجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اس لئے اولاً کلمات حکمت اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اس کو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو بے حجاب دیکھنے لگو گے اور تمہاری یوں کایا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتے اس کے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلو گے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے لامکان میں بے کیف متعارف سیر کرو گے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی سیر کرو گے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور مست ہی جاؤ گے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اس لئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیر باد کہہ کر سمجھنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام بند کر کے سننے کے لئے مستعد ہو نہیں میں نہیں کہتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اس میں ایسے ہیں جیسے درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ ہنوز وہ محلوں میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوئے اور جب وہ پک گئے اور شیریں اور مرغوب ہو گئے اس کے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں پس یہی حالت ہر انسان کی ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیریں دہن ہوتا ہے تو جہان اس کی نظروں میں بالکل بے وقعت ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اس کے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھ لو جب تک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اس وقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل ہو گئے اس وقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور کامل ہوئے اس وقت اور غذائیں کھاتے ہو یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہو گی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہو گی۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہو۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو چلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو بلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہئے آگے اس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت بھلا کوئی بتادے کہ موسیٰؑ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰؑ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی اس لئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے دو معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اس سے تم کو فیض ہوگا اور اسی کی طرف مولانا نے اس میں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں میں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور ہوا تو اس مرتبہ میں ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاوے گا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبہ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغائر آ گیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ میں ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اس کو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھ لو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو کہ اب تقریر کرنے سے بحمد اللہ واضح ہو گیا اصل تو اس کی یہ ہے اس میں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی وہ بھی خود ان کی حقیقت تھی وہ حق تعالیٰ کا نور نہ تھا یا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہیں بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اس کی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی	تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے	تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

یعنی جیسے کہ تم جس وقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلاں	با تو اندر خواب گفت ست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے	وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلاں نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اس کا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آ رہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی سامنے سے دیکھ رہا ہے وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسی کی روح دوسری شکل میں متمثل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسی کی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متمثل ہو گئی ہے اور بعض مرتبہ جس کو اس نے دیکھا ہے خود اس کی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی روح کو دوسری شکل میں متمثل دیکھ کر اس کو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسی کی روح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سو گئے اور وہ مطالعہ میں ان کو حل نہ ہو سکا تو ان کو خواب میں حل ہو جاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اس کے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متمثل ہو کر اس کو فیض پہنچایا تو دیکھو جس طرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اس کو فیض پہنچا رہی ہے اسی طرح وہاں بھی اس کی حقیقت اس کو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے اس میں تو اگر ایسا ہو جاوے تو کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی ان کو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ ان کی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تا کہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور ان کی ستر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جس قدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی روح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ روح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جس کی مختلف اشکال ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے	بلکہ تو آسمان ہے اور گہرا سمندر ہے

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو مثل گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب یہ کہ اے انسان تو مرتبہ روح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں اور اس کثرت کی وجہ سے تو مثل گردوں کے اور دریائے عمیق کے ہے کہ جس طرح ان چیزوں میں مختلف اشیاء ہیں اسی طرح تو بھی تمام تجلیات اسماء کا مظہر ہے۔

آن توئی زفت کہ آن نہصد تو است	قلزم ست وغرقہ گاہ صد تو است
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے	سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

یعنی تیرا وہ تو عظیم کہ جو نو سو تو میں ایک قلزم ہے اور سینکڑوں تو کا غرقہ گاہ ہے۔ مطلب یہ کہ تیرا وجود مرتبہ روح میں ایک وجود نہیں ہے بلکہ چونکہ اس میں بہ نسبت جسم کے مظاہر اسماء زیادہ ہیں بلکہ اکثر لوگ انسان کو حقیقۃ جامعہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر حق سبحانہ تعالیٰ کے کل اسماء کا ظہور بدرجہ اتم بہ نسبت اور اشیاء کے موجود ہے اگر چہ فی حد ذاتہ کامل ظہور نہ ہو مگر بہ نسبت دیگر اشیاء کے اس میں ظہور کامل ہے تو جب وہ وجود درجہ روح میں تکثر رکھتا ہے تو اس میں سینکڑوں وہ وجود جو کہ ناقص ہیں غرق اور مستور ہیں اور وہ سارے وجودات اس کے اندر موجود ہیں۔

خود چہ جائے حد بیداری وخواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے	خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

یعنی خود کیا جگہ ہوشیاری اور بیداری اور خواب کی ہے پس چپ رہو اللہ درست بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت بیداری وخواب جو کہ ہم بیان کرتے ہیں ان کی بھی کیا حقیقت ہے لہذا بس چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ اللہ ہی صواب کو خوب جانتا ہے اور ہمارے چونکہ یہ سب مکاشفات ظنیہ ہیں لہذا ان میں ممکن ہے کہ خطا ہو آگے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کرے گا نہ میں بیان کروں گا نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ میں بھی تو آپ کا غیر ہوں جب میں خود بیان کروں گا تو آپ کے غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہاں درست رہا۔ کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں توافق اغراض کے اعتبار سے یا اس لئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ یعنی اسماء الٰہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوئے پس اب کوئی اشکال نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہوں اس لئے کہ تم جب خواب دیکھتے ہو تو اس میں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص کون ہوتا ہے

خود تمہاری ہی روح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے پاس جاتے ہو علی ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس عینیت کا احساس نہیں۔ تم یہی سمجھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائط خود تم ہی ہو گے اس لئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت اصطلاحیہ ہوگا یعنی اسم الٰہی تم کو واقعہ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ تم ایک ہی شے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اس لئے ذرا سی عجیب بات سن کر متحیر ہو جاتے ہو۔ آدمی تو وہ بڑی تہ ہے جو سینکڑوں تجھیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جس میں سینکڑوں تہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری و خواب کیا چیز ہیں اور ان کا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعۂ خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سنتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک و شبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ ان کو سننا اور ماننا چاہئے مضمون ختم ہوا اور خدا اس کی صحت سے خوب واقف ہے کہ یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا نا سوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہو گی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہو گی۔

شرح شبیری

دم مزن تا بشنوی از دم زنان	آنچہ ناید در بیان و در زبان
دم نہ مار تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے	وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

یعنی چپ رہو تاکہ تم دم زنان (روحانی) سے وہ سنو جو کہ بیان اور زبان میں نہیں آ سکتا مطلب یہ کہ وہ علوم و معارف ان کی صحبت کے فیض سے حاصل ہوں گے کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ امور ذوقیہ و کشفیہ ہیں ان کی صحبت میں رہنے سے حق تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اس شخص کو بھی منکشف ہو جاتے ہیں لہٰذا جب تک کہ یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک خاموشی ہی بہتر ہے۔

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب	انچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ اس آفتاب سے سن لے	وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

یعنی چپ رہو تا کہ اس آفتاب سے وہ سنو جو کہ کتاب اور خطاب میں نہیں آ سکتا۔ آفتاب سے مراد وہی مرشد کامل یعنی تم خاموش رہو اور خود کسی شے کے طالب مت ہو تو وہ چیزیں میسر ہوں گی کہ جو ان الفاظ ظاہری میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا	الصلا اے پاکبازان الصلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے	آؤ اے پاکبازو! آؤ

یعنی چپ رہو تا کہ تم اس مہ لقا سے یہ سنو کہ آؤ اے پاکبازو آؤ۔ مہ لقا سے مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود چپ رہو اور ان حقائق وعلوم ومعارف کے حصول کے درپے مت ہو بلکہ کام کئے جاؤ اور حالات کی اطلاع دو ہی گے تو بس جب مرشد دیکھے گا کہ تم کو ان علوم کے سمجھنے کی استعداد ہوگئی ہے اور تم کو درجہ اجمال میں کوئی علم منکشف ہوا ہے تو اس وقت وہ تم کو اس کی حقیقت خود بتلا دے گا اور تم کو خود دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

دم مزن تا بشنوی اسرار حال	از زبان بے زبان کہ قم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے	بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو' آ جا

یعنی چپ رہو تا کہ تم اسرار حال کو بے زبان کی زبان سے سنو کہ اٹھو آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے ان علوم ومعارف وکیفیات کے طالب مت ہو بلکہ اپنی حالت کو مرشد کامل کے سامنے پیش کر دو وہ جو مناسب سمجھے گا تمہارے لئے تجویز کرے گا اور بلکہ خود زبان سے بھی چاہئے کچھ نہ کہے بلکہ وہ ذریعہ القا کے تم کو ان علوم ومعارف کی تحصیل کرا دے گا اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو وہ وقت اور موقع کو دیکھ کر کہے گا اور تمہاری استعداد کا لحاظ کرے گا۔

دم مزن تا دم زند بہر تو روح	آشنا بگزار در کشتی نوحؑ
دم نہ مار' تاکہ تیرے لئے روح کہے	تیرنا چھوڑ دے' نوح کی کشتی میں (آ جا)

یعنی تم چپ رہو تا کہ تمہارے لئے روح بولے اور کشتی نوح میں تیرنے کو چھوڑ دو۔ روح سے بھی مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود دعوے اور اقتضاؤں کو مٹا دو اس وقت مرشد تمہاری استعداد کے موافق خود تم کو تعلیم کر دے گا بس ترک دعویٰ ایک بہت بڑی چیز ہے کہ اس سے فضل ہوتا ہے

ہمچو کنعان کاشنا میکرد او	کہ نخواہم کشتی نوحؑ عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا	کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

یعنی مثل کنعان کے کہ وہ شناوری کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں کشتی نوح عدو کی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ تم دعوے کو ترک کر دو ورنہ اگر تم دعوے کرو گے تو تمہارا ایسا حال ہوگا جیسے کہ کنعان نے شناوری کا دعویٰ کیا کہ میں تیر کر بچ جاؤں گا اور نوح علیہ السلام کی نہ مانی تو ہلاک ہوا اسی طرح اگر تم مرشد کامل کی نہ سنو گے اور دعوے کرو گے

تو ہلاک ہو گئے آگے کنعان کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: تو خاموشی اختیار کر ایسا کرنے سے محبوب حقیقی سے تو یہ سنے گا کہ اے پاکباز دم کو صلائے عام ہے اور تو خاموش رہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تو بدوں زبان کے تکلم کرنے والے کو یہ اسرار بیان کرتے سنے گا کہ اٹھو اور ہماری طرف آ ؤ۔ دیکھ تو سکوت اختیار کرنا اس کرنے سے تو حق سبحانہ کو وہ اسرار بیان کرتے ہوئے سنے گا کہ جو بیان میں نہیں آ سکتے اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتے۔ خبر دار تو بولنا ہی مت اس سے تجھے حق سبحانہ وہ راز سنائیں گے جو نہ احاطہ تحریر میں آ سکتے ہیں اور نہ تقریر میں تو چپ ہی رہنا تا کہ بجائے روح حق سبحانہ سے کلام کرے یا تجھ سے روح حقیقی یعنی حق سبحانہ گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ کہ اپنی عقل کو چھوڑ دے اور شکوک و شبہات مت نکال بلکہ شیخ جو کہے اس کو تسلیم کر اور اپنی جد و جہد کو چھوڑ کر کشتی نوحؑ میں سوار ہو جا۔ ایسا نہ کرنا جیسا کنعان نے کیا تھا کہ وہ تیرنا جانتا تھا اس پر مغرور ہو کر اس نے کہہ دیا کہ میں اپنے دشمن باپ نوحؑ کی کشتی میں نہ بیٹھوں گا اگر تو تسلیم اختیار کرے گا تو قرب حق سبحانہ سے بہرہ ور اور انکا راز دار رہے گا اور نہ کنعان کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں غرق ہو جاوے گا۔

قدتم الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی ولله الحمد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

کی نادر روزگار اور معرکہ آرا کتاب

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۹-۱۰

حضرۃ حکیم الامۃ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحادو زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

قال تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتب بر فضل علم لفظ و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال باوضح بیان ست وازاں جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرارست از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست' بناء علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست وایں ربع ثالث از دفتر ثالث ازاں ست (بالفاظ و عبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معاق یعنی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) درواصل متن را چناں حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ" کہ مطرب آذان و منشط اذہان ست ہم مطا درویش سپردہ۔

حسب فرمائش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر طبع شد

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبّیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھوں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں	تانہ گردی غرق طوفان اے مہیں
خبردار! آ جا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا	اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) ارے آ باپ کی کشتی میں بیٹھ جا تاکہ اے ذلیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آموختم	من بجز شمع تو شمع افروختم
اس نے کہا نہیں! میں نے تیرنا سیکھا ہے	میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

یعنی وہ کنعان بولا کہ نہیں میں نے شناوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر نجات کی کی ہے اس کے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کیں موج طوفان بلاست	دست و پارا آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر! کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے	آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

یعنی ارے ایسا مت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شناوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اس لئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمع حق نمی پاید خمش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہرے گی چپ ہو جا

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھہر سکتی تو خاموش رہ شمع سے مراد

تدابیر نجات' مطلب یہ کہ یہ قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کر دیتی ہے اور آج اس کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہاں جو تدبیر کہ حق تعالیٰ کی ارشاد کردہ ہو وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اس میں نجات مل سکتی ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رفتم بران کوہ بلند	عاصم ست آن کہ مرا از ہر گزند
اس نے کہا نہیں' اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا	وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

یعنی وہ بولا کہ نہیں میں اس بلند پہاڑ پر چلا جاؤں گا تو وہ پہاڑ مجھے ہر گزند سے بچانے والا ہو گا یہ سن کر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کہ کوہ کاہست این زمان	جز حبیب خویش راند ہد امان
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے	وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا

یعنی ارے ایسامت کر کہ یہ پہاڑ اس وقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالیٰ سوائے اپنے محبوب کے کسی کو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام	کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟	تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

یعنی وہ بولا کہ میں نے تمہاری بات کب سنی ہے کہ تم کو طمع ہو گی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا	من بری ام از تو در ہر دوسرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی	میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہو گی کہ میں تمہارے خاندان سے ہوں اس لئے تمہاری مان لوں گا۔ تو سن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہو گی۔ لہذا میں تمہاری بات کبھی نہ مانوں گا۔ نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہیں مکن بابا کہ روز ناز نیست	مرخدا را خویشی و انباز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر' یہ ناز کا دن نہیں ہے	خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قرابت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالیٰ پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو تو کسی سے قرابت اور اس کا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اس لئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تا کنوں کردی و اینوم ناز کیست	اندرین درگاہ کسے را ناز کیست
تو نے اب تک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے	اس دربار میں کسی کو ناز (کا حق) کب ہے؟

یعنی تو اب تک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت نازک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہے مطلب یہ کہ اب تک تو تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے اس میں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسی کو ناز کب ہو سکتا ہے اس لئے کہ ناز ہوتا ہے اولاد کو یا قرابت دار کو یا بیوی کو یا باپ دادا کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

لم یلد ولم یولد ست او از قدم	نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے	نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد ولم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ چچا۔

ناز فرزندان کجا خواہد کشید	را ز بابایان کجا خواہد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟	باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچے گا (جبکہ اس کے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنے گا (جبکہ اس کے والدین ہی نہیں ہیں) ان کا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز	نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر	میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڈھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو اے جوان اکڑ مت مطلب یہ کہ شاید کوئی بڈھا یہ سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ کا بزرگ ہوں جو کہوں گا مان لیں گے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھ کہ میں کسی کا مولود نہیں ہوں لہذا تم بھی امید مت رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکو گے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد ہیں ہمیں کچھ نہ کہیں گے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کا والد بھی نہیں ہوں۔

نیستم شوہر من شہوتی	ناز را بگزار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں	اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

یعنی میں شوہر نہیں ہوں اور میں شہوتی نہیں ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہوتا کہ میں زوجہ حق ہوں تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد ہے کہ میں کسی کا شوہر نہیں ہوں لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالیٰ پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندریں حضرت ندارد اعتبار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے	اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اس لئے کہ وہاں ناز کا کام ہی نہیں ہے ہاں عاجزی اور نیاز کا کام ہے

لہذا یہ کرتا کہ رستگاری ملے یہ سب سن کر وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتۂ	بازمی گوئی بجہل آشفتۂ
اس نے کہا ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے	پھر کہتے ہو نادانی سے بہک رہے ہو

یعنی بولا کہ اے بابا تونے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب یہ کہ تو نے بہت کہا مگر میں نے نہ مانا تو اب پھر کہنا (نعوذ باللہ) جہالت ہے۔

چند ازینہا گفتۂ باہر کسے	تا جواب سرد بشنودی بسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں	حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہاں تک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں (مگر تم عجیب آدمی ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے)

این دم سرد تو در گوشم نرفت	خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی	خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاص کر جبکہ میں دانا اور قوی ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہو گیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنوں گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چہ زیان دارد اگر	بشنوی یکبار تو پند پدر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہو گا اگر	ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہو جاوے گا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سن لے گا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گزرا گزرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لے گا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہو جاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میگفت او پند لطیف	ہمچنان میگفت او دفع عنیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے	وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

یعنی وہ تو اسی طرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسی طرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے اس کا رد کر دیتا تھا۔

نے پدر از نصح کنعان سیر شد	نے دمے در گوش آن ادبیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا	نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبار والے کے کان میں گئی ادبیر امالہ ہے ادبار کا مراد اہل ادبار یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سن کر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز	برسر کنعان زد و شد ریز ریز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے	کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے بادشاہ برد بار	مر مرا خرمرد وسیلت برد بار
نوح نے عرض کیا ' اے حلیم بادشاہ!	میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

یعنی نوح علیہ السلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ بردبار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجھ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسی کا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہو جاوے اس وقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اب تو بالکل فیصلہ ہو چکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفان رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا	کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

یعنی آپ نے بار بار مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاویں گے۔

دل نہادم برامیدت من سلیم	پس چرا بربود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا	پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا؟

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپ کی امید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کمبل کو سیل کیوں لے گیا۔ کمبل سے مراد انکا لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کو نجات دے دیں گے تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیوں آ گیا۔ مقصود اس سے دعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے۔ وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلک الا من سبق علیہ القول و من اٰمن یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر و مادہ اور اپنی اہل کو بجز ان کے کہ جن پر قول غرق سابق ہو چکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کر لو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دعا نقل فرماتے ہیں کہ ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین. یعنی نوحؑ نے حق تعالیٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ تو جب اہل میں سے ہے تو اس کو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہئے اس پر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یا نوح انہ لیس من اھلک یعنی اے نوحؑ وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل

سے نہ ہونے کی توجیہ تفاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام سے اول فرمادیا تھا کہ تمہاری اہل نجات پاوے گی مگر ان میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاویں گے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دعا کی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگر اس کی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جو ناجی نہ ہوگا لہذا احتمال سب میں تھا تو اگرچہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پا جاتا۔ تو اس کی تفسیر میں ابہام رہا اس لئے دعا کی اس پر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم. یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اس کا سوال مت کرو تو یہ نوحؑ کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعت تھا مگر اس کا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسی طرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اس کا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اس کا سوال مت کرو کہ جس میں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہئے تھا تو نوحؑ نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوحؑ نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

گفت او از اہل و خویشانت نبود	خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے	تونے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اس) اہل میں سے نہ تھا (جس کا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں میں فرق نہیں کیا بلکہ سب کو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جن کی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کو نجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اس کی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم افتاد	نیست دندان برکنش اے اوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا	وہ دانت نہیں ہے اے استاد اس کو اکھاڑ دے

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اس کو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد زار ازو	گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے	اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

یعنی تاکہ اس سے باقی تن بھی خراب نہ ہو جاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہو جاؤ تو اسی طرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیوں نہ ہوا اس سے بیزار ہو جاؤ خوب کہا ہے کہ۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ شنا باشد

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو	غیر نبود آنکہ باشد مات تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں	جو تجھ میں فنا ہوگیا وہ غیر نہ ہوگا

یعنی نوحؑ نے عرض کیا کہ (اے اللہ) میں تیری ذات کے سوا (سب سے) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہو گیا وہ غیر نہیں ہے۔صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اور ان کی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ میں کہتے ہیں اس کو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہیں ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوحؑ کی اس دعا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہے اور بہت تعلق ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اے الٰہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہوں اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دعا بھی فرماتے تھے لہٰذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من	بیست چندانم کہ با باران چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے	اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

یعنی آپ تو جانتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہوں میں ایسا ہوں جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیوں نظر کروں گا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے	مغتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)	بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا (ہوں)

یعنی آپ ہی اسے زندہ ہوں اور آپ ہی سے شاد ہوں اور ایک محتاج ہوں اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہوں۔

متصل نے منفصل نے اے کمال	بلکہ بیچوں و چگونہ و اعتلال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا	بلکہ (اس کا تجھ سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بیچوں و چگونہ اور علت و معلولیت کے۔مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اس کے علاوہ ہے مگر اس کو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جس کو مکشوف ہو

جاوے وہی اس کو معلوم کر سکتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہوں اور نہ منفصل ہوں اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالوں سے اس کو بیان کیا جاسکتا ہے لہٰذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماہیانیم تو دریائے حیات	زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے	اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

یعنی ہم مچھلیاں ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکو صفات۔

تو نہ گنجی در کنار فکرتے	نے بمعلولے قرین چون علتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے	نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

یعنی آپ کنار فکر میں بھی نہیں سما سکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ عُلاقہ معلول وعلت کا نہیں ہے نہ آپ فکر ناقص انسانی میں سما سکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا اور برتر او رارفع ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عمایصفون آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفاں و بعد ایں مرا	تو مخاطب بودۂ در ماجرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے	(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اس کے (ہمیشہ) آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اس لئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہنچا اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

باتو مے گفتم نہ باایشان سخن	اے سخن بخش نو و آن کہن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے	اے آنے والے اور گزرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ ان سے اے نئی بات کے بخشنے والے اور اس پرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اوروں سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن	گاہ با اطلال و گاہے باد من
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا؟	کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا (جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ۔

ایا منزلے سلمے سلام علیکما ہل الازمن الاتی مضین رواجع

مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا	او کرامی گوید ایں مدحت کرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے	وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

یعنی ظاہرا تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کررہا ہے کس کی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے۔ بس اسی طرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتی	واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے اب تونے طوفان مسلط کر دیا	کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر ان اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا (بس اب بلا واسطہ آپ سے مناجات کروں گا)

زانکہ اطلال و لئیم و بدبدند	نے ندائے نے صدائے میزدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے	نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

یعنی اس لئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ پہاڑ میں اگر بولتا ہے تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ بھی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اس سے انس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے انس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب	کز صدا چون کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں	جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

یعنی میں تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہوں کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔

تا مثنیٰ بشنوم من نام تو	عاشقم برنام جان آرام تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں	میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

یعنی تاکہ میں آپ کا نام دوبارہ سنوں۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپ کے ذکر میں دے تاکہ ایک مرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لوں اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنوں اور مجھے دونا مزہ آوے۔

25

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را	تا مثنیٰ بشنود نام ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے	تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

یعنی ہر نبی اس لئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تاکہ آپ کے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ میں گونج پیدا ہونے سے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو اسی لئے انبیاء علیہم السلام پہاڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ذکر کریں اور اس میں سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے ان کا دوہرا لطف آتا ہے۔ انبیاء کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہیں منقول تو ہے نہیں مگر ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غاروں اور پہاڑوں میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اس میں اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو کہ جو ان کے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن کہ پست مثال سنگلاخ	موش را شاید نہ مارا در مناخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے	پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جس میں سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیاداروں کو جو کہ عالم ناسوت میں رہ کر پستی میں پڑے رہنے میں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ۔

من بگویم او نگردد یار من	بے صدا ماندم و گفتار من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے	میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

یعنی میں تو کہتا ہوں اور میرا ساتھ نہ دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہ جاتی ہے یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اس لئے کہ ان کو دیکھ کر طبیعت مرجھا جاتی ہے۔

باز مین آن بہ کہ ہموارش کنے	نیست ہمدم باعدم یارش کنے
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے	وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اس کو زمین کے ہموار کر دیں اور وہ ہمدم نہیں ہے تو اس کو عدم کے ساتھ مقرون فرمادیں مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کر دینا ہی بہتر ہے یہاں تک حضرت نوحؑ کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو رنج ہے مگر حق تعالیٰ کے سامنے سب کو ہیچ سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را	حشر گردانم برآرم از ثریٰ
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو	از سر نو زندہ کردوں مٹی سے نکال لوں

یعنی فرمایا کہ اے نوحؑ اگر تم چاہو تو میں سب کو زندہ کردوں اور زمین سے نکال دوں۔

بہر کنعانے دل تو نشکنم	لیکت از احوال آگہ مے کنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا	لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

یعنی میں ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہوں یعنی آپ کو بتادیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کردوں۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سنکر حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا	ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے	بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں تو راضی ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کردیں۔

ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم	حکم تو جانست چوں جان میکشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ۔ میں خوش ہوں	تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرمادیں آپ کا حکم تو جان ہے میں اس کو جان کی طرح کھینچتا ہوں۔

ننگرم کس را و گرہم بنگرم	او بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی	وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش ہو گا

یعنی میں کسی کو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھوں بھی تو وہ بہانہ ہوگا اور آپ میرے منظر ہوں گے۔

عاشق صنع تو ام در شکر و صبر	عاشق مصنوع کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں	میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

یعنی میں تو آپ کے افعال کا شکر و صبر کے ساتھ عاشق ہوں اور میں بت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہوں گا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اس پر تو میں راضی اور خوش ہوں اور یہ اولا د اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو ان کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عاشق صنع خدا با فربود	عاشق مصنوع او کافر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے	اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور ان کے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اس لئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لا مقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

درمیان این دو فرقے بس خفی است	خودشنا شد آنکہ در رویت صفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے	وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

یعنی ان دونوں کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جس کی نظر میں صفائی ہے۔

مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو محض مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو مکشوف ہو گیا ہے۔ آگے دو حدیثوں کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جس کا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالکفر کفر. کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اس کو چاہئے کہ کوئی دوسرا رب تلاش کر لے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ و فعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونے کے تو کفر قضا ہے اس پر تو راضی رہنا اور اس کو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اس کے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اس کو حسن سمجھنا اور اس پر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائے الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ میں وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سے تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہو گیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ تفصیل قصہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جا تا کہ تو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے۔ اس لئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انہوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے پیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر و بلا کی آندھی ہے اس کے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اس وقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الٰہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہاڑ پر چلدیا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچا دے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے محبوب کے سوا کسی کو نہ بچاویں گے اس نے کہا کہ ابا میں نے آپ کی کبھی کوئی بات مانی ہے؟ کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔ لہذا آپ کی بات مان لوں گا مجھے آپ کی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیر خواہی نہ کیجئے۔ اس پر بھی شفقت

پدری کا جوش فرو نہ ہوا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اس کو اس کے ارادہ سے روک سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ میں ناز نہیں چلتا۔ خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اس لئے میں نے ناز برداری کی مگر حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا ان کے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ بیٹا۔ نہ چچا۔ ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اس پر ناز کرے یا حکم کرے۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اس لئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی ناز برداری کا عادی ہو کر آپ کی ناز برداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھول کر سن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ ان کی ناز برداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی بھی ناز برداری کروں لہٰذا آپ مجھ سے اینٹھیں نہیں۔ نیز اے عورت تو بھی سن لے کہ میں نہ شہوت رکھتا ہوں نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اس کی ناز برداری کے سبب تیری بھی ناز برداری کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع وخضوع بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اس پر اس نے کہا اباجان تم کو یہی کہتے برس گزر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی کس قدر باتیں کی ہیں مگر اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے۔ بالخصوص میں کہ آپ کی غیر موثر نصیحت میں نے کبھی سنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنوں گا کہ اب تو مجھے ہوش بھی آ گئے ہیں اور نفع ونقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی ہو گیا ہوں اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں سنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے۔ غرض کہ وہ یونہی اس کو نرمی سے سمجھایا کئے وہ اسی طرح سخت جواب دیتا رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اس کی نصیحت سے جی بھرا اور نہ اس بدبخت نے کوئی بات مان کے دی۔ اسی ردوکد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ نے حضرت حق سبحانہ میں التجا کی کہ اے اللہ میرا گدھا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہہ گیا۔ یعنی اس طوفان میں میرا بچہ بھی مر گیا اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ آپ نے تو بارہا مجھے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤں گا اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بناء پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہوگا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کمبل کیوں بہہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اس کی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ نے جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہوا اور محض ظاہر کو دیکھ کر تم نے اس کو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اس کے بچاؤ کی فکر نہ چاہئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت سمجھ کر رکھنا نہیں چاہئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن

اس سے قطع تعلق کرنا چاہئے بس ایسا ہی کنعان کو سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نااہل تھا لہذا اس کا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپ کے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپ کے مطیعین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اس لئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے کیا تعلق ہے۔ مجھ کو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے کیونکہ چمن کو جو تعلق استفاضۂ حیات وکمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب ہے اور مجھ کو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے پس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلاواسطہ غذا حاصل کرتا ہوں۔ آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال وانفصال مادیات کی شان ہے نہ مجردات کی بلکہ آپ کے مناسب تو بے چونی وبیچگونی ہے اس لئے آپ بیچون وبیچگون ہیں نیز آپ دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کہنہ ذات عقل میں آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میرے مخاطب آپ ہی تھے اور اے نیا اور پرانا کلام عطا کرنے والے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں سے یعنی میری گفتگو درحقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپ کی رضا کے لئے اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی کوڑی کو تو وہ جو ظاہر ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جس قدر ان کی تعریف کرتا ہے سب اس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا درحقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے خزاں کو مسلط کرکے ان بدبختوں کو ہلاک کردیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور بڑے پاجی اور بہت برے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز بازگشت سے جواب دیں یعنی میری پند ونصائح سے متاثر ہوں میری دعوت کی اجابت کریں اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں ایک مرتبہ اپنی زبان سے دوسری مرتبہ ان کی زبان سے کیونکہ میں آپ کی روح کو تسکین بخشنے والے نام پر عاشق ہوں لہذا اس کے بار بار سننے کا اور زبان سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان کے ذریعہ سے آپ کے نام کو دوہرا سنتے ہیں جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہیں اور اس لئے کنکریلی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا برآمد

نہیں ہوتی وہ ہمارے مناسب نہیں ہیں بلکہ وہ چوہوں کے مناسب ہیں یعنے جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہ کریں وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ دنیاداروں کے مناسب ہیں کیونکہ میں تو کہتا ہوں اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہ جاتی ہے ایسے پہاڑوں یعنی لوگوں کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ان کو کھود کر زمین کے برابر کر دیں یعنی ان کو فنا کر دیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں ان کو تو رفیق فنا ہی بنانا چاہئے جب حق سبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور ان کی قضا پر رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے ان کی یوں عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کریں گے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کر دوں اور زمین میں سے ان کو نکال لوں میں کنعان کے لئے تمہاری دل شکنی نہ کروں گا لیکن میں اس کی حالت تم کو بتلائے دیتا ہوں اگر اس پر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو جاوے تو میں تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہوں کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کر دیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اس پر بھی رضامند ہوں بلکہ میں تو اس پر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہردم پیدا کریں اور ڈبوئیں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں جان کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں اور اس حکم کے تبدیل کی درخواست کر کے اسے کیونکر فنا کر سکتا ہوں۔ میرا مطمح نظر تو آپ ہی ہیں۔ لہٰذا اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کروں گا اور اگر کروں گا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا۔ اور مقصود آپ ہی ہوں گے میں تو حالت شکر اور حالت صبر یعنی تکلیف و راحت ہر دو حال میں آپ کے فعل پر عاشق ہوں۔ میں کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہوں۔

شرح شبیری

ان دونوں حدیثوں کے درمیان میں توفیق کہ الرضاء بالکفر کفر اور دوسری حدیث کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی

دی سوالے کرد سائل مر مرا	زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا	کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

یعنی کل ایک سائل نے مجھ سے ایک سوال کیا اس لئے کہ وہ بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔

گفت نکتہ الرضاء بالکفر کفر	این پیمبر گفت و گفت اوست مہر
اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے نکتہ ہے	یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

یعنی اس نے کہا الرضا بالکفر کا نکتہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کا قول مہر ہے یعنی ثابت ہے۔

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا	مر مسلمان را رضا باید رضا
پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر	مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

یعنی پھر آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہر قضا میں مسلمان کو رضا چاہیے رضا۔

نے قضائے حق بود کفر و نفاق	گر بدین راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟	اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

یعنی تو کیا کفر و نفاق قضائے حق نہیں ہے تو اگر میں اس پر راضی ہوتا ہوں تو یہ تو خلاف حق ہے۔

ور نیم راضی بود آن ہم زیان	پس چہ چارہ باشدم اندر میان
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا	تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے ؟

یعنی اور اگر راضی نہیں ہوتا ہوں تو یہ بھی نقصان ہے تو اب درمیان میں میرا کیا علاج مطلب یہ کہ اب نہ ادھر ہٹ سکتے ہیں اور نہ ادھر بڑھ سکتے ہیں تو بتاؤ کہ کیا کریں۔

گفتمش این کفر مقضے نے قضاست	ہست آثار قضا این کفر راست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے	فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ کفر تو مقضی ہے نہ کہ قضا ہے اور یہ کفر تو ٹھیک آثار قضا میں سے ہے۔

پس قضا را خواجہ از مقضے بدان	تا شکالت دفع گردد در زمان
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ	تا کہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

یعنی پس اے خواجہ قضا کو مقضے سے (ممتاز کرکے) جانو تا کہ تمہارا اشکال اسی وقت دفع ہو جاوے تو جب وہ قضا نہیں بلکہ مقضے ہے تو وہ رضا کا محکوم علیہ بھی نہیں ہے آگے بر تقدیر تسلیم ایک دوسرا جواب دیتے ہیں کہ۔

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست	نے ازان رو کہ نزاع و خبث ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے	نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

یعنی میں کفر پر اس حیثیت سے کہ وہ قضا ہے راضی ہوں نہ اس حیثیت سے کہ ہماری خباثت اور نزاع ہے مطلب یہ کہ اگر مان بھی لیں کہ کفر قابل رضا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس حیثیت سے کہ فعل حق ہی قضا ہے اور اس پر ہم راضی بھی ہیں مگر اس حیثیت سے کہ وہ فعل عبد ہے ہم راضی نہیں ہیں۔

کفر از روئے قضا خود کفر نیست	حق را کافر مخوان اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

یعنی کفر از روئے قضا کے کفر ہی نہیں ہے حق کو کافر مت کہہ اور اس جگہ مت کھڑا ہو مطلب یہ کہ درجہ خلق و فعل حق میں یہ کفر کفر ہی نہیں ہے ورنہ اگر اس کو اس درجہ میں کفر کہا جاوے اور اس کے خالق حق تعالیٰ ہیں تو نعوذ باللہ جو لفظ کہ اس کے مرتکب اور فاعل کے لئے کہا جاوے وہی حق تعالیٰ کے لئے ہوگا بس معلوم ہوا کہ وہ اس درجہ میں کفر ہی نہیں ہے تو اس پر رضا بھی واجب ہے۔

کفر جہل است و قضائے کفر علم	ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے	آخر برد باری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

یعنی کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم ہے تو پھر حلم اور غضب دونوں یکساں کیسے ہو جاویں گے وہ الگ ہے وہ الگ آگے مثال ہے کہ۔

زشتی خط زشتی نقاش نیست	بلکہ از وے زشت را بنمودنیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے	بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

یعنی خط کی زشتی (مستلزم) نقاش کی زشتی (کو) نہیں ہے بلکہ اس سے زشت کا دکھاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کاتب میر پنجہ کش جیسا مثلاً ایسا لکھے جیسے کہ ایک بچہ لکھتا ہے اور کوئی تمیز نہ کر سکے کہ یہ بچہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی ماہر کاتب کا تو یہ ان کا نقص ہونے کے علاوہ ان کا کمال ہے کہ باوجود ایسے بڑے کاتب ہونے کے پھر ایسا لکھ سکتے ہیں۔ تو خلق کفر زشتی حق نہیں ہے بلکہ دلیل کمال حق کی ہے۔

قوت نقاش باشد آنکہ او	ہم تو اند زشت کردن ہم نکو
یہ تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ	وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

یعنی یہ تو نقاش کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ برا بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر گشایم بحث این را من بساز	تا سوال و تاب جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں	تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہاں تک کہ سوال و جواب خوب دراز ہو جاوے یعنی اس کے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود	نقش خدمت نقش دیگر مے شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا	(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس بحث

وجدان میں پڑ کر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اس میں پڑ کر انسان کا قلب ہمیشہ مکدر ہو جاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہیے کہ جنگ و جدال کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب و یابس مقابل کے سامنے رکھ دے کہ بھائی حق و باطل کو تو خود ممتاز کر لے آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ۔

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث وفکر کو مانع ہے

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اس کو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کرے گا اس کے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے مرد دو موآمد شباب	پیش یک آئینہ دار مستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا	ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

یعنی ایک شخص جس کے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشم سفیدی کن جدا	کہ عروس نو گزیدم اے فتےٰ
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے	کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری داڑھی سے سفیدی کو الگ کر دے اس لئے کہ میں نے ایک نئی دلہن کی ہے۔

ریش او ببرید وکل پیشش نہاد	گفت تو بگزین مرا کارے فتاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی	کہا تو چن لے مجھے ایک کام نکل آیا

یعنی اس حجام نے اس کی ساری داڑھی مونڈ کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال واین جواب است ای گزین	کہ سر اینہا ندارد مرد دین
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے	کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اس کا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسی طرح سب رطب و یابس مقابل کے آگے رکھ کر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہو جاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسی کی ہے کہ۔

آن یکے زد سیلئے مر زید را	حملہ کرد او ہم برای کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا	اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کی وجہ سے حملہ کیا۔

گفت سیلے زن سوالت میکنم	بس جوابم گوئی وانگہ ے زنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	اس کا مجھے جواب دے پھر مجھے مار لینا

یعنی اس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیدے۔ پھر مجھے مار لیجیو۔

بر قفائے توز دم آمد طراق	یک سوالے دارم اینجاد وفاق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی	اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال رکھتا ہوں۔

ایں سوال از تو ہمی پرسم بگو	حل کن اشکال من ای نیکخو
یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں	تو بتا دے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کر دے

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتادے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کردے۔

این طراق از دست من بودست یا	از قفاگاہ تو اے فخر کیا
یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا	اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

یعنی یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اے فخر از کیا۔

گفت از درد آں فراغت نیستم	کاندریں فکر و تامل بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے	کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

یعنی اس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں	نیست صاحب درد را این فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے یہ سوچ	خبردار! دردمند کے لئے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے

یعنی تو جو بیدرد ہے اس کو سوچتا رہ مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ بس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد منداں را نباشد فکر غیر	خواہ در مسجد برو خواہے بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے	خواہ تو مسجد میں جائے یا بت خانے میں

یعنی دردمندوں کو غیر کی فکر ہوتی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ ان کی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں ان کو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اسی فکر میں رہتے ہیں۔

غفلت و بیدردیت فکر آورد	در خیالت نکتۂ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے	تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتے ہے۔

جز غم دیں نیست صاحب درد را	می شناسد مرد را او گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا (اور غم) نہیں ہے	وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را برسر و ردے نہد	حفظ و فکر خویش یکسوئی نہد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے	اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے (اس کو فضولیات کی فرصت ہی نہیں ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اس لئے کہ وہ اصل شے عمل کو لئے ہوئے تھے۔ وہ اس ظاہر کو اس قدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تواتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق صنع الٰہی نہایت اچھی چیز ہے اور عاشق فعل حق نہایت باشکوہ برخلاف اس کے عشق مصنوع نہایت مذموم ہے اور عاشق مصنوع بمنزلہ کافر کے ہے ان دونوں میں بہت باریک فرق ہے اس کو صاحب بصیرت صافیہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کی خفا کی تصدیق تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ کل ایک شخص نے چونکہ وہ تحقیق واقعہ کا نہایت شائق تھا مجھ سے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الرضاء بالکفر کفر اور آپ کا ارشاد سند ہے اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان کو قضاء الٰہی پر رضامند ہونا چاہئے اب آپ فرمائیے کہ کیا کفر و نفاق قضائے الٰہی نہیں۔ جبکہ یہ قضا الٰہی ہیں تو ان پر بحکم حدیث ثانی رضامند ہونا چاہئے پس اگر اس پر راضی ہوتا ہوں تو حدیث اول کی مخالفت ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو یہ بھی نقصان ہے کہ حدیث اول کے خلاف ہے اب میں بیچ میں پھنس کر رہ گیا ہوں نہ ادھر ہی جا سکتا ہوں نہ ادھر۔ بس آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم کو خفا کے سبب صنع اور مصنوع اور قضا اور مقضے میں تمیز نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ اشکال عارض ہوا۔ کفر قضا نہیں کیونکہ وہ فعل حق سبحانہ ہے بلکہ کفر مقضے ہے اس لئے کہ فعل عبد ہے اور یہ کفر عین قضا نہیں بلکہ اثر قضا ہے پس تم کو قضا اور مقضی میں فرق کرنا چاہئے تا کہ تمہارا شبہ حل ہو جاوے اور یوں کہو کہ میں کفر سے راضی ہوں اس حیثیت سے کہ آپ کے قضا کا اثر ہے اور اس

حیثیت سے اس سے راضی نہیں ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بغاوت اور ہمارا کفر اور ہمارا فعل ہے۔ پس دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا۔ حدیث ثانی پر تو ظاہر ہے اور حدیث اول پر اس لئے کہ کفر بحیثیت اثر قضا ہونے کے کفر ہی نہیں کیونکہ خلق کفر اور قضائے کفر کفر نہیں ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ پس تم اس کو کفر نہ کہو۔ اور خدا کو کافر کہنے سے بچو اور قضائے کفر کفر ہو کیونکر سکتی ہے اس لئے کہ کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم و حکمت پس دونوں حلم و غضب کی طرح ایک دوسرے کی نقیض ہونگے اور ایک نہ ہونگے اگر اس پر شبہ ہو کہ قضائے کفر علم و حکمت کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ خدا کی نسبت کیسے ہو گا تو اس کو یوں سمجھو کہ اگر کوئی خوشخطی کا استاد کامل برے حروف لکھے تو وہ استاد کی زشتی نہ ہوگی بلکہ زشت الفاظ ہوں گے مگر اس سے وہ بڑائی کی صفت استاد تک سرایت نہ کرے گی۔ اور وہ برا نہ ہو گا۔ بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ اس نے برے کی برائی ظاہر کی اور یہ اس کا نقص نہ سمجھا جاوے گا بلکہ یہ اس کی قدرت تامہ اور کمال تام ہے کہ وہ اچھے کو برا بھی بنا سکتا ہے یعنی جس طرح وہ اچھا لکھ سکتا ہے یوں ہی برا بھی لکھ سکتا ہے بس میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ اگر میں مفصل بحث کرتا ہوں جس میں بہت سے سوال و جواب ہوں اور اس وجہ سے وہ دراز ہو جاوے تو ذوق عشق میرے ہاتھ سے جاتا ہے اور اب جو میں خدمت بندگان خدا میں مصروف ہوں یا طاعت الٰہی میں مشغول ہوں یہ صورت مٹ کر دوسری صورت پیدا ہوئی جاتی ہے کیونکہ مجھے نفس کی مداخلت کا اندیشہ ہے یا یوں کہو کہ یہ جس قدر میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں یہ تو بالہام حق ہے اور مزید تفصیل کے متعلق الہام ہوا نہیں پس اگر میں زیادہ بیان کروں گا تو اس میں اپنی فہم سے کام لینا پڑے گا اور اس میں مشغولیت کے سبب حق سبحانہ کی طرف سے توجہ ہٹے گی اور اس سے عشق میں نقصان آنا ظاہر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ذوق میں کمی آئے۔ لہٰذا مزید تفصیل سے معذور ہوں اب اس کے مناسب ایک قصہ سن جس سے میری معذوری خوب ظاہر ہو جاوے۔ ایک شخص جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ ایک حجام کے پاس آیا اور کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال نکال دے کیونکہ میں نے نئی شادی کی ہے مبادا دلہن کو نفرت ہو جاوے اس نے ساری ڈاڑھی ہی مونڈ کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ مجھے تو فرصت نہیں کیونکہ ایک ضروری کام آ پڑا ہے آپ خود چن لیجئے بس یہی حالت طالب دین کی ہوتی ہے اور وہ سوال و جواب کی طرف اصلا التفات نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی شخص نے ایک شخص کے تھپڑ مارا اس نے بھی چالاکی سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس تھپڑ مارنے والے نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے تم اس کا جواب دے دو اس کے بعد مجھے مار لینا یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے تمہاری گدی پر تڑاق سے تھپڑ مارا ہے اس کے متعلق مجھے ایک بات بغرض تحقیق دریافت کرنی ہے وہ یہ کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں اور آپ میرے اس شبہ کو حل فرمائیں کہ تڑاق میرے ہاتھ سے ہوا تھا یا آپ کی گدی سے اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ تکلیف کے سبب مجھے اتنی مہلت نہیں کہ اس معاملہ میں غور و خوض کروں تم کو تکلیف نہیں ہے لہٰذا تم خود ہی سوچ جاؤ پس صاحبو جس کو تکلیف ہوگی اور اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا وہ کسی مخمصہ میں نہ پڑے گا اور جو اپنی تکلیف میں مبتلا ہیں وہ دوسرے کی فکر میں نہیں پڑتے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری بلا

سے خواہ تم مسجد میں جاؤ یا بت خانہ میں غفلت اور بیدردی ہی کی خاصیت ہے کہ تم افکار لایعنی میں مبتلا ہوتے ہو۔ اور وہ ہی تمہارے خیال میں نفیس نفیس مضامین پیدا کرتی ہے جس کو اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اس کو تو سوائے دین کی فکر کے اور کوئی بھی فکر نہ ہوگی اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کرے گا بس اس کا کام تو یہ ہوگا کہ حکم خداوندی کو سر پر رکھے گا۔ اور اپنی کسی غیر اہم شے کو یاد کرنے اور اس کو سوچنے کو ایک طرف رکھے گا۔

شرح شبّیری

حکایت اس بیان میں کہ صحابہؓ میں پورے قرآن کی حافظ کم ہوتے تھے

در صحابہ کم بدے حافظ کسے	گرچہ شوقے بود جاں شانرا بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا	اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

یعنی صحابہؓ میں حافظ کوئی کم ہوتا تھا اگرچہ ان کی جان کو شوق بہت تھا۔

زانکہ چون مغزش درآگند و رسید	قشر ہا شد بس رقیق و واکفید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گیا	چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

یعنی اس لئے کہ (دیکھو) جب میوہ کا مغز پر ہو جاتا ہے اور (پختگی کو) پہنچ جاتا ہے تو قشر بہت رقیق ہو جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں۔

قشر جو ز و فستق و بادام ہم	مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
اخروٹ اور پستہ اور بادام کا چھلکا بھی	جب ان میں گودا بھرا چھلکا گھٹا

یعنی اخروٹ اور پستہ اور بادام کا قشر بھی جب مغز بھر جاتا ہے تو وہ پوست کم ہو جاتا ہے (بس اسی طرح)

مغز علم افزود کم شد پوستش	زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
علم کا گودا بڑھا تو اس کا چھلکا گھٹا	کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

یعنی علم کا مغز بڑھ گیا تو اس کا پوست کم ہو گیا۔ اس لئے کہ عاشق کو اس کا دوست جلا دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ عاشق کے مقتضیات کو اس کا معشوق فنا کر دیتا ہے اس لئے کہ عاشق کو مقصود وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جب مقصود آتا ہے تو توابع زائل ہو جاتے ہیں۔

وصف مطلوبے چو ضد طالبی است	وحی و برق نور سوزندہ نبی است
محبوبیت کی صفت محبیت کی ضد ہے	وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہی

یعنی وصف مطلوبے جبکہ طالبی کی ضد ہیں تو وحی اور برق نور نبی کو جلانے والی ہے۔ وصف مطلوبی سے مراد

اوصاف حق اور وصف طالبی سے مراد اوصاف بشر مطلب یہ کہ اوصاف حق کے آگے اوصاف بشر بہ سبب تابع ہونے کے زائل ہو جاتے ہیں۔

چون تجلی کرد اوصاف قدیم	پس بسوزد وصف حادث را گلیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی	تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

یعنی جبکہ اوصاف قدیم تجلی کرتے ہیں تو اوصاف حادث کے گلیم کو وہ جلا دیتے ہیں یعنی وہ بہ سبب غیر مقصود ہونے کے اس کے آگے فنا ہو جاتے ہیں تو بس جب ان کو عمل بالقرآن حاصل تھا تو ان کو الفاظ کا زیادہ اہتمام نہ تھا بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ۔

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود	جل فینا از صحابہ مے شنود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا	تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

یعنی جس کو کہ ربع قرآن یاد ہوتا تھا وہ صحابہ سے جل فینا سنتا تھا۔ مطلب یہ کہ صحابہ ایسے شخص کی نسبت فرمایا کرتے تھے یہ ہم سے بزرگ ہو گیا۔ اور بڑھ گیا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب الفاظ قرآنی کو حفظ کرنا اصل مقصود کے مانع ہے تو پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کل قرآن یاد تھا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فعل عبث کے مرتکب ہوئے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ۔

جمع صورت با چنیں معنے ژرف	نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف
ایسے گہرے معنٰی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا	بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے

یعنی ایسے معنی عمیق کے ساتھ صورت کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے بجز کسی بڑے سلطان کے مطلب یہ کہ جمع بین الظاہر والباطن ایسا امر ہے کہ ہر ایک سے ممکن نہیں ہے اور اگر ہو تو سبحان اللہ مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ صرف صورت اور صرف الفاظ مقصود نہ ہونے چاہئیں۔

در چنیں مستی مراعات ادب	خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت	نہیں ہو سکتی اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی مستی میں ادب کی رعایت خود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو تو عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جو شخص مقصود میں مست ہے اس کو اس ادب کی کہاں خبر کہ وہ جمع بین الظاہر والباطن کرے اور اگر باوجود اس مستی کے کسی کو اس کی خبر ہے تو یہ ہے عجیب بات۔

اندر استغنا مراعات نیاز	جمع ضدین است چوں گرد و دراز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت	گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

یعنی استغنا کی حالت میں نیاز کی رعایت کرنا دو ضدوں کو جمع کرنا ہے تو یہ کس طرح دراز ہو سکتا ہے یعنی کس

طرح وقوع میں آ سکتا ہے کہ ضدین جمع ہو جاویں مستی بھی ہو اور ادب بھی ہو۔

جمع ضدین از نیاز افتاد تاز	باز در وقت تحیر امتیاز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے	پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

یعنی ضدین کا جمع نیاز کیوجہ سے حرص ہے اور پھر تحیر کے وقت امتیاز کرنا (یہ تو سخت مشکل ہے) آگے صرف الفاظ کو یاد کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون عصا معشوق عمیاں می شود	کور خود صندوق قرآن می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے	کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

یعنی جیسے کہ عصا اندھوں کا معشوق ہوتا ہے تو اندھا خود صندوق قرآن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں مقصود تو عمل اور حال ہے اور الفاظ اس کے تابع ہیں مگر جو شخص کہ صرف الفاظ کو لئے ہوئے ہو اور عمل کی طرف مطلق توجہ ہی نہ کرے وہ تو بیشک اندھا ہی ہے۔

گفت کوران خود صنادیق اند پر	از حروف مصحف و ذکر و نذر
(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں	قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

یعنی کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اندھے خود صندوق قرآن کے حروف اور ذکر و نذر کے بھرے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اندھے صرف الفاظ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں مگر عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے تو یہ بے عمل کے بیکار ہے۔ اب یہاں جو لوگ کہ حافظ ہیں ان کا دل مرجھانے کا خوف تھا کہ شاید وہ سمجھیں کہ بس پھر کیوں یاد کیا جاوے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے پر از قرآن بہ است	زانکہ صندوقے بود خالی بدست
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے	اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

یعنی پھر صندوق قرآن سے بھرا ہوا اس سے بہتر ہے کہ ایک صندوق خالی ہاتھ میں ہو۔ مطلب یہ کہ الفاظ کے حافظ غیر حفاظ سے پھر بھی بہتر ہیں اب یہاں وہ لوگ جو کہ حافظ نہیں ہیں غمگین ہوئے آگے ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں سبحان اللہ عجب جامع تقریر ہے کہ کوئی پہلو چھوٹا ہوا نہیں ہے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے کہ خالی شد زبار	بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے	اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

یعنی پھر وہ صندوق جو کہ بوجھ سے خالی ہو اس سے بہتر ہے کہ جو سانپوں اور چوہوں سے بھرا ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ حافظ نہیں ہے مگر اس کے عقائد اچھے ہیں خیالات فاسدہ نہیں ہیں تو یہ شخص اس سے بہتر ہے کہ

جس کے اندر خباثتیں بھری ہوئی ہیں۔ عقائد خراب ہیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ مقصود کو حاصل کرنا چاہئے اور غیر مقصود کو ترک کرنا ضروری ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد	گشت دلالہ و پیش مرد سرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے	تو (اس) انسان کے لئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

یعنی حاصل یہ کہ جب انسان وصل میں پڑ گیا تو دلالہ اس کے آگے سرد ہو گئی۔

چون بہ مطلوبت رسیدی ای ملیح	شد طلبگاری علم اکنوں قبیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا	تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بری ہے

یعنی جبکہ تم اپنے مطلوب تک پہنچ گئے اے ملیح تو اب علم کی طلبگاری بری ہے۔

چون شدی بربام ہائے آسماں	سرد باشد جستجوئے نرد باں
جب تو آسمان کے بالا خانوں پر پہنچ گیا	تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

یعنی جبکہ تو آسمان کے اوپر پہنچ گیا تو اب سیڑھی کی جستجو فضول ہے مطلب یہ کہ جب مطلوب حاصل ہو گیا تو اب وسائط اور وسیلوں میں پھنسنا سخت نازیبا ہے۔ اب یہاں طلباء کو شبہ ہو سکتا تھا کہ بس ایک مرتبہ میزان خود پڑھ کر اب دوبارہ بعد تحصیل کے پھر اس کے پڑھانے میں مشغول ہونا عبث ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جز برائے یاری و تعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے	بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

یعنی سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے لئے کہ اب خیر کے بعد راہ خیر کو لینا بہتر ہے مطلب یہ کہ اگر دوبارہ مشغول ہونے میں دوسرے کا نفع ہو تو یہ بھی مناسب اور نافع ہے۔

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادن صیقلے
جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا	اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

یعنی وہ آئینہ جو کہ روشن اور صاف اور چمکدار ہو تو اس کو صیقل پر رکھنا جہالت ہے۔

پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستن نامہ و رسول
بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کے ساتھ بیٹھ کر	خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

یعنی بادشاہ کے سامنے قبولیت میں اچھا خاصہ بیٹھے ہوئے نامہ و رسول کو تلاش کرنا بہت ہی معیوب ہے تو بس خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ مقصود کو ترک کر کے غیر مقصود کو لینا معیوب ہے۔ آگے اس پر ایک عاشق کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک عاشق کو بعد مدت کے وصل معشوق ہوا تو وہ اس وقت پچھلے خطوط کو جن میں کہ اس نے شکایت

ہجراں کی تھی اور اس کے جور وظلم کو لکھا تھا لے بیٹھا تو معشوق نے کہا کہ ارے بیوقوف جب تجھے اصل معشوق حاصل ہے تو اس میں کیوں پڑتا ہے اس میں پڑنا سخت بیوقوفی ہے تو اسی طرح جب ان حضرات کو اصل مقصود قرب حق میسر ہوتا ہے تو یہ نہ تو کسی سے مناظرہ میں الجھیں اور نہ صرف الفاظ کے تابع ہوں بلکہ توابع کو صرف وسائط اور وصول تک رکھتے ہیں اور جب قرب حاصل ہو گیا بس پھر ان سب سے الگ ہو جاتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو باوجودیکہ صحابہؓ کو تحصیل دین کا بے حد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل زید بن ثابت ابوزید۔ اب اگر تحدید نہ بھی مقصود ہو تب بھی تقلیل تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایک سورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری صورۃ بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو۔ تیسری صورۃ ان ہر دو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علی ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہے گا اور یہ حکم بھی صحیح رہے گا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اس کی اصل وجہ سنو کہ یہ کمی کیوں تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ پختہ ہو جاتا ہے تو پوست کمزور ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھر جانے سے کم تو ضرور ہی ہو جاتا ہے بس اسی طرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدہ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہو جاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم والفاظ کم ہو جاتے ہیں اس کا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اس کو معشوق کے سوا دوسری اشیاء کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اس کا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت ومطلوبیت میں تضاد ہے اور تضاد منافی وصل واتحاد ہے اس لئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولیٰ عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہٰذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عرفی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بن جانا کیونکہ نہ یہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت ومطلوبیت میں تضاد ہے اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جس کے بناء پر وحی الٰہی اور برق تجلی حق سبحانہ وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فنافی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تابع بنا دیا تھا کیونکہ

اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوئی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی لہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغة الله ومن احسن من الله صبغة کی شان دکھلا دیتے ہیں۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان الله اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی یہی سبب تھا کہ اگر کسی کو چوتھائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اس نے معنیٰ اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت و معنیٰ کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الٰہی میں بے حدمست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین اور ایسا کرنے والا یوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شئ گول بھی ہو اور لمبی بھی۔ پس جب اس نے ناز و نیاز اور تحیر امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا تو جمع بین الضدین تو ہو گیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا اصحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورة والمعنیٰ کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنیٰ سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنیٰ کو صورت پر ہوگا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اور اربعہ پر ہوگا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح و تعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالنظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالنظر الی الکل اور تعلیل۔ مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنیٰ کے درجات مختلف ہیں لہذا یوں کہا جاوے گا کہ جس قدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کر سکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفا کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفا افضل ہونگے۔ لیکن چونکہ اپنی اشتغال کے ساتھ انہوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا فی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ و نیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کر سکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا۔ صحابہ کی معذوری بیان کر کے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنائیں لہذا وہ لاٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اس کے

سہارے سے مقصود تک پہنچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہنچے لہذا وہ قرآن حفظ کرتے ہیں اور گویا کہ اس کا صندوق بنتے ہیں کیونکہ جس طرح صندوق اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے متمتع نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی یہ بھی ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ اندھے لوگ قرآن کے صندوق ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ اور پند و نصائح وعدہ وعید کو اپنے اندر بھرے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے کچھ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو صندوق قرآن سے بھرا ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جو بالکل خالی ہو پس اگر کسی کو عمل کی پوری پوری توفیق نہ ہو اور قرآن یاد ہو وہ بہتر ہے اس سے جو نہ عمل ہی کرتا ہو نہ اس کو قرآن ہی یاد ہو۔ پھر جو صندوق سامان سے خالی ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جس میں چوہے اور سانپ بھرے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص حافظ قرآن بھی نہ ہو اور اخلاق رذیلہ بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو وہ بہتر ہے اس سے جو حافظ قرآن بھی نہ ہو اور صفات ذمیمہ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں دلالتہ اس درجہ محبوب نہیں رہتی جتنی کہ پہلے تھی۔ لہذا جب وصل حق سبحان میسر ہو جاتا ہے تو صورت علم جو بمنزلہ دلالتہ کے تھی مرغوب نہیں رہتی اور اس کا طلب کرنا برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آدمی آسمان پر چڑھ گیا تو ایسی حالت میں سیڑھی تلاش کرنا بیہودہ حرکت ہے لیکن تم ہمارے اس حکم کو عام نہ سمجھنا بلکہ یہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ جب اشتغال بالعلم بعد وصول بغرض وصول ہو لیکن اگر دوسرے کی امداد کے لئے اور اسکی تعلیم کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بدوں اس غرض کے وصول الی الخیر کے بعد خیر کا ذریعہ تلاش کرنا اور اس میں مصروف ہونا بیشک بے معنی ہے دیکھو جب آئینہ روشن اور صاف ہو جاوے اس وقت اس کو صیقل کرنا ضرور حماقت ہے نیز بادشاہ کا مقبول ہو کر اور اس کے حضور میں بیٹھ کر خط یا قاصد کو ڈھونڈھنا ضرور نادانی ہے۔

شرح شبیری

ایک عاشق کی اپنے معشوق کو وصل کے وقت عشق نامہ کو پڑھنے کی اور اس کے مطالعہ کرنے کی حکایت اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا اس لئے کہ مدلول کے حصول کے بعد دلیل کو تلاش کرنا قبیح ہے اور معلوم تک پہنچ جانے کے بعد علم میں مشغول ہونا مذموم ہے

آن یکے را یار پیش خود نشاند	نامہ بیرون کرد و پیش یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق اپنے سامنے بٹھا لیا	اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

یعنی ایک شخص کو دوست نے اپنے آگے بٹھایا تو اس شخص نے خط نکال کر یار کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔

بیتہا درنامہ و مدح و ثنا	زاری و مسکینی و بس لابہا
خط میں اشعار تھے اور تعریف و توصیف تھی	عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

یعنی خط میں اشعار تھے اور مدح و ثنا تھی اور زاری اور مسکینی اور بہت سی باتیں۔

گریہ و افغان و حزن و درد خویش	خواری و بیزاری بااہل و خویش
رونا اور فریاد، اور غم اور اپنا درد	ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

یعنی اپنا گریہ اور افغان اور حزن اور درد اور خواری اور بیزاری اہل و اقربا کے ساتھ۔

دوری و رنجوری از ہجران دوست	ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری	پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

یعنی ہجر یار کی وجہ سے دوری اور رنجوری اور پیغام اور پیغامبر کا ذکر اور رطب و یابس اس میں تھا۔

ہمچنین میخواند بامعشوق خود	تا کہ بیرون شد ز حصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا	حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

یعنی وہ اسی طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھ رہا تھا یہاں تک (اس کا بیان) حد سے بہت بڑھ گیا تھا۔ (تو اس معشوق نے اول تو صبر کیا مگر جب نوبت یہاں تک پہنچی تھی وہ بھی بولا کہ)

گفت معشوق این اگر بہر من است	گاہ وصل این عمر ضائع کردنست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے	تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

یعنی معشوق نے کہا کہ اگر یہ میرے واسطے ہے تو وصل کے وقت میں یہ تو عمر کو ضائع کرنا ہے۔

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خوان	نیست این بارے نشان عاشقان
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے	یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

یعنی میں تو تیرے سامنے ہوں اور تو خط پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ تو عاشقوں کا نشان ہے نہیں (اس لئے کہ اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو اس وقت تو مجھے دیکھتا بھالتا ان کو الگ پھینکتا)

گفت اینجا حاضری اما و لیک	من نمی یابم نصیب خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن	میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

یعنی عاشق نے کہا کہ تو اس جگہ حاضر ہے لیکن میں اپنا حصہ اچھی طرح نہیں پاتا۔ مطلب یہ کہ تیری جو محبت

مجھے پہلے تھی اب وہ جوش وخروش میرے اندر موجود نہیں ہے۔

انچہ می دیدم ز تو پارینہ سال	نیست ایندم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا	وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

یعنی جو بات کہ میں تیرے لئے اپنے اندر پارسال پاتا تھا وہ اس وقت نہیں ہے اگرچہ وصال دیکھ رہا ہوں ۔مطلب یہ کہ تیرے لئے جو جوش وخروش کہ پارسال میرے اندر تھا آج وہ موجود نہیں ہے۔

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام	دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے	میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

یعنی میں نے اس چشمہ (وصل) سے ایک زلال کھایا ہے اور دیدہ و دل کو آب (رخ) سے تازہ کیا ہے (مگر)

چشمہ می بینم ولیکن آب نے	راہ آبم را مگر زد رہزنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے	میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

یعنی میں چشمۂ وصل کو دیکھ رہا ہوں مگر پانی نہیں ہے میرے پانی کی راہ کسی راہزن نے ماری ہے مطلب یہ کہ وصل تو ہے مگر اس کے اندر جو پہلے جوش وخروش تھا وہ موجود نہیں ہے تو ایسا ہے کہ جیسے چشمہ ہو اور اس میں پانی نہ ہو کہ وہ بے سود ہوتا ہے ایسے ہی یہ وصل بے سود ہے۔

گفت بس من نیستم معشوق تو	من بلغار و مرادت در قتو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں	میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

یعنی معشوق نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں میں تو بلغار میں ہوں اور تیری مراد قتو میں ہے بلغار اور قتو دو شہروں کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ تو کچھ سوچ رہا ہے اور میں کہیں ہوں۔ تو کہاں اور میں کہاں۔ معلوم ہوا کہ میں پوری طرح تیرا معشوق ہی نہ تھا الخ۔

عاشقی تو برمن و برحالتے	حالت اندر دست نبود ای فتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے	اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

یعنی تو مجھ پر اور ایک حالت پر عاشق ہے تو حالت تو قدرت میں ہوتی نہیں ہے اے جوان مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو دو چیزوں پر عاشق تھا ایک تو مجھ پر اور ایک اس حالت پر جو کہ میری وجہ سے تیری ہو جاتی تھی تو میں جزو معشوق ہوا کل معشوق نہ ہوا۔

پس نیم کلی مطلوب تو من	جزو مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں	میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

یعنی پس میں تیرا پورا مطلوب نہیں ہوں بلکہ زمانہ میں تیرا جز و مقصود ہوں۔

خانہ معشوقہ ام معشوق نے	عشق بر نقدست و بر صندوق نے
میں معشوق نہیں ہوں معشوق کا گھر ہوں	عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

یعنی میں تمہارے معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں۔ عشق نقد پر ہے اور صندوق پر نہیں مطلب یہ کہ تیرے معشوق کی تو وہ حالت ہے جو کہ میری وجہ سے تیری ہوئی تھی۔ تو: تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جب تک وہ حالت رہی تو میں آپ کا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی نفرو ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود	مبتدا و منتہایت او بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو	تیرا مبتداء اور منتہا وہ ہو

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (بننے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منتہا تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ ان سے آخیر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت بھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول اس کی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نمانی منتظر	ہم ہویدا او بود ہم نیز سر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ	ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی

یعنی جب تم اس کو پالو گے تو پھر منتظر نہ رہو گے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اس سے مل کر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق وشوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد مل جاوے تو اول اس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا ان کی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسی قدر انس ومحبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے اس کی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ

میر احوال است نے موقوف حال	بندۂ آن ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم	مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اس چاند کے غلام ماہ وسال ہوتے ہیں مطلب کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق وشوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابوالحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اس کے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کر لے۔ بس وہ اصل میں طالب رضاء

حق کا ہوتا ہے اس کو حال ہو یا نہ ہو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند	چون بخواہد جسمہا را جان کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں	جب وہ چاہے جسموں کو روح بنا دے

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کر دیتا ہے وہ احوال پر اس قدر حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

منتہیٰ نبود کہ موقوف است او	منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے	وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہیٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہیٰ کدھر سے ہے طالب حق منتہیٰ ہوا کرتا ہے جو منتہیٰ ہوتا ہے اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او	چون بجنباند شود مس مست او
اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے	جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس سے مست ہو جاتا ہے

یعنی اس کا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اس کو جب ہلاتا ہے تو مس اس کا مست ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنا دیتی ہے اسی طرح منتہیٰ کا ہاتھ ماہیئت حال کے لئے کیمیا ہوتا ہے کہ اس کی توجہ سے وہ حال مقام بن جاتا ہے۔

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود	خار و نشتر نرگس و نسرین شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے	کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیریں ہو جاوے اور خار و نشتر بھی نرگس اور نسرین ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کر لے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات سب خوشگوار اور آسان ہو جاویں۔

او بود سلطان حال اندر روش	نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے	تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور انفعال میں محروم ہوتا ہے۔

آنکہ او موقوف حالست آدمی است	کہ گہے افزون و گاہے در کمی است
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے	کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں آدمی سے مراد نرا آدمی جو

صفات کمالیہ سے عاری ہو تو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک آدمی ہے باقی کمالات اس کے اندر نہیں ہیں۔

صوفے ابن الوقت باشد در مثال	لیک صافی فارغ است از وقت وحال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے	لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

یعنی اپنی حالت میں صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اس کے تابع ہیں۔

حالہا موقوف عزم و رائے او	زندہ از نفخ مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں	اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

یعنی احوال اس کی فکر ورائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اس کی مسیح جیسے نفخ سے زندہ ہوتے ہیں یعنی احوال خود اسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ۔

عاشق حالے نہ عاشق بر منے	بر امید حال بر من مے تنے
تو میرے حال کا عاشق ہے نہ کہ مجھ پر	تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

یعنی اس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا ہاں اس حال کی امید پر میرے پر بھی تنتا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اس کے پاس حال مل جاوے گا میرے پاس آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ یہاں دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود	نیست معبود خلیل آفل بود
وہ جو کبھی ناقص کبھی کامل ہو	وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو غافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل وفانی ہے۔

وانکہ آفس باشد وگہ آن واین	نیست دلبر لا احب الآفلین
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا	وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لا احب الآفلین میں قرآن شریف سے استدلال کر کے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرما دیا آگے ان کی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش است	یکزمانے آب و یکدم آتش است
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے	ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد و لیکن ماہ نے	نقش بت باشد و لے آگاہ نے
وہ چاند کا برج ہو گا لیکن چاند نہیں ہے	وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جس طرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسی طرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا چون ابن وقت	وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے	وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے بس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدھر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسی طرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال	ابن کس نے فارغ از اوقات و حال
(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے	وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات و حال سے فارغ ہے یعنی وہ کسی کا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات و حالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اس کو طاری کر لیا علی ہذا۔

غرقۂ نورے کہ او لم یولد است	لم یلد لم یولد آن ایزدست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے	نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

یعنی وہ اس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یلد اور لم یولد خاصۂ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنا فی اللہ ہو گیا ہے اس لئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اس لئے کہ ذات حق کی شان لم یلد ولم یولد ہے لہٰذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابوالوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

رو چنین عشقے بجو گر زندهٔ	ورنہ وقت مختلف را بندهٔ
اگر تو زندہ ہے جا ایسا عشق تلاش کر	ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابوالحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب وزشت خویش	بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ	عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

یعنی تو اپنے اچھے برے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہ سہی مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالیٰ کی قدرت اور ان کے کرم پر نظر کرو کہ۔

تو مگو مارا بدان شہ باز نیست برکریما کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرماسکتا ہے پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف	بنگر اندر ہمت خود ای شریف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور	اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

یعنی اس کو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو ارے بھلے مانس تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہرحال کہ باشی می طلب	آب میجو دائما اے خشک لب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ	اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کو تلاش کر مطلب یہ کہ تم کیسے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کرلو پس جب طلب پیدا کرلو گے تو یہ ہوگا کہ۔

کان لب خشکت گواہی میدہد	کو بآخر برسر منبع رسد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں	کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاوے گا یعنی تمہاری طلب گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کردے گی بس اگر کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو کرو کہ طلب اور تکاپوئے بھی بڑی چیز ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا طلب کے ساتھ ان شاء اللہ ضرور ہدایت ہوگی۔

خشکی لب ہست پیغامے ز آب	کہ بمات آرد یقین این اضطراب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے	کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاوے گا۔

کایں طلبگاری مبارک جنبشے است	ایں طلب در راہ حق مانع کشے است
کہ یہ طلب بابرکت حرکت ہے	حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

ایں طلب مفتاح مطلوبات تست	ایں سپاہ نصرت و روایات تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے	یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح	میزند نعرہ کہ مے آمد صباح
یہ طلب' مرغ کی طرح چیخنے میں ہے	(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے یعنی کہ جس طرح کہ مرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسی طرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

گرچہ آلت نیستت تو می طلب	نیست آلت حاجت اندر راہ رب
خواہ وسائل نہ ہوں تو طلب کر	اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اگرچہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے ہو کہ راہ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تمہارے پاس سامان نہ ہوں تم صرف طلب میں رہو کہ ان شاء اللہ اسی سے کام بن جاوے گا۔ اب بعض ایسے ہیں جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کر سکتے تو ان کے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بینی طلبگارائے پسر	یار اوشو پیش او انداز سر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے	اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اس کے ساتھی ہو جاؤ اور اس کے سامنے سر ڈال دو۔ مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کر سکتے تو طالبوں کی خدمت میں رہو کہ اسی سے ان شاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔ آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی	وز ظلال غالبان غالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا	اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائیگا

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بن جاؤ گے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہو جاؤ گے۔

گر یکے مورے سلیمانے بہ بجست	منگر اندر جستن او سست ست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے	تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اس کی طلب میں سست سست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اس کو ضعیف سمجھ کر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اس کو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کر سکو تو طالبوں کی خدمت میں رہو اسی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ داری تو ز مال و پیشۂ	نے طلب بود اول و اندیشۂ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے	کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

یعنی تم جو اس وقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسی طرح اگر تم طلب لگا لو گے تو ان شاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہنچ جاؤ گے اب یہاں بعض بزرگوں کے قصے پڑھنے والوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو مل گیا جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است	ور باشد از طلب ہم قاصر است
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے	اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھہر جاوے تو قاصر ہے مطلب یہ کہ اول تو اس طرح مل جانا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسی کو مل جاوے اور پھر وہ طلب نہ کرے تو انجام یہ ہوگا کہ اس کو بھی کھو بیٹھے گا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی توجہ سے جس کو حاصل ہوا ہے صرف قوت اور استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی قرب حق حاصل نہیں ہوتا قرب ہمیشہ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے تو فرماتے ہیں کہ جس کو مل گیا ہے اس نے بھی آخر طلب ہی کی ہے اور اگر اس نے طلب چھوڑ دی تو وہی قاصر رہ گیا لہذا چاہئے کہ انسان خود طلب کرے اور ایسے حضرات کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان کو تو دیکھا کہ جن کو بلا طلب کے مل گیا ہے اگر چہ وہ دو چار ہی تھے مگر ان پر تو نظر گئی اور ان ان لاکھوں کو نہ دیکھا کہ جو طلب اور مجاہدہ ریاضت کر کے ہی واصل ہوئے ہیں سخت افسوس کی بات ہے۔ اور کس قدر کم ہمتی کی بات ہے کہ ان پر نظر گئی اور ان پر نہ گئی اور یاد رہے اکثر جن کو ایسا ہوا ہے ان کو جنون ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک دم سے تحمل نہیں کر سکتے۔ ان کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے کہ کسی برتن میں اس کی گنجائش سے زائد چیز بھری جاوے۔ تو یقیناً وہ پھٹ جاوے گا۔ تو اسی طرح جب ان میں ایک مرتبہ ہی وہ استعداد بھری جاتی ہے تو ان کو یا تو جنون ہو جاتا ہے یا مر جاتے ہیں اور جن کو ایسا نہیں ہوا جیسے کہ

مثلاً شاہ بھیک صاحب وغیرہ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات پہلے سے مجاہدات وریاضات کئے ہوئے ہوتے ہیں بس صرف ایک نظر کی دیر ہوتی ہے کہ فضل ہو جاتا ہے اور فضل ہمیشہ ایک لمحہ ہی میں ہوتا ہے اس کے مقدمات بیشک پہلے سے ممہد کئے جاتے ہیں بس یاد رکھو کہ بے طلب کے کسی کو قرب ووصول نہیں ہوا ہے اور طلب سے جس نے چاہا واصل ومقرب بن گیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چون بجد اندر طلب بشتافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے	جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

یعنی جس کسی نے کوئی چیز تلاش کی بیشک اس نے پالی جبکہ کوشش سے طلب میں دوڑا یعنی ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جس نے جب کچھ طلب کیا ضرور اس کو پالیا۔

چون نہادی در طلب پا اے پسر	یافتی و شد میسر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا	تو نے (مطلوب) پا لیا اور وہ بلاخطرہ کے مل گیا

یعنی اے صاحبزادے جب تو نے (کسی شے کی) طلب میں پاؤں رکھا تو اس کو پالیا ہے اور وہ بے خطر کے میسر ہو گئی ہے۔

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابے ہرچہ خواہے بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ	(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالے گا

یعنی اے خواجہ ایک دم بے طلب کے مت رہو۔ تاکہ جو تم چاہتے ہو اس کو بے تعب کے پالو۔

عاقبت جوینده یا بنده بود	چونکہ در خدمت شتابنده بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے	چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کے لئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

یعنی آخر کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے چونکہ وہ طلب میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ طالب چونکہ طلب میں کوشاں ہوتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔

در طلب چالاک شو این فتحباب	مے طلب واللہ اعلم بالصواب
طلب میں تیز رو بن اس سے فتح باب	طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی طلب میں چست و چالاک رہ اور اس فتحباب کو طلب کرو اللہ اعلم بالصواب۔ یعنی قرب حق کے باب کے فتح کو طلب کر اور اس میں کوشاں رہ تاکہ ایک روز حاصل ہو جاوے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص روز وشب دعا کیا کرتا تھا کہ یاالٰہی مجھے امیر کردے۔ مگر مجھے کمانا نہ پڑے اسی طرح اس کو ایک مدت گزر گئی اتفاق سے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا تو گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو ذبح کر لیا اور کھا گیا قاضی کے یہاں اس کا مقدمہ گیا۔ تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ گائے اسی کی تھی اور اس کے باپ کا ایک غلام تھا اس نے اس

کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال سب چھین لیا تھا اور یہ مفلس رہ گیا تھا اسی مال میں سے خریدی ہوئی وہ گائے تھی تو دیکھو اس نے اور کچھ تو کیا نہیں مگر اس کو طلب تھی تو سب کچھ مل گیا یہ لگا رہا طلب کو چھوڑا نہیں بس اسی طرح تم لگ لپٹ کر کام کرو تو جوئندہ یابندہ بود کے مصداق ہو جاؤ گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اب مضمون بالا کی تائید کے لئے ایک قصہ سنو ایک شخص کو اس کے معشوق نے اپنے پاس بٹھلایا تو اس نے خط نکالا اور اس کو پڑھ کر سنانے لگا۔ اس خط کے اندر عشقیہ اشعار تھے اور بہت کچھ تعریف و توصیف تھی اپنی خستگی اور بیچارگی کا اظہار تھا بہت کچھ منت و سماجت تھی اور اپنے رونے پیٹنے نالہ و فغاں رنج والم کا بیان تھا اپنی ذلت اور اپنوں اور بیگانوں سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اپنے زمانہ مفارقت کا بیان کیا تھا اور مصائب ہجر ذکر کئے تھے اپنے پیغاموں اور قاصدوں کا بھی ذکر کیا تھا غرض کہ رطب دیا بس بہت کچھ تحریر کیا تھا۔ وہ یہ خط اپنے محبوب کے استمالت خاطر و جلب رحم کے لئے اس کو سنا رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا اور بہت دیر ہو گئی اس پر اس معشوق نے دق ہو کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اگر میرے لئے کیا تو میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہارا مدعا حاصل ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ وصل کی حالت میں اس خرافات کا اعادہ محض تضیع اوقات ہے آپ ذرا غور تو کریں کہ میں آپ کے پاس موجود ہوں اور آپ خط پڑھ رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کیسے عاشق ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں مگر پورے طور پر میرا مدعا حاصل نہیں کیونکہ گو اس وقت مجھے وصل حاصل ہے لیکن اس وصل میں میں آپ کی وہ دلفریبیاں اور دلربائیاں' ناز و انداز' ادائیں اور غمزے نہیں دیکھتا۔ جو پارسال کے وصل میں تھیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی وہی باتیں ہوں جو اس وصل میں تھیں۔ تاکہ لذت تامہ حاصل ہو اور میرا مدعا پورے طور پر حاصل ہو۔ میں نے پارسال آپ کی خوبیوں سے بہت کچھ حظ حاصل کیا تھا اور ان سے آنکھوں کو اور دل کو بہت ہی محظوظ کیا تھا۔ لیکن میں ان خوبیوں کا سر چشمہ تو دیکھ رہا ہوں مگر وہ خوبیاں نہیں ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا ہوئیں۔ اور کس غارتگر نے انہیں کھو دیا۔ اس نے جواب دیا کہ بس معلوم ہوا کہ آپ کا معشوق میں نہیں ہوں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اور میرے ذریعہ سے اس مطلوب تک پہنچنا مقصود ہے۔ مگر میں کہے دیتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ کے مطلوب میں بہت بعد ہے میں اگر بلغار میں ہوں تو وہ قتو (شہر یا ملک) میں ہے بس میرے ذریعہ سے اس کو حاصل کرنا ناممکن ہے یعنی آپ بالعرض مجھ پر اور بالذات میری خوبی پر عاشق ہیں اور وہ آپ کی مطلوب خوبی میرے امکان سے باہر ہے اس لئے کہ آپ کو وہ ادائیں اور دلفریبیاں من حیث الذات مطلوب تھیں بلکہ من حیث کونہا ملذۃ ومطربۃ مطلوب ہیں اور احوال عاشق مختلف ہوتے ہیں کبھی ایک ادا دلفریب ہوتی ہے اور کبھی دوسری اور

حتیٰ کہ کبھی ظلم پسند ہوتا ہے اور رحم ناپسند اور وہ یوں کہتا ہے۔

محو جفا ستم کش الطاف کب ہوا رحم اس کو میرے حال پہ آیا غضب ہوا

اور کبھی رحم پسند ہوتا ہے اور کہتا ہے ۔

بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کوچہ میں اس نے دروازہ پہ آ جھانک کے دیکھا جو کہیں یہ
اس رحم کے صدقے وہیں گھبرا کے کہا ہاں جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

کبھی اختلاط غیر کا احتمال بھی تکلیف دیتا ہے اور کہتا ہے۔

کیا خوش ہوں کوئی غیر میں گر نقش پا نہ ہو وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

اور کبھی اس کی طرف التفات کو عدم التفات کی علامت قرار دیکر اپنی طرف عدم التفات پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے۔

یاد سہواً اسے اے غیر ہے نسیان عمداً یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا

یہ اتار چڑھاؤ تو عاشق کی طبیعت کا ہے اب معشوق کی طرف دیکھو کہ اس کے بیساختہ پن اور تصنع میں بھی فرق ہوتا ہے کہ جو بات اس کے بیساختہ پن میں ہے وہ تصنع میں نہیں۔ لہذا میں عرض داشت پر کوئی توجہ نہیں کر سکتا نیز جبکہ میں اور میرے احوال خاصۂ ہر دو آپ کے مطلوب ہیں گو جہتیں مختلف ہیں۔ پس میں آپ کا مطلوب تام نہ ہوا بلکہ جزو مطلوب ہوا۔ بلکہ آپ کے مطلوب کا گھر ہوا۔ مطلوب نہ ہوا۔ اور آپ کا عشق مال پر ہوا صندوق پر نہ ہوا۔ کیونکہ معشوق کئی تہ رکھنے والے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا جس کی ایک تہ مبداء اور دوسری منتہےٰ ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اکہرے کپڑے کی مثل ہوتا ہے کہ اسکا مبداء و منتہےٰ خود وہی ہی ہوتا ہے یعنی معشوق ذو جہتین نہیں ہوتا کہ ظاہر میں خود مطلوب ہو اور باطن میں کچھ اور بلکہ اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ مل جاوے تو طلب کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور ظاہراً بھی وہی مطلوب ہو۔ اور باطناً بھی وہی۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ بات نہیں لہذا ثابت ہوا کہ میں آپ کا معشوق نہیں۔ اس مقام پر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ جب وہ عاشق محبوب کی اداؤں اور دلفریبیوں پر من حیث کونہا ملذۃ و مطربۃ عاشق تھا تو درحقیقت وہ خود اپنے حال پر عاشق تھا۔ لہذا اس کے معشوق کے اندر تین تہیں تھیں۔ اول ذات محبوب' دوسری احوال محبوب' تیسری خود اپنے احوال' معشوق نے تیسری تہ کو دوسری تہ میں مندرج کر دیا اور اس کی طرف۔

عاشقی تو برمن بر حالتے حالت اندر دست نبود اے فتے

سے اشارہ کر دیا ہے اور ہم نے اس کی شرح میں اس پر تنبیہ بھی کر دی ہے اور اب اس کو تفریحاً بھی بیان کر دیا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب سنو مولانا فرماتے ہیں کہ جو حالت عشق مجازی میں اس عاشق کی تھی وہ حالت عشق الٰہی میں عارف کامل کی نہیں ہوتی۔ اور عارف کامل جس کو حاکم احوال کہنا چاہئے حال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانہ جو تقلیب احوال میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ رکھتا ہے اس کا غلام ہوتا ہے اور اس پر حاکم ہو کر اس کے اندر تغیر نہیں پیدا کر سکتا اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور مخاطبین پر فوراً ایک خاص حال طاری ہو جاتا ہے یا

یوں کہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے مناسب حال کو طاری ہو جانے کا حکم کرتا ہے اور وہ حال اس پر فوراً طاری ہو جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو کندۂ ناتراش لوگوں کو جو کہ جمادات سے مشابہ ہیں اور اس لئے سراسر جسم کہلانے کے مستحق ہیں آدمی بنا دیتا ہے اور ایسا کر دیتا ہے کہ گویا ان میں جسمانیت ہے ہی نہیں اور بالکل روح ہی روح ہے اور جو شخص پابند حال ہو اور حال کا طالب ہو کر منتظر بیٹھا ہو وہ منتہی نہیں بلکہ ناقص ہے اور عارف کامل خود تو کیا منتظر حال ہوتا اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دست تصرف سے احوال ناقصہ کو احوال کاملہ بناتا ہے اور جب ہاتھ ہلاتا ہے تو شراب باوجودیکہ مست کن ہے خود مست ہو جاتی ہے ہر چند کہ موت تلخ ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اس کو شیریں اور مرغوب بنا دے اور خار ونشتر باوجودیکہ موذی ہیں مگر وہ چاہے تو نرگس ونسرین کی طرح مفرح ومنشط ہو جائیں وہ حال کا بادشاہ ہوتا ہے اور احوال اس کے تابع فرمان ہیں وہ اوروں کی طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا اس لئے اس کا طالب و منتظر بھی نہیں ہوتا۔ جو لوگ پابند احوال اور اس کے طالب ومنتظر ہوتے ہیں وہ انسانیت سے نہیں نکلے اور فنافی الحق ہو کر صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ ان میں ابھی تک ایک صفت نقصان یعنی تغیر وتلون اور کبھی گھٹنا کبھی بڑھنا موجود ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ صوفی ابن الوقت اور تابع حال ہوتا ہے سو یہ انہیں ناقص صوفیوں کی حالت ہے رہے وہ صوفی جو کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک صاف ہیں سو وہ وقت حال سے بے فکر ہیں یہ تو احوال کے کیا پابند ہوئے احوال خود ان کی فکر ورائے کے پابند ہیں کہ جب تک یہ نہ چاہیں کوئی حال طاری نہیں ہو سکتا اور جب یہ چاہیں تو پھر رک نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انہیں کے دم حیات بخش مثل دم مسیح کے بدولت زندہ ہیں۔ ہاں تو اس معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ تو حال پر عاشق ہے مجھ پر عاشق نہیں۔ کیونکہ جب مجھ میں وہ حال موجود ہوتا ہے تو میں تجھے اچھا معلوم ہوتا ہوں اور تو میرا طالب ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو میں تجھے پسند نہیں آتا اور تو اس حال کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ تعلق اور میری جو کچھ طلب ہے وہ بتوقع حال ہے اور اسی کی امید پر تو مجھے لپٹتا ہے معشوق کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کبھی وہ ناقص ہوتا ہے کبھی کامل کبھی اس میں دلبری کی صفت موجود ہوتی ہے کبھی نہیں کبھی وہ پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور کبھی آگ کی طرح دل جلاتا اور قابل نفرت ہوتا ہے پس سمجھو کہ جو کبھی ناقص اور کبھی کامل ہو وہ فانی ہے معبود خلیل یعنی مقصود طالب حق اور مطلوب اہل کمال نہیں اور جو پانی اور متغیر الاحوال ہو وہ دلبر اور اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جاوے چنانچہ حضرت خلیل اللہ فرماتے ہیں لا احب الأفلین اور جو کبھی پسندیدہ اور کبھی ناپسندیدہ ہو اور کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرنے والا اور مرغوب ہو اور کبھی آگ کی طرح دل جلانے والا اور نامرغوب ہو وہ ماہ اور حسن ذاتی رکھنے والا نہیں بلکہ برج ماہ اور حسن عارضی رکھتا ہے وہ صورت بت ہے اور اپنے اندر صفت علم جو کمال ہے نہیں رکھتا پس ایسے کو مطلوب اور مقصود بنانا طالب حق کی ہرگز شایاں نہیں بلکہ مطلوب اس کو بنانا چاہئے جو افول وتغیر احوال بلکہ جملہ نقائص سے منزہ اور جمیع کمالات کے ساتھ موصوف ہو اور کبھی بھی ناپسند نہ ہو بلکہ ہمیشہ پسندیدہ ہو اور کبھی بھی نامرغوب نہ ہو بلکہ ہمیشہ مرغوب ہو۔ اب سمجھو کہ طالبان حق کی دو شانیں ہوئی ہیں بعض تو عاشق مجازی کی طرح خام ہوتے ہیں اور بعض

پختہ چنانچہ صوفی طالب صفا چونکہ تابع وقت ہوتا ہے اس لئے وہ وقت وحال ہی کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھتا ہے یہ تو اس عاشق مجازی کی طرح خام اور ناقص ہے لیکن جو لوگ کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں وہ عشق حق سبحانہ میں غرق ہوتے ہیں اور کسی کے تابع و پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اوقات واحوال سے بے فکر ہوتے ہیں۔ وہ اس نور میں غرق ہوتے ہیں جو کسی سے پیدا نہیں ہوا اور لم یلد ولم یولد شان حق سبحانہ ہے لہٰذا وہ نور حق سبحانہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر نبوت وقت کا وہاں کیا گزر ہو سکتا ہے صنف اول کی طرح یہ حضرات خام نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرات پختگان عشق ہیں پس اگر تم میں حیات موجود ہے اور ادراک واحساس رکھتے ہو اور جمادات کی طرح بے حس نہیں ہو تو ایسا عشق اختیار کرو اور اگر عاشق مجازی یا پہلی قسم کے عاشق خدا بنے تو یاد رکھو کہ اوقات مختلفہ کی غلامی کرنی پڑے گی اور ہر وقت اور ہر حال تم پر جداگانہ حکومت کرے گا اور تم اس ست مخصمی ملازمت سے ہمیشہ پریشان رہو گے پس تم کو چاہئے کہ وحدہ لاشریک کے ہو رہو اس میں سکون ہی سکون ہے پریشانی کا نام نہیں تو اپنی بھلائی برائی پر نظر نہ کرنا اور یہ نہ خیال کرنا کہ میرا کیا منہ ہے کہ میں طالب حق سبحانہ بنوں بلکہ تو یہ دیکھنا کہ یہ دولت عشق الٰہی کیسی عجیب ہے اور مطلوب کیسا پاکیزہ اور کس قدر دلربا ہے۔

عابد فریب شوخی و رغبت فزا نگاہ　　میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھ کر نہ ہو

خبردار تو یہ نہ دیکھنا کہ میں مفلس وقلاش ہوں یا ضعیف وناتواں ہوں بلکہ تو اپنی ہمت عالی پر نظر کرنا جو تجھ کو اس طلب کے لئے عطا ہوئی ہے اور خواہ تیری کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو طلب کرتے رہنا تو پیاسا ہے پس تو ہمیشہ پانی کو طلب کرتے رہنا اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ مجھے پانی نہ ملے گا اس لئے کہ ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب کہہ رہی ہے کہ تیرے ہونٹوں کی رسائی پانی کے چشمہ تک ہوگی اور تو کبھی نہ کبھی دیر یا سویر وصال مطلوب سے کامیاب ہوگا کیونکہ یہ تیرے ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب پانی (حق سبحانہ) کی طرف سے تیرے لئے اس امر کا پیغام اور مژدہ ہے کہ یہ تیری بے چینی ایک روز تجھے ہم تک پہنچا کے رہے گی کیونکہ یہ طلب ہی ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب ہی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والی ہے۔ یہ طلب تیرے مقاصد کی کنجی ہے اور یہی تیری فتح کے لئے فوج اور جھنڈے ہیں تو اس خشکی اور طلب کو ایسا سمجھنا جیسا رات کو مرغ کی اذان کہ وہ صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے مانا کہ تیرے پاس سامان طلب نہیں مگر تو پریشان نہ ہو بلکہ طلب کئے جا حق سبحانہ کے راستہ کو طے کرنے کے لئے سامان سفر کی ضرورت نہیں۔

داد حق را قابلیت شرط نیست　　بلکہ شرط قابلیت داد اوست

اور بھی تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرنا کہ جس کو تو اس راہ کا طالب دیکھے اس کا رفیق بن جا اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دے کیونکہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ان طالبین کے زیر سایہ تو بھی طالب ہو جاوے گا۔ اور ان غالبین نفس وشیطان کے سایہ میں رہ کر تو بھی غالب ہو جاوے گا۔ یاد رکھ کہ اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو تلاش کرے تو اس کو نظر حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس کی عالی ہمتی کی داد دینا چاہئے۔ پس تو اپنی طلب کو بھی اس چیونٹی کی طلب کے

مشابہ سمجھ کر حقیر نہ سمجھنا اس لئے کہ طلب بڑی چیز ہے دیکھ تو سہی جو کچھ دولت یا ہنر تیرے پاس اس وقت موجود ہے ان سے پہلے کیا تھا۔ طلب اور خیال ہی تو تھا اسی طلب اور خیال کی برکت ہے کہ آج تو دولتمند اور صاحب کمال بنا بیٹھا ہے پس تو طلب کو حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ملتا ہوگا خود ہی مل رہے گا۔ کیونکہ بے طلب کے کسی کو خزانہ مل جانا شاذ و نادر ہوتا ہے ظاہر تو یہ ہے کہ طلب نہ ہونے کی صورت میں دولت سے تو محرومی لازمی ہی طلب دولت سے محرومی کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ طلب کو فضول سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من جد وجد جو طلب کرتا ہے تو جبکہ وہ اس میں سرگرم ہوتا ہے اس کو ملتا بھی ضرور ہے۔ پس جب تم طالب بن جاؤ گے تو مطلوب تمہارے لئے ضرور آسان ہو جاوے گا اور ایک روز مل بھی جاوے گا۔ لہذا کسی وقت بھی تم کو بے طلب نہ رہنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مطلوب تم کو مل جاوے گا کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کوئی شخص کسی مطلوب کو ڈھونڈتا ہے تو جبکہ وہ اس کام میں سرگرم ہو بالآخر اس کو مل ہی جاتا ہے پس ہمت نہ ہارو اور طلب میں چست ہو کر فائض المرام ہو خلاصہ یہ ہے کہ طلب کرواتنا تو ہم جانتے ہیں باقی ٹھیک بات کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو طلب اور دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہو۔

شرح شبّیری

حکایت اس شخص کی کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں رات دن یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج وکسب کے عنایت فرما

آن یکے در عہد داؤدؑ نبی	نزد ہر دانا و پیش ہر غبی
ایک شخص داؤدؑ نبی کے زمانے میں	ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے
این دعاے کرد دائم کاے خدا	ثروتے بے رنج روزی کن مرا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا	بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

یعنی ایک شخص حضرت داؤدؑ نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرما دے اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے	زخم خوارے ست جنبلے منبلے
جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	(اور) مار کھانے والا کمزور پہلو والا ناکارہ

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کاہل اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

برخران پشت ریش نامراد	بار اسپان و اشتران نتوان نہاد
نامراد زخمی کمر گدھوں پر	گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

یعنی زخمی کمر والے گدھوں نامراد پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی ای ملی	روزیم ده هم زراه کاہلی
اے بے نیاز جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	مجھے روزی بھی کاہلی کے راستے سے عطا فرما

یعنی اے غنی جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود	خفتم اندر سایہ افضال وجود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں	مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں اور زندگی میں سایہ میں سونے والا ہوں (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر	روزی بنوشتۂ نوح دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید	تونے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کے لئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (بس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پالیست جوید روزیے	ہر کرا پانیست کن دل سوزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے	جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

یعنی جس کے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جس کے پاؤں نہیں اس کی آپ دلسوزی کیجئے۔

رزق را میران بسوئے آں حزین	ابر را باران بسوئے ہر زمین
اس غمگین کی طرف روزی بھیج	ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

یعنی اس کاہل غمگین کی طرف آپ رزق کو چلایئے اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسایئے (اس لئے کہ یہ خود کچھ نہیں کر سکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ)

چون زمین را پا نباشد جود تو	ابر را راند بسوئے او دو تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت	ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اس کی طرف مکرر سکرر چلاتا ہے۔

طفل را چون پا نباشد مادرش	آید و ریزد وظیفہ برسرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لئے) اس کی ماں	آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اس کی ماں آتی ہے اور خوراک اس کے سر پر ڈال دیتی ہے یعنی خود اس کو دودھ آ کر پلاتی ہے۔ بس اسی طرح مجھے بھی آپ بلا میری کوشش کے دیجئے۔

روزی خواہم بناگہ بے تعب	کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں	اس لئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

یعنی میں روزی کا (اکٹھے) ایک دم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میکرد این دعا	روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحےٰ
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا	دن سے رات تک، تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او	بر طمع خامے و بر پیکار او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے	اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

یعنی مخلوق اس کی بات پر ہنستی تھی اور اس کی خام طمعی پر اور اس کے اس اصرار پر۔

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش	یا کسے دادست بنگ بیہشیش
کہ تعجب ہے یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟	کیا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اس کو کسی نے بیہوشی کی دوا دی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج است و تعب	ہرگز این نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے	یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا ہے تو نادراً ہو گیا مگر اس کو کہاں سے مل جاوے گا۔

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب	از رہ کسب و طلب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی	کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا	وادخلو الاوطان من ابوابہا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو	وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

یعنی رزقوں کو اس کے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری ادلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگرچہ ان کی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنوں	ہست داوٗد نبی ذوفنون
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب	صاحب ہنر داوٗد نبی ہیں

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داوٗد نبی ذوفنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش وطیر	در ہمہ روئے زمین او راست سیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں	تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

یعنی ان کے حکم میں وحوش وطیور سب ہیں اور تمام روئے زمین میں ان کو سیر (حاصل) ہے۔

باچنان عزے و نازے کاندروست	کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے	کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کرلیا ہے

یعنی باوجود ایسی عزت و ناز کے جو کہ ان میں ہے کہ ان کو عنایتہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد	موج بخشایش مدد اندر مدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت	ان پر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

یعنی ان کے معجزے بے شمار اور بے عدد ہیں اور ان کی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

ہیچکس را خود ز آدم تا کنون	کے بدست آواز ہمچون ارغنون
کسی شخص کی آدم سے اب تک	آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

یعنی آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کی طرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیراند دویست	آدمے را صوت خوبش کردہ نیست
کہ ہر وعظ میں دو سو کو مار ڈالتے	انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

یعنی کہ ہر وعظ میں دوسو کو مار دیتے ہیں ان کی آواز خوب نے آدمیوں کو نیست کردیا ہے۔

شیر و آہو جمع گردد آنزمان	سوئے تذکیرش مغفل این ازان
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے	ان کے وعظ میں (اور) یہ اس سے غافل

یعنی اس وقت شیر اور ہرن ان کے وعظ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ ان کی آواز کو سن کر سب مست ہو جاتے ہیں۔

کوہ و صحرا ہم رسائل بادمش	ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے	دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

یعنی پہاڑ اور جانور ان کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت ان کے محرم ہیں۔

این دوصد چندان مراورا معجزات	نوررویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے ان کے تھے	ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

یعنی اس سے دوسو چندان کے معجزات اور نور رخ ان کا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

باہمہ تمکین خدا روزی او	کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی	جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالیٰ نے ان کی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بافی و رنج روزیش	مے نیاید باہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی	باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

یعنی بے زرہ بافی کے اور رنج روزی ان کی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

اینچنین مخذول و واپس ماندۂ	خانہ کندہ دون و گردون راندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا	خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کمینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

اینچنین مدبر ہمی خواہد کہ او	گنج یابد تارود پایش فرو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ	خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

یعنی یہ ایسا بدبخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اس کا پاؤں اس میں دھنس جاوے۔

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش زود	بے تجارت پرکند دامن زسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً	(اور) بغیر کاروبار کئے نفع سے دامن بھر لے

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلا کسی تکلیف کے جلدی سے بے تجارت کے دامن نفع سے بھر لے۔

اینچنین گیجے نیامد در جہاں	کہ برآید بر فلک بے نردبان
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)	کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

ایں ہمی گفتش بہ تسخرنک بگیر	کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے	کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

یعنی کوئی اس سے مسخرہ پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہنچ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا۔

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ	زانچہ یا بے ہدیہ اے سالاردہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا	اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

یعنی اور وہ دوسرا ہنستا کہ چودھری جی جو ہدیہ تم پاؤ گے ہمیں بھی دینا۔

او ازیں تشنیع مردم وین فسوس	کم نمے کرد از دعاؤ چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے	دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

یعنی وہ لوگوں کے تشنیع سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تا کہ شد در شہر معروف شہیر	کوز انبان تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا	کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

یعنی یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعے آن گدا	او ازین خواہش نمے آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا	(لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم نمی کرد از دعاء و ابتہال	کرد اجابت مستعان ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی	اللہ (تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

یعنی اس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذوالجلال نے (اس کی دعا) قبول فرمالی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یعنی خواہ سست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہئے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت میں حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کس لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔

اس الحاح سے دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اسلئے کہ الحاح عین مرضی حق ہے اور دعا کرنیوالے کیلئے اس دعا سے جو کہ وہ کر رہا ہے الحاح بہتر ہے

یہ مضمون اس سرخی کا حدیث میں موجود ہے اور چونکہ اس شخص نے دعا الحاح سے کی تھی اس لئے اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سرخی میں بیان فرمادیا ہے آگے قصہ فرماتے ہیں کہ۔

تا کہ روزے ناگہان در چاشتگاہ	این دعا میکرد بازاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک	وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

یعنی یہاں تک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔

ناگہان درخانہ اش گاوی دوید	شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی	اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

یعنی ناگاہ اس کے گھر میں ایک گائے گھسی۔ اور اس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل مشہور ہے کہ گرنستانی بستم میرسد۔ بس اسی طرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ گرنستانی بستم میرسد)

گاو گستاخ اندران خانہ بجست	مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی	(وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیئے

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھس آئی تو وہ آدمی (معہ گھر والوں کے) اٹھا اور اس کے پاؤں باندھ لئے۔

پس گلوئے گاؤ ببرید آن زمان	بے توقف بے تامل بے امان
فوراً گائے کو ذبح کر دیا	بغیر توقف بے تامل امن دیئے بغیر

یعنی پھر اس نے اسی وقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

چون سرش ببرید شد سوئے قصاب	تا اہابش برکند دردم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا	تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

یعنی جب اس کا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تاکہ فوراً جلدی سے اس کی کھال نکال دے۔ آگے

مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری مل جاوے تو اس کو حق تعالیٰ نے اس کے لئے آسان فرمادیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یا الٰہی جب آپ نے ہم کو احکام فرمائے ہیں جن کا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہو جاوے تو اچھا ہے تو یا تو اس شخص کی طرح ہمارے لئے بھی اس کو سہل فرمادیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اس تقاضے کو ہم پر سے اٹھائیے۔ اب سمجھ لو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ہر سمجھدار اور بے سمجھ کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ جب تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے اور پڑا پڑا کھانے والا۔ اور کم حرکت کرنے والا اور کاہل بنایا ہے تو تو مجھے بے مشقت دولت عنایت فرما۔ کمر لگے ہوئے نامراد گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا ہے پس جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ پر کسب کی مشقت کا بار نہ ڈال اور کاہلی ہی کے ذریعہ سے مجھے روزی عطا کر۔ میں کاہل ہوں اور جب سے پیدا ہوا ہوں سایہ ہی میں سوتا ہوں۔ محنت کے لئے کبھی دھوپ میں نہیں نکلا اور اب تک تیرے احسان وجود ہی کے سایہ میں سویا کیا۔ کبھی مشقت ومحنت برداشت نہیں کی مگر روزی ملا کی معلوم ہوتا ہے کہ کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے تو نے روزی کا ذریعہ کسب کے علاوہ کوئی اور مقرر کیا ہے۔ پس جن کے پاؤں ہیں وہ تو اپنی روزی اسی طریقہ سے طلب کرتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی محنت و مشقت کرتے ہیں اور جس کے پاؤں نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتا لہذا تو اس پر رحم کر اور اس کسب کے علاوہ دوسری طرح سے روزی پہنچا اور اپنے باران کرم کو ہی زمین تک محدود نہ رکھ۔ بلکہ مجھ کو بھی اس سے متمتع کر کہ میں بھی زمین ہی کی طرح بے دست و پا ہوں آپ کا قاعدہ ہے کہ زمین کے پاؤں یعنی قدرت علی الکسب نہ ہونے کے سبب اپنے کرم سے ابر کو اس کی طرف جھکاتے اور چلاتے ہیں نیز بچہ چونکہ پاؤں یعنی قدرت علی الاکتساب نہیں رکھتا اس لئے آپ کے حکم سے ماں خود آ کر اس کی مقررہ غذا اس کو دیتی ہے بس اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اچانک اور بے مشقت کہیں سے دولت مل جاوے کیونکہ میرے پاس طلب کے سوا کوئی اور کوشش نہیں ایک عرصہ تک وہ یہی دعا کرتا رہا۔ صبح سے شام تک شام سے صبح تک اور صبح سے دوپہر تک اس کا یہی کام تھا۔ لوگ اس کی اس دعا پر اور طمع خام اور رزق سے مخالفت یعنی اس کو طلب نہ کرنے پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تو یہ احمق بک کیا رہا ہے۔ کسی نے اس کو بھنگ پلا کر بیہوش تو نہیں کر دیا ہے۔ روزی حاصل کرنے کا طریقہ تو کمانا اور محنت ومشقت کرنا ہی ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا جس طرح یہ مانگتا ہے اور اگر ہوا ہو تو نہایت ہی تعجب خیز بات ہے۔ ہر شخص کو اس نے ہنر عطا کیا ہے اور غم اور بیماری کے باوجود بھی کمانے اور مشقت اٹھانے کے ذریعہ سے

طلب کرنا بتایا ہے۔ اور یہ کہا کہ رزق کو سبب سے تلاش کرو اور گھروں میں دروازے سے جاؤ دیکھ لو اس وقت داؤد علیہ السلام ہیں وہ بادشاہ بھی ہیں اور رسول بھی وحوش وطیور ان کے تابع فرمان ہیں اور تمام زمین پر گھوم سکتے ہیں ان کو یہ عزت اور ناز حاصل ہے کہ حق سبحانہ نے ان کو اپنے افضال وانعامات بے حد کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا ہے۔ معجزات ان کے بیشمار اور بے گنتی ہیں اور حق سبحانہ کے دریائے کرم کی موجیں ان تک برابر پہنچ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کسی کو بھی ایسی پاکیزہ آواز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہر وعظ میں اپنی خوش آوازی سے دوسو آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور آدمی اس عمدہ آواز کو سن کر جان دیدیتے ہیں ان کے وعظ میں شیر اور ہرن جمع ہو جاتے ہیں اور اتنے مست ہوتے ہیں کہ ایک کو ایک کی خبر نہیں ہوتی۔ پہاڑ اور پرندے ان کی بات کا جواب دیتے ہیں اور جب وہ ان کو بلاتے ہیں تو وہ ان سے آشنا ہوتے ہیں یہ بھی معجزات ہیں اور ان کے علاوہ اور سینکڑوں معجزے ہیں ان کے منہ کا نور بظاہر جہات میں ہے مگر فی الحقیقت بے جہات ہے کیونکہ وہ نور حق سبحانہ ہے جو جہات سے منزہ ہے اس قدر عزت وناز اور اس قدر شوکت وقدرت کے باوجود بھی حق سبحانہ نے ان کی روزی کا وسیلہ طلب اور جدوجہد کو ہی قرار دیا ہے وہ باوجود اس خوش اقبالی کے بھی بدوں روزی کے لئے تکلیف اٹھائے اور بغیر زرہ بنے روزی نہیں پاتے اور یہ ایسا مطرود ومردود خانہ خراب ذلیل منحوس و بدبخت ہو کر چاہتا ہے کہ اس کو خزانہ مل جاوے کہ اس کے پاؤں اس میں دھنس جائیں وہ اپنی حماقت سے چاہتا ہے کہ بلا کسی زحمت اور بلا کسی تجارت کے جلدی نے نفع سے پلہ بھر لے۔ اس طرح تو خزانہ دنیا میں کسی کو بھی نہیں ملتا۔ بھلا بتلاؤ تو کون ہے جو آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جاوے جب کوئی نہیں بلکہ ہر ایک کو سیڑھی اور سبب کی ضرورت ہے تو یہ ایسا کہاں کا ہے کہ اس کو حصول دولت کے لئے سبب کی ضرورت نہیں کوئی اس سے مسخرہ پن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لے مبارک تیری روزی آ گئی اور تیرا خوشخبری دینے والا آ گیا۔ لے روپیہ۔ دوسرا بنانے کو کہتا تھا کہ لیجئے اب تو آپ کے گاؤں کے رئیس اور سردار ہو گئے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں سے ہم کو بھی دلوائیے غرض لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے تھے مگر وہ ان بددینوں کی طعن تشنیع کے سبب دعا والحاح میں کمی نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلاں شخص سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی توشہ دان میں سے پنیر تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کو طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا وگریہ وزاری میں کمی نہ کرتا تھا۔ بالآخر حق سبحانہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ کیوں نہ ہو خواہ کوئی کاہل ہو خواہ چست وچالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈھونڈتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اس قبولیت دعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینگ مار کر اس نے کواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے اس نے فوراً اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اس کو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اس کی کھال اتار دے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے تقاضا گر درون ہمچوں جنیں	چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے	جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

یعنی اے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیجئے۔

سہل گردان راہ نما توفیق دہ	یا تقاضا را بہل برما منہ
آسان فرما دیئے رہنمائی کر دے توفیق عطا فرما	یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

یعنی سہل فرمایئے اور راہ دکھلایئے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ دیئے اور ہم پر مت رکھئے اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو کہ مصرعہ یا تقاضا را بہل برما منہ'' حالت ادلال وناز کی ہے۔مولانا پر اس وقت حالت ناز غالب ہے اس لئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یاد رکھو کہ اور کسی کو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑھنا حرام وناجائز ہے اس لئے کہ ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہاں جس کو حاصل ہو جاوے اس وقت چاہے اس سے بھی تیز کہدے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میکنی	زر بہ بخشش در سرای شاہ غنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے	اے شاہ' بے نیاز! در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اے شاہ غنی اس کو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تا کہ قاعدہ میں گڑبڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مسکنے نہ سمجھ جاویں مگر الگ بلا کر چپکے سے اس کو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یاالٰہی اسی طرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ مآلاً تقاضا ہوتا ہے تو اس کے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمایئے تا کہ اس کی تعمیل آسانی سے کرسکیں۔آپ کی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آگے حق تعالیٰ کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر	زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
تیری (مدد کے) بغیر نظم اور قافیہ' صبح و شام	کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم وقوافی) جلوہ گر ہوں

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام وسحر میں قافیہ اور نظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ نظم وقوافی کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپ کی دین سے ہے ورنہ بے آپ کی قدرت اور بے آپ کی دین کے

کب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ۔

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم	بندۂ امر تو انداز ترس و بیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے	ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

یعنی نظم اور تجنیس اور قوافی اے علیم سب آپ کے حکم کے بندہ ہیں ترس وبیم کی وجہ سے مطلب یہ جس طرح کہ کوئی کسی کا بندہ ترس وبیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح یہ قوافی وغیرہ سب آپ کے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب پروارد ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جس قدر افعال اور احوال ہیں سب آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کہ بے آپ کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون مسبح کردۂ ہر چیز را	ذات بے تمیز و با تمیز را
جبکہ تونے ہر چیز کو تسبیح خوان بنایا ہے	باشعور اور بے شعور ذات کو

یعنی جب آپ نے ہر شے کو مسبح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور باتمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور باتمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو مسبح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر	گوید و از حال آن این بے خبر
ہر ایک ایک دوسرے قسم کی تسبیح	کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اس کے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں ہے بس جس طرح کہ آپ نے تکوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور ان پر ان کاموں کو سہل فرما رکھا ہے اسی طرح آپ ان تشریعیات کو بھی ہم پر سہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بے خبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی منکر ز تسبیح جماد	واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے	حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

یعنی آدمی جماد کو تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں استاد ہے تو دیکھو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے	بے خبر از یک دگر اندر شکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک	ایک دوسرے سے بے خبر اور شک میں ہے

یعنی بلکہ ہفتاد ودو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بے خبر ہیں اور شک میں ہیں۔

چون دو ناطق راز حال ہمدگر	نیست آگہ چون بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے	آگاہ نہیں ہیں تو درودیوار کے بارے میں آگاہی کیونکر ہو

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کس طرح ہوں گے۔ اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و سہ ملت ہیں۔ ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر یہاں مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اس لئے کہ شک میں اور بے خبری میں ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور ان کو تو بحمد اللہ سب چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں حالت کی بے خبری سے مراد منشاء حال کی بے خبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے اختلافات کے اصل مناشے ہی معلوم نہیں ہیں اور وہ سب اس سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ صرف الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشے معلوم ہو جاویں تو شاید اس قدر اختلاف بھی نہ رہے مگر منشاء کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشاء کو معلوم کر کے اس کے بعد اس میں غور کرتے ہیں تو جب دو ناطقوں کو جو کہ مدرک کلیات جزئیات کے ہیں۔ آپس کے اختلاف کے منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا اور دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

چون من از تسبیح ناطق غافلم	چون بداند سبحۂ صامت دلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں	تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہوں تو میرا قلب چپ چیزوں کی تسبیح کو کس طرح جان لے گا من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے کی حالت سے غافل ہے حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم کر سکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزیں جو کہ بول بھی نہیں سکتیں ان کی حالت کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

ہست سنی را یکے تسبیح خاص	ہست جبری را ضد آں در مناص
سنی کی ایک خاص تسبیح ہے	نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

یعنی سنی کے لئے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لئے اس کی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سنی از تسبیح جبری بے خبر	جبری از تسبیح سنی بے اثر
سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے	جبری، سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

یعنی سنی تو جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے اور جبری سنی کی تسبیح سے بے اثر ہے۔ تسبیح سے مراد حالت کا منشاء۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اس کے خیالات کے مناشے کی مطلق خبر نہیں ہے ورنہ اگر مناشے کی خبر ہو جاوے تو اس قدر اختلاف نہ رہے اس لئے کہ جس قدر مذاہب باطلہ ہیں مناشے ان سب کے بالکل ٹھیک ہیں اس لئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تنزیہہ کا قائل ہوا اس نے جو حق تعالیٰ سے اشیاء کی نفی شروع کی تو بعض ان چیزوں

کی بھی نفی کردی جو اس قابل نہ تھیں علی ہذا اور نہیں تو اگر ان مناشے کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کریں کہ جو اصل ہے اس کو باقی رکھا جاوے اور جو اس میں زیادتی ہوگئی ہے اس کی نفی کی جاوے مگر آج کل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نفی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ مناشے سے بے خبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال است وگم	بے خبر از حال اوو ز امر قم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے	اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اس (سنی) کے حال سے بے خبر ہے۔ اور امر قم سے۔ مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بتا کر سنی کو گمراہ بتا رہا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے منشاء سے بے خبر ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یاایھا المدثر قم فانذر تو جب حکم قیام اور پھر حکم انزار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اس قدر سخت مخالف نہ ہوتا۔

واں ہمی گوید کہ این را چہ خبر	جنگ شان افگند یزدان از قدر
وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتہ	اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

یعنی وہ (سنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالیٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتا رہا ہے حالانکہ اصل میں اس کے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے اب اس کے اثبات میں جو افراط وتفریط ہوئی تو اس میں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اس کی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اس کے گمراہ سمجھنے میں اس قدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اس کو قائم رکھ کر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سنی سے مراد عوام سنی ہیں سنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہاں جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام وخواص کی تفریق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں ان میں محققین کدھر سے ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناشے نہ معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیمابین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہر یک ہویدا مے کند	جنس از ناجنس پیدا میکند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے	جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو ناجنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہو جاتا ہے آگے تقریب کے لئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

قہر را از لطف و اندہر کسے	خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے	خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کر کے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا دانا ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کر کے معلوم کر سکتا ہے اسی طرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہو جاوے اس وقت تمیز کر لینا بہت آسان ہے۔

لیک لطفے قہر در پنہان شدہ	یا کہ قہرے دردل لطف آمدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے	یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

ہم کسے داند مگر ربانئے	کش بود دردل محک جانئے
(اسکو) سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے	جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

یعنی (اس کو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اس کو دل میں جان کے لئے کسوٹی ہو۔

باقیاں زیں دو گمانے مے برند	سوئے لانہ خود بیک پرے پرند
باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں	اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

یعنی باقی لوگ اس سے دو گمان لے جاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کر سکتا ہے مگر جو باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اس وقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کر دے اور جو ان کے سوا غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاوے گا تو اسی طرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لے گا آگے جا کر پھر ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور جو محقق ہوگا اس کو ایسا یقین واثق ہوگا کہ اس کو دوسری جانب کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔

آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اس کے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پر است	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است
علم کے دو بازو ہیں شک کا ایک بازو ہے	شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔ دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اس کے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مرغ یک پرزود افتد سرنگوں	باز بر پردو گامے یا فزوں
ایک بازو کا پرندہ جلد اوندھا گرتا ہے	پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

یعنی مرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر دو ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے (تو اسی طرح)

افت و خیزان میرود مرغ گمان	با یکے پر برامید آشیان
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے	ایک بازو سے آشیانہ کی امید پر

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیان کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہنچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر آشیان تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن وارست علمش رونمود	شد دو پر آن مرغ و پرہا پرکشود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا	(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اس کو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دو پر ہو گیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان یمشی سویا مستقیم	نے علے وجہہ مکبا او سقیم
اس کے بعد ٹھیک، سیدھا روانہ ہوتا ہے	نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

یعنی اس کے بعد وہ سیدھا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہو جاتا ہے اور تحقیق نصیب ہو جاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اس کے راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

باد و پر برمی پرد چون جبرئیل	بیگمان بے فکرت و بے قال و قیل
جبرئیلؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے	بغیر گمان بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال و قیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اس کو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم و گمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

گرہ ہمہ عالم بگونیدش توئے	بر رہ یزدان و دین مستوی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی	خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

یعنی اگر تمام عالم اسے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگردد گرم تر از گفت شان	جان طاق او نگردد جفت شان
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا	اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

یعنی وہ ان کے اس کہنے سے گرم نہ ہوگا اور اس کی جان طاق ان کی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دنیا غوث وقطب کہنے لگے تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اس لئے کہ اس کی جو حالت ہے اس کو خود معلوم ہے پھر اس کو مسرت ہی کیا ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اس کو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہو جاوے گا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے ممکن ہے کہ چورالے اسی طرح جب ان حضرات کو کوئی غوث وقطب کہتا ہے تو چونکہ ان کو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے فکر پڑ جاتی ہے اس لئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہذا جو محقق ہیں ان کو کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے برا کہنے سے رنج ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے۔ بس وہ حضرات ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود مگن ہوتے ہیں۔

ور ہمہ گویند او را گمرہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
اور اگر اب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے	خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

یعنی اور اگر سب اس کو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور (اپنے کو) پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او نیفتد در گمان از طعن شاں	او نگردد درد مند از طعن شان
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے	ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ ان لوگوں کی طعن سے شبہ میں نہ پڑے گا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے دردمند نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بددین کہنے لگے تو اس سے اس کو اپنی حالت میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب جانتا ہے بس وہ وہی سمجھے گا۔ آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت	گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں	اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آ دیں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہو گیا۔

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال	نے بطعن طاعنان رنجور حال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا	نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑے گا یا کہ طاعنوں کے طعن سے رنجور حال ہو یہ بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال	کانچنین باشد مگر در کل حال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا	شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا۔ مطلب یہ کہ بھلا آدمی اگر کہیں اوراس کو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر پر درخت زمین پہاڑ سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اس کو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اس کو اپنی حالت کا اس قدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اس کو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے کہنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

قبل اس کے کہ ہم حل ابیات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب وجوب کے موجود ہونے پر خطاب تقدیری بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ ہوتا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اور اس کے منشاء پر غور کر کے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات مخصوصہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور ان میں علاوہ قواعد عامہ کے ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعل بالاتفعل کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضاء ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اس کو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اس کی طرف ہدایت بھی فرمایئے اور اس کے اختیار کی توفیق بھی عطا فرمایئے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ لطف و کرم اس کا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمایئے کہ ہم بدوں آپ کی امداد کے آپ کے احکام کی بجاآوری سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلسوں (یعنی بدون آپ کی توفیق و امداد کے بجاآوری احکام سے قاصروں) سے زر (بجاآوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجاآوری) عطا بھی فرما دیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام و تتابع شام و سحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آ سکے کیونکہ ہر نظم و قافیہ اور تجنیس خواہ اس کا تعلق شام و سحر سے ہو یا اور چیزوں سے بوجہ خوف کے آپ کے مطیع حکم ہے (فائدہ نظم و قافیہ و تجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام و اتساق و تتابع و مجانست و مناسبت ہے نہ کہ خاص اصطلاح عروض و بدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ

سے ہر چیز اور تمام ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنے والا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپ کی عبادت کرتا ہے خواہ وہ عبادت آپ کی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو جانتا ہے مگر وہ اس کے عبادت الٰہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسان عبادت جمادات کا منکر ہے حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی جداگانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپ کی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا ان کو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب سنو کہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری کی ان کے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اس کی عبادت ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اس کی طاعت ہونے کی جہت سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور امر قم فانذر وغیرہ کی ولادت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کرا رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نااہل اور ضال اور مہتدی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گزرا ہوا امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جن کے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی استطرادی تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرقے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم و یقین کے تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اس کے برخلاف صاحب ظن اس قدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا اور ایک پر والے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہر مرتبہ ناکام

رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور علم و یقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پروں والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پروں کو کھول کر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہنچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اس کی طرح کمزور رہتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کی طرح اڑتا ہے نہ وہ مبتلائے ظن ہوتا ہے نہ اسے غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال و جواب کا محتاج ہوتا ہے اس کی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم مل کر اس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اس کی جد و جہد میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی یکتا روح ان سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی وہ ان سے اور ان کی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب مل کر اسے گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ ان کے اس طعن سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور ان کی اس نیزہ زنی کا اس کو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی تو شبہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ اس کی حالت ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور کبھی بھی اسے کھٹکا نہیں ہوتا جو لوگ صاحب یقین نہیں ہیں ان کی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی جس کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبّیری

مثال آدمی کے لوگوں کی تعظیم اور رغبت کے شبہ سے بیمار ہو جانے کی اور ایک لڑکوں کے معلم کی حکایت

کودکان مکتبے از اوستاد	رنج دیدند از ملال و اجتہاد
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے	تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

یعنی ایک مکتب کے لڑکوں نے استاد کے غصہ اور محنت کی وجہ سے رنج دیکھا تھا مطلب یہ کہ ایک معلم لڑکوں سے محنت بہت لیتا تھا اور غصہ ور زیادہ تھا تو مکتب کے لڑکے تنگ ہو گئے تھے۔

مشورت کردند در تعویق کار	تا معلم در فتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لئے انہوں نے مشورہ کیا	تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

یعنی سب نے (معلم کے) کام کو تعویق میں ڈالنے کا (یعنی چھٹی لینے کا) مشورہ کیا تاکہ معلم اضطرار میں پڑ جاوے یعنی سب نے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ جس سے یہ اضطرار میں پڑے اور ہمیں چھٹی دیدے اور بولے کہ۔

چوں نمی آید و را رنجورے	کہ بگیرد چند روز او دورے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟	کہ وہ چند دن دور رہے

یعنی اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں آتی کہ وہ چند روز کے لئے دوری اختیار کرے۔

تارہیم از حبس و از تنگے کار	ہست او چون سنگ خارا برقرار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں	وہ تو سنگ خارا کی طرح جما ہوا ہے

یعنی تا کہ ہم حبس اور تنگی کار سے چھوٹ جاویں کہ وہ تو سخت پتھر کی طرح برقرار ہے یعنی بولے کہ کمبخت سخت پتھر ہے کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا۔

آن یکے زیرک تراین تدبیر کرد	کہ بگوید اوستا چونے تو زرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی	کہ وہ کہے گا' استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

یعنی اس ایک عقلمند لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ وہ کہے گا کہ استاد جی آپ زرد رو کیسے ہو رہے ہیں۔

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست	این اثر یا از ھوا یا از تپے است
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے	یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

یعنی خیر تو ہے آپ کا رنگ برجا نہیں ہے یہ یا تو ہوا کا اثر ہے یا بخار کا اثر ہے۔

اندکے اندر خیال افتد ازیں	تو برادر ہم مدد کن این چنین
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا	بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

یعنی وہ اس (کہنے) سے تھوڑا سا خیال میں پڑے گا تو بھائی ذرا تم بھی اسی طرح مدد کرنا یعنی وہ لڑکا بولا کہ جب میں اس طرح اس کا مزاج پوچھوں تو پھر آ کر تم بھی یہی پوچھنا۔

چون درآئی از در مکتب بگو	خیر باشد اوستا احوال تو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو کہنا	اللہ خیر کرے' استاد کے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

یعنی جب تو مکتب کے دروازے سے آوے تو کہنا کہ استاد جی خیر ہے آپ کا حال (کیسا ہے)

آں خیالش اندکے فزون شود	کز خیالے عاقلے مجنون شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا	وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

یعنی اس کا وہ خیال کچھ زیادہ ہوگا کہ خیال سے تو عاقل بھی مجنون ہو جاتا ہے۔

آں سوم وآں چارم وپنجم چنیں	درپے ما غم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں	ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

یعنی وہ تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اسی طرح ہمارے بعد اظہار رنج و غم کریں۔

تا چوسی کودک پیاپے این خبر	متفق گویند یا بد مستقر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے	بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

یعنی یہاں تک کہ جب تیس لڑکے آگے پیچھے اس خبر کو متفق ہو کر کہیں گے تو یہ (اس کے دل میں) قرار پکڑ جاوے گی۔

ہر یکے گفتش کہ شاباش ای ذکی	بخت بر عنایت متکی
ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے	خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر ٹکاؤ ہو

یعنی ہر ایک نے اس لڑکے سے کہا کہ شاباش اے ذکی تیرا بخت عنایت (حق) پر متکی ہو۔

متفق گشتند در عہد وثیق	کہ نگر داند سخن را یک رفیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے	کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

یعنی وہ سب کے سب عہد و پیمان میں متفق ہو گئے کہ کوئی ساتھی بات کو پھیرے نہیں یعنی سب نے کہا کہ جس طرح ٹھیری ہے اس کے خلاف کوئی نہ کرے۔

بعد ازان سوگندداد او جملہ را	تا کہ غمازے نگوید ماجرا
اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی	تا کہ کوئی چغلخور (کچھ) بات نہ بتائے

یعنی بعد اس کے اس نے سب کو قسم دی تا کہ کوئی غماز اس ماجرے کو کہہ نہ دے۔

رائے آن کودک بچر بید از ہمہ	عقل او در پیش میرفت از رمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی	اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

یعنی اس لڑکے کی رائے سب سے بڑھ گئی اور اس کی عقل جماعت سے آگے چلتی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک مکتب کے لڑکے استاد کے ہاتھ سے پریشان اور مبتلائے زحمت تھے۔ انہوں نے چھٹی لینے کے لئے یہ مشورہ کیا کہ استاد کسی مجبوری میں مبتلا ہو جاوے کیونکہ اس کے بغیر تعطیل نہیں ہو سکتی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اس کو کوئی ایسا مرض کیوں لاحق نہیں ہو جاتا جس کے سبب وہ چند روز کے لئے ہم سے دوری اختیار کرے تا کہ ہم اس قید اور تکلیف سے چھوٹ جائیں یہ تو سخت پہاڑ کی طرح جنبش بھی نہیں کرتا۔ غرض ان کی خواہش تھی کہ وہ بیمار ہو جاوے۔ اسکے لئے ایک نہایت سمجھدار لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ میں استاد سے یہ کہوں گا کہ آپ کا رنگ زرد کیوں ہے خیر تو ہے آپ کی رنگت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے یا تو آب و ہوا اور موسم کا کچھ اثر

ہے یا آپ کے اندر اثر بخار ہے۔ اس سے اس کے خیال میں کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ خواہ وہ احتمال ہی کے درجہ میں ہو۔ پھر دوسرے لڑکے سے کہا کہ بھائی تم بھی میری اسی طرح تائید کرنا جب تم مکتب کے دروازے سے آؤ تو آتے ہی یہ کہنا کہ جناب آج مزاج کی کیا کیفیت ہے اس سے اس کے اس خیال کو اور ترقی ہوگی کیونکہ خیال بہت بری چیز ہے یہ تو اتنی ترقی کرتا ہے کہ آدمی مجنون ہو جاتا ہے اور ہمارے بعد تیسرا اور چوتھا اور پانچواں لڑکا بھی یونہی غم ظاہر کرے اور روئی صورت بنائے تاکہ جب تیس لڑکے پے در پے اس خبر کو متفق ہو کر بیان کریں تو وہ خیال خوب جم جاوے یہ تدبیر سن کر ہر ایک نے اسے داد دی اور کہا کہ واہ رے ذہین شاباش خوب بات نکالی۔ تیرا نصیب ہمیشہ عنایت خداوندی پر سہارا کئے ہوئے اور عنایت الٰہی ہمیشہ تیرے شامل حال رہے۔ غرض وہ سب متفق ہو گئے اور اس کا پختہ عہد ہو گیا کہ کوئی دوست اپنے عہد سے نہ پھرے گا اس کے بعد مزید اطمینان کے لے اس نے سب سے اس کی قسمیں لیں کہ کوئی شخص اس واقعہ کی مخبری نہ کرے گا دیکھو اس لڑکے کی عقل سب پر غالب آ گئی اور اس کی عقل سب کی پیش رو ہو گئی اس کے متعلق ضمناً ہم ایک مفید بات بتلاتے ہیں اس کے بعد تمامی قصہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔

شرح شبّیری

آن تفاوت ہست در عقل بشر	کہ میان شاہدان اندر صور
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے	جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

یعنی عقل بشری میں وہ تفاوت ہے جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں ہوتا ہے چونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقول اصل فطرت سے سب مساوی ہوتی ہے مگر تجربوں کی زیادتی سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور ان کی کمی سے کوئی گھٹتی رہتی ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہوتی ہیں مولانا آگے اپنے مذہب کا اثبات اور معتزلہ کے مذہب کا رد فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ عقول خلق اصل فطرت سے متفاوت ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اصل فطرت سے مساوی ہیں اور تفاوت حصول علم سے ہوتا ہے

زیں قبل فرمود احمد در مقال	در زباں پنہان بود حسن رجال
اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا	انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اس قبیل سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں فرمایا ہے کہ زبان میں حسن رجال پنہاں ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان کے بولنے سے اس کے حسن وقبح کی حالت معلوم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ

انسان آپس میں متفاوت ہیں جب ہی تو زبان سے ایک دوسرے میں امتیاز ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف عقلہا دراصل بود	بروفاق سنیان باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا	سنیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

یعنی اختلاف عقول اصل سے ہی ہے موافق مذہب سنیوں کے سننا چاہیے۔

برخلاف قول اہل اعتزال	کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اس قول کے خلاف	کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

یعنی بخلاف قول معتزلہ کے کہ عقول اصل فطرت سے اعتدال رکھتی ہے (اور وہ کہتے ہیں کہ)

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند	تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں	یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

یعنی تجربہ اور تعلیم زیادہ اور کم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک کو دوسرے سے اعلم کر دیتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطل است این زانکہ رائے کودکے	کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے کیونکہ بچے کی رائے	جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

یعنی (یہ مذہب معتزلہ) باطل ہے اس لئے کہ ایک بچہ کی عقل جو کہ معاملات میں تجربہ نہیں رکھتا ہے۔

بگزرد ز اندیشۂ مردان کار	عاجز آمد کارشان در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے	ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

یعنی بڑھ جاتی ہے مردان کار کے فکروں سے اور ان مردوں کا کام اضطرار میں عاجز آتا ہے تو جب ان کو تجربہ ہی نہیں تو پھر ان بچوں کی عقل ان سے کیوں بڑھ جاتی ہے معلوم ہوا کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہیں۔ آگے تائید میں اوپر والے بچہ کی حکایت کو پیش فرماتے ہیں رجوع الی القصہ نہیں ہے صرف تائید مقصود ہے فرماتے ہیں کہ

بردمید اندیشۂ زان طفل خورد	پیر باصد تجربہ بوئے نہ نبرد
اس چھوٹے بچے سے وہ خیال ظاہر ہوا	جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

یعنی اس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڈھا باوجود سو تجربوں کے بو نہ لے جاسکا تو معلوم ہوا کہ اس بچہ کی عقل فطرتاً ہی زیادہ تھی۔

خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است	باز افزونے کہ جہد و فکرت است
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے	پھر وہ زیادتی ہے جو کہ کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد وفکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود	یا کہ لنگے را ہوا رانہ رود
تو بتا اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے	یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلیف) راہواروں کی طرح چلتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہی دادۂ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر فرمادیا آگے پھر ان لڑکوں کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یاد رکھو کہ آدمیوں کی عقول میں بھی وہی تفاوت ہے جو معشوقوں کی صورتوں میں اسی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کا حسن زبان کے نیچے مستور ہے۔ یعنی جب تک آدمی کلام نہیں کرتا اس وقت تک اس کی عقل کا حسن وقبح ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف یہ امر ثابت ہوا کہ عقول میں تفاوت ہے مگر بعد کو اہل سنت اور معتزلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ یہ اختلاف فطری ہے یا علم و تجربہ کی کمی بیشی کے سبب سے ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ اختلاف فطری ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ علم وتجربہ کی کمی بیشی سے ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف فطری ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں (تم کو خوب سن رکھنا چاہئے) برخلاف معتزلہ کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بدو فطرت میں عقول سب یکساں ہیں تجربہ اور تعلیم کی کمی بیشی اس میں کمی بیشی پیدا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے سے زیادہ عالم اور عاقل ہو جاتا ہے اور دوسرا کم رہ جاتا ہے۔ اس قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ ایک لڑکا جو نہ تجربہ رکھتا ہے اور نہ زیادہ علم اس کی عقل ایک خاص معاملہ میں ان لوگوں سے بڑھ جاتی ہے جو اس کے کرنے والے ہیں اور وہ اس کے مقابلہ میں عاجز اور مجبور ہو جاتے ہیں دیکھو اس چھوٹے بچہ کی عقل نے ایک ایسی بات پیدا کی کہ ایک بڈھا (استاد) باوجود سینکڑوں تجربوں کے اس کی ہوا تک کو نہ پہنچ سکا۔ اب یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ کمی بیشی کو تو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے منشاء میں اختلاف رکھتے ہیں اب دیکھو کہ وہ زیادتی بہتر ہے جو بدو فطرت میں ہے یا وہ زیادتی جو کوشش اور غور وفکر کی مشق سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں انصاف سے کہدو کہ دادِ خدا بہتر ہے یا یہ کہ حقیقۃً ناقص اور صورۃً کامل ہو لہٰذا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ گھوڑا ہو تو لنگڑا مگر بتکلف رہوار چلتا ہو

فائدہ۔ یاد رکھو کہ یہ گفتگو معتزلہ کے لئے ملزم اور مسکت ہے کہ وہ نقصان کو فطری تسلیم کرتے ہیں اور الزام انہیں کو دینا مقصود بھی ہے مگر فی نفسہ مثبت مذہب نہیں بلکہ مثبت مذہب وہ دلیل ہے جو پیشتر بیان کی ہے یعنی مشاہدہ زیادتی عقل طفل خورد بر عقل پیر تجربہ کار) اس ضمنی گفتگو کو ختم کر کے پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکاں	برہمیں فکرت بمکتب شادمان
دن نکلا اور وہ بچے آئے	اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

یعنی دن ہو گیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آئے۔

جملہ استادند بیروں منتظر	تادر آید اول آں یار مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے	تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

یعنی سارے باہر منتظر کھڑے ہو گئے تاکہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست ایں رای را	سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا	سر ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس رائے کا وہی منبع تھا اور پاؤں کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے لہذا وہ اس کے منتظر ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجو پیشی بران	کو بود منبع ز نور آسمان
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ	جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

یعنی اے مقلد تو اس پر پیشی مت ڈھونڈھ جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ بس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اس پر اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر ان لڑکوں کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استار اسلام	خیر باشد رنگ رویت زرد فام
وہ آیا بولا استاد کو سلام ہے	خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگت پیلی ہے

یعنی وہ لڑکا آیا اور استاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپ کے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مر مرا	تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے	تو جا (بیٹھ جا) خبردار! بک بک نہ کر

یعنی استاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خبردار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد	اند کے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم	تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

یعنی اس نے نفی کر دی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اس کے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین	اند کے آن وہم افزون شد برین
دوسرا اندر آیا اس نے بھی ایسا ہی کہا	اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

یعنی دوسرا اندر آیا اور اس نے بھی اسی طرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر سے زیادہ ہوا۔

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت	ماند اندر حال خود بس در شگفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی	وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

یعنی اسی طرح (سب کہتے رہے) یہاں تک کہ اس کے وہم نے قوت پکڑ لی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں (رہ گیا کہ مجھے کیا ہو گیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسروں کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسی طرح فرعون بھی دوسروں کی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہوا اس وقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤں کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور محقق سے جو کہ نور حق سبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑھنے کا خیال نہ کرنا چاہئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سنو کہ وہ لڑکا آیا اور آکر اس نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے استاد نے اس کو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکواس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر برے خیال نے اس کے دل پر اثر ضرور کیا اس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو دوسرا اور آیا اس نے بھی یہی کہا۔ اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہوں اور یہ سمجھ کر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ میں بیمار ہوں اور مجھے خبر نہیں۔ یہاں مولانا اس کے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے بیمار ہو جانا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد	زد دل فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے	اثر کیا فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتوں اور بچوں اور مردوں سے جلد ہی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن وطفل ومرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو گیا اور اس کے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا گیا۔ نعوذ باللہ منہ

گفتن ہر یک خداوند و ملک	آنچنان گردش زوہم منہلک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے	برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اس کو اس طرح وہم سے ہلاک ہونے والا کر دیا۔

کہ بدعویٰ الٰہی شد دلیر	اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا	اژدہا بنا اور بھی اس کا پیٹ نہ بھرا

یعنی کہ دعویٰ الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدھا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اس کو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست وظن	زانکہ در ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کے لئے مصیبت ہے	کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اس لئے کہ ظلمات میں اس کا وطن ہوتا ہے تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

برزمین گر نیم گز راہے بود	آدمی بے وہم ایمن مے رود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو	آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہوکر چلتا ہے

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہووے تو آدمی بے وہم کے بے خوف چلا جاتا ہے۔

برسر دیوار عالے گر روی	گر دو گز عرضش شود کژ می شوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے	اگر دوگز کی چوڑائی ہو تو اوندھا ہو جاتا ہے

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتا ہو تو اگر اس کا عرض دو گز ہو تب بھی کج ہوئے جاتے ہو۔

بلکہ می افتی زلرزدل بو ہم	ترس وہم را نکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا	عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

یعنی بلکہ تم دل کے کانپنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو فہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدھی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتا اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گر پڑتے ہو یہ اسی کی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور وہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو جس طرح لڑکوں کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھ گیا اور پھر سچ مچ بیمار بن گیا یوں ہی عورتوں بچوں اور مردوں غرض کہ مخلوق کے سجدوں سے فرعون اپنے کو خدا سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھ کر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یوں ہی اس کو رسوا کیا تھا کہ وہ دعوئ الوہیت پر جرأت کر بیٹھا اور اژدہا بن گیا کہ اپنی تعظیم سے اس کا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم وظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم وظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اس پر غالب آ کر اس کو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اس کی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا رستہ ہو تو آدمی بے خوف وخطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اس پر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا رستہ بھی ہوگا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف کو جھک جاؤ گے بلکہ غلبہ وہم سے دل کانپنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائیں گے اور تم گر پڑو گے اس سے تم سمجھ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آ کر اس کو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سنو۔

شرح شبّیری

استاد معلم کا وہم وخیال کی وجہ سے بیمار ہو جانا

گشت استا سخت ست از وہم وبیم	برجہید و مے کشانید او گلیم
وہم اور ڈر سے استاد بہت سست ہو گیا	اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

یعنی استاد وہم وخوف کی وجہ سے بہت سست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کمبل کھینچتا تھا۔

خشمگین با زن کہ مہر اوست ست	من بدین حالم نہ پرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے	میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اس کی محبت ست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من	قصد دارد تا رہد از ننگ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا	اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

یعنی اس نے خود مجھے میری (تغیر) رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے۔

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت	بے خبر کز بام من افتاد طشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے	اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالا خانہ سے گرا ہے

یعنی وہ اپنے حسن وجلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہوگئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی برکشاد	کودکان ار درپئے آن اوستاد
گھر آیا اور سختی سے دروازہ کھولا	بچے اس استاد کے پیچھے تھے

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لونڈے اس استاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی	کہ مباد اذات نیکت را بدے
بیوی نے کہا خیر ہے' آپ جلد کیوں آگئے؟	خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آگئے کہ آپ کی ذات نیک کو کوئی برائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین	از غمم بیگانگان اندر حنین
اس نے کہا تو اندھی ہے' میری رنگت اور حالت دیکھ	میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

یعنی وہ معلم بولا کہ اندھی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکھ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں۔

تو درون خانہ از بغض و نفاق	می نہ بینی حال من در احتراق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے	جلنے میں' میری حالت نہیں دیکھتی ہے

یعنی تو گھر کے اندر بغض ونفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کمبخت تجھے گھر کے اندر رہ کر خاک خبر نہیں۔

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت	وہم و ظن و فکر بے معنیستت
بیوی نے کہا اے جناب' آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے	آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم وظن لا شے اور بے معنی تم کو ہو گیا ہے۔

گفت اے غرتو ہنوزی در لجاج	می نہ بینی در تغیر و ارتجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے	اس تغیر اور کپکی کو نہیں دیکھ رہی ہے

یعنی بولا کہ اری مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کانپنا نہیں دیکھتی۔

گر تو کورو کر شدی مارا چہ جرم	مادرین رنجیم و در اندوہ و کرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے	ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

یعنی بولا کہ اگر تو کور دکر ہو جاوے تو بیماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ	تا بدانی کہ ندارم من گنہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں	تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو روچہ تو چہ آئینہ ات	دائما در بغض و کینے و عنت
اس نے کہا جا' جا تو کیا' تیرا آئینہ کیا	تو ہمیشہ بغض' اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

یعنی وہ بولا کہ جا جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے۔

جامۂ خواب مرا رو گستران	تا بخسپم کہ سر من شد گران
جلد میرا بستر بچھا دے	تاکہ میں سو جاؤں' مجھے سرگرانی ہے

یعنی میرا بستر جلدی بچھادے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد و مردش بانگ زد	کاے عدو زوتر ترا این مے سزد
بیوی نے دیر کی اور مرد اس پر چیخا	کہ اے دشمن' جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اس مرد نے اس کو آواز دی کہ اری دشمن تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کی وجہ سے رونا

جامہ خواب آورد و گستردش عجوز	گفت امکان نے و باطن پر ز سوز
بوڑھی بستر لائی اور اس کے لئے بچھا دیا	(بوڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں اور دل میں جلن

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا	ورنہ گویم جد شود این ماجرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا	اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کرے گا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے یعنی سچ مچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

فال بدر رنجور گرداند ہمے	آدمی را کہ نبودستش غمے
بری فال بیمار بنا دیتی ہے	اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

یعنی فال بد اس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جس کو کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض	ان تمارضتم لدنیا تمرضوا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے	اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض ہو گے مریض بن جاؤ گے

یعنی قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دنیا کے لئے مریض ہو گے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے حدیث میں منافقین کے لئے ہے اگر تم بہانہ کر کے مریض ہو گے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے اسی کو مولانا نے یہاں چسپاں فرمادیا ہے آگے پھر اس عورت کے دل کی باتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے برزند	فعل دارد زن کہ خلوت میکند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کرے گا	کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر میں کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جا کر پڑھاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اس کو بلانے کیلئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔

مرمرا از خانہ بیرون میکند	بہر فسقے فعل وا فسون میکند
مجھے گھر سے بھگاتا چاہتی ہے	بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کیلئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھا دیا۔

جامہ خواب افگند و استا اوفتاد	آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد
اس نے بستر بچھا دیا اور استاد لیٹ گیا	آہ آہ اور رونا شروع کر دیا

یعنی اس نے بستر بچھا دیا تو استاد جی گر پڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکان آنجا نشستند و نہاں	درس میخواندند باصداندہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے	سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو غموں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کاین ہمہ کردیم وہم زندانیم	بد بنائے بود و مابد بانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں	بری عمارت تھی اور ہم برے بنانے والے ہیں

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا اور ہم قیدی ہیں یہ سب بڑی بناتھی اور ہم برے بانی ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پر بیٹھ کر پڑھو اور میں لیٹتا ہوں تو وہ اس غم میں تھے کہ افسوس کہ اس کو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اس کے بعد بولے کہ۔

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود	تا ازین محنت فرج یا بیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے	تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پا لیں

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہئے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ استاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اٹھا اور اپنا کمبل اٹھا کر چل دیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اس کا پیچھا چھوٹے وہ اپنے غرور حسن میں مست ہے اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اس پیچ وتاب میں مکان تک پہنچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی استاد کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کیونکہ ان کو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے ان کو بے وقت آتا دیکھ کر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج اس وقت کیسے چلے آئے خدا نہ کرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہ کر بغض ونفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی کہ میں بھن رہا ہوں۔ اس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپ کے اندر نہیں محض بے معنی اور فضول تو ہم اور خیال فاسد ہے اس نے کہا کہ چھنال تو اب تک بھی حجتیں ہی نکال رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کس قدر تغیر آ گیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ اس نے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لا کر آپ کو آپ کی حالت دکھلا دوں تاکہ آپ جان لیں کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اس نے کہا جا دور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی۔ جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھ جائیں مگر اس نے ڈانٹا کہ اری دشمن جلدی سے بچھا دے اس وقت تجھے ایسا کرنا چاہئے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لا کر بچھا دیا دل میں جل رہی تھی لیکن کچھ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھ کہتی ہوں تو مجھے متہم سمجھے گا اور اگر نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا

جاتا ہے او یہ یقیناً بیمار ہو جائے گا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بن کر آؤ گے تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤ گے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے اس لئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اس کی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلا کر گھر سے نکالتی ہے اور خود حرامکاری کرے گی ان تمام باتوں پر نظر کر کے اس نے بدنامی پر بیماری کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے ان کو اس کا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بری تھی اور ہم بری عمارت بنانے والے تھے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے کہ اس مصیبت سے چھوٹ کر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اس کو قرآن پڑھنے سے دردسر ہوتا ہے

گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند	درس خوانید و کنید آوا بلند
اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو!	سبق پڑھو اور آواز بلند کرو

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہ اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کودکان	بانگ ما استاد را دارد زیان
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو!	ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز استاد کو نقصان دیتی ہے۔

درد سر افزاید استا راز بانگ	ارزد این کو درد یا بد بہر دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے	کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کے لئے اس کے سر میں درد ہو؟

یعنی آواز سے استاد کا دردسر بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے یعنی اس کو جو جمعراتی وغیرہ مل جاتی ہے بس اس کے واسطے وہ دردسر مول لے۔ لہذا آہستہ پڑھو۔

گفت استاراست میگوید روید	درد سر افزوں شدم بیرون شوید
استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ	میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا درد سر بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اس کو وہم ہو گیا کہ ہاں درد سر بڑھتا تو ہے لہٰذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم	دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا اے جناب!	خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

یعنی سب نے اس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد سب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعا دی۔

پس برون جستند سوئے خانہا	ہمچو مرغان در ہوائے دانہ را
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے	جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

یعنی بس وہ اپنے گھروں کی طرف چل دیئے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں یعنی جس طرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسی طرح وہ سارے وہاں سے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اوران کی ماؤں کا ان سے سوال کرنا

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت	روز کتاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا	مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

یعنی ان کی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کھیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون و شما	می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم	کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کائے مادر تو ایست	این گنہ از ما و از تقصیر نیست
انہوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر	یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے
عذر آوردند ایشاں در زماں	کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
انہوں نے فوراً عذر کیا	اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھہرو تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہے (بلکہ)

از قضائے آسمان استاد ما	گشت رنجور و سقیم و مبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا استاد	رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

یعنی قضائے آسمانی کی وجہ سے ہمارا استاد بیمار اور سقیم اور مبتلاء (مصیبت) ہو گیا ہے۔

مادران گفتند مکرست و دروغ	صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے	چھاچ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

یعنی ماؤں نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دوغ کی طمع میں لاؤ۔ دوغ سے مراد چھٹی یعنی تم اس کے لئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ما صباح آئیم پیش اوستا	تا بہ بینیم اصل این مکر شما
ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے	تا کہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

یعنی ہم صبح کو استاد کے آگے آویں گے تا کہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کودکان گفتند بسم اللہ روید	بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بچوں کہا بسم اللہ جاؤ	ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہو جاؤ۔ یعنی جا کر معلوم کر لو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح استاد کی عیادت کو جانا

بامدادان آمدند آن مادران	پرسش استا زہر گوشہ روان
صبح کو مائیں پہنچ گئیں	ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لئے

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کے لئے ہر گوشہ سے روانہ ہو کر آئیں۔

خفتہ استا ہمچو بیمار گران	درد سر را سر بہ بستہ چون زنان
استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا	عورتوں کی طرح درد سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

یعنی استاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور درد سر کے لئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف	سر بہ بستہ روکشیدہ در سجاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا	سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پسینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آہ آہے می کند آہستہ او	جملگان گشتند ہم لاحول گو
چپکے چپکے آہ آہ کرتا تھا	سب لاحول پڑھنے لگے

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاحول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاحول پڑھی مگر جب آ ہی گئی تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا بولیں کہ

خیر باشد استاد این درد سر	جان تو مارا نبودہ زین خبر
اے استاد! خدا خیر کرے یہ درد سر	تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

یعنی اے استاد خیر تو ہے یہ درد سر (کب سے ہے) آپ کی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی

گفت من ہم بے خبر بودم ازین	آگہم این کودکان کردند ہین
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا	ہاں ان بچوں نے مجھے بتایا

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل	بود در باطن چنین رنجے ثقیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا	اندر اس قدر بھاری مرض تھا

یعنی میں تو بول چال کے شغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون بجد مشغول باشد آدمے	او زدید رنج خود باشد عمے
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے	تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس استاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اس کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر و یوسف شد سمر	کہ ز مشغولے بشد ز ایشان خبر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے	کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا

یعنی زنانِ اور یوسفؑ سے قصہ ہو گیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پارہ پارہ کردہ ساعد ہائے خویش	روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے	کیونکہ عاشق کی روح آگا پیچھا دیکھتی ہے نہ

یعنی روح عاشق نے پہنچے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے یعنی دیکھو چونکہ وہ دوسری طرف مشغول ہو گئیں لہذا ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسی کی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرد شجاع اندر حراب	کہ ببرد دست و پایش را ضراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں	کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیوں میں ہوتے ہیں کہ شمشیر زنی کے دست و پاؤں کاٹ ڈالتی ہے۔

او ہمان دست آورد در گیر و دار	بر گمان آنکہ ہست او برقرار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں	اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اس کو اس کے کٹ جانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو برقرار سمجھتا ہے حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر	خون از و بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں جاتا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے	بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجب نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیوں میں سر کٹ گیا ہے اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اس کو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہے کہ قاعدہ ہی مقتول کی روح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہے اس لئے کہ دیکھو مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہے تو معلوم ہوا کہ روح فوراً نہیں نکلتی جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا رہا ہے اور اس کے ہاتھ کو ایک کام کرنے کی مشق ہو گئی ہے اس کا گلا کٹ گیا مگر اس کو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا ہے اور روح نکلی رفتہ رفتہ تو جس وقت تک اس کے بدن میں روح رہی اس وقت تک اس کا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اسے دیر سے ہو رہی ہے جب روح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہے مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ سوچ کر اس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے استاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے ان کے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دانگ کے لئے وہ تکلیف اٹھائیں۔ استاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ سب آداب بجالائے اور کہا خدا کرے آپ جلد تندرست ہو جائیں آپ کو بھی تکلیف ہے اور ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہے یہ کہہ کر سب نکل کر اپنے اپنے گھروں لمبے بنے جیسے

جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ ان کی ماؤں نے جب یہ دیکھا کہ مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔ انہوں نے معذرت کی اور کہا اور اماں آپ ذرا ٹھہریں تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ حکم خدا سے استاد صاحب بیمار ہو گئے ہیں۔ ماؤ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کے لئے سینکڑوں جھوٹ تراشتے ہو ہم صبح کو خود استاد کے پاس جائیں گے تا کہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہو جاوے لڑکوں نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کر لیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں انہوں نے دیکھا کہ استاد یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے منہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ اشتداد مرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ استاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدمی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اس کو اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زنان مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ترنج تراشتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور روح اس قدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدمی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہو جاتے ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسی طرح صحیح سالم ہے۔ انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور اسی بے خبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہم کی قوت معلوم ہو گئی۔ اب ہم اس کے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ تن روح کے لئے مثل ایک لباس کے ہے اور یہ ظاہری ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے اور یہ ظاہری پاؤں روح کے پاؤں کا منوں ہے

تا بدانی کہ تن آمد چون لبیس	رو بجو لابس لباسے رامليس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے	جا پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

(یعنی تا کہ تم جان لو کہ تن ایک لباس ہے تو جاؤ لابس کو تلاش کرو لباس کو مت چاٹو۔ مطلب یہ کہ یہ امور جو اکثر پیش آتے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن روح کا لباس ہے اور اصل فاعل بدن میں روح ہے تو اگرچہ جسم میں نقصان آ جاتا ہے مگر چونکہ روح سالم رہتی ہے اس لئے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ روح کے مقتضیات پر عمل کرو اور اقتضائے جسمانی کو ترک کرو۔

روح را توحید اللہ خوشتر است	غیر ظاہر دست و پائے دیگر است
روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے	ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

یعنی روح کے لئے توحید حق بہتر ہے اور غیر ظاہر کے دست و پا دوسرے ہیں۔ مطلب یہ کہ روح کا مقتضا تو توحید ہے اور قرب حق ہے اس کو طلب کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی دوسرے ہیں جن سے کہ قرب حق حاصل ہوتا ہے آگے ان دست و پائے روحانی کے سوا ان دست و پا ظاہری کے ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف	آں حقیقت داں مدانش از گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے	اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

یعنی خواب میں دست و پا اور انس دیکھتے ہو تو اس کو حقیقت جانو اس کو گزاف مت سمجھو۔ مطلب یہ کہ خواب میں تم اپنی صورت کو خود دیکھتے ہو کہ کہیں جا رہے ہیں تو اس میں تم ہاتھ پاؤں بھی دوسرے دیکھتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اور شے نہیں ہے بلکہ تمہارے ہی ہاتھ پاؤں ہیں۔

آن توئی کہ بے بدن داری بدن	پس مترس از جسم جان بیرون شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے	تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

یعنی وہ تو ہی ہے کہ بے بدن ظاہری کے بدن رکھتا ہے بس تم جسم سے جان کے باہر ہو جانے سے ڈرو مت اس لئے کہ۔

روح دارد بے بدن بس کاروبار	مرغ باشد در قفس بس بے قرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں	پرند پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

یعنی روح بے بدن کے بھی بہت کام کرتی ہے اور مرغ تو قفس میں بے قرار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے دست و پا ایسے ہیں کہ جن کو ان دست و پا ظاہری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے ان کے بھی بہت سے کام کرتے ہیں اور اس کی مثال جسم کے اندر ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی جانور قفس میں قید ہو تو وہ ہر گھڑی یہ چاہتا ہے کہ اس میں سے نکل جاؤں تو جب تمہاری روح اس جسم سے الگ ہو کر بہت سے کام کر سکتی ہے تو پھر تم اس کے جسم سے نکل جانے سے گھبراتے کیوں ہو اور خائف کیوں ہوتے ہو اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے بلکہ جو کام یہ یہاں کرتی ہے اس کے بعد جب یہ نکل جاوے گی تو اپنا اصل مقصود اچھی طرح حاصل کرے گی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

باش تا مرغ از قفس آید برون	تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبون
ٹھہر جا کہ پرندہ پنجرے سے باہر آئے	تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ یہ مرغ قفس سے باہر آ جاوے تو اس وقت تم ہفت چرخ کو اس کے آگے حقیر سمجھو گے اس لئے کہ روح تو مجرد ہے اور افلاک سب مادی ہیں تو اگر چہ علویات میں سے ہیں مگر پھر بھی روح سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ تو جب یہ اس عالم ناسوت سے چھوٹ جاوے گی تو یقیناً آسمانوں وغیرہ سب سے بڑھ جاوے گی۔

اب یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کی روح دوسری صورت میں متمثل ہو سکتی ہے اور جس وقت کہ وہ کسی جسم ناسوتی میں متمثل ہوتی ہے اس وقت اس کے افعال وخواص سب ویسے ہی ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ تو خود جس کی روح ہے اسی کی صورت میں متمثل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اور صورتوں میں بھی متمثل ہوتی ہے اور اس جسم کو روح کا جسم مثالی بولتے ہیں اس جسم پر احکام وغیرہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ احکام کا مکلف تو یہ جسم ناسوتی ہی ہے جسم مثالی صرف دوسری صورت اس روح کی ہوتی ہے اور اس کے قصے سینکڑوں موجود ہیں کہ ایک شخص کئی کئی صورتوں میں ایک وقت میں موجود ہوئے بعض بزرگ ایک ہی وقت میں اپنے گھر رہے اور اسی وقت ان کو مکہ میں حج کرتے ہوئے پایا گیا۔ لیکن اب یہ تحقیق کا کام ہے کہ جسم ناسوتی اور جسم مثالی کے احکام میں فرق کرے اس لئے کہ جس کی روح متمثل ہوئی ہے اس کو تو خبر ہے کہ وہ جسم مثالی ہے اور یہ جسم ناسوتی ہے لہذا اس کو چاہئے کہ احکام نماز وغیرہ تو جسم ناسوتی پر جاری کرے اور جسم مثالی کو اس کی جگہ رکھے۔ حکایت کتابوں میں ہے کہ ایک محقق بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے ملنے گئے تو یہ زائر تو محقق تھے اور وہ مزور محقق نہ تھے بلکہ صاحب خوارق تھے ان کو باتیں کرتے دیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا یہ زائر وضو وغیرہ کئے بیٹھے تھے کہ نماز کھڑی ہوئی تو ان زائر صاحب نے مزور سے کہا کہ چلئے نماز پڑھئے تو ان مزور نے کہا کہ سامنے دیکھئے دیکھا تو یہی بزرگ صف میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ زائر محقق تھے سمجھے اور بولے کہ جناب وہ آپ کا جسم مثالی ہے اور آپ کا جسم ناسوتی یہ ہے اور نماز جسم ناسوتی پر فرض ہے جسم مثالی پر نہیں ہے لہذا آپ یہ کریں کہ اس جسم ناسوتی کو تو وہاں کھڑا کیجئے۔ اور اس مثالی کو یہاں بٹھائیے چونکہ معاند تو نہ تھے بلکہ غلطی میں تھے اس لئے فوراً سمجھ گئے اور ان کو دعائیں دیں کہ میں تو ایک مدت سے اس غلطی میں مبتلا تھا خدا تم کو جزائے خیر دے کہ تم نے اس غلطی سے مجھے نکالا اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے اور ایک بزرگ کا قصہ بندہ نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ان کو ایک مرتبہ محتسب گرفتار کرنے گیا تو سامنے سے دیکھا کہ وہی صورتیں ستر آ رہی ہیں اور انہوں نے کہا کہ میاں محتسب ان میں سے پہچان لو کہ تمہارا مجرم کون ہے تو یہ ان کی روح ہی تھی جو کہ ستر شکلوں میں متمثل ہو گئی تھی۔ تو ایسے بہت سے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بھی دوسرے جسم میں متمثل ہو سکتی ہے اور اس وقت وہ سارے کام ناسوتی جیسے ہی کرے گی تو دیکھو معلوم ہوا کہ روح کے لئے سوا ان ہاتھ پاؤں کے اور قوئی بھی ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں۔

یک حکایت گویمت گر بشنوی	در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں	حقیقتاً تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

یعنی میں تم سے ایک حکایت کہوں اگر تم سنو تو حقیقت میں حقیقت پر پہنچ جاؤ گے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ کے دھوکہ سے چوروں کے ساتھ ہاتھ کٹ گیا تھا تو ایک مرتبہ ان کو خلوت میں ایک شخص نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں تو اس کو تعجب ہوا تو بات یہ تھی کہ ان کا وہ ہاتھ تو کٹ گیا تھا مگر بوقت ضرورت حق تعالیٰ ان کے لئے دوسرا ہاتھ روحانی متمثل فرما دیتے تھے کہ وہ مثل ناسوتی کے کام دیتا تھا آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ قصہ یوسف و زنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کے لئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہئے یعنی اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہئے الا جبکہ اصلاح در روح کے لئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اس وقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اس لئے ہے کہ روح کے لئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو توحید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ بس تم توحید کو اس پر غالب کرو اگر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں۔ کیونکہ اس کے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کو وہی کام دے سکتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض تخیل نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر تمہارے لئے یہ بدن نہ بھی ہو تب بھی ایک بدن تمہارے لئے ہے۔ لہٰذا اگر اس جسم سے جان نکل جاوے تو ہرگز نہ ڈرنا چاہئے یاد رکھو کہ روح کا یہی کام نہیں کہ وہ تدبیر بدن میں مصروف رہے بلکہ اس کے علاوہ اس کو اور بھی کام ہیں جن کو وہ اس میں مشغولی کے سبب نہیں کر سکتی۔ پس تم خیال کرو کہ وہ ان کے لئے کس قدر بے قرار ہوگی دیکھو جانور پنجرہ کے اندر کس قدر بے قرار ہوتا ہے تم اس کو سمجھو اور اس کو اس قید سے رہا کرو۔ تم اس کو لغو نہ سمجھنا۔ ذرا اس پنجرہ سے اس کو نکلنے تو دو پھر دیکھنا کہ وہ اس کی طرف رخ بھی نہ کرے گی۔ اور اس قدر بلند پروازی کرے گی کہ رفعت ہفت آسمان اس کے آگے ہیچ ہوگی۔ اگر فی الحقیقت تم کو حقیقت کی طرف میلان ہے اور تم سننا چاہتے ہو تو میں تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ جسم کوئی چیز نہیں اور روح کے لئے علاوہ ان ہاتھ پاؤں کے اور ہاتھ بھی ہیں۔

شرح شبّیری

حکایت اس درویش کی کہ اس نے پہاڑ میں خلوت اختیار کی تھی اور خلوت اور انقطاع عن الخلق کی حلاوت میں اور ذکر اس منقبت میں داخل ہونے کا کہ انا جلیس من ذکرنی وانیس من استانس بے

گر باہمہ چو بے منی بے ہمہ	ور بے ہمہ چو با منی باہمہ
اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے	اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے
بود درویشے بکہسارے مقیم	خلوت اوبر ابود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا	خلوت اس کی دن رات کی ساتھی تھی

یعنی ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا اور اس کے لئے خلوت ہی ہمخواب اور ندیم تھی۔

چون زخالق مے رسید اورا شمول	بود از انفاس مرد و زن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی	وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

یعنی چونکہ خالق سے اس کو شراب (محبت) ملتی تھی تو وہ مرد وزن کے انفاس سے ملول تھا مطلب یہ کہ چونکہ اس کو حب حق نصیب تھا لہذا وہ مخلوق کے اختلاط سے پریشان ہوتا تھا۔ مولانا آگے حکایت سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کہ سہل شد مارا حضر	سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے	دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

یعنی جیسا کہ ہم کو ایک جگہ رہنا سہل ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کو سفر سہل ہے یہ ایک مثال ہے مقصود اس مثال سے یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک کو سہل اور دوسرے کو مشکل۔ تو اس فقیر کو تو خلوت سہل تھی مگر ہم کو مشکل ہوتی ہے آگے اور اسی کی مثال ہے کہ۔

آنچنان کہ عاشقی بر سروری	عاشق است آنخواجہ بر آہنگری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے	وہ خواجہ (سردار) لوہار بننے پر عاشق ہے

یعنی جیسے تم سرداری پر عاشق ہو اسی طرح ایک دوسرا آدمی آہنگری پر عاشق ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آنرا دردلش انداختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے	اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

یعنی ہر شخص کو کارکنان قضاوقدر نے ایک کام کے لئے بنایا ہے اور اس کے دل میں اسی کی رغبت ڈال دی ہے (بس سب لوگ اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہیں اوران کو وہی سہل ہے کوئی سنار ہے تو کوئی لوہار۔ کوئی بڑھئی ہے تو کوئی معمار۔ علیٰ ہذا)

دست وپا بے میل جنباں کے شود	خاروخس بے آب وبادے کے رود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟	کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

(یعنی) ہاتھ پاؤں بے رغبت کے کب ہلتے ہیں اور خاروخس بے پانی اور ہوا کے کب چلتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس قدر دنیا میں کام ہو رہے ہیں ہاتھ پاؤں سے تو یہ ہاتھ پاؤں تو جب ہی چلتے ہیں جب ان کے لئے کوئی محرک ہو جیسے کہ خاروخس کے لئے پانی یا ہوا محرک ہوا کرتی ہے تو پس محرک ان کے لئے وہی اقتضاء نفس ہے کہ نفس اس کو کرنا چاہتا ہے تو دست وپا اس کے تابع ہو کر اس کام کو کرنے لگتے ہیں جب معلوم ہوا کہ جو کام ہوتا ہے وہ رغبت اور میلان سے ہوا کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

گر بہ بینی میل خود سوے سما	پر دولت برکشا ہمچوں ہما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے	ھما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

یعنی اگر تم اپنا میلان آسمان کی طرف دیکھو تو پر دولت کو ہما کی طرح کھول دو۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ تمہارا میلان طبعی عالم غیب کی طرف ہے تب تو خوب عروج کرو۔ اور کوشش کر کے ترقی حاصل کرو۔

وربہ بینی میل خود سوئے زمین	نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنین
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے	رو رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

یعنی اور اگر تم اپنا میلان زمین کی طرف دیکھو تو توجہ کرتے رہو اور گریہ وزاری سے بیٹھو مت مطلب یہ کہ اگر عالم سفلی کی طرف تمہارا میلان ہو تو بس پھر تو سر پکڑ کر رویا کرو۔ اور آہ وزاری کیا کرو۔

عاقلاں خود نوحہ ہا پیشیں کنند	جاہلاں آخر بسر برمے زنند
عقلمند پہلے سے رو لیتے ہیں	جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں

یعنی عاقل تو خود پہلے ہی سے نوحہ کرتے ہیں اور جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں یعنی جو عاقل ہیں وہ تو ہر وقت حق تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام آتی ہے اور جو جاہل ہیں وہ بعد کو سر پیٹا کرتے

ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ز ابتدائے کار آخر را بہ بین	تا نباشی تو پشیمان یوم دین
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے	تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

یعنی ابتداء کار سے انجام کو دیکھ لوتا کہ قیامت میں پشیمانی نہ ہو۔ یعنی اگر دل ہی سے دیکھ لوگے تو پھر ان شاء اللہ نافرمانی صادر نہ ہوگی اور سمجھوگے کہ اس کا برا انجام ہے تو اس کو ترک کردوگے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کو اول ہی سے سوچ لینا چاہئے۔

ایک سونار کا انجام کار کو دیکھ لینا اور ترازو مانگنے والے سے اسی کے موافق باتیں کرنا

آن یکے آمد بہ پیش زرگرے	کہ ترازو دہ کہ برسنجم زرے
ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے	کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

یعنی ایک شخص کسی سونار کے پاس آیا کہ ترازو (کانٹا) دیدے میں کچھ سونا تولوں گا۔

گفت روخواجہ مرا غربال نیست	گفت میزان دہ برین تسخر مایست
اس نے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے	اس نے کہا ترازو دیدے اس مسخرے پن میں نہ پڑ

یعنی سونار نے کہا کہ جناب جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ ترازو دو۔ اور اس تمسخر پر مت ٹھہرو۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ میاں مسخراپن مت کرو ذرا ترازو دیدو۔

گفت جاروبے نہ دارم بردکاں	گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے	اس نے کہا بس بس، یہ ٹھولیں رہنے دے

یعنی سونار نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ بس بس ان مسخرہ پنوں کو رہنے دو۔

من ترازوے کہ میخواہم بدہ	خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے	اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

یعنی میں تو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے اپنے کو بہرا مت بنا اور ہر طرف مت جا۔

گفت بشنیدم سخن کر نیستم	تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

یعنی سونار نے کہا کہ میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں اور یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میں بے معنی ہوں (بلکہ)

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش	دست لرزان جسم تو نا منتعش
یہ میں نے سن لیا لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے	تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

یعنی میں نے یہ تو سن لیا لیکن تو بڈھا ہے ہاتھ پیر کانپنے والا ہاتھ لرزاں ہے اور جسم تیرا بے قابو ہے۔

فہم کردم لیک پیری ناتوان	دستت از ضعف است لرزان ہر زمان
میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور بوڑھا ہے	ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

یعنی میں نے سمجھ تو لیا لیکن تو بڈھا ہے اور ہاتھ تیرا ہر وقت ضعف کی وجہ سے کانپتا ہے۔

وان زر تو ہم قراضہ خورد و مرد	دست لرزد پس بریزد زر خورد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے	ہاتھ کانپے گا ' سونے کے ریزے گر جائیں گے

یعنی وہ تیرا سونا بھی ریزہ ریزہ ہے تو تیرا ہاتھ کانپے گا اور وہ زر خورد گر جاوے گا۔

پس بگوئے خواجہ جاروبے بیار	تا بجویم زر خود را در غبار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے	تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

یعنی پھر تو کہے گا کہ میاں ذرا جھاڑو لانا تاکہ میں غبار میں سے اپنا سونا تلاش کر لوں۔

چوں بروبی خاک را جمع آوری	گوئیم غربال خواہم ای حری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا	مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

یعنی جب تو جھاڑو دے گا تو خاک کو جمع کرے گا اور مجھ سے کہے گا کہ یہاں مجھے چھلنی کی ضرورت ہے۔

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازان	کے بود غربال مارا در دکان
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں	ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

یعنی تاکہ میں خاک کو چھان کر اس میں سے سونا تلاش کر لوں تو ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہے۔

من ز اول دیدم آخر را تمام	جائے دیگر رو ازینجا والسلام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے	یہاں سے دوسری جگہ چلا جا' والسلام

یعنی میں نے اول ہی آخر کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔ (لہٰذا) تو کہیں اور چلا جا والسلام مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ اول بیں بود اعمیٰ بود	ہر کہ آخر بیں چہ بامعنے بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے	جو انجام کار کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ صرف اول بیں ہو وہ اندھا ہوتا ہے اور جو کہ آخر بیں ہو وہ کیسا با معنے ہوتا ہے۔

ہر کہ اول بنگرد پایان کار	اندر آخر اونگردد شرمسار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے	آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ اول ہی انجام کار کو دیکھ لے وہ آخر میں شرمسار نہیں ہوا کرتا۔

حکم چون بر عاقبت اندیشی است	بادشاہی بندۂ درویشی است
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے	شاہی درویشی کی غلام ہے

یعنی حکم جب عاقبت اندیشی کا ہے تو بادشاہی غلام درویشی کی ہے مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہی کا انجام کیا ہے مفلسی و درویشی کہ قبر میں جا کر کچھ بھی پاس نہ ہوگا اور اعتبار انجام کا ہے اور وہی اصل ہے اور یہ حالت ابتدائی تابع ہے تو بس بادشاہی درویشی کے تابع ہوئی اور غلام بھی آقا کا تابع ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا بادشاہی درویشی کی غلام ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاقبت بینان بوند اہل رشاد	درنگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں	خوب سمجھ لے خدا راستی کو خوب جانتا ہے

یعنی اہل رشاد ہی عاقبت بیں ہوتے ہیں تم اس میں غور کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اہل اللہ و اہل رشاد ہی آخر بیں ہیں کہ ان کی نظر انجام پر ہے تب تو اس دنیا کو ترک کر کے عاقبت کو اختیار کیا ہے لہٰذا اچھا ہے کہ ہمیشہ انجام پر نظر کر کے جس کا انجام اچھا ہو اس کو اختیار کرو اور دوسرے کو ترک کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایان ندارد راز گو	قصۂ آن مرد زاہد باز گو
اس بات کا اخیر نہیں ہے راز بتا	اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تم راز کو بیان کرو اور اس مرد زاہد کا قصہ پھر کہو۔

کن تمام اکنوں حدیث شیخ فرد	کاندران کہسار بودش خواب وخورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر	جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

یعنی اب تم اس شیخ یکتا کی بات کو پورا کرو جس کی خواب و خورد اسی پہاڑ میں تھی۔

شرح حبیبی

ایک فقیر پہاڑوں میں رہتے تھے۔ خلوت ہی ان کی بیوی تھی۔ اور وہی ان کی جلیس تھی۔ غرضکہ خلوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ چونکہ حق سبحانہ ان کو اپنی آغوش رحمت میں لئے ہوئے تھے۔ اس لئے آدمیوں سے گھبراتے تھے۔ تم کو یہ امر بہت دشوار معلوم ہوگا لیکن حالات مختلف ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک خاص حالت آسان ہے۔ مثلاً

تم کو اگر وطن میں رہنا آسان ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا گھر رہنے سے جی گھبراتا ہے ان کے لئے سفر آسان ہے نیز جس طرح تم سرداری پر عاشق ہو دوسرا آہنگری پر عاشق ہے۔ غرضکہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کے لئے اسی کو آسان کر دیا گیا ہے اور اسی کی رغبت اس کے دل میں ڈال دی گئی ہے اور رغبت ہی کا سارا کھیل ہے۔ چنانچہ بدوں رغبت کے ہاتھ پاؤں کو حرکت ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے خس وخاشاک اور رغبت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی یا ہوا پس جس طرح خس وخاشاک کو بدوں پانی یا ہوا کے حرکت نہیں ہو سکتی۔ یوں ہی ہاتھ پاؤں کو بدوں رغبت کے جنبش نہیں ہوتی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ رغبتیں مختلف ہیں۔ کبھی تقرب حق سبحانہ کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اشتغال بعالم ناسوت کی۔ اب اگر تم اپنے اندر تقرب حق کی رغبت پاؤ تو عین سعادت ہے۔ خوب دولت سعادت سے مالا مال ہو۔ اور اگر ناسوت اور شہوات کی طرف میلان ہو تو خوب روؤ اور رونے سے دم نہ لو۔ اور حق سبحانہ سے بگریہ وزاری تبدیل رغبت کی دعا کرو کیونکہ رونا تو ایسے شخص کے لئے ضرور ہے۔ خواہ دنیا میں رولے یا آخرت میں روئے عقلمندوں کا یہ کام ہے کہ پہلے ہی رو لیتے ہیں اور نادان لوگ آخر میں روئیں گے اور سر پیٹیں گے جبکہ تلافی کا وقت نہ رہے گا۔ پس ابتداء ہی میں انتہا پر نظر ڈال لو تا کہ آخرت میں پشیمانی نہ ہو اب ہم پیش بینی کا ایک قصہ سناتے ہیں ایک شخص ایک سنار کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ذرا مجھے تراز و دیدے۔ میں سونا تولوں گا اس نے کہا جناب میرے پاس چھلنی نہیں ہے اس نے کہا میاں مذاق میں بات کو کیوں اڑاتے ہو۔ تراز و دیدو اس پر اس نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے اس نے کہا بس کر اور ان دل لگیوں کو رہنے دے میں تراز و مانگتا ہوں مجھے تراز و دیدے اور اپنے کو بہرہ نہ بنا اور ادھر ادھر مت اچھل۔ اس نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں۔ میں نے آپ کی بات سن لی آپ مجھے لغو آدمی نہ خیال کریں۔ میں نے آپ کی بات تو سن لی اور سمجھ بھی لی۔ لیکن آپ بڈھے آدمی ہیں بدن میں آپ کے رعشہ ہے۔ ہاتھ آپ کے کانپتے ہیں جسم میں کمزوری ہے سونا برادہ شدہ ہے آپ کا ہاتھ کانپے گا اور وہ برادہ گر پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ جناب ذرا جھاڑو دیدیجئے کہ میں مٹی میں سے اپنا سونا نکال لوں اس کے بعد آپ جھاڑ دیں گے اور مٹی کو جمع کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ مجھے چھلنی کی ضرورت ہے ذرا چھلنی بھی دیدیجئے اور میری دوکان میں چھلنی ہے نہیں۔ لہٰذا میں نے آغاز ہی سے انجام کو دیکھ لیا آپ کہیں اور تشریف لے جایئے۔ والسلام۔

پس سمجھو کہ جو شخص صرف آغاز کو دیکھتا ہے وہ اندھا ہے اور جو آخر کو دیکھے۔ وہ نہایت خوبی کا آدمی ہے اور جو شخص ابتدا ہی میں انتہا کو دیکھ لے وہ انتہا میں شرمندہ نہ ہو گا۔ جبکہ ممدوحیت اور مذمومیت کا حکم عاقبت اندیشی پر مبنی ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ بادشاہت درویشی کی لونڈی ہے کیونکہ بادشاہت میں آغاز بینی ہے اور درویشی میں انجام بینی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انجام بین ہیں ان کی روش ٹھیک ہے۔ خوب سمجھ لو اور فی الواقع حق سبحانہ ہی صحت سے خوب واقف ہیں ہم کو جو کچھ معلوم تھا وہ بیان کر دیا خیر یہ گفتگو کبھی ختم ہی نہ ہو گی اب اصل راز بیان کرنا چاہئے اور پھر زاہد کا قصہ بیان کرنا چاہئے اور اس یکتائے زماں شیخ کا واقعہ بیان کرنا چاہئے جو کہساری میں سوتا تھا اور وہیں کھاتا تھا۔

شرح شبّیری

اس زاہد کوہی کے قصہ کا بقیہ جس نے کہ نذر کی تھی کہ پہاڑی میوہ درخت سے خود نہ توڑوں گا اور نہ کسی سے صراحۃً یا کنایۃً کہوں گا کہ توڑ دے بلکہ جسکو ہوا گرا دے گی اسکو کھا لیا کروں گا

اندراں کہ بود اشجار و ثمار	سیب و امرود و انار بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے	بے شمار سیب اور امرود اور انار (تھے)

یعنی اس پہاڑ میں اشجار و ثمار بہت تھے۔ سیب اور امرود اور انار بے شمار تھے۔

قوت آں درویش بود آں میوہا	غیر آن چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے	ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

یعنی اس درویش کی غذا وہ میوے ہی تھے اور وہ ہمیشہ سوا اس چیز کے اور کچھ نہ کھاتا تھا۔

گفت آن درویش یارب با تو من	عہد کردم زیں نچینم در زمن
اس درویش نے کہا' اے اللہ! میں نے تجھ سے	عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

یعنی اس درویش نے کہا کہ اے اللہ میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اس میں سے کبھی توڑوں گا نہیں۔

خد نچینم میوہ در کل حین	نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا	دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

یعنی میں نہ تو کبھی خود میوہ توڑوں گا نیز کسی غیر سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے۔

جز ازان میوہ کہ باد اندازدش	من نچینم از درخت منعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے	میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

یعنی سوائے اس میوہ کے کہ ہوا اس کو ڈال دے نہ وہ میوہ کی شاخ اس کو بلند کرے یعنی اس نے نذر کی تھی کہ جو میوہ شاخ پر لگا ہوگا اس کو تو توڑوں گا نہیں اور جس کو ہوا گرا دے گی اس کو کھا لیا کروں گا۔

مدتے برنذر خود بودش وفا	تا در آمد امتحانات قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا	یہاں تک کہ قضا خداوندی سے آزمائش آ گئی

یعنی ایک مدت تک اس کو اپنی نذر پر وفا رہی یہاں تک کہ قضا کے امتحانات آئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں سبب فرمود استثنا کنید	گر خدا خواہد بہ پیمان بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو	"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

یعنی اسی سبب سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ استثنا (اس طرح) کر لیا کرو کہ اگر خدا چاہے گا تو تم عہد کو پہنچ جاؤ گے قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ لاتقولن لشیءٍ انی فاعل ذٰلک غداً الا ان یشاء الله تو چونکہ اس درویش نے اپنے عہد کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا تھا آخر ٹوٹ گیا اور مصرعہ ثانی میں گر خدا خواہد۔ ترجمہ ہے ان شاء اللہ کا۔ اور ارشاد حق ہے کہ

زانکہ حکم کار در دست من است	اختیار جملگان پست من است
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے	سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

یعنی اس لئے کہ تمام کام میرے ہاتھ میں ہے اور سب کا اختیار میرے تابع ہے۔

ہر زمان دل را دگر میلے دہم	ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں	ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

یعنی ہر وقت دل کو ایک نئی رغبت دیتا ہوں اور ہر گھڑی دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں۔

کل اصباح لنا شان جدید	کل شی عن مرادی لایحید
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے	کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

یعنی ہر صبح کو ہماری ایک نئی شان ہے اور ہر کوئی شے ہماری مراد سے تجاوز نہیں کر سکتی قرآن شریف میں ہے کہ کل یوم هو فی شان اور ارشاد ہے کہ وهو علیٰ کل شیءٍ قدیر تو بس جب یہ بات ہے تو ہمیشہ مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے اور حق تعالیٰ ہی کو واسطہ ڈالنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در حدیث آمد کہ دل ہمچون پریست	در بیابانے اسیر صرصریست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے	(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

یعنی حدیث میں ہے کہ دل مانند ایک پر کے ہے جو کہ بیابان میں ایک آندھی کا اسیر ہے۔

باد پر را ہر طرف راند گزاف	گہ چپ و گہ راست باصد اختلاف
ہوا پر کو خوانخواہ ہر طرف لے جاتی ہے	سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

یعنی ہوا پر کو ہر طرف بے ترتیب ڈال رہی ہے کبھی بائیں کبھی دائیں سو اختلاف کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ قلب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک پر میدان میں پڑا ہو اور تند ہوائیں آ کر یقلبها ظهراً لبطن و بطناً لظهر اس کو الٹا سیدھا کرتی ہوں تو جس طرح کہ یہ پر ہواؤں کے تابع ہے تو اسی طرح بلکہ اس

سے بھی زیادہ قلب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ یقلبھا کیف یشاء لہذا چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا رہے اور کہتا رہے کہ یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک آگے فرماتے ہیں کہ

در حدیث دیگر ایں دل دان چنان	کآب جوشان ز آتش اندر قازغان
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ	جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

یعنی دوسری حدیث میں ہے کہ اس دل کو ایسا جانو کہ جیسے کہ پانی آگ کی وجہ سے ہانڈی میں جوش مارتا ہو اس حدیث کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔ مثل القلب فی تقلبہ کالقدر اذا استجمعت غلیاناً

ہر زمان دل را دگر رائے بود	آن نہ از وے لیک از جائے بود
ہر لحظہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے	وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

یعنی ہر وقت دل کی ایک نئی حالت ہوتی ہے اور وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے ہوتی ہے۔

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل	عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے	تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

یعنی بس دل کی رائے پر کس لئے بے خوف ہو جاتے ہو اور عہد باندھ لیتے ہو یہاں تک کہ شرمندہ ہوتے ہو۔ یہ فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہم از تاثیر حکم است و قدر	چاہ می بینی و نتوانے حذر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے	تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

یعنی یہ بھی حکم قدر ہی کا اثر ہے کہ کنواں دیکھتے ہو اور بچ نہیں سکتے۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر قضا سے بچ کر قضا ہی کی طرف جاوے اور اسی سے چارہ جوئی اور مدد چاہے۔

نیست خود از مرغ پران این عجب	کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟	کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

یعنی اڑنے والے جانور سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ جال نہ دیکھے اور مصیبت میں پڑ جائے (مگر)

این عجب کہ دام بیند ہم و تد	گر بخواہد ور نخواہد مے فتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے	خواہ چاہے یا نہ چاہے پھنس جاتا ہے

یعنی عجیب بات تو یہ ہے کہ جال دیکھتا ہے اور کھونٹا بھی دیکھتا ہے اور اگر چاہے یا نہ چاہے گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو جانور کہ ہوا میں اڑ رہا ہے اس نے جو جال نہیں دیکھا تو اگر وہ آ کر پھنس جاوے تو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن

تعجب تو یہ ہے کہ ایک جانور سامنے بیٹھا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اس کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے مگر پھر بھی پھنس جاتا ہے۔

چشم باز و گوش باز و دام پیش	سوئے دامے مے پرد با پر خویش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے	اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور جال سامنے اور جال کی طرف اپنے ہی پروں سے اڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی اور شے ہے جو اس کو اس طرف لے جا رہی ہے ورنہ اگر اس کو من کل الوجوہ اپنا اختیار ہوتا تو یقیناً جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پھنستا۔ آگے مولانا اس کو خود ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

قضا کو جان سے تشبیہ دینا کہ صورت تو شیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ	سر برہنہ در بلا افتادۂ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ	ننگے سر ہے مصیبت میں پڑا ہے

یعنی ایک امیر زادہ کی گدڑی کو دیکھو کہ وہ سر برہنہ ہے اور بلا میں پڑا ہوا ہے۔

در ہوائے یک نگارے سوختہ	اقمشہ و املاک خود بفروختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے	اپنا سامان اور جائیداد بیچ چکا ہے

یعنی ایک معشوق کے عشق میں جلا ہوا ہے متاع اور املاک اپنے بیچے ہوئے ہے۔

خوار گشتہ درمیان قوم خویش	مرہمش نایاب و دل ریش از مریش
اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے	اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

یعنی اپنی قوم میں ذلیل ہوا اور اس کا مرہم نایاب ہے اور اس کا دل اس کے عشق سے زخمی ہے۔

خان و مان رفتہ شدہ بدنام و خوار	کام دشمن میرود ادبار وار
گھر بار جا چکا ہے وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے	منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے ہے

یعنی خان و مان برباد شدہ اور بدنام و ذلیل اور دشمن کا مقصد ادبار کی طرح چلتا ہے۔ دشمن سے مراد نفس و شیطان یعنی سب گھر بار برباد کئے ہوئے ہے۔ اور نفس و شیطان کا قابو چلا ہوا ہے۔

زاہدے بیند بگوید اے کیا	ہمتے میدار از بہر خدا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!	خدا کے لئے توجہ دیجئے

یعنی کسی زاہد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے بزرگ خدا کے لئے دعا کیجئے۔

کاندرین ادبار زشت افتادہ ام	مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں	مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

یعنی کہ میں اس ادبارِ زشت میں پھنس گیا ہوں اور مال و زر اور نعمت ہاتھ سے برباد کردی ہے۔

ہمتے تا بو کہ من زیں دارہم	زین گِل تیرہ بود کہ برجہم
توجہ دیجئے شاید میں اس سے نجات پا جاؤں	ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

یعنی ایک دعا کیجئے تاکہ شاید کہ میں اس سے چھوٹ جاؤں اور اس تیرہ و تاریک کیچڑ سے نکل جاؤں۔

ایں دعا میخواہد او از عام و خاص	تا کہ یابد یکدمے از غم خلاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعاء چاہتا ہے	تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کر لے

یعنی وہ یہ دعا ہر عام و خاص سے چاہتا ہے تاکہ ایک دم کے لئے غم سے خلاصی پائے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست و بازو پائے بازو بند نے	نے موکل برسرش نے آہنے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے	نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

یعنی ہاتھ کھلے ہوئے پاؤں کھلے ہوئے کوئی قید نہیں ہے نہ تو اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے اور نہ کوئی بیڑی وغیرہ ہے۔

از کدامیں بند میجوئے خلاص	وز کدامیں قید میخواہی مناص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟	اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

یعنی کون سے بند سے خلاصی ڈھونڈتا ہے اور کون سی قید سے خلاصی چاہتا ہے مطلب یہ کہ یہ جو سب سے کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے چھوٹ جاؤں تو ظاہر میں اس پر کوئی قید ہی نہیں پھر کیوں کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے نکل جاؤں۔ یہ سوال کر کے مولانا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ۔

بند تقدیر قضائے مختفے	کہ نہ بیند آن بجز جان صفے
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر	جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

یعنی یہ قید تقدیر قضائے پوشیدہ کی ہے کہ اس کو بجز برگزیدۂ حق کے اور کوئی دیکھتا بھی نہیں ہے۔

گرچہ پیدا نیست آن در مکمن است	بدتر از زندان و بند آہن است
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے	(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

یعنی اگرچہ یہ قید ظاہر نہیں ہے اور پوشیدگی میں ہے مگر زندان اور قید آہنی (ظاہری) سے سخت ہے آگے اس کا اس ظاہری قید سے سخت ہونا بتاتے ہیں کہ۔

زانکه آہنگر مرآن را بشکند	حفرہ گر ہم خشت زندان برکند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے	نقب لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس (قید ظاہری) کو تو لوہار توڑ دیتا ہے یا نقب زن زندان کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے۔

این عجب ایں بند پنہان گراں	عاجز از تکسیر آن آہنگران
تعجب ہے یہ پوشیدہ بھاری بیڑی	اس کے توڑنے سے لوہار عاجز ہیں

یعنی یہ عجب ہے کہ یہ قید پوشیدہ اور گراں ہے کہ اس کے توڑنے سے لوہار بھی عاجز ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ قید اس قید ظاہری سے سخت تر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیدن آن بند احمدؐ را رسد	برگلوئے بستہ حبل من مسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے	جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

یعنی اس قید کو دیکھنا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے کہ گلو پر ایک رسی لیف خرما سے بندھی ہوئی۔

دید بر پشت عیال بو لہب	تنگ ہیزم گفت حمال الحطب
انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا	ایندھن کا گٹھر فرمایا ایندھن اٹھانے والی ہے

یعنی ابولہب کے گھر والوں کی پشت پر ایک لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو کہا کہ حمال الحطب۔

حبل و ہیزم را جز آن چشمے نہ دید	کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسی اور گٹھر کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا	جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی رسی اور لکڑیوں کو سوائے اس آنکھ کے کسی نے نہیں دیکھا جس پر کہ ہر ظاہر اور غیر ظاہر ظاہر ہوتا ہے۔

باقیانش جملہ تاویلے کنند	کاین زبیہوشی ست وایشان ہوشمند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں	کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

یعنی باقی لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ تاویل تو بے خبری کی وجہ سے ہے اور وہ خبردار ہیں۔

احمدؐ سے مراد اہل اللہ ان اوپر کے چاروں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اس قضا کے دیکھنے کے لئے اہل اللہ کی چشم چاہئے جو کہ نائب رسول ہوں اور دیکھو کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر لکڑیاں لدی ہوئی دیکھیں اور رسی لٹکتی ہوئی دیکھی تو فرمادیا کہ حمالۃ الحطب تو دیکھو اس گذشتہ واقعہ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دوسرے لوگ تو اس کی تاویل کرتے ہیں مگر مولانا فرماتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ

اس میں کیا حرج ہے کہ کہا جاوے کہ وہ قضا صورت میں متمثل ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خودری اور لکڑیاں نظر آئیں تو بس قضا کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے ورنہ اور لوگوں کو کیا خبر آگے پھر اس مثال کی طرف رجوع ہے کہ دیکھو ظاہر میں اس پر کوئی قید معلوم نہیں ہوتی۔

لیک از تاثیر آن پشتش دوتو	کشتہ و نالان شدہ در پیش او
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری	ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

یعنی لیکن اس کی تاثیر کی وجہ سے اس کی پشت دوہری ہو رہی ہے اور اس زاہد کے آگے رو رہا ہے (اور کہہ رہا ہے)

کہ دعائے ہمتے تا وارہم	تا ازین بند نہان بیرون جہم
کہ دعا توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں	تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

یعنی کوئی دعا اور مدد کیجئے تاکہ میں چھوٹ جاؤں اور تاکہ اس قید پوشیدہ سے باہر نکل جاؤں تو بس معلوم ہو گیا کہ بند قضا کوئی شے ہے کہ جو اس قید ظاہری کے علاوہ ہے اور مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بیند این علامتہا پدید	چون نداند او شقی را از سعید
جوان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے	وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

یعنی جو شخص کہ ان علامتوں کو دیکھ رہا ہے وہ شقی کو سعید سے کس طرح ممتاز کر کے نہ دیکھے گا مطلب یہ کہ جو شخص کہ ایسی پوشیدہ بات کو دیکھ لیتا ہے تو بھلا وہ یہ تو کیوں معلوم نہ کرلے گا کہ فلاں شخص اچھا ہے فلاں برا ہے۔ یقیناً معلوم کر لیتا ہے مگر۔

داند و پوشد بامر ذوالجلال	کہ نباشد کشف راز حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

یعنی جانتا ہے اور حکم حق کی وجہ سے پوشیدہ رکھتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کے راز کو ظاہر کرنا حلال نہیں ہے۔ یعنی بعض مرتبہ بعض بات کا اظہار مضر ہوتا ہے لہٰذا وہ اس قضا کو کہ یہ شخص برا ہے اور یہ اچھا ہے ظاہر نہیں کرتے ورنہ وہ سب جانتے ہیں اور قضا ان کو آنکھوں سے نظر آجاتی ہے آگے اس فقیر کے قصہ کو اور امتحان حق کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد آن فقیر	از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ درویش	بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

یعنی اس بات کی انتہا نہیں ہے اور وہ فقیر بھوک کی وجہ سے ضعیف اور تن اسیر ہو گیا ہے۔

اس نذر کرنے والے فقیر کا درخت امرود سے پھل توڑنے پر مضطر ہونا اور اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اسکی گوشمالی ہونا

پنج روز آن باد امرودے نریخت	ز آتش جوعش صبوری میگریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا	اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

یعنی پانچ روز تک ہوا نے کوئی امرود نہ گرایا۔ تو اس درویش کی آتش جوع سے صبر بھاگتا تھا۔ یعنی اس کو مارے بھوک کے صبر کی تاب نہ رہی۔

بر سر شاخے مرودے چند دید	باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے	پھر صبر کیا اور اپنے آپ کو روکا

یعنی ایک شاخ پر چند امرود دیکھے تو پھر صبر کیا اور اپنے کو ہٹا لیا یعنی جب بھی احتیاط کی۔ اور نفس کو سمجھا لیا کہ اوپر لگ رہے ہیں کون توڑے مگر وہاں تو منظور امتحان تھا جب اس نے اس طرح پرہیز کیا تو یہ ہوا کہ۔

باد آمد شاخ را سر زیر کرد	طبع را بر خوردن آن چیر کرد
ہوا چلی شاخ کو نیچے جھکا دیا	طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

یعنی ہوا آئی اور شاخ کے سر کو نیچے کر دیا اور طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا۔

جوع وضعف وقوت جذب قضا	کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے	زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

یعنی بھوک نے اور ضعف نے اور جذب قضا کی قوت نے زاہد کو اس کی نذر سے بے وفا کر دیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس پہاڑ میں درخت اور پھل امرود، انار، سیب بکثرت تھے اور اس فقیر کی غذا وہی میوے تھے ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حق سبحانہ سے کہا کہ اے اللہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی میوہ نہ توڑوں گا۔ یعنی نہ خود توڑوں اور نہ کسی سے کہوں گا کہ توڑ دے میں زندہ درخت سے میوہ نہ چنوں گا بجز ان میوؤں کے جو ہوا سے گر جائیں ایک زمانہ تک اپنے عہد کو پورا کرتے رہے۔ آخر امتحانات خداوندی شروع ہوئے چونکہ دعوے پر امتحان ضروری ہے اور امتحان میں کامیابی نہایت کٹھن اور لوہے کے چنے ہیں اسی لئے حق سبحانہ نے باقتضائے رحمت ہم کو تعلیم فرمایا ہے کہ تم استثنا کر لیا کرو۔ یعنی ہر عہد کے ساتھ ان شاء

اللہ تعالیٰ کہہ لیا کرو کیونکہ حکومت میرے قبضہ میں ہے اور سب کے اختیارات میرے اختیار کے تحت میں ہیں۔ لہذا ابدوں میری مشیت کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا میں ہر وقت دل میں مختلف قسم کے میلان پیدا کرتا ہوں اور ہر وقت دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں یعنی ایک ایسی خواہش پیدا کرتا ہوں جس کے حاصل نہ ہونے سے اسے رنج ہو (یا یوں کہو کہ اسی مطلق رغبت پیدا کرنے کو داغ دینے سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جس طرح داغ دینا ایک خاص اثر پیدا کرتا ہے یوں ہی رغبت پیدا کرنا بھی ایک تاثیر خاص ہے) غرض ہر وقت ہمارے لئے ایک نیا کام ہے اور کوئی شے میرے ارادہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جو میں چاہتا ہوں فوراً ہو جاتی ہے۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون حدیث میں آیا ہے کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پر ہو اور ایک میدان کے اندر آندھی کے قبضہ میں ہو کہ جس طرف وہ چاہتی ہے اس کو پلٹے دیتی ہے کبھی دائیں جانب پلٹتی ہے کبھی بائیں طرف اور اسی قسم کے اور سینکڑوں پلٹے دیتی ہے نیز دوسری حدیث میں آیا ہے (واللہ اعلم بالصحۃ) کہ دل کو ایسا سمجھو جیسے ایک دیگچہ ہو جس میں پانی جوش مار رہا ہو کہ اس کے اندر بھی یوں ہی خیالات کا جوش ہوتا ہے اور ہر وقت اس کی جداگانہ رائے ہوتی ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ خود دل کا تصرف نہیں ہے بلکہ کوئی اور ذات ہے جو یہ گونا گوں خیالات پیدا کر رہی ہے جب تقلب و تغیر احوال کی یہ حالت ہے تو کون سی وجہ ہے کہ دل کے ایک خیال کی بناء پر آدمی مطمئن ہو جاوے اور سمجھ لے کہ بس یہی ہوگا اور یہ خیال کر کے حق سبحانہ سے عہد کر لے کہ میں یوں ہی کروں گا۔ اس کے خلاف نہ کروں گا اور آخر میں اس کے پورا نہ ہو سکنے کے سبب ندامت اٹھائے۔ اب مولانا پر غلبہ توحید سے سکر کی حالت طاری ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ عہد کرنا بھی بحکم قضا و قدر ہی ہے اس میں بھی آدمی پورے طور پر مختار نہیں اور اس کو اختیار کامل حاصل نہیں کہ وہ عہد نہ کرے۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا ہے کہ مضرت آدمی کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ پرندہ جال نہ دیکھے اور ہلاکت میں پڑ جائے بلکہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کھونٹوں سمیت جال دیکھ رہا ہے اور پھر خواہ مخواہ اور بالاضطرار اس میں پھنس جاتا ہے آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں جال بھی نظر آ رہا ہے۔ اس پر بھی وہ خود اپنے پروں سے اڑ کر اس میں آ پھنستا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات اپنے اوپر پورا اختیار نہیں رکھتے۔ اب انسان کی حالت سنو ایک رئیس زادہ ہے کہ گدڑی پہنے ہوئے ہے ننگے سر ہے مصیبت میں مبتلا ہے کسی چڑیل کی محبت میں جل رہا ہے جائیداد اور گھر کا سامان سب بک چکا ہے اپنے لوگوں میں نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور ننگ خاندان سمجھا جاتا ہے مطلوب کی یہ حالت ہے کہ اس کے حصول کی کوئی صورت نہیں معشوق کے ظلم و ستم نے دل و جگر چھلنی کر رکھے ہیں۔ گھر بار سب تباہ ہو چکا ہے بدنامی و ذلت انتہا کو پہنچ گئی ہے ادھر اس کی محرومی و بدبختی مستمر ہے ادھر رقیب کا کام نکل رہا ہے۔ غرضکہ وہ ان مصائب میں مبتلا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اس کو اس کا احساس نہ ہو نہیں وہ ان کا احساس بھی رکھتا ہے اور جب کسی متقی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ حضور خدا کے لئے میرے واسطے دعا فرمائیے کہ میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں مال و دولت نعمت سب کھو چکا ہوں۔ اب توجہ فرمائیں کہ میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا

اور توجہ سے مجھے نجات مل جائے۔ غرض وہ ہر ایک سے یہی التجا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

پھنسی ہوئی ہے یہ گردن بتوں کے پھندوں میں چھڑا دے کوئی ہوا ایسا خدا کے بندوں میں

یہ تو واقعہ ہے جو بکثرت ہوتا ہے اور جس کا انکار ناممکن ہے حالانکہ اس کے ہاتھ بھی کھلے ہوئے ہیں پاؤں بھی کھلے ہوئے ہیں اس کو کسی نے محبوس بھی نہیں کر رکھا ہے کوئی پہرہ بھی اس پر قائم نہیں ہے۔ اس کے گلے پر تلوار بھی رکھی ہوئی نہیں۔ اب اس سے کوئی پوچھے کہ میاں تم کس پھندے سے نکلنا چاہتے ہو اور کون سی بیڑی سے چھوٹنا چاہتے ہو۔ سمجھو کہ یہ وہی تقدیر و قضا الٰہی کا مستور پھندا ہے جو لوگوں کو دکھلائی نہیں دیتا ہے بلکہ اس کو نفوس مقدسہ اہل اللہ ہی دیکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے بلکہ مستور ہے لیکن اس کی گرفت جیلخانہ اور بیڑی سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ لوہار بیڑی کو کاٹ سکتا ہے اور کھودنے والا جیلخانہ کی اینٹیں اکھیڑ سکتا ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس مخفی بیڑی اور مستور جیلخانہ کو نہ کوئی لوہار کاٹ سکتا ہے نہ کوئی کھودنے والا کھود سکتا ہے وہ پھندا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے شخص کو دکھلائی دے سکتا ہے اور وہی زوجۂ ابولہب کے گلے میں مونج کی رسی بندھی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے ابولہب کی بیوی کی پشت پر ایندھن کا گٹھا لدا ہوا دیکھ کر اسے حمالۃ الحطب کہا تھا۔ اس رسی اور ایندھن کے گٹھے کو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو اکثر غیر محسوسات کو دیکھنے کی عادی ہو۔ دوسرے لوگ جن کی آنکھ ایسی نہیں وہ چونکہ اس کو دیکھتے نہیں اس لئے مجبوراً تاویل کرتے ہیں اور نہ دیکھنا ان کا بے موقع بھی نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ غیر محسوسات تو ہوش ظاہری کو خیرباد کہنے سے ہو سکتا ہے اور وہ ایسے ہیں نہیں۔ بلکہ وہ ہوش والے ہیں۔ پھر مشاہدہ کیونکر ہو وہاں تو وہ پھندا اپنی ذات کے لحاظ سے ضرور غیر محسوس ہے۔ لیکن اپنے اثر کے اعتبار سے محسوس ہے کہ اس کی تکلیف کے سبب وہ اہل اللہ کے سامنے جھکتا اور ان کے سامنے روتا پیٹتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کے لئے مجھے اس بلا سے چھڑاؤ اور کوئی دعا یا توجہ ایسی کرو کہ میں نجات پا جاؤں اور اس مخفی پھندے سے چھوٹ جاؤں اس مقام پر ضمناً ایک اور ضروری امر پر بھی تنبیہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدیر کے پھندے کو دیکھ لینا ثابت ہے اور آپ کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے اہل اللہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے جب یہ امر محقق ہے تو جو لوگ ان اشیاء کو جن کو لوگ علامات سے جانتے ہیں بعض اوقات عیاناً مشاہدہ کرتے ہیں وہ شقی اور سعید میں کیوں نہیں امتیاز کر سکتے نہیں نہیں بلکہ بعض اوقات ان کو اس کا بھی احساس و ادراک ہوتا ہے لیکن وہ جو ظاہر نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اظہار کا حکم نہیں ہوتا اور وجہ اخفا یہ ہوتی ہے کہ وہ راز حق سبحانہ کے ظاہر کرنے کو جائز نہیں جانتے۔ خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے۔ اب سنو کہ وہ فقیر بھوک سے بہت مضمحل ہو گیا اور حرکت کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ پانچ دن تک ہوا سے کوئی امرود بھی نہ گرا اور خود توڑ نہ سکے اس لئے بھوکا رہنا پڑا۔ اور بھوک کی آگ اس قدر شعلہ زن ہوئی کہ ان سے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ اتفاقاً انہوں نے ایک شاخ کے اوپر چند امرود لگے ہوئے دیکھے خیر یہاں تک صبر کیا اور توڑنے سے

اجتناب کیا اس کے بعد یہ ہوا کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس نے شاخ کو نیچے جھکا دیا۔ اور اس طرح ان کی طبیعت کو اس کے کھانے پر پوری طور پر مائل کر دیا۔ ان کو بھوک لگی ہوئی تھی جسم میں بے حد ناتوانی تھی۔ اعضاء کو جذب غذا کی شدید ضرورت تھی ان سب باتوں نے مل کر فقیر کا عہد تڑوا ہی دیا۔

شرح شبّیری

چونکہ از امرود بن میوہ شکست	گشت اندر نذر و عہد خویش سست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا	اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

یعنی جبکہ امرود کے درخت سے میوہ توڑ لیا تو اپنی نذر اور عہد میں سست ہو گیا۔

ہم در اندم گوشمال حق رسید	چشم او بکشاد و گوش او کشید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی	جس نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچے

یعنی اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے گوشمالی پہنچی جس نے کہ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کا کان کھینچ دیا۔ گوشمالی کا ذکر آگے آوے گا۔ یعنی جیسے ہی اس نے امرود توڑ کر کھایا ویسے ہی حق تعالیٰ کی طرف سے سزا مسلط ہوئی جس کا ذکر آگے آوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مخلصان باشند دائم در خطر	امتحانہا ہست در رہ اے پسر
مخلصین ، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں	اے صاحبزادے ! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

یعنی مقربین ہمیشہ خطرہ میں رہتے ہیں اور اے صاحبزادے راہ (حق) میں بہت سے امتحانات ہیں۔

عہد را باید وفا اے جان من	تا نمانی شرمسار و ممتحن
اے جان من! عہد کو پورا کرنا چاہیے	تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یعنی اے میری جان عہد کو وفا کرنا چاہئے تاکہ تم شرمندہ اور ممتحن نہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جہاں تک ہو سکے جو عہد حق تعالیٰ سے قولاً یا فعلاً کرو اس کو پورا کرو۔

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا	برخطر منشین و بیرون جہ ہلا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے	خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

یعنی یا ایسی نذر ہی مت کرو جس کو پورا نہ کر سکو تم خبردار خطر پر مت بیٹھو۔ اور باہر نکل جاؤ۔ مطلب یہ کہ یا تو وفا کرو اور اگر جانو کہ وفا نہ کر سکو گے تو پھر عہد ہی مت کرو۔ اور سچ یہی ہے کہ جو چیزیں کہ شریعت نے ہمارے ذمہ نہیں کی ہیں ان کے علاوہ دوسری چیزیں اپنے سر رکھ لیں تو اس میں بعض مرتبہ امتحان حق ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نذر را باید وفا در راہ حق	لیک حق تا خود کرا بدہ سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے	لیکن دیکھ اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) دیتا ہے

یعنی راہ حق میں نذر کو وفا کرنا چاہیے لیکن خود حق تعالیٰ ہی دیکھئے کس کو سبقت دیتے ہیں مطلب یہ کہ راہ حق میں وفاء عہد ضروری ہے مگر وفاء عہد کی بھی توفیق حق ہی دے تو وہ بھی ہو سکتا ہے چونکہ وفا عہد توفیق حق پر منحصر تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ۔

عہدہا بستیم بس درکارہا	نذرہا کردیم در سرہا بارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے	بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

یعنی اے اللہ ہم نے بہت سے کاموں میں عہد باندھے اور پوشیدگی میں بارہا نذریں کیں۔

قوت آن کو کہ پایان آوریم	عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے کہ ہم پورا کریں	ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

یعنی وہ قوت کہاں ہے کہ ہم پورا کر سکیں۔ ہم تو عاجز اور ناتوان اور مضطر ہیں۔

گر نہ فضلت دستگیر ما شود	وائے بر ما زانکہ رسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے	ہم پر افسوس ہے کیونکہ رسوائی ہو گی

یعنی اگر آپ کا فضل ہمارا دستگیر نہ ہو تو ہم پر افسوس ہے اس لئے کہ رسوائی ہو گی۔

نذر مارا باوفا پیوستہ دار	عہد مارا از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے	کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

یعنی ہماری نذر کو وفا کے ساتھ قرین رکھئے اور ہمارے عہد کو کرم سے استوار کیجئے۔ اب دعا کر کے پھر رجوع بقصہ فرماتے ہیں کہ۔

بازگشتم سوئے قصہ کان فقیر	عہد چون بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا کہ اس درویش نے	جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

یعنی میں پھر اس فقیر کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں کہ جب اس نے عہد توڑا تو وہ فوراً قید ہو گیا۔

غیرت حق گوشمالش داد زود	زانکہ فرمودست اوفوا بالعقود
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی	کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

یعنی غیرت حق نے اس کو جلدی ہی گوشمالی دی۔ اس لئے کہ فرمایا ہے کہ اوفوا بالعقود

جمع از دزدان بدند آنجا مگر	درمیان آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا شاید	وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

یعنی چوروں کی ایک جماعت اس جگہ تھی شاید کہ وہ بے انتہا روپیہ لائے تھے۔

اتفاقاً دزد چندے تاختند	وندران کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے	اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

یعنی اتفاقاً چند چور دوڑے اور اس کہسار میں انہوں نے منزل بنائی۔ یعنی وہیں کہیں چوروں کی جماعت تھی جنہوں نے کہ ایک بہت بڑا ڈاکہ ڈالا تھا اتفاقاً وہ لوگ اسی کہسار میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔

اس شیخ کو ان چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا

بیست از دزداں بدند آنجا وبیش	بخش مے کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے	اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

یعنی اس جگہ چور بیس یا اس سے زیادہ تھے اور اپنے مسروقات کو تقسیم کر رہے تھے۔

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود	مردم شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی	کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

یعنی غماز نے کوتوال کو آگاہ کر دیا تھا (کہ چور فلاں پہاڑ میں ہیں) تو کوتوال کے آدمی جلدی سے (اس میں) گھس پڑے۔

شحنہ حالے غرم آن کہسار کرد	جملہ را بگرفت وبست آن شیر مرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا	اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

یعنی کوتوال نے اسی وقت ارادہ اس کہسار کا کیا اور سب کو اس شیر مرد نے پکڑ کر باندھ لیا۔

پس بفرمود از غضب جلاد را	دست و پائے ہر یک از تن کن جدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا	ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دئے

یعنی پھر غصہ کی وجہ سے جلاد کو حکم دیا کہ ہاتھ پاؤں ہر ایک کا تن سے جدا کر دو۔

ہم بدآنجا پائے چپ و دست راست	جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
اس جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ	سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

یعنی اس جگہ پر بایاں پاؤں اور سیدھا ہاتھ سب کا کاٹ دیا تو ایک شور پیدا ہو گیا۔

دست زاہد ہم بریدہ شد غلط	پاش را میخواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا	پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

یعنی زاہد کا بھی ہاتھ غلطی سے کاٹا گیا۔ اور اس کے پاؤں بھی کاٹنا چاہتے تھے۔

در زمان آمد سوارے بس گزین	بانگ برزد برعوان کای سگ ببین
فوراً ایک معزز سوار آیا	سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

یعنی اسی وقت ایک سوار بہت برگزیدہ آیا اور اس نے سپاہی کو للکارا کہ اے کتے دیکھ

این فلان شیخ است ابدال خدا	دست او را تو چرا کردی جدا
یہ فلاں بزرگ اور خدا کے ابدال میں سے ہے	تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

یعنی یہ تو فلاں شیخ ابدال خدا ہے تو نے اس کے ہاتھ کو کیوں (تن سے) جدا کیا۔

آن عوان بدرید جامہ تیز رفت	پیش شحنہ دادآ گاہیش تفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا	کوتوال کے پاس اس کو فوراً مطلع کیا

یعنی اس سپاہی نے کپڑے پھاڑ لئے اور تیزی سے کوتوال کے پاس گیا اور اس کو فوراً آگاہی دی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوار جو آیا یہ غیبی تھا اور چونکہ اس شیخ نے ہاتھ سے تو خیانت کی تھی مگر پاؤں سے کچھ نہ کیا تھا لہذا ہاتھ تو کٹ گیا مگر پاؤں کٹنے نہ پایا تھا کہ فوراً اس سوار غیبی نے آ کر بچالیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ غرض کہ جب اس سپاہی نے جا کر کوتوال سے کہا تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ	کہ ندانستم خدا برمن گواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا	کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

یعنی کوتوال ننگے پاؤں عذر خواہی کرتا ہوا آیا کہ خدا گواہ ہے میں نے آپ کو جانا نہ تھا۔

ہین بحل کن مرمرازین کار زشت	اے کریم و سرور اہل بہشت
اس برے کام کی مجھے ضروری معافی دیدیجئے	اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار

یعنی یہ کار زشت مجھے معاف فرما دیجئے اے کریم اور اے سردار اہل بہشت

گفت میدانم سبب این نیش را	مے شناسم من گناہ خویش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں	میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں اس زخم کے سبب کو جانتا ہوں اور میں اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں۔

من شکستم حرمت ایمان او	پس یمینم برد دادستان او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا	اس لئے اس کے محکمہ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

یعنی میں نے اس کے عہدوں کی حرمت توڑی تو اس کی عدالت میرا داہنا ہاتھ لے گئی۔

من شکستم عہد و دانستم بدست	تا رسید آن شومی جرأت بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے	اس جرات کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

یعنی میں نے عہد شکنی کی اور میں جانتا تھا کہ برا ہے یہاں تک کہ اس کی نحوست ہاتھ پر پہنچی یعنی میں سب جانتا ہوں کہ یہ کیوں ہوا اور اگر معلوم نہ بھی ہو تب بھی تو یہ بات ہے کہ۔

دست ما و پائے ما و مغز و پوست	باد اے والی فدائے حکم دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست	اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

یعنی ہمارا ہاتھ اور پاؤں اور مغز اور پوست اے حاکم اس دوست کے حکم پر فدا ہے۔

قسم من بود این ترا کردم حلال	تو ندانستی ترا نبود وبال
یہ میرا نصیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا	تو نہ سمجھا تجھ پر وبال نہ ہو گا

یعنی یہ میری قسمت میں تھا میں نے تجھے معاف کیا اور تو تو جانتا ہی نہ تھا تو تجھ پر کوئی وبال نہ ہوگا۔

وانکہ او دانست او فرمانروا ست	باخدا سامان پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا کہ وہ حاکم ہے	خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

یعنی اور وہ کہ جانتا ہے کہ وہ حاکم ہے تو بھلا خدا کے ساتھ اینچ پینچ کرنے کا سامان کس کے پاس ہے۔ مطلب یہ کہ جب حکم خدا ہے اور پھر میری خطا ہے تو مجھے اس پر راضی رہنا چاہئے اور تمہاری کوئی خطا نہیں ہے سب معاف کیا اہل اللہ کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اگر اس سے مقصود تنبیہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو اس سے فوراً متنبہ کر دیتا ہے اسی طرح ان کو بھی فوراً تنبیہ ہوگئی لہذا اس کو تو ال سے کسی قسم کی کدورت ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے	حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں کہ معدہ اور پیٹ کی جلن کی وجہ سے بام پر ہوتے ہیں اور محبوس قفص ہوتے ہیں۔ خلاصہ اس کا اور چند اشعار بالا کا یہ ہے کہ اکثر حرص و شہوت کی چیزیں انسان کو خراب کرتی ہیں اور اس سے بہت مصیبت میں پھنستے ہیں تو دیکھو ایک جانور اچھا خاصہ کوٹھے پر بیٹھا ہوتا ہے مگر جال میں آ کر پھنستا ہے یہ صرف اس شکم پیچ پیچ کی بدولت ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جوں ہی انہوں نے امرود کے درخت سے میوہ توڑا اور اپنے عہد و پیمان میں سست ثابت ہوئے فوراً ہی حق سبحانہ کی طرف سے تادیب ہوئی اور ان کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچ دیئے اس کی تفصیل تو ہم بعد کو بیان کریں گے پہلے اتنی بات سن لو کہ راہ حق میں مخلصین کے لئے بہت خطرے ہیں۔ اگر تم عہد کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اس طریق میں بہت سے امتحانات ہیں۔ تم کو ان کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اگر تم امتحانات کی طاقت نہیں رکھتے تو ایسا عہد ہی مت کرو جس کو تم پورا نہ کرسکو اور اس کا تم کو مکلف بھی نہ بنایا گیا ہو اور اسلم طریق یہ ہے کہ خطرہ میں نہ پڑو اور اس سے کود کر الگ کھڑے ہو جاؤ اور عہد کر لینے کی صورت میں تو اس کا پورا ہی کرنا ضروری ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بھی خدا ہی کے قبضے میں ہے کیا معلوم وہ کسے تفوق عطا کرتے ہیں اور کس کو ایفائے عہد کی توفیق اور ہمت دیتے ہیں اور کسے نہیں دیتے۔ لہٰذا اسلم یہی ہے کہ غیر ضروری عہد نہ کیا جائے۔ مولانا اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم نے بہت سے معاملات میں عہد کیا ہے اور بہت مرتبہ تجھ سے خفیہ طور پر عہد کئے ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی قوت کہاں ہے کہ ان کو انجام کو پہنچاویں۔ بلکہ ہم ایسا کرنے سے عاجز اور ضعیف اور مجبور ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں یہ آپ کی عنایت کے سبب سے کرتے ہیں اگر آپ کا فضل ہماری مدد نہ کرے تو ہماری بڑی خرابی ہے کیونکہ ہم سے عہد پورا نہ ہوگا اور اس کے بعد رسوائی ہوگی۔ بس آپ اپنے فضل سے ہمارے عہدوں کو وفا کے ساتھ مقرون اور ہمیشہ ان کو مضبوط رکھئے۔ دیکھئے وہ ٹوٹنے نہ پاویں ورنہ ہماری بڑی ذلت ہوگی اچھا اب ہم قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس فقیر نے عہد توڑا تو فوراً ہی مصیبت میں پھنس گیا اور حق سبحانہ نے اس کو فوراً سزا دی۔ کیونکہ اس نے ایفائے عہد کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اوفوا بالعقود یعنی جو معاملات تم حق سبحانہ کے ساتھ یا آپس میں علی الوجہ المشروع طے کرلو ان کو پورا کیا کرو اور اس نے ایسا کیا نہیں لہٰذا مستوجب سزا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اتفاقاً چند چور بھاگے ہوئے آئے اور آ کر اس پہاڑ میں ٹھہر گئے جہاں وہ فقیر رہتا تھا۔ چور تعداد میں کچھ اوپر بیس تھے۔ یہ سب کے سب وہاں قیام کر کے مال مسروقہ کو تقسیم کر رہے تھے چونکہ کسی مخبر نے کوتوال کو چوروں کی بابت اطلاع کردی تھی۔ لہٰذا اسی حالت میں دوڑ پہنچ گئی اور مال سمیت سب کو گرفتار کرلیا۔ اور سب کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اسی ہلڑ میں فقیر کا ہاتھ بھی غلطی سے کاٹ ڈالا گیا۔ پاؤں کو بھی کاٹنا چاہتے تھے کہ فوراً ہی ایک غیبی سوار نمودار ہوا۔ اور اس نے پولیس مین کو ڈانٹا کہ او کتے دیکھ کیا کرتا ہے یہ فلاں بزرگ اور ابدال وقت ہیں تو نے ان کا ہاتھ کیوں کاٹا۔ اس پولیس مین نے یہ سن کر کپڑے پھاڑ لئے اور کوتوال کے پاس دوڑا ہوا گیا اور فوراً اس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ کوتوال ننگے پاؤں معذرت کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے متعلق کوئی علم نہ تھا آپ میری اس بیہودہ حرکت کو معاف فرمادیں۔ آپ کریم ہیں اور اہل بہشت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس عقوبت کی وجہ مجھے معلوم ہے اور میں اپنے گناہ سے خوب واقف ہوں۔ اصل

بات یہ ہے کہ میں نے عہد خداوندی کی ہتک حرمت کی تھی لہذا اس کی عدالت نے اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹ ڈالا میں نے اس کا عہد توڑا تھا اور جانتا تھا کہ یہ برا کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا وبال میرے ہاتھ پر پڑا لیکن اے والی مجھے اس کا کوئی غم نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھ میرے پاؤں میرا مغز میری کھال غرض سب اجزا میرے دوست کے حکم پر قربان ہو جائیں۔ فی الحقیقت میں اس کا مستحق تھا لہذا میں تم کو معاف کرتا ہوں اور میرا یہ خون ہدر ہے جس کا نہ کسی سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور نہ معاوضہ لیا جا سکتا ہے کیونکہ تم کو تو علم نہ تھا تم پر تو اس لئے وبال نہ ہوگا اور جس کو علم تھا وہ خود حاکم ہے اول تو خدا کو لینے کا کس کو بار ہے اور اس سے کون کہے کہ آپ نے یہ کیوں کیا پھر میرا قصور بھی تھا اس لئے اس ہاتھ کٹنے کا مطالبہ کسی سے نہیں ہو سکتا۔

شرح شبّیری

اے بسا مرغ ز معدہ و زمغص	بر کنار بام محبوس قفص
بسا اوقات پرند معدے اور (آنتوں کی) اینٹھن سے	بالا خانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں جو کہ دانہ کے متلاشی ہوتے ہیں کہ ان کا حلق خود ان کے حلق کو کٹوا دیتا ہے یعنی حلق سے کھانے گئے تھے اور جال میں پھنس کر خود اپنا حلق کٹوا دیتے ہیں۔

اے بسا ماہی در آب دور دست	گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں	حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

یعنی بہت سی مچھلیاں بڑے عمیق پانی میں ہوتی ہیں کہ حرص گلو کی وجہ سے وہ ماخوذ شست میں ہو جاتی ہیں۔

اے بسا مستور در پردہ بدہ	شومِ فرج و گلو رسوا شدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی	شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

یعنی بہت سی مستورات ہیں جو کہ پردہ میں ہوتی ہیں اور فرج وگلو کی نحوست کی وجہ سے رسوا ہوتی ہیں۔

اے بسا قاضی حبر نیک خو	از گلوے رشوتے او زرد رو
بسا اوقات نیک عادت علامہ قاضی	رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

یعنی بہت سے قاضی عالم نیک خو اور رشوت (کھانے والے) گلو کی وجہ سے زرد رو ہوتے ہیں۔

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق	وقت باز آمد شدہ او یار فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی	واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

یعنی بہت سے حاجی ہیں جو کہ بڑی محبت وآرزو سے حج کو گئے ہوئے ہیں اور واپسی کے وقت فسق کے یار ہو جاتے ہیں۔

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب	از عروج چرخ شان شد سد باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ	آسمان پر چڑھنے سے ان کے لئے مانع بنا

یعنی بلکہ ہاروت و ماروت میں یہ شراب عروج چرخ سے ان کے لئے مانع ہوگئی مولانا اس قصہ کو ہمیشہ اور ہر جگہ بناء علی المشہور رکھتے ہیں جب انہوں نے شراب پی جیسا کہ مشہور ہے تو دیکھو اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے اور اس حرص و شہوت میں مبتلا ہو کر عروج آسمانی سے رہ گئے۔

بایزید از بہر این کرد احتراز	دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا	انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے احتراز کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں کاہلی دیکھی۔

از سبب اندیشہ کرد آن ذولباب	دید علت خوردن بسیار آب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو	زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

یعنی ان ذی عقل نے سبب اس کا سوچا تو اس کا سبب پانی زیادہ پینا دیکھا۔

گفت تا سالے نخواہم خورد آب	آنچنان کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا	ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو طاقت عطا فرمائی

یعنی انہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک میں پانی نہ پیوں گا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو تحمل عطا فرمایا۔

این کمینہ جہد او بد بہر دین	گشت او سلطان و قطب العارفین
دین کے لئے یہ ان کی معمولی کوشش تھی	وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

یعنی دین کے لئے ان کا یہ ادنیٰ مجاہدہ تھا (ورنہ) وہ تو سلطان العارفین اور قطب العارفین ہوئے ہیں (تو انہوں نے اس سے کہیں زیادہ زیادہ مجاہدات کئے ہیں) آگے پھر اس زاہد کوہی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یاد رکھو کہ یہ جو کچھ مصیبت اس فقیر پر پڑی وہ سب پیٹ کی بدولت تھی اب تم سمجھ لو کہ پیٹ کیسی بری بلا ہے اور اس کی کس قدر حفاظت کی ضرورت ہے دیکھو بہت سے جانور معدہ اور آنتوں کے پیچ کی بدولت پنجرہ میں بند ہو کر کوٹھے پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور بہت جانوروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ دانہ تلاش کرتے ہیں اور ان کا حلق ان کا گلا کٹوا دیتا ہے بہت سی مچھلیاں جو بہت گہرے پانی میں محفوظ ہوتی ہیں حلق ہی کی حرص کے سبب کانٹے میں پھنستی ہیں۔ بہت سی پردہ نشین عورتیں شرم گاہ اور حلق کی بدولت بدنام ہو جاتی ہیں۔

بہت سے قاضی جو عالم متبحر اور نیک خصلت ہوتے ہیں رشوت خوار حلق کی بدولت شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ بہت سے حاجی جو بڑے شوق سے حج کرتے ہیں لوٹ کر حلق ہی کی بدولت فاسق ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت و ماروت کے معاملہ میں یہ شراب ہی جس کا تعلق حلق سے ہے ان کے لئے آسمان پر جانے سے مانع ہوئی تھی (کما ہو المشہور) جب اس کی یہ مضرتیں ہیں تو ضرور وہ حفاظت کا مستحق ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس سے احتراز کیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نماز میں آج مجھے کاہلی ہوئی ہے انہوں نے اس کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ پانی زیادہ پی لیا تھا یہ معلوم کر کے انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک سال تک پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور خدا نے ان کو ایسا کرنے کی طاقت دیدی یہ تو دین کے لئے ان کی ایک ادنیٰ کوشش تھی یہ ہی وجہ ہے کہ وہ سلطان العارفین اور قطب العارفین بن گئے۔

شرح شبّیری

چون بریدہ شد برائے حلق دست	مرد زاہد را در شکوے بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا	بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

یعنی چونکہ ان کا ہاتھ حلق کی وجہ سے کاٹا گیا تو ان مرد زاہد کے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا۔ یعنی پھر انہوں نے کوتوال وغیرہ کسی کی شکایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو تو معلوم تھا کہ یہ اس حرکت کی سزا ہے۔

اینچنین باشد چو یکدر بستہ شد	صد در دیگر براوا شکستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے	اس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

یعنی ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک در بند ہوا تو سو دروازے دوسرے اس پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ایک دروازہ اسباب میں بند ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اور دوسرے سینکڑوں اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور در کھلنے کو ٹوٹنے سے تعبیر کیا کہ وہ ٹوٹ گئے ہیں کہ اب بند ہی نہیں ہوتے اور یہ شعر مابعد کی تمہید ہے خلاصہ یہ ہے کہ آگے بیان کریں گے کہ ان زاہد صاحب کے خلوت میں ہاتھ لگ جاتا تھا تو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اگرچہ ظاہر میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا مگر اس کے کٹ جانے سے ان کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ ان کو حق تعالیٰ نے دوسرا ہاتھ عنایت فرما دیا آگے پھر ان کی حکایت ہے۔

شیخ اقطع کی کرامت اور ان کا خلوت میں دونوں ہاتھوں سے زنبیل بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق	کرد معروفش بدین آفات خلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنڈا شیخ پڑ گیا	ان کو حلق کے مصائب نے اس (نام) سے مشہور کر دیا

یعنی لوگوں کے آگے ان کا نام شیخ اقطع ہو گیا اور لوگوں نے ان آفات کے ساتھ ان کو مشہور کر دیا یعنی شیخ اقطع تو ان کے نقص پر دال تھا مگر لوگوں نے یہی ان کا نام مشہور کر دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نام اولش خواہے روان	ہین بروبوالخیر تیتانیش خوان
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے	جا ابوالخیر تیناتی کہہ لے

یعنی اگر تم ان کا اول نام معلوم کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور ان کو ابوالخیر تیتانی کہو۔ تیتان بفتح تا دیائے تحتانی نام موضع بشش فرسخ از مصر۔ یعنی ان کا اصلی نام ابوالخیر ہے اور تیتان کے رہنے والے تھے۔

در عریش او را یکے زایر بیافت	کو بہر دو دست خود زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا	کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

یعنی جھونپڑی میں ایک زائر نے ان کو پایا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں۔

گفت اورا کاے عدوئے جان خویش	در عریشم آمدی سر کردہ پیش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن	تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

یعنی شیخ نے اس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن تو میرے جھونپڑے میں ویسے ہی منہ اٹھائے ہوئے چلا آیا۔

ہین چرا کردی شتاب اندر سباق	گفت از افراط مہر و اشتیاق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟	اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

یعنی (فرمایا کہ) ارے تو نے آنے میں جلدی کیوں کی تو اس نے عرض کیا کہ فرط محبت اور اشتیاق کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیاد	لیک مخفی دار این را اے کیا
تو وہ ہنسے اور فرمایا اب آ جا	لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

یعنی پس انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اب آ جا لیکن اے زیرک اس کو ذرا پوشیدہ ہی رکھنا۔

تا نمیرم من مگو این با کسے	نے قرینے نے حبیبے نے خسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا	نہ ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے

یعنی جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اس کو کسی سے مت کہنا نہ کسی ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے مطلب یہ کہ کسی سے مت کہنا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو تو منع کر دیا مگر پھر ہوا یہ کہ

بعد ازان قوم دگر از روزنش	مطلع گشتند بر بافیدنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ	ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

یعنی بعد اس کے دوسرے لوگوں نے جھونپڑی کے روزن سے ان کے بننے پر اطلاع پالی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان پر کوئی وبال نہ آوے کہ اس کو ظاہر کیوں کیا تھا۔ لہذا اس ڈر کے مارے دعا فرماتے ہیں۔

گفت حکمت را تو دانی کردگار	من کنم پنہان تو کردی آشکار
انہوں نے فرمایا اے خدا تو حکمت کو جانتا ہے	میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حکمت کو تو آپ ہی جانتے ہیں مگر میں نے تو پوشیدہ کیا تھا اور آپ نے ظاہر فرما دیا۔ مطلب یہ کہ اے اللہ اس میں میری تو کوئی خطا ہے نہیں آپ نے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

آمد الہامش کہ یک چندے بدند	کاندریں غم برتو منکر مے شدند
ان کو الہام ہوا کچھ لوگ تھے	جو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

یعنی ان کو الہام ہوا کہ یہ لوگ ایک مدت (اس طرح) تھے کہ اس تکلیف میں تم پر منکر ہوا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ)

کہ مگر سالوس بود اندر طریق	کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا	کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

یعنی کہ شاید یہ طریق حق میں مکار تھے کہ خدا نے اس کو فریق میں رسوا کر دیا۔ یعنی لوگ تمہارے اس ہاتھ کٹ جانے سے کہا کرتے تھے کہ مکار تھا لہذا حق تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ چور تھا تو چونکہ لوگ تم پر بدگمانی کیا کرتے تھے اور اس سے ان کے ایمان کے متزلزل ہونے کا خوف تھا لہذا

من نخواہم کان رمہ کافر شوند	وز ضلالت در گمان بد روند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو	گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

یعنی میں نہیں چاہتا کہ یہ جماعت کافر ہوں اور گمراہی کی وجہ سے گمان بد میں پڑیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری شان میں گستاخی سے عوام کے ایمان کا خوف تھا کہ کہیں یہ گستاخی مفضی الی الکفر نہ ہو جائے اور ایسا بہت ہوا ہے۔ قصبہ دیوبند میں ایک شخص نے ایک بزرگ کی شان میں گستاخی کی تو ان بزرگ نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارے ایمان کو سلامت رکھے بددعا نہیں دی بلکہ یہ دعا کی لیکن اندر سے دل تو دکھا ہی تھا تو وہ شخص کچھ ہی دن بعد نصرانی ہو گیا والعیاذ باللہ تو دیکھو گستاخی ہی کا یہ اثر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ ان لوگوں کے کافر ہو جانے کا خوف تھا لہذا ہم نے ان کے بچانے کے لئے ایسا کیا کہ ان لوگوں پر یہ کرامت ظاہر کر دی تا کہ یہ گستاخی کرنا چھوڑ دیں اللہ اکبر قابل غور امر ہے کہ ان بزرگ نے جو ایک کام کیا اور وہ بظاہر بہت چھوٹا تھا اگر چہ اصل میں عظیم تھا مگر

ظاہر میں تو خفیف ہی تھا تو ان کو فوراً سزا ملی اور عوام کے فعل پر ان کے ایمان کی حفاظت کی جارہی ہے سبحان اللہ علوا کبیرا اے اللہ ہم ضعیف لوگوں کا ایمان پر خاتمہ فرما اور استقامت واستدامت علی الطریق نصیب فرما آمین۔

سچ یہ ہے کہ جتنا قرب ہے اسی قدر تنبیہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ جو کہتا ہے اپنے ہی کو کہا کرتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں ازواج مطہرات امہات المومنین کی بابت ارشاد ہے۔ من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لہا العذاب ضعفین تو یہ دوہرا عذاب کیوں اسی لئے کہ مقرب ہو کر اور پھر اس قدر خطا عظیم اے اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا اور ارشاد ہے۔

ایں کرامت را بکردیم آشکار	کہ دہیمت دست اندر وقت کار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی	کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

یعنی ہم نے تمہاری اس کرامت کو (اس لئے) ظاہر کیا کہ ہم تم کو کام کے وقت ہاتھ دیتے ہیں۔

تاکہ ایں بیچارگان بدگمان	رد نگردند از جناب آسمان
تاکہ یہ بدگمان بیچارے	آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

یعنی تاکہ یہ بیچارے (تم سے) بدگمان ہو کر درگاہ آسمانی سے مردود نہ ہو جائیں۔

من ترا بے ایں کراماتہا ز پیش	خود تسلی دادہ ام از ذات خویش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر	اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

یعنی میں نے تم کو تو ان کرامتوں سے پہلے خود ہی تسلی دیدی تھی۔

ایں کرامت بہر ایشان دادمت	وایں چراغ از بہر ایں بنہادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لئے دی ہے	اور یہ چراغ میں نے ان کے لئے رکھا ہے

یعنی یہ کرامت تو میں نے تم کو ان کے لئے دی ہے اور یہ چراغ ان کے واسطے رکھا ہے میں نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو تو میں نے پہلے ہی تسلی دیدی تھی اس طرح کہ تمام واردات واحوال پھر اسی طرح لوٹا دیئے تھے جس سے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ تم مردود نہیں ہوئے اب اس کرامت کی تمہارے لئے تو ضرورت نہ تھی یہ کرامت تو صرف اس لئے ظاہر کی ہے کہ جو لوگ تمہاری بزرگی کے منکر ہیں ان کا ایمان نہ جاتا رہے اور وہ کہیں گمراہ نہ ہو جاویں ورنہ آپ کی تو یہ حالت ہے کہ۔

تو ازاں بگذشتہ کز مرگ تن	ترسی از تفریق اجزاء بدن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے	بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

یعنی تو اس سے گزر گیا ہے کہ مرگ تن کی وجہ سے اجزاء بدن کے الگ ہو جانے سے ڈرے

وہم تفریق سرو پائے از تو رفت	دفع وہم اسپر رسیدت نیک رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا	وہم کے دفعیہ کی اچھی ہوئی پر تمہیں مل گئی ہے

یعنی سر و پا کی تفریق کا وہم تم سے جاتا رہا ہے اور وہم کا دفعیہ از سر نو تم کو خوب اچھی طرح پہنچ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب آپ کی وہ شان ہے کہ آپ کو اس کا خوف نہیں ہے کہ آپ کے یہ دست و پا ظاہری الگ کر دیئے جاویں اس لئے کہ آپ کو تو وہ روحانی اعضاء حاصل ہیں اور وہ آپ کو عطا ہو جاویں گے تو آپ کی یہ شان پہلے سے تھی اور اب از سر نو یہ حالت اور زیادہ قوی ہو گئی اس لئے کہ آپ کو اس وقت ظاہری ہاتھ کے بعد دست روحانی مل گیا اب تو عین الیقین ہو گیا ہے اور کوئی وہم و شبہ رہا ہی نہیں اور اگر یہ بھی نہ ہوتب بھی ان کے تمام اعضاء بدن فدائے حق ہیں ان کو ان کے جاتے رہنے کی بہ سبب اس تعلق کو جو ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تھا کچھ پرواہ نہ تھی اور پھر ان دست و پا فانی اور اس عام کے فانی ہونے کو وہ خوب سمجھے ہوئے تھے لہٰذا اب ان کو اس سے کیا غم ہو سکتا تھا کہ ان کا ہاتھ کٹ گیا ہے یہ کرامت صرف اس لئے تھی کہ اوروں کا ایمان درست رہے آگے ساحران فرعون کا قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے کہا لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا صلبنکم اجمعین تو وہ جواب دیتے ہیں۔ لاضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کو جو اس قدر قوت تھی کہ وہ لاضیر کہتے ہیں جو نکرہ تحت میں نفی کے ہے کوئی ضرر بھی نہیں حالانکہ ضرر ظاہر میں موجود تھا تو اس لاضیر کے کہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ اس دنیا کو فانی اور اس کی حیات کو فانی سمجھے ہوئے تھے اور دوسرے عالم کو اور اس کی حیات کو باقی سمجھے ہوئے تھے اس لئے ان کو ضرر نہ ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا جیسے کہ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے آگے حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حلق کی خاطر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو انہوں نے کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے اور عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ بعض اغراض کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ تھا اور حق سبحانہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایک دروازے اور ذریعہ کو مسدود کرتا ہے تو اور بہت سے دروازے پھوڑ دیتا ہے اور دیگر ذرائع پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اس نے ان کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اس روز سے ان کا نام شیخ اقطع ہو گیا۔ اور اس بیہودہ نام کے ساتھ ان کو حلق کی خرابیوں نے مشہور کیا۔ چنانچہ تم کو معلوم ہی ہو چکا ہے اتفاقاً کوئی شخص ان کی زیارت کو آیا اس نے جھونپڑی کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے تھے۔ اس پر انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ او اپنی جان کے دشمن تو یوں ہی منہ اٹھائے ہوئے میرے جھونپڑے کے اندر چلا آیا۔ اطلاع بھی نہ کی۔ بتا تو نے گھسنے میں اتنی عجلت کیوں کی اس نے عرض کیا فرط محبت و اشتیاق نے مجھے اتنی مہلت نہ دی اس جواب سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ہنس کر فرمایا کہ اچھا آ جاؤ لیکن اس راز کو مخفی رکھنا اور جب

تک میں مر نہ جاؤں اس وقت تک کسی سے نہ کہنا خواہ کوئی ہم نشین ہو یا محبوب یا کوئی معمولی آدمی۔ یہ واقعہ تو ختم ہوا اس کے بعد کچھ اور لوگ سوراخ کے ذریعہ سے ان کے دونوں ہاتھوں سے بننے پر مطلع ہو گئے۔ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو اس کو چھپانا چاہتا ہوں اور آپ نے ظاہر کر دیا اس کی مصلحت کو آپ جانتے ہیں اس پر ان کو الہام ہوا کہ مصلحت اس میں یہ ہے کہ ایک عرصہ تک تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اس معاملہ غم افزا میں آپ پر انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس روش میں مکار تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کو چوروں کے ضمن میں رسوا کر دیا میں نے نہ چاہا کہ ان کے انکار کی شامت ان کو کفر اختیاری میں مبتلا کر دے اور یہ اپنی ناواقفیت اور جہالت سے گمان بد میں مشغول رہیں۔ اس لئے میں نے اس کرامت کو ظاہر کر دیا کہ میں کام کے وقت تم کو ہاتھ عطا کرتا ہوں تا کہ یہ بدگمان بیچارے درگاہ خداوندی سے مردود نہ ہو جائیں۔ یہ آپ کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ آپ کو تو میں ان کرامتوں سے پہلے خود اپنی ذات سے (یعنی اس کے مشاہدہ یا اپنی طرف سے الہام سے یا کسی اور طریقہ سے) کامل تسلی دے چکا ہوں بلکہ یہ کرامت تو میں نے آپ کو ان لوگوں کی وجہ سے عطا کی ہے اور یہ چراغ میں نے آپکے سامنے ان ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے رکھا ہے آپ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو پیشتر معلوم ہو چکی۔ دوسری یہ ہے کہ آپ کو ہاتھ کٹنے کا کچھ ایسا غم بھی نہیں تھا جس کے لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ اس لئے کہ آپ کا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ آپ کو جسم کے مردہ ہونے یا اس کے اجزا کے جدا ہو جانے سے خوف ہو اور اس کی تحقیق کے بعد رنج ہو۔ لیکن اتنا فائدہ آپ کے لئے بھی ہوا کہ گو آپ کو تفریق اجزاء کا خوف اور رنج نہ ہو مگر نفس تفرق جسم کا تو ہم ہو سکتا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ اور خوب قوی اور مستقل طور پر اندفاع تو ہم آپ کو حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا قطع ید ایسا تھا جیسا خواب میں کسی کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ اور آنکھ کھلنے کے بعد وہ اس کو سالم پاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفرق جسم کے بعد بھی حق سبحانہ جب چاہتے ہیں اتصال پیدا کر سکتے ہیں پس وہ تفرق ایسی صورت میں کچھ بھی قابل التفات نہ ہوگا۔ اب مولانا اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو ساحران فرعون کو کس قدر تفریق جسم کی دھمکیاں دی گئیں لیکن چونکہ یہ تفرق ان کی نظر میں ایک وہم وخیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا نیز ان کو خدا کی قدرت پر اطمینان تھا کہ اگر وہ چاہیں گے تو پھر اتصال پیدا کر دیں گے اس لئے انہوں نے ان دھمکیوں کی طرف کچھ بھی التفات نہ کیا تفصیل قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

ساحران فرعون کا ہاتھ پیر کٹوانے پر جری ہونے کا سبب

ساحران را نے کہ فرعون لعین	کرد تہدید و سیاست برزمین
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو	میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کیا فرعون لعین نے ساحروں کو تہدید و سیاست زمین پر نہیں کی (کہ یہ کہا تھا کہ)

کہ بہ برم دست و پا تان از خلاف	پس درآویزم ندارم تان معاف
کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا	پھر تمہیں لٹکادوں گا تمہیں معاف نہ کروں گا

یعنی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹوں گا اور پھر تم کو لٹکاؤں اور معاف نہ کروں گا۔ خلاف سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ اگر داہنا ہاتھ تو بایاں پیر یا اس کے برعکس غرضیکہ اس نے دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دے دوں گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تم دیکھو کیا ساحروں کو فرعون نے دھمکی نہ دی تھی اور خوف نہ دلایا تھا کہ میں تم لوگوں کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور اس کے بعد تم کو لٹکا دوں گا اور ہرگز معاف نہ کروں گا لیکن اس کا ان پر کیا اثر ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔

شرح شبّیری

او چنان پنداشت کایشان در ہمان	وہم و تخویف اند و وسواس و گمان
وہ سوچتا تھا کہ وہ اسی	وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

یعنی اس نے ویسا ہی سمجھا کہ یہ لوگ اسی وہم اور خوف اور وسواس اور گمان میں ہیں۔

کہ بودشان لرزہ و تخویف و ترس	از تو ہماؤ تحذیرات نفس
کہ ان پر لرزہ اور خوف اور ڈر ہو گا	جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

یعنی ان کو لرزہ اور خوف اور ڈر نفس کے توہمات اور خوفوں سے ہو جائے گا یعنی اس کا خیال تھا کہ میرے ڈرانے سے ان کا نفس ان کو ڈراوے گا اور یہ خوف کے مارے اس دین سے پھر جاویں گے اور قبول کر لیں گے مگر۔

او نمیدانست کایشان رستہ اند	بر دریچہ نور دل بنشستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں	دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ (اس حالت سے) چھوٹ گئے ہیں اور نور دل کے دریچہ میں بیٹھے ہیں۔

سایۂ خود راز خود دانستہ اند	چابک و چست و گش و بر جستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں	تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

یعنی اپنے سایہ کو اپنی ذات سے ممتاز کرلیا ہے اور چست و چالاک اور خوش اور برجستہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمہارے سایہ کے ایک تلوار مارتا ہوں تو تمہیں کچھ بھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی ضرر نہیں ہے اسی طرح چونکہ ان حضرات نے اس جسم ظاہر کو روح کا ظل اور سایہ سمجھ رکھا ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم تمہارے اس جسم کو کاٹ دیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ لا ضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کی تو یہ شان ہے کہ۔

ہاون گردون اگر صدر بار شان	خرد کو بد اندرین گلزار شان
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی	ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

یعنی آسمان کی اوکھلی اگر سو باران کو اس گلزار (دینا) میں ریزہ ریزہ کر کے کوٹ دے۔

اصل این ترکیب راچون دیدہ اند	از فروغ وہم کم ترسیدہ اند
چونکہ انہوں نے اس بناؤ کی اصل کو دیکھ لیا ہے	وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

....

یعنی چونکہ اس ترکیب کی اصلیت کو انہوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ وہم کی زیادتی سے کب ڈرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ان کے جسم پر سو بار گزند پہنچے تب بھی ان کو پرواہ نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی اصلیت کو معلوم کرلیا ہے پھر وہ کس بات سے ڈریں ان کو ذرا خوف نہیں ہوتا وہ بالکل بےفکر ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ اچھا ہے جتنا حجاب حسن سے کم ہو اتنا ہی بہتر ہے آگے مولانا اس حیات دنیوی کو خواب سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کا ایک ہاتھ مثلاً کسی نے کاٹ دیا تو اس کو کوئی خوف ہوتا ہے ہرگز نہیں ۔ بلکہ جب آنکھ کھلتی ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب کی بات تھی اور وہ خواب میں ایک عارضی ہاتھ تھا ورنہ میرا اصل ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو خواب ہی میں اتنا ہوش ہو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں تو وہ اس خواب ہی میں سمجھ جاوے گا کہ یہ ساری خواب کی باتیں ہیں اور اس کو اس سے مطلق خوف نہ ہوگا۔ تو اسی طرح اس دنیا میں اگر کوئی شخص دیکھے کہ کسی نے اس کے جسم کو گزند پہنچایا تو جب اس خواب سے بیداری ہوگی اس وقت معلوم ہوگا کہ ارے وہ تو ایک عارضی ہاتھ تھا اور اصل روحانی ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو یہاں دنیا ہی میں اتنا ہوش ہوگا کہ وہ اس حیات کو خواب سمجھتا ہو تو وہ اب ہی سمجھ جاوے گا کہ اس جسم کے گزند سے میری اصل ذات پر کوئی گزند نہیں پہنچا تو بس اس کو بھی کوئی خوف اس خواب دیکھنے والے کی طرح نہ ہوگا جب مولانا نے یہ تشبیہ دی تو کوئی شبہ کرتا ہے کہ اگر یہ زندگی خواب ہے تو پھر اس میں ہم اور خواب کیوں دیکھتے ہیں۔ سوتے ہیں اور اس میں پھر خواب دیکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو تم سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو کہ ہم ایک جگہ سوئے ہیں اور اس میں خواب دیکھ رہے

ہیں تو جیسے کہ اس خواب ظاہری میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو اسی طرح اس خواب ہستی میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو۔ سبحان اللہ عجیب تحقیق ہے سچ یہ ہے کہ یہ حضرات اصل محقق ہیں اور ان کے علوم علوم ہیں کہ جس بات کو بیان فرماویں گے اس کو بالکل آئینہ کردیں گے گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ مولانا کے فیوض سے ہم گنہگاروں کو مستفیض فرما اور ہمارے گناہ ان کی برکت سے معاف فرمایئے اور توفیق حسنات کی عطا فرمائے آمین۔ یہ تو اس کا حاصل ہے اب الفاظ سے بھی سمجھ لو فرماتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست	گر رود در خواب دستے باک نیست
یہ دنیا خواب ہے شک میں نہ پڑ	اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی یہ جہان ایک خواب ہے تم (ہماری اس بات میں) شبہ میں مت کھڑے ہوتو اگر کسی کا خواب میں ہاتھ جاتا رہے تو کوئی بھی خوف نہیں ہے۔

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے	تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے تیری عمر دراز ہے

یعنی اگر خواب میں مقراض نے تمہارا سر کاٹ دیا تو تمہارا سر بھی جگہ پر ہے اور عمر بھی دراز ہے۔

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم	تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے	جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

یعنی اگر تو خواب میں اپنے کو دو ٹکڑے دیکھے تو تو جب اٹھے گا تندرست ہے اور بے سقیم ہے۔

حاصل اندر خواب نقصان بدن	نیست باکے از دو صد پارہ شدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان	دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ خواب میں جسم کے نقصان کا اور دو سو ٹکڑے ہو جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست	گفت پیغمبرؐ کہ حلم نائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے	پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے

یعنی یہ جہان جو کہ صورت میں قائم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے۔

حدیث میں ہے الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا کہ لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے جاگیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید تو کردی قبول	سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے	سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھ لیا ہے

یعنی تو نے تو (اس حدیث کو) تقلیداً قبول کرلیا ہے اور سالکین نے دیکھا ہے اور ان پر بلا واسطہ (تقلید کے) ظاہر ہے یعنی تم تو اس حدیث سے اس زندگی کو جو خواب سمجھے ہو صرف تقلیداً ہی سمجھے ہو اور ان حضرات نے جب اس کو سنا فوراً ان کو وہ مشاہدہ اپنا معلوم ہوا اور وہ اس کو مشاہدۃً و بدلتہً ایسا سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خود دیکھے ہوئے تھے باقی اس حدیث سے ان کو یقین میں زیادتی ہوگئی۔

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست	سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہہ یہ خواب نہیں ہے	سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

یعنی تو دن کو بھی خواب میں ہے یہ مت دیکھ کہ خواب نہیں ہے اس لئے کہ سایہ تو فرع ہے اور اصل بجز مہتاب کے اور کچھ نہیں ہے یعنی چونکہ یہ حیات دنیوی مثل خواب کے ہے تو تم اگر چہ بظاہر دن میں بیدار ہو مگر اصل میں دن کو بھی سو ہی رہے ہو آگے اس سوال کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

خواب و بیداریت آں داں اے عضد	کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ	کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

یعنی اے بھائی اس بیداری کے خواب کو ایسا جانو کہ جیسے کوئی سونے والا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے۔

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام	بے خبر زاں کوست در خواب دوم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں	اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

یعنی وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس وقت سویا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ وہ خواب دوم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ظاہری بیداری میں جو تم سو کر خواب دیکھتے ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے تم خواب دیکھتے ہو کہ مثلاً تم ایک مکان میں گئے اور وہاں جا کر سو رہے ہو اور اس نے سونے میں خواب دیکھا تو تمہارا اس خواب میں یہ خیال ہے کہ ہم اب سوئے ہیں حالانکہ گھنٹوں پہلے سے سو رہے ہو تو اسی طرح تم جو رات کو سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو تو تم سمجھتے ہو کہ تم اب سوئے ہو حالانکہ جب سے دنیا میں آئے ہو جب ہی سے سو رہے ہو اور اس خواب ہستی میں یہ خواب دوسرا دیکھ رہے ہو۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال ہے۔ دیکھ لو کیسا واضح ہو گیا ہے کہ کوئی کھٹک ہی باقی نہ رہا۔ بس لکھنے والے یہ اور سمجھنے والے ہمارے حضرت سلمہم پر اگر مثنوی میں ایسے مضامین نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے اور ان کے قول کو روایت بالمعنی کے طور پر ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند	چوں بخواہد باز خود قائم کند
کمہار اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے	جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

یعنی کوزہ گر اگر کسی کوزہ کو توڑ دے تو پھر جب چاہے اس کو قائم کرلے تو اسی طرح اگر حق تعالیٰ اس جسم

ظاہری کو فنا بھی فرمادیں تو کیا ہے دوسرا جسم روح کے لئے عطا فرمادیں گے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

کور را ہر گام شد ترس چاہ	با ہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے	وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

یعنی اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا خوف ہوتا ہے اور ہزاروں خوف سے راستہ پر آتا ہے۔

مرد بینا دید عرض راہ را	پس بداند او مغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے	تو وہ گڑھے اور کنویں کو جانتا ہے

یعنی بینا آدمی راستہ کے عرض کو دیکھ لیتا ہے تو وہ کنویں کو اور گڑھوں کو جانتا ہے۔

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے	رو ترش کے دارد او از ہر غمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں	وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

یعنی اس کا پاؤں اور زانو ہر دم کانپتا نہیں ہے اور وہ ہر غم سے روترش نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ جو اندھا ہے چونکہ اس کو راستہ کی خبر نہیں ہے لہذا ہر ہر قدم پر اس کو گر جانے کا خوف ہوتا ہے اور جو اندھا نہیں ہے وہ سیدھا راہ راست پر چلا جاتا ہے اور اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ اس راہ سے اندھا ہے اس کو تو اس جسم اور اس حیات کے جاتے رہنے سے خوف ہوتا ہے اور جو اس راہ کو دیکھے ہوئے ہے وہ بے فکری سے چلا جاتا ہے اگر اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی اس کو پرواہ نہیں ہوتی تو چونکہ ان ساحروں کو حقیقت منکشف ہو گئی تھی لہذا بالکل بے فکر تھے اور ان کے قلب میں مطلق ہراس نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ جسم نہ رہے تو کیا ہے ہم کو اور مل جاوے گا آگے پھر انہیں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ بولے کہ۔

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم	کہ بہر بانگے زغولے بیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں	کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

یعنی اے فرعون اٹھ ہم وہ نہیں ہیں کہ شیاطین کی ہر آواز پر کھڑے ہو جاویں۔

خرقۂ مارا بدرٔ دوزندہ ہست	ورنہ مارا خود برہنہ تن بہ است
ہماری گودڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے	ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

یعنی تو ہمارے خرقہ کو پھاڑ دے سینے والا موجود ہے ورنہ خود ہمارے لئے ننگا بدن ہی بہتر ہے۔

بے لباس ایں خواب را اندر کنار	خوش بگیریم اے عدو نابکار
بغیر لباس کے اس نیند کو بغل میں	خوشی سے لیں گے۔ اے نالائق دشمن!

یعنی بے لباس کے اس حسین کو کنار میں ہم خوب لیں گے اے نابکار دشمن۔

خوشتر از تجرید از تن و زمزج	نیست اے فرعون بے الہام گیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار	نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

یعنی ارے فرعون بے وقوف بے الہام بدن اور مزاج سے مجرد ہو جانے سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں ہے خرقہ سے مراد جسم ظاہری۔ خوب سے مراد حق تعالیٰ۔ عدو نابکار سے مراد فرعون۔ مطلب اوپر کے چاروں شعروں کا یہ ہے کہ ارے فرعون تو ہمارے اس جسم ظاہری کو جو روح کے لئے مثل خرقہ کے ہے۔ پھاڑ دے اور ہلاک کر دے ہمیں اس کی خاک پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا سینے والا موجود ہے وہ اس کو فوراً سی دے گا اور پھر ایسا ہی جسم عطا فرما دے گا اور اگر نہ بھی عطا فرما دے تو کیا ہے ہماری روح برہنہ ہی اچھی ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم تو ایک قسم کا حجاب ہے تو جس قدر حجاب کم ہوں اچھا ہی ہے اگر روح خواہ کتنی ہی مجرد کیوں نہ ہو جاوے مگر وصل متعارف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی یہ نسبت اس جسم کے وجود کے تجرد کے وقت زیادہ وصل ہوگا۔ تو اگر یہ جسم نہ رہے گا تو ہمارا مقصود یعنی وصال حق اور اچھی طرح حاصل ہوگا۔ پھر ہم کو اس جسم کے ضائع ہو جانے اور جاتے رہنے سے کیا غم ہو۔ ہمیں اسکی پوری حقیقت معلوم ہوگئی ہے یہ بھی ان کے اقوال کی روایت بالمعنیٰ ہے آگے ایک خچر اور اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ خچر نے اونٹ سے پوچھا کہ میرے تو چلنے میں بہت ٹھوکر لگتی ہے اور تیرے نہیں لگتی اس کی کیا وجہ ہے تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں راستہ کو دور تک دیکھ لیتا ہوں اس لئے دیکھ بھال کر چلتا ہوں اور تجھے دور تک دکھائی نہیں دیتا اس لئے گر جاتا ہے۔ تو مولانا اس پر لاتے ہیں کہ دیکھو کہ جو اس راہ کی حقیقت سے واقف ہے وہ کبھی خطا نہیں کھاتا بلکہ بالکل بے فکری سے چلا جاتا ہے اور جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے تو چونکہ یہ ساحران فرعون حقیقت اس دنیا کی دیکھ چکے تھے اس لئے بالکل بے فکر تھے اور خوب مضبوط تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ قتل کر دے گا تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ کی طرف جذب ہو جائے گا۔ جیسا کہ ان کے قول انا الی ربنا لمنقلبون سے معلوم ہوتا ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ وجہ اس کی وہم کی یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ابھی اسی وہم وگمان اور وسوسہ وخوف کی حد میں ہیں جس میں پہلے تھے اور اوہام وخیالات اور نفس کی دھمکیوں سے ڈر جاتے اور کانپ جاتے تھے لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ اوہام کے پھندے سے نکل چکے ہیں اور اب وہ اس دریچہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جس سے نور قلب داخل ہوتا ہے اور وہ اس نور کے ذریعہ سے حقائق کو علی ما ہی علیہ دیکھ رہے ہیں اب ان کو اپنی حقیقت اور اپنے سایہ میں امتیاز ہو گیا ہے اس لئے اب وہ بجائے مغموم ومحزون ہونے کے چست وچالاک اور خوش وخرم ہیں وہ جان چکے ہیں کہ اس مرکب عنصری کی اصل کچھ اور ہی ہے خواہ روح ہو یا جسم مثالی اس لئے اگر آسمان ان کو اپنی اوکھلی میں سو مرتبہ

بھی کوٹے اور ان کے جسم عنصری کو ریزہ ریزہ کر دے تب بھی ان پر وہم غالب نہ ہوگا۔ اور اس سے وہ ذرا بھی نہ ڈریں گے۔ پس تم بھی ان کی تقلید کرو اور اس عالم ناسوتی میں دل کو نہ پھنساؤ کیونکہ اس عالم کی وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں ہے لہذا تم کو جتلائے گمان نہ رہنا چاہئے اور تفرق جسم سے ہرگز خوف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے تم کو کچھ بھی ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ اب ہم تم کو ایک دوسرے عنوان سے اسی مقصد کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھو اگر خواب میں قینچی سے تمہارا سر کاٹ ڈالا جائے تو تم کو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ تمہارا سر اسی طرح قائم رہتا ہے بلکہ بنا بر مشہور یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے تمہاری عمر بڑھتی ہے کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ اگر خواب میں کوئی اپنے کو مردہ دیکھے تو اس سے اس کی عمر بڑھتی ہے اسی طرح اگر تم خواب میں اپنے کو دیکھو کہ کسی نے میرے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں تو اس سے تم کو کیا ضرر ہوتا ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ تم جب بیدار ہوتے ہو تو اسی طرح تندرست ہوتے ہو اور کچھ بھی نقصان تمہارے اندر نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ خواب کے اندر بدن میں خرابی واقع ہونے بلکہ سو ٹکڑے ہو جانے کی بھی کچھ پرواہ نہیں جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان کو جو بظاہر قائم معلوم ہوتا ہے سونے والے کا خواب فرمایا ہے۔ گو تم بھی اس کو ضرور مانتے ہو گے۔ مگر تم نے صرف تقلیداً ہی مانا ہے لیکن اہل اللہ نے اس کو تمہاری طرح صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہونے ہی کی وجہ سے نہیں مانا بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور آپ کے طفیل سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تم دن میں بھی خواب ہی میں ہو تم یہ نہ کہنا کہ میں خواب میں نہیں ہوں اور عالم خواب نہیں ہے کیونکہ اول تو اہل اللہ پر اس کا خواب ہونا منکشف ہو چکا ہے لیکن اگر ان کی بات نہ مانو تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ پس جبکہ عالم کا خواب ہونا بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خواب میں اگر جسم میں تفرق اتصال واقع ہو تو کچھ قابل التفات نہیں لہذا تم کو اس کی مضرتوں کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ اور اس سے قطع تعلق کر کے حق سبحانہ کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے علاوہ اس کے ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ عالم ظل اور پرتو ہے جناب حق سبحانہ کا اور بلا تشبیہ اس کی ان کے لحاظ سے ایسی ہی مثال ہے جیسے چاندنی اور چاند بس جس طرح کہ چاندنی فرع ہے چاند کی یوں ہی عالم فرع ہے حق سبحانہ کی اور یہ تم کو معلوم ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فرع میں مشغول ہونا سراسر حماقت ہے۔ پس حق سبحانہ کو چھوڑ کر عالم میں مشغول ہونا اور اس کی مضرتوں سے بچنے اور منفعتوں کو وصول کرنے کی دہن میں لگنا سراسر نادانی ہوگا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ تفرق جسم سے ڈرنا ہرگز نہ چاہئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کو بھی رفع کر دیا جاوے جو عالم کو خواب کہنے پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عالم میں رہ کر ہم کبھی بیدار ہوتے ہیں اور کبھی سوتے ہوتے ہیں۔ پس اگر عالم خواب ہوتا تو سونا جاگنا کیسا؟ تقریر دفع ہے کہ یہ امر مشاہد ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی آدمی سوتے ہوئے خواب دیکھتا ہے اور اس خواب میں اول اپنے کو جاگتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر خواب ہی میں دیکھتا ہے کہ میں سو گیا۔ مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں سفر کر رہا ہوں اور سفر ہی میں اس کو رات ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ

میں تھک کر ایک مقام پر لیٹ رہا اور مجھے نیند آ گئی تو دیکھو کہ وہ خواب میں سمجھتا ہے کہ میں پہلے سے جاگ رہا تھا اور اب سویا ہوں حالانکہ وہ پہلے سے بھی سو رہا تھا اور اب دوبارہ سویا ہے اس سے تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ خواب کے اندر سونا اور جاگنا دونوں ہو سکتے ہیں۔ بس یہی حالت بالکل عالم کی ہے کہ وہ دراصل ایک خواب ہے آدمی اس میں اولاً اپنے کو جاگتا ہوا جانتا ہے اور اس کے بعد سمجھتا ہے کہ میں سو گیا۔ اب کوئی شبہ نہ رہا اب ہم تفرق جسم سے نہ ڈرنے کے لئے ایک اور وجہ بھی بتلاتے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر برتن بنانے والا برتن کو توڑ دیتا ہے تو وہ اگر چاہے تو دوبارہ بنا بھی سکتا ہے بس سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی مصلحت سے حق سبحانہ تفریق جسم کریں گے بھی تو دوبارہ بنا بھی سکتے ہیں۔ اگر چاہیں گے اور مصلحت ہوگی تو بنا بھی دیں گے۔ پھر ڈر کس لئے غرضکہ یہ وجوہ ہیں جو مقتضے ہیں اس کو کہ تفرق سے نہ ڈرنا چاہئے اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ان تمام باتوں کے باوجود آدمی کیوں ڈرتا ہے اس کی وجہ صرف حقیقت ناشناسی ہے دیکھو اندھا چونکہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے اور بہت ہی ڈرتے ڈرتے راستہ چلتا ہے برخلاف اس کے دیکھنے والا شخص چونکہ راستہ کی چوڑائی کو دیکھتا ہوتا ہے لہذا وہ گڑھے اور کنویں کو آنکھ سے دیکھتا ہے پس جو چیزیں فی الواقع بچنے کی ہیں ان سے احتیاط کرتا ہے اور جو چیزیں بچنے کی نہیں ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ہر وقت اس کے گھٹنے اور پاؤں میں تھرتھراہٹ ہوتی ہے اور نہ وہ معمولی تکلیف دہ چیزوں سے چیں بجبیں ہوتا ہے اور اندھا جہاں ڈرنے کی ضرورت نہیں وہاں بھی ڈرتا ہے اور جو بچنے کی چیزیں نہیں ان سے بھی کھٹکتا ہے اور ذرا سے خطرہ کو بہت سمجھ کر اس کا دم ہوا ہو جاتا ہے دیکھو چونکہ ساحروں کو حقیقت کا انکشاف ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں صاف کہدیا کہ ارے فرعون بھاگ بھی ہم وہ نہیں کہ ہر بھننے کی بات کو صحیح سمجھ کر رہروی کو چھوڑ دیں اور رک جائیں تو کچھ ہی کہہ ہم نہ مانیں گے تو تفریق جسم کی دھمکی دیتا ہے۔ اچھا تو کاٹ ڈال اول تو خدا کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہمارے جسم کو دوبارہ ٹھیک کر دے لہذا ہم کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی مصلحت سے اس نے ایسا نہ بھی کیا تب بھی ہم کو کچھ نقصان نہیں بلکہ اور فائدہ ہے کہ تن فی الجملہ قرب حق سبحانہ سے حاجب تھا جب وہ نہ رہے گا تو زیادہ قرب ہوگا اور ہماری اس عاشق کی سی مثال ہوگی جو کرتہ اتار کر اپنے معشوق کو آغوش میں لے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کو اپنے معشوق سے بہ نسبت کرتہ پہنے ہونے کے زیادہ قرب ہے اس سبب سے ہماری تو عین خوشی ہے کہ ہم جسم اور مزاج سے الگ ہو جائیں پس یہ تیری دھمکیاں بجائے اس کے کہ خوف و ہراس پیدا کریں اور اشتیاق پیدا کرتی ہیں یاد رکھو کہ کور راہر گام باشد ترس چاہ الی آخر البیت الثالث میں دو مضمون بیان کئے تھے اول عوام کا آلام دنیا میں مبتلا ہونے سے ڈرنا اور اہل اللہ کا نہ ڈرنا۔ دوسرے عوام کا مبتلائے آلام ہو کر پریشان اور چیں بجبیں ہونا اور اہل اللہ کا نہ گھبرانا اور نہ چیں بجبیں ہونا اور دونوں باتوں کا منشا حقیقت شناسی و ناحقیقت شناسی کو بتلایا تھا اب ایک تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اہل اللہ تو حقیقی مضرتوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور عوام ہو جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے اس مضمون کو مولانا خچر اور اونٹ کے سوال و جواب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور حاصل اس کا بھی وہی حقیقت ناشناسی اور حقیقت شناسی ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

شرح شبّیری

ایک خچر کا اونٹ سے شکایت کرنا کہ میں تو منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا، مگر شاذ و نادر تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور اونٹ کا جواب دینا

گفت استر با شتر اے خوش رفیق	در فراز و شیب و کراہ دقیق
خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی!	اونچے اور نیچے اور تنگ راستے میں

یعنی ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ اے اچھے دوست نشیب و فراز میں اور پتلے راستہ میں۔

تو نیائی در سر و خوش میروی	من ہمی آیم بسر در چون غوی
تو منہ کے بل نہیں گرتا، اچھی طرح چلتا ہے	میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

یعنی تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور اچھی طرح چلا جاتا ہے اور میں گمراہوں کی طرح سر کے بل گر جاتا ہوں۔

یعنی میں تو ہر دم منہ کے بل گرتا ہوں خواہ خشکی میں ہوں یا کہ تری میں ہوں۔

این سبب را باز گو با من زچیست	تا بدانم من کہ چون بایست زیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟	تا کہ میں جان لوں کہ کس طرح جینا چاہیے؟

یعنی اس سبب کو مجھ سے کہہ کہ کس وجہ سے ہے تا کہ میں جان لوں کہ کس طرح زندگی بسر کرنا چاہیے۔

گفت از چشم تو چشم من یقین	بیگمان روشن ترست و دور بین
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقینا	بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

یعنی اونٹ نے کہا کہ (اول تو) یقینا اور بے گمان میری آنکھ تیری آنکھ سے زیادہ روشن اور دور بیں ہے۔

بعد ازان ہم از بلندی ناظرم	زین سبب در رو نیفتم حاضرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں	اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں
گفت چشم من ز تو روشن ترست	بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں	اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

یعنی اس کے بعد یہ ہے کہ میں بلندی میں دیکھتا ہوں تو اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا تو میں حاضر ہوں یعنی دیکھ لو میں حاضر ہوں میرا امتحان کرلو کہ یہ باتیں درست ہیں یا غلط۔

چوں بر آیم برسر کوہ بلند	آخر عقبہ بہ بینم ہوشمند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں	عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں ایک کوہ بلند پر اچھی طرح آتا ہوں اور گھاٹی کے آخر حصہ کو دیکھ لیتا ہوں اس حال میں کہ ہوشمند ہوتا ہوں۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ	دیدہ ام را وانماید ہم اللہ
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی	اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

یعنی پس تمام نشیب وفراز راہ کو حق تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتے ہیں۔

ہر قدم من از سر بینش نہم	از عثار و اوفتادن وارہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں	ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

یعنی میں ہر قدم بصیرت سے رکھتا ہوں تو ٹھوکر اور گرنے سے چھوٹ جاتا ہوں۔

تو بہ بنی پیش خود یک دو سہ گام	دانہ بنی و نہ بنی رنج دام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے	دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو اپنے آگے دو تین ایک قدم تک دیکھ لیتا ہے تو دانہ کو تو دیکھ لیتا ہے مگر دام کی تکلیف کو نہیں دیکھتا۔ یعنی دو تین قدم تک سڑک صاف تو دیکھ لی مگر اس کے بعد جو غار ہے اس کو دیکھا ہی نہیں اس لئے گر جاتا ہے۔

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر	فی المقام والنزول المسیر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے	ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے میں

یعنی کیا تمہارے نزدیک اعمیٰ اور بصیر ٹھہرنے میں اور اترنے میں اور چلنے میں برابر ہیں۔ یعنے برابر نہیں ہے تو بس جو راہ کو دیکھ رہا ہے وہ تو بے کھٹکے چلا جاوے گا اور جو اندھا ہے وہ راستہ ہی میں مرے گا آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مر بھی جاویں گے تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ جذب فرماویں گے اور ہم اس طرف منجذب ہو جاویں گے اصل مضمون تو یہ ہے اب اس کے لئے اول ایک تمہید نہایت نفیس بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ دوست یہ کیا بات ہے کہ اونچے نیچے اور گہرے راستہ میں تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور میں گر جاتا ہوں۔ میں خشکی میں بھی اور تری میں بھی بسا اوقات گر جاتا ہوں اس کا سبب مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا تو مجھے بتلا کہ کیا بات ہے تا کہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ بلا گرے پڑے کیونکر زندگی بسر

کرنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری آنکھ بہ نسبت تمہاری آنکھ کے یقیناً اور بلاشبہ زیادہ روشن ہے۔ اور دوربین ہے اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرا سر تمہارے سر کی بہ نسبت اونچا ہے اس لئے میں اونچے سے دیکھتا ہوں اور جو اونچے سے دیکھتا ہے اس کو دور تک کی چیزیں نظر آتی ہیں پس میں گرانے والی چیزوں کے سامنے موجود ہوتا ہوں اور ان سے غائب نہیں ہوتا۔ یعنی وہ میری نظر میں ہوتی ہیں لہذا میں گرتا بھی نہیں۔ میں پہاڑ پر مزے سے چڑھ جاتا ہوں اور آخری گھاٹی کو نہایت ہوشیاری سے دیکھتا ہوتا ہوں اس لئے نہیں گرتا خلاصہ یہ ہے کہ راستہ کی ہمواری اور ناہمواری حق سبحانہ میرے پیش نظر رکھتے ہیں اور میں ہر قدم دیکھ کر رکھتا ہوں لہذا ٹھوکر اور گرنے پڑنے سے بچا رہتا ہوں۔ برخلاف میرے تمہاری یہ حالت ہے کہ تم بہت ہی کوتاہ بین ہو۔ اور ایک دو تین قدم سے زیادہ تمہاری نظر نہیں پہنچتی۔ اس لئے تم راستہ تو دیکھ لیتے ہو مگر اس کے خطرات تک تمہاری نظر نہیں پہنچتی اس لئے تمہاری مثال ایسی ہوتی ہے جیسے وہ جانور جو دانہ تو دیکھ لے اور مضرت دام اس کو محسوس نہ ہو۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو بھلا میں اور تم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اندھے اور دیکھنے والے ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے وغیرہ احوال سفر میں برابر ہو سکتے ہیں جبکہ ایسا نہیں تو تم میری مساوات کی ہوس خام کیوں رکھتے ہو۔ اب سمجھو کہ جو حالت اونٹ اور خچر کی ہے وہی اہل اللہ اور غیر اللہ کی ہے اہل اللہ چونکہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھتے ہیں اس لئے وہ حقیقی مضرتوں سے عام طور پر محفوظ رہتے ہیں اور غیر اہل اللہ چونکہ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں مولانا اس مضمون کو استطرادًا اور اتمام فائدہ کے لئے بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس استبعاد کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ساحروں کے منجذب بحق سبحانہ ہونے یا تفریق جسم کے بعد اس کے متصل کرنے پر ہو سکتا ہے اور اسی کے ضمن میں حشر اجساد کے غیر مستبعد ہونے پر بھی تنبیہ فرمادیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استبعاد حشر اجسادی کا دفع کرنا مدنظر ہو اور جس طرح کہ مضمون ماسبق استطرادی اور متعلق بابیات کور را لخ تھا یہ بھی استطرادی اور مرتبط بہ بیت خرقہ ما رابدر الخ ہو۔

شرح شبیری

چوں جنین را در شکم حق جان دہد	جذب اجزاء در مزاج او کند
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے	اس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کر دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ جب پیٹ میں جنین کو روح عطا فرماتے ہیں تو اس کے مزاج میں جذب اجزاء رکھ دیتے ہیں۔

از خورش او جذب اجزاء میکند	تار و پود جسم خود رامے تند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے	اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا ہے اور اپنے جسم کے تار و پود کو تنتا ہے یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کر کے نشو و نما حاصل کرتا ہے یہ حالت تو اس کی حالت جنینیت میں ہوتی ہے اور جب پیدا ہو لیتا ہے تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ

تاچہل سالش بجذب جزوہا	حق حریصش کردہ باشد در نما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا	(نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

یعنی چالیس سال تک جذب اجزاء میں حق تعالیٰ اس کو نشو و نما کے لئے حریص کر دیتے ہیں یعنی بعد پیدائش کے وہ چالیس سال تک نشو و نما کے لئے اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا رہتا ہے جب معلوم ہوا کہ بعد روح پڑنے کے انسان کو حق تعالیٰ آخر عمر تک جذب اجزاء غذائیہ تعلیم فرماتا ہے تو اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

جذب اجزا روح را تعلیم کرد	چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی	یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

یعنی جذب اجزاء (غذائیہ) جب روح کو تعلیم کیا ہے تو وہ شاہ یکتا خود جذب اجزاء کو کیوں نہ جانے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جب روح کو جذب سکھایا تو خود تو کیوں جذب نہ کریں گے لہذا اگر یہاں سے موت ہوگی تو وہ جذب حق ہے کہ اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

جامع این ذرہا خورشید بود	بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا	وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چن لینا جانتا ہے

یعنی ان ذرات کا جامع خورشید ہی تھا بے غذا کے وہ تمہارے اجزاء کو ربودہ کرنا جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے اجزاء بدنی کا جامع حق تعالیٰ ہی ہے اور روح جو اجزاء کو جذب کرتی ہے اس میں تو خود اس کی غرض بھی ہوتی ہے کہ اس کو اس سے غذا ملتی ہے مگر حق تعالیٰ بے اس کے کہ ان کو لالچ غذا وغیرہ کی ہو تمہارے اجزاء کو جذب اور جمع فرماتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ آگے تقریب فہم کے لئے اس جذب اجزاء اور جمع اجزاء کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

آن زمانے کاندر آئی تو زخواب	ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئے گا	وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لے گا

یعنی جس وقت کہ تم نیند سے اٹھتے ہو تو حق تعالیٰ تمہارے گئے ہوئے ہوش و حواس کو جلدی سے بلا دیتے ہیں۔

تابدانی کان ازو غائب نشد	باز آید چون بفرماید کہ عد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے	وہ تو واپس آ جائے گا جب وہ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

یعنی تا کہ تم جان لو کہ وہ اس سے غائب نہ تھا اور وہ لوٹ آتا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ لوٹ مطلب یہ ہے کہ دیکھو تم جب سو جاتے ہو تو تمہارے سارے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اس کے بعد جب جاگتے ہو تو حق

تعالیٰ ان کو دوبارہ واپس فرما دیتے ہیں اور تم ان کو پھر جذب کر لیتے ہو تو جس طرح کہ وہ تمہارے اٹھتے ہی سارے حواس کو جمع فرما دیتے ہیں اور وہ تم سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ تم کو جذب فرمالیں گے اور جمع فرمادیں گے آگے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کے جمع ہونے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح کہ اس کو حق تعالیٰ نے جمع کیا اسی طرح وہ تم کو جمع فرمالیں گے اور اس جسم ظاہری کے جاتے رہنے سے ان کو جمع میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ وہ بے اس جسم کے بھی اپنی طرف جذب فرمالیں گے۔

عزیر علیہ السلام کے گدھے کا بعد مرنے کے جمع ہونا اور اسی وقت ان کی آنکھوں کے سامنے سواری کے قابل ہو جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت	کہ بوسیدہ ست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیز! اپنے گدھے کو دیکھ	کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

یعنی (ارشاد حق ہوا کہ) اے عزیز ذرا اپنے گدھے کو دیکھنا کہ تمہارے سامنے وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔

پیش تو گرد آوریم اجزاش را	آن سر و دم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دوں گا	سر اور دم اور دونوں کان اور پاؤں کو

یعنی ہم تمہارے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کرتے ہیں اس کے سر کو اور دم کو اور دونوں کانوں کو اور اس کے پاؤں کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست نے و جزو برہم مے نہد	پارہا را اجتماعے مے دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے	ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہے اور اجزاء کو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اور ٹکڑوں کو اجتماع دے دیتے ہیں۔

در نگر در صنعت پارہ زنے	کو ہمی دوز کہن بے سوز نے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ	کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

یعنی ذرا اس پیوند لگانے والے کی صنعت کو دیکھو کہ وہ کہنہ کو بے سوئی کے سیتا ہے۔

ریسماں نے سوزنے نے وقت خرز	آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز
سینے وقت نہ دھاگہ ہے نہ سوئی	اس طرح سی دیتا ہے کہ کھٹن کا پتہ نہیں چلتا ہے

یعنی سینے کے وقت نہ تاگا ہے نہ سوئی ہے اور ایسا سیتا ہے کہ کہیں درز ظاہر نہیں ہے سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں اپنی طرف نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے ورنہ قدرت حق کے آگے تو کوئی حیرت کی بات ہے ہی

نہیں ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ نہ ہاتھ ہے اور نہ سوئی نہ تا گا اور پھر اجزا اس طرح جڑیں کہ کہیں درز نہیں سبحان اللہ تعالیٰ علوا کبیرا دیکھئے زخم ہوتا ہے کھال پھٹ کرالگ ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ آ کر اس طرح مل جاتی ہے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ یہاں کبھی زخم ہوا بھی تھا۔ بھلا بتلاؤ کہ یہ کون کرتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہم بدذات لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں مگر پھر رحمت کم نہیں ہوتی شیخ شیرازی خوب فرماتے ہیں ؎

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جرم بیند و نان برقرار مے دارد

سبحان الله عما يصفون وسلام علىٰ المرسلين والحمدلله رب العلمين

سچ یہ ہے کہ بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ **لاالٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین** آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین	تانہ ماند شبہ ات در یوم دین
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے	تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تا کہ تم کو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے۔ مطلب یہ کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا۔ کہ سب کو ایک دم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم جو منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے تو پھر جب اس وقت بھی یہی اجتماع ہو رہا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اس وقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایک ساتھ ہوگا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تم کو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اس اجتماع سے ہی استدلال کرلو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اس کا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

تا بہ بینی جامعیم را تمام	تانہ لرزی وقت مردن ز اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے	تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تم کو جمع کر کے دکھادی ہیں یہ اس لئے ہے) تا کہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمالیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہمچناں کہ وقت خفتن ایمنے	از فوات جملہ حسہائے تنے
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے	اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہو جانے سے بیخوف ہوتے ہو۔

برحواس خود نہ لرزی وقت خواب	گرچہ مے گردد پریشان وخراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے	اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں (اور ان کے پریشان ہو جانے سے تم اس لئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آجاویں گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے مر گئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو ان کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو ان کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ ان کو ان کی حیات ابدی کا یقین تھا اس لئے وہ ان کو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے ان کو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرضکہ جو کچھ بھی ہو) وہ ان کی موت سے خوش تھے ان کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں لے جائے گی گھسیٹ کے آخر زمین میں

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں کسی نے کہا ہے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بس اب خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جا کر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے۔ پھر اس جسم ظاہری کے مر جانے سے اور اس کے گزند پہنچنے سے کیا خوف ہو۔ اے اللہ ہر مسلمان اور خاص کر اس بندۂ ناکارہ کو ہمت اور توفیق عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا ذرا سی دیر میں ساحران فرعون واصل الی اللہ کیسے ہو گئے یا

تفرق کے بعد جسم کیونکر مل سکتا ہے اس کے جواب کے لئے اولاً کچھ تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب بچہ شکم کو حق سبحانہ جان عطا فرماتے ہیں تو اس کے اندر خواہش جذب غذا اور قوت جاذبہ غذا پیدا کرتے ہیں جس سے کہ اجزاء منفصلہ جزو جسم ہو جاتے ہیں اور وہ جنین اس کے ذریعہ سے اجزاء جسم مادر کو کھینچتا اور اپنے جسم کو تیار کرتا ہے اور اس وقت سے لے کر چالیس برس کی عمر تک یہ قوت اس کے اندر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی ہے اور وہ جذب غذا کر کے بڑھتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ حق سبحانہ ہی کا کیا ہوا ہے۔ یہ تو جسم کی حالت ہے اب روح کی حالت سنو۔

حق سبحانہ نے روح کو اپنی غذا کے اجزاء کو جذب کرنا سکھلایا ہے اور بہ تعلیم حق سبحانہ وہ بھی اپنی غذا کو جذب کرتی ہے جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جب حق سبحانہ دوسروں کو قوت جذب عطا کرتے ہیں تو وہ اجزاء کو اپنی طرف کھینچنا یا ان کو ایک دوسرے کی طرف بلاضرورت تغذی کھینچنا کیوں نہ جانیں گے۔ بلکہ جب بواسطہ قوت جاذبہ تغذی کے واسطہ ذرات کو جمع کرنے والا وہی آفتاب حقیقی ہے تو وہ بدوں توسط قوت جاذبہ اور بلاضرورت تغذی بھی تمہارے اجزاء کو اپنی طرف یا ان کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لے جانا اور ان کا ملا دینا ضرور جانتے ہیں۔ اب نہ الجذ اب ساحران الی الحق مستبعد رہا نہ تفرق اتصال جسم کے بعد اس کا اتصال۔ نہ حشر اجساد آگے حشر اجساد یا مطلق اتصال تفرق جسم کے امکان وقوع پر مزید تنبیہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو جب تم خواب سے بیدار ہوتے ہو تو تمہارے ہوش وحواس جو جا چکے تھے حق سبحانہ ان کو فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ اور تم ہوش میں آ جاتے ہو یہ اس لئے ہے تاکہ تم جان لو کہ وہ ان سے غائب نہ ہوئے تھے بلکہ اس طرح اس کے قبضہ میں تھے کہ جب وہ ان کو واپسی کا حکم دے تو وہ فوراً لوٹ آئیں گے ایک اور تنبیہ فرماتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عزیر علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اے عزیر تم اپنے گدھے کو دیکھو جو تمہارے نزدیک بوسیدہ اور ریزہ ریزہ پڑا ہے ہم تمہارے سامنے ہی اس کے تمام اجزاء سر، دم، دونوں کان، پاؤں وغیرہ کو جمع کرتے ہیں۔ واقعی عجیب قدرت ہے کہ دست متعارف نہیں اور اس پر بھی اجزاء کو ترکیب دیتے اور ٹکڑوں کو ایک جا کر دیتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی پیوند لگانے والا پرانے اور پھٹے کپڑہ کو بلا سوئی کے سی دے تو کس قدر عجیب کاریگری ہے۔ پس یہی شان حق سبحانہ کی ہے کہ نہ تاگا ہے نہ سوئی اور جب سیتے ہیں تو ایسا سیتے ہیں کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا یعنی بلا آلات کے ترکیب دیتے ہیں اور ترکیب ایسی عجیب ہوتی ہے کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد مولانا مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم تیرے گدھے کو زندہ کرتے ہیں تو آنکھ کھول، اور حشر کو دنیا ہی میں دیکھ لے یہ ہم اس لئے کرتے ہیں تاکہ تم کو قیامت کے بارہ میں کچھ بھی شک وشبہ نہ رہے اور تاکہ میری جامعیت کا تم کو پورے طور پر مشاہدہ ہو جاوے اور موت کے وقت تم کو اپنے جسم کو فنا ہونے کا ذرا بھی غم نہ ہو۔ اور تمہاری حالت ایسی ہو جاوے جیسا کہ سونے کے وقت تم کو اطمینان ہوتا ہے اور حواس حسیہ کے فوت ہونے کا کچھ بھی کھٹکا نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ سوتے وقت وہ سب پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں مگر تم ان کی اس حالت سے ذرا بھی نہیں گھبراتے دیکھو ان واقعات سے بھی تفرق کا اتصال سے بدل جانا اور حشر اجساد کا واقع ہونا ہر دو غیر مستبعد ثابت ہو گئے۔

شرح شبّیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع وفزوع نہ کرنا

آسمانی شمع بر روئے زمین	بود شیخے رہنمائے پیش ازین
جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے	اب سے پہلے ایک رہنما شیخ تھے

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شمع (ہدایت) تھے۔

در کشائے روضہ دار الجنان	چوں پیغمبرؑ درمیان امتان
جنت کے باغ کا در کھولنے والے	امتوں میں پیغمبر کی طرح

یعنی پیغمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیغمبر امت میں ہوا کرتا ہے۔

چوں نبی باشد میان قوم خویش	گفت پیغمبرؑ کہ شیخ رفتہ پیش
اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے	آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوا کرتا ہے۔ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کے الفاظ مشہور تو یہ ہیں کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور جامع صغیر نے اس حدیث کے الفاظ دو طرح نقل کئے ہیں اور حدیث کو ضعیف کہا ہے ایک تو اس طرح کہ الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ اور ایک اس طرح کہ الشیخ فی اھلہ کالنبی فی امتہ اول تو یہ حدیث سن کر اس کو غلط اور موضوع ہی سمجھا کرتے تھے مگر چونکہ جامع صغیر نے نقل کیا ہے اگر چہ ضعیف ہی کہا ہے مگر خیر اب انکار نہیں ہو سکتا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چونکہ بوڑھا آدمی اپنے اہل وعیال میں مربی ہوتا ہے لہٰذا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے خیر غرض کہ ایک بزرگ بوڑھے پہلے زمانہ میں تھے۔

سخت دل چونی بگوائے نیک خو	یک صباحے گفتش اہل بیت او
اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟	ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا

یعنی ایک روز ان کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ اے نیک خصلت تم کیسے سخت دل ہو

نوحہ می آریم با پشت دو تو	ما ز ہجر و مرگ فرزندان تو
باوجود دہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں	آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم

یعنی ہم تو تمہارے لڑکوں کے ہجر اور موت سے نوحہ کرتے ہیں کہ دوہرے ہو جاتے ہیں۔

تو نمی گرئی نمے زاری چرا	یا کہ رحمت نیستت دردل کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟	اے بزرگ! کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

یعنی تم نہ روتے ہو اور نہ زاری کرتے ہو تو کیا اے دانا تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے۔

چوں ترا رحمے نباشد در دروں	پس چہ امیدست مان از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں	تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

یعنی جبکہ تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو پھر ہم کو تم سے اب کیا امید ہے۔

ما بہ امید توئیم اے پیشوا	کہ نہ بگزاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے	کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

یعنی اے پیشوا ہم تو اس امید میں ہیں کہ آپ ہم کو (قیامت کے روز) مصیبت میں نہ چھوڑیں گے۔

چوں بیارایند روز حشر تخت	خود شفیع ماتوئی آں روز سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے	تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

یعنی جبکہ حشر کے دن تخت سنواریں گے تو (ہمیں امید ہے کہ) خود آپ ہی اس سخت دن میں ہمارے شفیع ہونگے۔

در چناں روز و شب بے زینہار	ما با کرام توئیم امیدوار
ایسے بے پناہ روز و شب میں	ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

یعنی ایسے بے پناہ روز و شب میں ہم تو آپ ہی کے اکرام کے امیدوار ہیں۔

دست ما و دامن تست آں زماں	کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہو گا	جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

یعنی اس وقت آپ کا دامن ہوگا اور ہمارا ہاتھ ہوگا جس وقت کہ کسی مجرم کو امن نہ رہے گا (تو جب تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو اب کیا امید ہے کہ شفاعت کرو گے) اور یہ کہا کہ۔

گفت پیغمبرؐ کہ روز رستخیز	کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن	میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا ہوا کب چھوڑوں گا۔ حدیث میں صاف ہے کہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور فرمایا ہے کہ

من شفیع عاصیان باشم بجان	تا رہانم شان زاشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا	تا کہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

یعنی میں جان ودل سے عاصیوں کا شفیع ہوں گا تا کہ ان کو شکنجہ گراں سے چھڑاؤں۔

عاصیان و اہل کبائر را بجہد	وارہانم از عتاب نقض عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے	عہد کے توڑنے کے طعنہ سے نجات دلاؤں گا

یعنی عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے میں نقض عہد کے عتاب سے چھڑاؤں گا

صالحان امت من فارغ اند	از شفاعتہائے من روز گزند
میری امت کے نیک خود فارغ ہیں	مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

یعنی میری امت کے صالحین تو قیامت کے روز میری شفاعت سے فارغ ہوں گے۔

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود	گفت شان، چوں حکم نافذ میرود
بلکہ (خود) ان کی سفارشیں ہوں گی	ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

یعنی بلکہ خود ان کی ہی شفاعت ہوگی اور ان کی عرض حکم نافذ کی طرح چلے گی۔ صالحین کے لئے شفاعت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی شفاعت جو منجی من النار ہو ان کے لئے نہ ہوگی باقی اہل حق کہتے ہیں کہ شفاعت ان کے لئے بھی ہوگی اور اس شفاعت سے ترقی درجات ہوگی اور وہ حضرات پھر خود بھی شفاعت فرماویں گے اور ان کی شفاعت بھی منجی من النار ہوگی اور حق تعالیٰ ان کی عرض کو اس طرح مانیں گے جیسے کہ کوئی حاکم حکم کرے اور اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور ٹلتا نہیں ہے اسی طرح ان حضرات کی شفاعت رائیگاں نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ ضرور قبول فرماویں گے آگے مولانا آیت لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ میں علاوہ تفسیر مشہور کے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ قیامت میں ایسا نہ ہوگا کہ گناہ تو کرے زید اور اس کی سزا عمرو بھگتے بلکہ اپنے اپنے اعمال کی سزائیں اور جزائیں سب کو الگ ملیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے اس سے نکلتا ہے کوئی وازر کسی دوسرے کا وزر نہ اٹھاوے گا اور کسی کا بوجھ کسی پر نہ پڑے گا اور بوجھ پڑنے کے معنی ذمہ داری کے بھی آتے ہیں بولتے ہیں کہ اس نے اس کا سارا بوجھ اٹھا رکھا ہے یعنی اس کی ساری ذمہ داری کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی نکلا کہ ایک شخص دوسرے کا ذمہ دار بھی نہ ہوگا اور حالانکہ حضور ذمہ دار ہوں گے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ذمہ دار تو ہوں گے اور سب کا بوجھ اپنے اوپر لے لیں گے مگر اس بوجھ کے لینے سے خود حضورؐ پر کوئی بات ہو یہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آیت میں تو یہ ہے کہ کوئی وازر دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور حضور خود وازر ہیں نہیں ایسا بوجھ کہ جس کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ

وسلم پر کوئی ہو نہ اٹھاویں گے یعنی ایسا نہ ہوگا کہ جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ سب کی طرف سے کفارہ ہو گئے ان کا مطلب تو یہ ہے کہ سب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معذب ہوئے نعوذ باللہ اور بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کو مقبول بنانے کو خود مردود بنے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت اس درجہ ہے کہ خود مقبول رہے اور اوروں کو بھی مقبول بنالیا خوب سمجھ لو۔ تو نہ ہم عیسےٰ علیہ السلام کے اس طرح وازر ہونے کے قائل اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بلکہ معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ذمہ داری فرمادیں گے اس طرح کہ آپ پر ان کے اوزار کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اب اس مضمون کو مولانا بیان فرماتے ہیں بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرمار ہے ہیں کہ۔

ہیچ وازر وزر غیرے برنداشت	من نیم وازر خدایم برفراشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے	میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

یعنی کسی وازر نے دوسرے کا وزر نہیں اٹھایا ہے اور میں وازر ہی نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں وازر ہی نہیں تو میں اس طرح کہ اس وزر کا اثر کچھ مجھ پر رہے میں کسی کا وزر نہ اٹھاؤں گا اس لئے کہ آیت میں یہ ہے کہ وازر کوئی کسی کا وزر نہ اٹھاوے گا ہاں جو ذمہ داری ہوگی وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہے یہ ایک نکتہ ہے باقی اصل تفسیر وہی ہے جو مشہور ہے اس لئے اس کی توضیح اپنے نزدیک اچھی طرح کر دی گئی ہے تاکہ کوئی اس کو تفسیر نہ خیال کرے اور خلط مبحث نہ ہو جاوے فافہم۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بے وزرست شیخ ست اے جوان	در قبول حق چو اندر کف کمان
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے	(وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسے کہ ہاتھ میں کمان

یعنی جو کہ بے وزر (گناہ) ہے اے جوان وہی شیخ ہے اور قبول حق میں وہ مثل کمان کے ہے ہاتھ میں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اسی طرح وہ شیخ بے وزر قبول حق میں ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس کو رکھے اس کو کچھ عذر نہیں ہے آگے شیخ کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید	معنے این موبدان اے ناامید
شیخ کون ہوتا ہے بوڑھا یعنی سفید بالوں والا	اے ناامید! اس بال کے معنی سمجھ لے

یعنی شیخ کون ہے بڈھا یعنی سفید بال والا (لیکن ذرا) اس بال کے معنی سمجھ لو اے بامراد۔

ہست آن موئے سیہ ہستی او	تاز ہستیش نماند تار مو
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے	تاکہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

یعنی موئے سیاہ سے مراد اس کی ہستی ہے یہاں تک کہ اس کی ہستی سے ایک تار مو نہ رہے۔

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست	گر سیہ مو باشد او یا خود دو موست
جب اس کی ہستی نہ رہی وہ بوڑھا ہے	خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

یعنی جب اس کی ہستی نہ رہی تو وہ پیر ہو گیا اگرچہ وہ سیہ مو ہو یا اس کے دو ہی بال ہوں مطلب یہ ہے کہ ہماری مراد بالوں سے ہستی ہے اور سیاہ بالوں سے مراد ہستی تاریک اور سفید بال سے مراد ہستی نورانی ہے تو اب ہم جو کہتے ہیں کہ شیخ سفید بال والا ہوتا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے جس کی ہستی نورانی ہو چکی ہو اور وہ درجہ فنا کا حاصل کر کے درجہ بقا باللہ حاصل کر چکا ہو۔ اگرچہ وہ ابھی بچہ ہی ہو۔ شیخ شیرازی بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ۔

بزرگی بعقل ست نہ بہ سال

آگے مولانا بھی اس مضمون کو بہت صاف کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہست آن موئے سیہ وصف بشر	نیست آن موموئے ریش موئے سر
کالا بال بشری صفات میں	وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

یعنی سیاہ بال وصف بشری ہے اور وہ ڈاڑھی یا سر کے بال (مراد) نہیں ہیں آگے ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو بچپن میں ہی وہ شیخ تھے فرماتے ہیں کہ۔

عیسے اندر مہد بردار و نفیر	کہ جوان ناگشتہ ما شیخیم و پیر
(حضرت) عیسیٰ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں	کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

یعنی عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں آواز بلند فرماتے ہیں کہ ہم بے جوان ہوئے۔ شیخ اور پیر ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیاً تو دیکھو ابھی گہوارہ میں پڑے ہیں اور نبوت کا دعویٰ ہے تو اگر اس سفیدی سے مراد بالوں کی سفیدی ہوتی تو یہاں کیا معنے ہوتے بس معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی سے مراد ہستی کا نورانی ہو جاتا ہے اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عیسےٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے یا نہ تھے بعض لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ تاویل کیجائے اس لئے کہ بچپن میں نبی ہونے کی صورت میں یہی اعتراض ہے کہ عقل کامل نہ تھی اور نبوت کیسے مل گئی اس لئے کہ نبی کی عقل تو کامل ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عمر میں ان کی عقل کو کمال عطا فرما دیا ہو جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی خود قرآن شریف میں موجود ہے ارشاد ہے واتیناہ الحکم صبیا تو جس طرح ان کو بچپن میں مل گئی ان کو اگر رضاعت کے زمانہ میں مل گئی ہو تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں یکے موئے سیاہ کان وصف ماست	نیست بروے شیخ و مقبول خداست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے	اس میں نہیں ہے (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

یعنی جبکہ ایک موئے سیاہ جو کہ ہمارے وصف میں سے ہے اس میں نہیں ہے تو وہ مقبول خدا ہے مطلب یہ کہ اگر اوصاف بشری جو کہ مشابہ موئے سیاہ کے ہیں کسی میں نہ ہوں بس وہی مقبول حق ہے چاہے اس کے بدن کے سارے بال سیاہ ہی ہوں۔

چوں بود مویش سپید ار با خود ست	او نہ پیرست و نہ خاص ایزد ست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے	وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

یعنی اگر اس کے بال (بدن کے) سفید ہوں تو اگر با خود ہے تو وہ نہ پیر ہے اور نہ خاص خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کے اندر اوصاف بشری اور شہوات موجود ہیں تو وہ اگرچہ سفید بال والا ہو اور اس کی پلکیں اور بھوئیں سب سفید ہوگئی ہوں مگر وہ با خدا نہیں ہے بلکہ با خود ہی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

گر رہید از بعض اوصاف بشر	شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے	اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہو گا ادھیڑ ہو گا

یعنی اگر بعض اوصاف بشری سے تو چھوٹ گیا (اور بعض اس میں موجود ہیں) تو صاحبزادے وہ شیخ نہیں ہے بلکہ وہ ادھیڑ ہے یعنی وہ اس کے مثل ہے کہ جس کے کچھ بال سفید ہوں اور کچھ سیاہ ہوں۔

ور سرِ موئی ز وصفش باقی است	نیست از عرش و سما آفاقی است
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے	وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیا دار ہے

یعنی اور اگر سر مو اس کے وصف میں سے باقی ہے تو وہ عرش خدا سے نہیں ہے بلکہ آفاقی ہی ہے مطلب یہ کہ اگر اس کو پوری طرح درجہ فنا حاصل نہیں ہے تو وہ مقرب حق اور خاص حق نہیں ہے بلکہ ابھی وہ ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بس اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام صلحاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ آگے پھر ان گھر والوں کا قول ان بزرگ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

ماہمہ امیدواران تو ایم	ریزہ چین رحم و احسان تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں	آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

یعنی ہم سارے کے سارے آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین ہیں یعنی آپ نیک ہیں صالح ہیں تو ہم سب کو امید ہے کہ آپ ہماری شفاعت کریں گے۔

لیک با این جملہ چوں بے شفقتے	بہر فرزندان چرا بے رقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟	اولاد کے بارے میں رقت کیوں ہیں؟

یعنی لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ بے شفقت کیوں ہیں اور اپنے صاحبزادوں کے لئے بے رقت کیوں ہیں مطلب یہ کہ آخر آپ کو رونا کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ آپ ایسے بزرگ ہیں نیک ہیں صالح ہیں۔

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا	باز گو اے شیخ ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے	اے شیخ! ہمیں قصہ بتایئے

یعنی یا کہ شاید آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی اے شیخ ہم سے کچھ بات تو بیان کرو۔ مطلب یہ کہ آیا آپ کے قلب میں شفقت ورحم ہی نہیں ہے یا یہ کہ آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی۔ آخر کچھ کہو تو آگے وہ شیخ جواب دیتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر فنائے دنیوی پر غم نہ ہونے کا بیان کیا تھا اب اس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے جن کو یوں کہنا چاہئے کہ وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہوں کو راہ دکھلانے والے تھے۔ اور دربارہ نفس ہدایت ایسے تھے جیسے امت کے درمیان نبی کہ وہ لوگوں کو ہدایت کر کے ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (فی السن یا فی الفضل) ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبی اس لئے ہمارا ان کو نبی سے تشبیہ دینا کچھ بعید نہیں ایک مرتبہ ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اس قدر سخت دل کیوں ہیں۔ آپکے بچوں کی جدائی اور ان کے انتقال کے سبب ہماری تو کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمایئے کہ آپ کیوں نہیں روتے یا کہ آپ کے دل میں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دل میں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ حشر کے لئے عرش آراستہ کیا جاوے گا تو آپ اس روز ہمارے شفیع ہوں گے ایسے بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے اس وقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہ ہوگی اس وقت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا میں جان ودل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں گنہگاروں اور اہل کبائر کو میں کوشش کے ساتھ پیمان شکنی کے عتاب سے چھڑاؤں گا میری امت کے نیک لوگ تو اس تکلیف کے دن میں میری (نجات کے لئے اور عذاب سے چھڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بے فکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش یوں مانی جاوے گی جیسے کہ کسی کا حکم نافذ ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گنہگاروں کو لہٰذا میں یہ مخصوص سفارش انہی لوگوں کی کروں گا اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ

کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش بھی نہ کر سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور ان کی بات حق سبحانہ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ کرنا کیونکہ گو شیخ کے معنی ہیں بڈھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ سیاہ بالوں سے مراد ان کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڈھا ہو گیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کھچڑی ہوں پھر سمجھ لو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیمہ ہیں۔ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں بآواز دبلی پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عرفی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڈھے ہو گئے جبکہ بڈھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیمہ موجود ہوں اور بعض زائل ہو چکی ہوں تو وہ شیخ پیر اور بڈھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور مخلص عباد اللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیمہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں۔ بلکہ فی الجملہ دنیادار ہے۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چیں ہیں۔ لیکن باایں ہمہ آپ اتنے بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمائیے تو سہی کیا قصہ ہے۔

شرح شبّیری

شیخ کا لڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق	کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ	کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

یعنی شیخ نے اس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکھتا۔

بر ہمہ کفار مارا رحمت است	گرچہ جان جملہ کافر نعمت است
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے	اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

یعنی ہم کو تو تمام کفار پر بھی رحم ہے اگر چہ تمام کفار کی جان نعمت ہے مطلب یہ کہ بھلا ہم کو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بھی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکھتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو ان پر بھی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پھر بھی انسان ہیں ان میں تو یہ اشتراک بھی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ۔

بر سگانم رحمت و بخشایش است	کہ چرا از سنگہا شاں مالش است
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے	کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

یعنی مجھے تو کتوں پر بھی رحم اور بخشائش ہے کہ ان کو کیوں پتھروں سے مالش ہے مطلب یہ کہ ان پر بھی رحم آتا ہے کہ کیوں بھونکتے ہیں جو اس کی وجہ سے ان کے پتھر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ می گزد گویم دعا	کہ ازیں خو وا رہانش اے خدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں	کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

یعنی جو کتا کہ کاٹتا ہے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار	کہ نباشند از خلائق سنگ سار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما	کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگسار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے تاکہ یہ سنگسار نہ ہو سکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں	تا کند شاں رحمۃ للعلمین
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے	تا کہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

یعنی حق تعالیٰ نے اسی لئے انبیاً کو زمین پر بھیجا ہے تاکہ ان کو رحمۃ للعلمین بنا دے۔

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص	حق را خواند کہ وافر کن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کر دے

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند	چوں نشد گوید خدایا در مبند
اس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے	جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا

دروازہ (رحمت) بند کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کی طرف بلا دیں اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہٰذا میں بھی تمام چیزوں پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بود مر عام را	رحمت کلی بود ہمام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے	غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

یعنی رحمت ناقص تو عوام کو بھی ہوتی ہے (مگر) رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قریں گشتہ بکل	رحمت دریاست ہادی سبل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے	دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

یعنی ان کی رحمت جزوی اس کامل کے قریں ہو گئی ہے اور رحمت دریا ہادی سبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی رحمت جزوی ہی تھی مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہو گئی ہے اور اسی سے مستفیض ہو رہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہو گئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بکل پیوستہ شو	رحمت کل را تو ہادی بیں و رو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا	کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھ کر چلے چلو۔ مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہو کر کامل ہو چکے ہیں غرضکہ تم کاملوں کے ساتھ لگے رہو گے تو ان شاء اللہ کامل ہو جاؤ گے آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تا کہ جزوست او نداند راہ بحر	ہر غدیرے را کند اشباہ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے	ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اس کامل سے پیوستہ ہونا چاہے گا تو وہ یقیناً ناقص الحال ہی ہوگا۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر

معرفت ہی نہ ہوگی تو پیوستہ کس کے ساتھ ہوگا۔ تو جب نقص علم ہوگا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھ جاوے گا اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالیٰ مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چوں نداند راہ یم رہ کے برد	سوئے دریا خلق را چوں آورد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے	دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لے جا سکتا ہے اور مخلوق کو دریا کی طرف کس طرح لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہنچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او	رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا	(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لے جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اس کو اس کے ساتھ پیوستہ ہونا بھی آسان ہوگا اور جس طرح کہ ندی اور رود دریا میں جا کر مل جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ ہو جاوے گا اور اگر ابھی معرفت بھی حاصل نہ ہوئی ہو تو اس کو فرماتے ہیں کہ۔

ورکند دعوت بہ تقلیدے بود	نز عیان ووحی و تائیدے بود
اگر وہ دعوٰی کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا	مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہو گا

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے نہ عیانا اور وحی اور تائید کے ساتھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خود تو کیا راہ پاوے گا اگر اوروں کو بھی بلاتا ہے تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرضکہ چاہئے کہ اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ	ہمچو چوپانی بگرد ایں رمہ
اس نے کہا جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا ہے)	تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گذریہ کی طرح ہو

یعنی اس عورت نے کہا کہ بس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو اور اس جماعت کے گرد چوپان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش	چونکہ فصاد اجل شاں زد بہ نیش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟	جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دید ہاست	دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
جبکہ رحم کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں	آپ کی آنکھیں بغیر آنسواور گریہ کے کیوں ہیں؟

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد	در سخن یکبارہ بے آزرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے	بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آ گئے اور بات میں ایک دفعہ ہی بے تاب ہو گئے۔

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز	خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!	موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گر مردند وایشاں ور حے اند	غائب و پنہاں زچشم دل کے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہو یا زندہ	دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

من چو بینم شان معین پیش خویش	از چہ رو رو را کنم ہمچوں تو ریش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں	تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

یعنی میں جب ان کو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون انداز دور زمان	بامن اند و گرومن بازی کنان
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں	وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

یعنی اگرچہ اس دور زماں سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق	با عزیزانم وصالست و عناق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے	میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اس کو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ روئے تو جب

جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں روؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کشف ہوتا تھا اور وہ ان کو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب مے بینند شاں	من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں	میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

یعنی خلق تو ان کو خواب میں دیکھتی ہے اور میں ان کو بیداری میں عیاناً دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاناً دیکھنے کی ترکیب بتاتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دل میں شفقت نہیں۔ کیونکہ ہماری شفقت کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بھی رحمت ہے اگرچہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت و عنایت تو کتوں پر بھی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کمبخت پتھروں سے کیوں مار کھاتے ہیں چنانچہ جب کوئی کتا کسی کے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اس کی یہ بری خصلت چھڑا دے اور کتوں کو اس خیال میں مشغول رکھ کہ وہ کسی نہ کاٹیں اور لوگوں کی اینٹیں نہ کھائیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو تمام عالم کے لئے یوں رحمت بنا دے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ سے دعا کریں کہ اے اللہ ان کو ذمایم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اس طرف نصیحت کے لئے پوری کوشش کریں۔ جب ادھر نصیحت کارگر نہ ہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت بند کر اور تو اپنی رحمت سے ان کو اس بلا سے نجات دے اور اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہادی حقیقی تو رحمت کاملہ و تامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اس میں فنا ہو گئی ہے اس لئے اس پر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ پر ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اس لئے اہل اللہ کی شفقت بھی عام ہے اور جب تک کہ رحمت ناقص رہتی ہے اس وقت تک اسے اس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اور رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کر کے مشابہ سمندر بن سکتی ہے اور جبکہ وہ اس دریا کا راستہ ہی نہیں جانتی تو خود اس تک پہنچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اس سمندر تک پہنچا کیسے سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کو سمندر کے ساتھ اتصال ہو جاوے اس وقت وہ سمندر میں ندی نالوں کی طرح مل کر اس میں جذب ہو سکتی ہے اور اگر یہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اس پر بھی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سنائے ہیں۔ مشاہدہ اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں ہیں۔ خیر یہ گفتگوے استطرادی تو ختم ہوئی۔ اب سنو کہ ان کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پھر یہ کیا بات ہے کہ

آپ کو اپنے بچوں پر رونا نہیں آتا جبکہ قضا و اجل نے ان کے نشتر مار کر ان کو ہلاک کر دیا نیز جبکہ رحم دل کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں تو پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو اس ملامت سے جوش آ گیا اور عورت کی طرف متوجہ ہو کر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار و خزاں جاڑا اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و خواص بھی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں ان کو اپنے سامنے متشخص دیکھ رہا ہوں تو میں آپ کی طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کھیلتے ہیں آپ کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محب کو چھوڑ دینا ہوتا ہے یا اس کا دور ہونا۔ اور مجھے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے تو پھر میں کیوں روؤں لوگ تو ان کو خواب میں دیکھتے ہیں اور میں بیداری میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے اس کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبّیری

زین جہاں خود را دمے پنہاں کنم	برگ حس را از درخت افشاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں	حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

یعنی اس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لئے پنہاں کر لیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کر کے غیبت حاصل کر لیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مکشوف ہو جاتا ہے اور ان کو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتوں کو جھاڑ دیتا ہوں یعنی ان حواس کو معطل کر کے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں پس عالم غیب مجھ پر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اس کے بعد مولانا اس بیان کو موجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

شرح شبّیری

حس اسیر عقل باشد اے فلاں	عقل اسیر روح باشد ہم بدان
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں	سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

یعنی اے شخص حس تو اسیر عقل کی ہوتی ہے اور عقل اسیر روح کی ہوتی ہے اس کو بھی جان لو مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حواس کو عقل کے تابع اور اس کے محکوم اس لئے بنایا تھا تا کہ وہ ان حواس کو قید اور مغلوب رکھے اور

عقل کو روح کا تابع اور محکوم اس لئے بنایا تھا کہ وہ اس کو رہا کر کے اور مطلق چھوڑ کر اس سے کام لے اس لئے کہ اسیر تو اپنے قبضہ میں ہوتا ہے خواہ اس کو قید رکھو یا رہا کر دو تو حواس اس قابل تھے کہ ان کو قید رکھا جاوے اور عقل اس قابل تھی کہ اس کو رہا کر کے اس سے کام لیا جاوے۔ مگر دنیا میں پھنس کر نہ تو عقل نے اپنا کام کیا کہ حواس کو قید کر کے رکھتی اور نہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیتی بلکہ عقل نے تو حواس کو مطلق چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے خوب شرارت شروع کر دی۔ اور روح نے عقل سے کام نہ لیا لہٰذا وہ امور غیبیہ جن کا انکشاف اس وقت ہوتا جبکہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگتا۔ اب نہ ہوئی لیکن اب جبکہ حواس کو مغلوب کر دیا جیسا کہ ''رو برگ حس را از درخت الخ سے معلوم ہوتا ہے تو جب حواس مغلوب ہو گئے تو اب روح نے اپنا کام کیا وہ یہ کہ۔

دست بستہ عقل را جان باز کرد	کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا	الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

یعنی روح نے عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیا اور کارہائے بستہ کا بھی سامان کر دیا مطلب یہ کہ عقل کے ہاتھ جو ہوا و ہوس میں بندھے ہوئے تھے جب روح نے اپنا کام کیا تو ان کو کھول دیا اور عقل کو رہا کر دیا۔ اور جو امور کہ پہلے غائب تھے اب ان کو ظاہر کر دیا۔

حسہا و اندیشہ بر آب صفا	ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
حواس اور افکار نے صاف پانی پر	تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

یعنی حواس اور اندیشوں نے آب صفا پر خس کی طرح روئے آب کو چھپا رکھا تھا حواس سے مراد حواس ظاہری اور اندیشہ سے مراد حواس باطنہ آب صفا سے مراد عقل نیز روئے آب سے مراد بھی عقل۔ مطلب یہ کہ قبل اس کے کہ روح اپنا کام کرے حواس اور اندیشوں نے عقل کو مغلوب کر رکھا تھا اور جس طرح کہ سطح آب پر خس و خاشاک آ کر اس کو چھپا دیتے ہیں اسی طرح حواس نے عقل کو مغلوب اور اس کے کام کو پوشیدہ کر رکھا تھا اور امور غیبیہ ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جبکہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیا تو عقل نے یہ کیا کہ۔

دست عقل آں خس بیکسو مے برد	آب پیدا مے شود پیش خرد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے	عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

یعنی عقل کا ہاتھ اس خس کو ایک طرف لے جاتا ہے اور پانی عقل کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں آب سے مراد امور غیبیہ ہیں۔ مطلب یہ ہو گیا کہ جب روح نے عقل کو رہا کیا تو اس نے اپنا کام کیا کہ حواس کو مغلوب کیا جب حواس مغلوب ہو گئے تو وہ امور غیبیہ جو اب تک اس عقل سے پوشیدہ تھے اب ظاہر ہو گئے۔

خس بس انبہ بود بر جو چوں جناب	خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا	کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

یعنی حباب کی طرح ندی پر خس بے انتہا تھے۔ تو جب خس ایک طرف ہوئے پانی ظاہر ہو گیا جو سے مراد عقل اور آب سے مراد امور غیبیہ مطلب یہ ہوا کہ روح کے کام کرنے سے پہلے عقل میں حواس کے خس و خاشاک بھرے ہوئے تھے۔ لیک جب عقل نے رہا ہو کر انخس و خاشاک کو الگ کیا تو وہ امور غیبیہ ظاہر ہو گئے اور اس عقل نے ان کا ادراک کر لیا۔

چونکہ دست عقل نکشاید خدا	خس فزاید از ہوا برآب ما
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے	ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

یعنی جبکہ دست عقل کو خدا نہ کھولے تو خس ہمارے پانی پر ہوا کی وجہ سے بڑھ جاویں خدا کے دست عقل کھولنے سے مراد روح کا کھولنا ہی ہے اس لئے کہ بے اس کے کہ خدا کا حکم ہو روح کب کام کر سکتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر روح دست عقل کو نہ کھلوتی تو ہم پر وہ امور ظاہر ہو ہی نہ سکتے تھے مگر اب عقل نے رہا ہو کر خس و خاشاک کو ایک طرف کر کے ان امور کو ہمارے سامنے ظاہر کر دیا۔

آب را ہر دم کند پوشیدہ او	آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے	وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

یعنی آب کو وہ ہر دم پوشیدہ کر رہی ہے تو وہ ہوا ہنستی ہے اور تمہاری عقل رو رہی ہے۔ آب سے مراد امور غیبیہ اور ہوا سے مراد ہوا و ہوس مطلب یہ کہ وہ ہوا و ہوس کی ہوس خس و خاشاک کو لا کر ان امور غیبیہ پر جمع کر دیتی ہے اور اس کو چھپا دیتی ہے تو اس وقت وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اس نے اپنا کام کر لیا۔ مگر عقل جب اپنا کام نہیں کر سکتی تو روتی ہے۔

چونکہ تقوے بست دو دست ہوا	حق کشاید ہر دو دست عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے	اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

یعنی جبکہ تقویٰ ہوا کے دونوں ہاتھ باندھ دیتا ہے تو حق تعالیٰ عقل کے ہاتھ دونوں کھول دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تقویٰ نے آ کر ہوا و ہوس کو مغلوب کر دیا تو اب وہ عقل اپنا کام کرتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ۔

پس حواس چیرہ محکوم تو شد	چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں	جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

یعنی پھر حواس (جو کہ پہلے) غالب (تھے وہ) تمہارے محکوم ہو جاتے ہیں جبکہ عقل تمہاری پیشرو اور مخدوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل نے اپنا کام کیا اور وہ مخدوم اور پیشرو ہوئی تو اب جو حواس کہ پہلے غالب ہو رہے تھے اب مغلوب اور محکوم ہو گئے اور عقل کے تابع ہو گئے اب عقل یہ کرتی ہے کہ۔

حس را بیخواب خواب اندر کند	تا کہ غیبہاز جاں سر برزند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے	یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

یعنی حس کو بخواب کے خواب میں کر دیتی ہے یہاں تک غیوب جان سے سر نکالتے ہیں مطلب یہ کہ حواس تو اس وقت ہی معطل ہوتے ہیں جبکہ انسان سو جاوے مگر یہ عقل ان پر غالب ہو کر بے ان کے سوئے ہوئے ان کو معطل کر دیتی ہے بس جب وہ معطل ہو گئے تو اب روح پر غیوب فائض ہوتے ہیں اور وہ ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور اس وقت یہ ہوتا ہے کہ۔

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا	ہم زگردوں برکشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے	آسماں کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

یعنی بیداری ہی میں وہ بہت سے خواب دیکھتی ہے اور آسمان سے بہت سے ابواب کھول لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بیداری ہی میں ان حواس کو معطل کر کے ان مغیبات کو دیکھ لیتی ہے اور آسمان سے ابواب کھل جاتے ہیں اور ادھر سے اس پر فیض ہونے لگتا ہے تو بس اس ترکیب سے وہ صاحبزادوں کی زیارت فرماتے تھے۔ چونکہ بیان کیا ہے کہ ان حواس ظاہری کے باطل ہونے کے بعد امور غیبیہ کا ادراک ہوتا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ اندھا تھا مگر جب قرآن شریف پڑھتا تھا تو بینا ہو جاتا تھا تو دیکھو ان حواس کے زائل ہونے کے بعد دیکھ سکتا تھا اسی طرح ان حواس کے تعطل کے بعد انسان ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجہ اور مدلل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالتہ حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اس کو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حواس اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس وخاشاک آب صفا پر پھیل کر اس کو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس وافکار کے سبب ہے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس وافکار کے خس وخاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے یعنی ان کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اس کو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس وخاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اس لئے پیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہجوم وافکار وخیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب ان کے دفع ہو جانے سے پیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اس وقت خس وخاشاک افکار واوہام بڑھتے رہتے ہیں اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تم کو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں۔ پس وہ خس وخاشاک تو ہوائے نفس سے ہنستے کھیلتے ہیں اور عقل

بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے کیونکہ حواس اس پر غالب اور وہ ان کی مغلوب ہوتی ہے کیونکہ روح اس کی امداد نہیں کرتی کہ اس کو ان کمینوں کے نرغے سے چھڑائے نیز اپنی مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اس لئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اس کی امداد کرتی ہے یعنی تقوے اختیار کر کے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدی کو باندھتی ہے اس وقت حق سبحانہ اس کے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتی ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کر کے ان کو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور ان کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو ان کو بھی دکھلائے دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہ ہو۔

شرح شبیری

ایک اندھے کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے کے وقت وہ اللہ کے حکم سے بینا ہو جایا کرتے تھے

دید در بغداد یک شیخ فقیر	مصحفے در خانۂ پیر ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں	ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

یعنی ایک درویش بزرگ نے بغداد میں ایک اندھے بوڑھے کے یہاں قرآن شریف دیکھا۔

گشت ضیفش در تموز پر ز سوز	ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا	دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

یعنی یہ درویش اس کے مہمان تموز گرم میں ہو گئے تھے تو دونوں زاہد چند روز تک جمع رہے یعنی یہ شیخ ان اندھے یہاں گرمی کے دنوں میں مہمان ہوئے تھے تب انہوں نے ان کے یہاں قرآن شریف رکھا ہوا دیکھا۔

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست	چونکہ نابیناست این درویش راست
اس نے (دل میں) کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے؟	کیونکہ درویش تو بالکل نابینا ہے

یعنی اس درویش نے کہا کہ تعجب ہے کہ یہ قرآن شریف یہاں کیوں ہے جبکہ یقیناً یہ درویش نابینا ہے (دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن شریف کو فضول کوئی نہ رکھتا تھا جب تو ان شیخ کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہے اندھا پھر قرآن فضول کیوں رکھا ہے ورنہ اس زمانہ میں تو چاہے عمر بھر کھول کر بھی نہ دیکھے مگر گھر میں رکھے ہونے

سے کوئی تعجب نہیں ہوتا اس لئے کہ پڑھنے کی عادت ہی نہیں رہی افسوس صد افسوس)

اندریں اندیشہ تشویشش فزود	کہ جزا و را نیست اینجا باش و بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی	کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

یعنی اس فکر میں ان کو تشویش بڑھ گئی کہ اس جگہ اور کسی کی تو بود و باش ہی نہیں ہے (کہ یہ کہا جاوے کہ وہ دوسرا آدمی پڑھتا ہوگا پھر کیوں رکھا ہے)

اوست تنہا مصحف آویختہ	من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے قرآن آویزاں ہے	میں شوخ یا گھلا ملا نہیں ہوں

یعنی یہ تو تنہا ہی ہے اور مصحف لٹکا ہوا ہے اور میں بے تکلف یا ملا جلا نہیں ہوں۔

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم	تا بصبرے بر مرادے بر زنم
کہ دریافت کروں یا خاموش رہ کر صبر کروں	تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

یعنی تا کہ پوچھ ہی لوں اور نہ خاموش ہی رہ سکتا ہوں (اب خود فیصلہ کرتے ہیں کہ) میں صبر کرتا ہوں تا کہ صبر کی وجہ سے مراد پر پہنچ جاؤں۔

صبر کرد و بود چندے در حرج	کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا	(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

یعنی انہوں نے صبر کیا اور چندے تنگی میں رہے تو (ان پر وہ راز جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) کھل گیا اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

صبر گنجست اے برادر صبر کن	تا شفا یابے توزیں رنج کہن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے صبر کر	تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

یعنی اے بھائی صبر ایک خزانہ ہے تو تم صبر کیا کرو تا کہ اس رنج کہنہ سے تم شفا پاؤ یعنی جس قدر افکار وغیرہ تم کو ہوں گے صبر سے سب حل ہو جائیں گے انشاءاللہ۔

صبر تلخ ست و برواشکرست	صبر سوئے کشف ہر سر رہبرست
صبر کڑوا ہے اس کا پھل شکر ہے	صبر ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

یعنی صبر ہر بھید کے کشف کی طرف رہبر ہے اور صبر خود تلخ ہے مگر اس کا پھل شیریں ہے اس صبر پر آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ انہوں نے بھی صبر کیا تھا تو ان پر بھی وہ بھید جس کے وہ طالب تھے ظاہر ہو گیا۔

لقمان علیہ السلام کا جس وقت کہ انہوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام لوہے کی کڑیاں بنارہے ہیں پوچھنے سے صبر کرنا اس سبب سے کہ صبر موجب راحت وفرح ہے

رفت لقماں سوئے داؤدؑ نبی	حلقہ مے کرداو پولاد ابی
(حضرت) لقمانؑ داؤد نبی کے یہاں گئے	وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

یعنی لقمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے پاس صفا (حاصل کرنے) کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لوہے کی کڑیاں بنارہے ہیں۔

جملہ را با یکدگر درمے فگند	ز آہن و پولاد آن شاہ بلند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے	لوہے اور فولاد سے وہ شاہ عالی

یعنے سب کو ایک دوسرے میں لوہے اور فولاد سے وہ شاہ بلند ڈال رہے تھے۔

صنعت زرادا و کم دیدہ بود	در تحیرمے ماند و وسواسش فزود
ان (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی	وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

یعنی زرہ بنانے والے کی صنعت کو لقمان علیہ السلام نے دیکھا نہ تھا تو وہ تعجب میں رہ گئے اور ان کا وسوسہ بڑھا۔

کایں چہ شاید بودو اپرسم ازو	کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا' ان سے پوچھوں	کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

یعنی کہ اس کا کیا ہوگا میں ان سے پوچھوں کہ تم تو بتو حلقے کیا بنارہے ہو۔

باز با خود گفت صبر اولے ترست	صبر با مقصود زود تر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے	صبرٗ مقصد کا تیز رہنما ہے

یعنی پھر اپنے سے کہا کہ صبر زیادہ اولیٰ ہے اور صبر مقصود تک جلدی رہبر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں نہ پرسی زود تر کشف شود	مرغ صبر از جملہ پران تر رود
اگر تو نہ پوچھے جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا	صبر کا پرند' تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

یعنی اگر تم نہ پوچھوگے تو تم کو جلدی ہی ظاہر ہو جاوے گا اس لئے کہ مرغ صبر سب سے زیادہ اڑنے والا ہوتا ہے۔

ور بپرسی دیر تر حاصل شود	سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا دیر میں حاصل ہو گا	تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

یعنی اور اگر پوچھو تو وہ دیر میں حاصل ہوگا اور سہل تمہاری بے صبری کی وجہ سے مشکل ہو جاوے گا۔ پوچھنے یا نہ پوچھنے سے مراد صبر کرنا یا نہ صبر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر صبر کرو گے تو وہ بات جلدی معلوم ہوگی اور بے صبری سے معلوم ہوتی ہوئی بھی مشکل ہو جاوے گی۔

چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان	شد تمام از صنعت داؤد آن
چونکہ لقمان اس وقت خاموش ہو گئے	وہ (کام حضرت) داؤد کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

یعنی جبکہ لقمان اس وقت چپ ہو رہے تو وہ (زرہ) داؤد علیہ السلام کے بنانے سے پوری ہوگئی۔

پس زرہ سازید و در پوشید او	پیش لقمان حکیم نیک خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا	صابر و دانا لقمانؒ کے سامنے

یعنی پھر داؤد علیہ السلام نے زرہ بنا کر اس کو لقمان حکیم نیک خو کے سامنے پہنا۔

گفت این نیکو لباس ست اے فتے	در مصاف و جنگ دفع زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے	لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فتے یہ مصاف اور جنگ میں زخم کے دفع کرنے کے لئے اچھا لباس ہے۔

گفت لقمان صبر نیکو ہمدمے است	کو پناہ و دافع ہر جا غمے است
لقمانؒ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے	کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

یعنی لقمانؒ نے فرمایا کہ صبر ایک اچھا ہمدم ہے کہ وہ ہر جگہ پناہ اور دافع غم کا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را با حق قرین کرد اے فلان	آخر والعصر را آگہ بخوان
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے	ہوش سے والعصر کا آخیر پڑھ لے

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص تو اس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں	صبر جیسی کیمیا آدم نے نہیں دیکھی ہے

یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (نبی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے ان شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔

اس نابینا کا باقی قصہ اور اس کا دیکھ کر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان	کشف گشتش حال مشکل در زمان
مہمان شخص نے صبر کیا اور اچانک	اس پر مشکل کا حال فوراً کھل گیا

یعنی اس مرد مہمان نے صبر کیا تو ناگاہ اسی زمانہ میں وہ حال مشکل اس پر کھل گیا (اس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید	جست از خواب آن عجائب را بدید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی	یہ نیند سے اٹھا اور عجائب دیکھے

یعنی اس مہمان نے آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی تو نیند سے اٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ۔

کہ ز مصحف کور میخواند درست	گشت بیصبر واز وآں حال جست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں	بے صبر ہو گیا اور ان سے اس حال کی جستجو کی

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے صبر ہو گیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور	چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں بغیر آنکھ اور روشنی کے	آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

یعنی اس نے کہا کہ تو کیسا عجیب اندھا بے چشم و نور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

انچہ میخوانے برآن افتادۂ	دست را بر حرف آن بنہادۂ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں اسی پر ہوتے ہیں	ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

یعنی جو کچھ تو پڑھتا ہے اسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اسی حرف پر رکھا ہے۔

اصبعت در سیر پیدا میکند	کہ نظر برحرف داری مستند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے	کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

یعنی تیری انگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا	این عجب داری از صنع خدا
انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

یعنی اس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اس نے کہا کہ آپ جہل باتوں سے جدا ہیں اور آپ کو اس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں یہ تو قدرت حق ہے اور اس کی وجہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ۔

من ز حق درخواستم کاے مستعان	بر قرأت من حریصم ہمچو جان
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار	مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

یعنی میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے انس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ	در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے	دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرما دیجئے۔

بازدہ دو دیدہ ام را آن زمان	کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے	جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں۔

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار	اے بہر رنجے بما امیدوار
بارگاہ (خداوندی) سے آواز آئی اے باعمل!	اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

یعنی حضرت حق نے ندا آئی کہ اے مرد کار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا امیدوار ہے۔

حسن ظن ست و امید خوش ترا	کہ ترا گویم بہردم بر ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے اور اچھی امید	جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

یعنی تجھے حسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہوں گا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو سن رکھ کہ۔

ہر زمان کہ قصد خواند باشدت	یاز مصحفا قرأت بادیت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا	یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا

یعنی جس وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھ پڑھنے کی ضرورت ہو۔

من در آں دم وادہم چشم ترا	تا فروخوانے معظم جوہرا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا	تاکہ تو خوب پڑھ لے اے بڑے جوہرا

یعنی میں اس وقت وہ نور تیری آنکھ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو۔ اے معظم ذات۔ تو حق تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کرد و ہر آنگاہے کہ من	واکشایم مصحف اندر خواندن
اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں	پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

یعنی حق تعالیٰ نے ایسا ہی کیا کہ جس وقت میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کو نشد غافل زکار	آن گرامی بادشاہ کردگار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے	وہ عزیز کردگار بادشاہ

یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالیٰ۔

باز بخشم بینشم آن شاہ فرد	در زمان ہمچون چراغ شب نورد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے	فوراً تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

یعنی وہ شاہ یکتا میں بینش کو پھر اسی وقت عطا فرما دیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت ان شیخ اقطع کی بیان کی ہے کہ وہ بے ہاتھ کے زنبیل بن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب بنود ولی را اعتراض	ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض
اسی لئے، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے	(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے بدلہ بھیج دیتا ہے

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ظاہری ہاتھ لے لئے تو باطنی ہاتھ عطا فرما دیئے اور ایک کی ظاہری آنکھیں لے لیں تو باطنی آنکھیں عطا فرما دیں۔ اور یہاں تو عوض مثل مقصود کے تھا۔ مگر ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عوض تو ضرور ملتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ہم چاہیں وہی مل جائے بلکہ جو علم حق میں بہتر ہوتا ہے وہی ملتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ:۔

گر بسوزد باغت انگورے دہد	درمیان ماتمت سورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے انگور دے دیتا ہے	رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

یعنی اگر تمہارا باغ جلادیں تو انگور دے دیتے ہیں اور ماتم کے درمیان میں تم کو خوشی عطا فرماتے ہیں۔

آن شل بے دست را دستے دہد	کان غمہارا دل مستے دہد
وہ ہاتھ کٹے ہنٹے کو ہاتھ دے دیتا ہے	غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے

یعنی وہ شل بے دست و پا کو ہاتھ عطا فرماتے ہیں اور معدن غموم کو دل مست (عن السرور) دیتے ہیں۔
مطلب یہ کہ جو کچھ بھی وہ لے لیں اس کا عوض ضرور ملتا ہے خواہ وہ مرضی موافق اس فاقد کے ہو یا نہ ہو اور خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں مگر ملے پر ملے۔ جب یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لانسلم واعتراض از ما برفت	چوں عوض می آید از مقصود رفت
"ہم نہیں مانتے ہیں" (کہنا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے	جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

یعنی ہم سے لانسلم اور اعتراض جاتا رہا۔ جبکہ عوض مقصود کا عظیم مل جاتا ہے ما سے مراد فرقہ یعنی ہمارے گروہ میں اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ گروہ اعتراض نہیں کرتی اس لئے کہ ہر مقصود کا ان کو اس سے بڑھ کر عوض مل جاتا ہے۔

چوں کہ بے آتش مرا گرمے دہد	راضیم گر آتش مارا کشد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے	میں راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

یعنی جبکہ بے آتش کے مجھے گرمی عطا فرماتے ہیں تو میں راضی ہوں اگر میری آگ کو بجھادیں مطلب یہ کہ ہمیں یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اس کام کو اس طریق سے انجام دیا جائے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اصل کام ہو جاوے سو اگر مثلاً وہ بے آگ کے ہمارے لئے گرمی پیدا کر دیں تو ہمارا کیا حرج ہے۔ مقصود جو تھا وہ تو حاصل ہے۔

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے	این چنین کوریست چشم روشنی
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے	ایسا اندھا پنا روشن آنکھ ہے

یعنی جبکہ بے (ظاہری) آنکھ کے بینائی عطا فرماتے ہیں تو ایسی کوری تو چشم روشن ہے (پھر اس آنکھ کے مفقود ہونے سے کیا حرج ہوا)

بے چراغے چون دہد او روشنی	گر چراغت شد چہ افغان میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے	اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

یعنی بے چراغ کے جب وہ روشنی عطا فرماتے ہیں تو اگر تمہارے پاس چراغ نہ ہو تو فغاں کیوں کرتے ہو۔
اس لئے کہ مقصود تو حاصل ہے اب جس طرح وہ چاہیں اس طرح کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا کرے آگے اولیاء اللہ کے مذاق کو ذکر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے راضی برضا ہوتے ہیں کہ وہ دعا کرنا بھی حرام جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعا کرنا گویا کہ قضا میں دخل دینا ہے مگر یہ ان کا ایک حال ہوتا ہے کہ

اس میں مغلوب ہو کر وہ دعا نہیں کر سکتے۔ باقی کامل وہ ہے جو کہ قضا پر راضی ہو۔ اور پھر رضا کے ساتھ دعا بھی کرے اس لئے کہ دیکھو یہ تو مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کامل تھے اور ان کو رضاء کامل حاصل تھی مگر باوجود اس کے وہ دعا فرماتے تھے تو دعا کرنا تو ایک حال ہے اور رضا کے ساتھ دعا کو جمع کرنا یہ نشانی جامعیت کی ہے اور کمال یہی ہے مگر بعض مغلوب الحال بزرگوں کی یہ شان ہوئی ہے کہ وہ قضا کے سامنے دعا کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب سنئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ ان کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے ایک روز ان کو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید کوئی اور رہتا ہو اور وہ پڑھتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن لٹکا ہوا ہے تو ان کی تشویش اور بھی بڑھی پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اس کے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے تا کہ صبر کی بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخرکار انہوں نے صبر کیا۔ چند روز تو ان کو پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز ان پر منکشف ہو گیا کیونکہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی بدولت ان کو فراخی حاصل ہونا ضرور تھا۔ قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تم کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اس کے باعث تم کو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری سے شفا حاصل ہو گی۔ جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت بڑا دخل ہے مگر بشرطیکہ کوئی اس سے بڑی مصلحت مزاحم نہ ہو اور صبر گو فی نفسہ ناگوار ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کی تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے اور وہ کشف راز میں بالخاصیت موثر ہے۔ حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں اور ان لوہے اور فولاد کے حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ انہوں نے زرہ سازی کا کام کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے وہ بہت متعجب ہوئے اور ان کے دل میں مختلف خیالات پیچ وتاب کھانے لگے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہو گا مجھے پوچھنا چاہئے کہ آپ حلقوں کو اوپر تلے رکھ کر کیا بنا رہے ہیں۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ صبر ہی بہتر ہے کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچھو گے تو یہ راز بہت جلد منکشف ہو جائے گا۔ کیونکہ پرندۂ صبر تمام پرندوں سے تیز اڑنے والا ہے اور مقصود تک سب سے پہلے پہنچنے والا ہے اور اگر پوچھو گے تو مقصود دیر میں

حاصل ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان اس وقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو مکمل کر لیا۔ پس انہوں نے زرہ بنا کر اس کو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پھل مل گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچھا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور اس کو دفع کرنے والا ہے تم کو صبر کی عظمت اور مہتم بالشان ہونا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتھ مقارن کیا ہے سورۂ والعصر کو غور سے پڑھو دیکھو اس میں ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

(تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حق سے مراد حق سبحانہ سمجھا ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور صبر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ چھوٹنے نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکھنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر کے لحاظ رکھنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ اس سے اس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے اور مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے پس اگر ایمان مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکھنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت کی اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ گو اولاً حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرما چکے تھے اور اس میں صبر بھی آ گیا تھا مگر اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اس کے ساتھ اس کو بیان کیا اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام کا یہ کہ حق سبحانہ نے سینکڑوں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کر دینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو صبر سے بڑھ کر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان کرتے ہیں سنو۔ اس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اس پر وہ حال مشکل منکشف ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے آدھی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اس کو سن کر وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا اور اس نابینا بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپ کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطریں کیونکر پڑھتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ جو آپ پڑھتے ہیں اسی پر آپ کی توجہ بھی ہے اور اسی لفظ پر ہاتھ رکھا ہے آپ کی انگلی کی حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تم کو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ مجھے قرآن پڑھنے کا نہایت شوق ہے اور وہ مجھے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ پڑھ لیا کروں۔ تو مجھے پڑھنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کر کہ مجھے پڑھنے میں دقت نہ ہو اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجھے آنکھیں دیدیا کرتا کہ میں قرآن لے کر اور دیکھ کر پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور ہر

مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور عمدہ امید ہی ہے جس کی بناء پر میں تم کو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن پڑھنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھ کر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہی ہے اور دلی محمد کا اول کو تلاوت پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قراء جاننے پر محمول کرنا مجھے تکلف معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم) تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو آنکھیں دیدیا کروں گا تاکہ اے عظیم الذات تو قرآن پڑھ سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی کو یوں لپیٹ کر رکھ دیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ ولی کو جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور عین غم میں تم کو خوشی عطا کرتا ہے اور لنجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہم کو مل جاتا ہے تو ہم نے چون و چرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدوں آگ کے گرمی مل جاوے تو ہم کو آگ کے بجھ جانے کا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھا دے تو ہم رضامند ہیں اور جبکہ وہ تم کو بلا آنکھ کے بینش عطا فرمادیں تو تم کو کیا غم یہ اندھا پن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کونسی وجہ ہے علیٰ ہذا اگر چراغ کے بدوں وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کردیں تو تمہارے ہائے وائے کرنے کی کونسی وجہ ہے۔

شرح شبّیری

بعض اولیاء اللہ کی صفت کہ وہ احکام الٰہی پر راضی ہوتے اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ اس حکم کو پھیر دے

بشنو اکنوں قصۂ آن رہروان	کہ ندارند اعتراضے در جہان
اب ان رہنماؤں کا قصہ سن	جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

یعنی اب ان سالکوں کا قصہ سنو جو کہ دنیا میں اعتراض نہیں رکھتے ہیں۔

ز اولیاء اہل دعا خود دیگرند	کہ ہمی دوزند و گاہے مے درند
دعا کرنے والے، اولیاء میں سے دوسرے ہیں	جو کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں

یعنی اولیاء اللہ میں سے اہل دعا اور ہی ہیں جو کہ کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ صورتاً کچھ اپنی رائے بھی لگاتے ہیں تو ایسے حضرات تو اور ہیں۔

قوم دیگر می شناسم ز اولیا	کہ دہاں شان بستہ باشد از دعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں	جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

یعنی میں اولیاء اللہ کی ایک اور قوم کو پہچانتا ہوں کہ ان کا منہ دعا سے سلا ہوا ہے۔

از رضا کہ ہست رام آن کرام	جستن دفع قضا شان شد حرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے	قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

یعنی رضا کی وجہ سے جو کہ ان کے کرام کی مطیع ہے قضا کا دفعیہ تلاش کرنا ان کے لئے حرام ہے (اس لئے کہ)

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص	کفرشان آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں	خلاصی چاہنا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

یعنی یہ حضرات قضا میں ایک ذوق خاص دیکھتے ہیں تو ان کو خلاصی طلب کرنا کفر معلوم ہوتا ہے۔

حسن ظنے بر دل ایشان کشود	کہ نپوشند از عزا جامہ کبود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے	کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

یعنی ان کے قلب پر ایک حسن ظن کھل گیا ہے کہ وہ کسی غم کی وجہ سے جامۂ کبود نہیں پہنتے۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کو قضا سے ایک حسن ظن ہے اس لئے وہ کسی ظاہری غم سے غم نہیں کرتے۔

ہرچہ آید پیش ایشان خوش بود	آب حیواں گرد و از آتش بود
جوان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے	اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

یعنی ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور اگر آتش بھی ہو وہ آب حیوان بن جاتی ہے۔

زہر در حلقوم شان شکر بود	سنگ اندر راہ شاں گوہر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے	ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

یعنی ان کے حلقوم میں زہر بھی شکر ہو جاتا ہے اور پتھر ان کی راہ میں گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ اقتضا قضا کا ہے تو وہ اس پر راضی رہتے ہیں۔ اگر چہ وہ بظاہر کیسی ہی ناگوار بات ہو مگر ان کو گوارا اور خوش ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کوئی محبوب مجازی کسی عاشق سے ملے اور پکڑ کر اس کی ناک دبا دے زور سے بغل میں دبا دے کہ اس عاشق کی ہڈی پسلی الگ الگ ہونے لگے تو چونکہ یہ جانتا ہے کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے میرا محبوب کر رہا ہے اس کو ان ظاہری تکلیف دہ باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس پر وہ

سرور وصال اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اس کلفت کو محسوس ہونے ہی نہیں دیتا۔ تو اسی طرح یہ حضرات قضاء حق پر اس طرح راضی ہوتے ہیں کہ سچ یہ ہے کہ ان کو اس سرور کی وجہ سے کرب اور تکلیف معلوم ہی نہیں ہوتی ہے۔

جملگی یکسان بود شان نیک و بد	از چہ باشد این ز حسن ظن خود
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے	یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے (ہوتا ہے)

یعنی ان حضرات کو سب نیک و بد یکساں ہی ہوتا ہے اور یہ کس وجہ سے ہوتا ہے اپنے حسن ظن کی وجہ سے مطلب یہ کہ بظاہر گوارا ہو یا ناگوار وہ ہر حالت میں خوش ہی رہتے ہیں اور ان کی یہ خوشی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ جو ان کو حق تعالیٰ سے ایک حسن ظن ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خوش ہی رہتے ہیں۔

کفر باشد نزد شان کردن دعا	کاے الٰہ از ما بگردان این قضا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے	کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

یعنی ان کے نزدیک یہ دعا کرنا کہ اے الٰہی ہم سے اس قضا کو پھیر دے کفر ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کو مشیت ایزدی میں دخل دینا سمجھتے ہیں اور مشیت میں دخل دینا کفر ہے ہی۔ لہٰذا وہ اپنے گمان کے مطابق اس کو کفر خیال کرتے ہیں اور یہ ان کی ایک حالت ہوتی ہے باقی اصل وہی ہے جو حالت کہ انبیاءؑ کی تھی کہ رضا کے ساتھ دعا ہو آگے دو حکایتیں اسی کی کہ وہ دعا کو پسند نہیں کرتے اور قضا پر راضی رہتے ہیں لاتے ہیں ایک تو حضرت بہلولؒ کی کہ انہوں نے کسی بزرگ سے سوال کیا تھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے انہوں نے کہا کہ اس شخص کا مزاج کیا پوچھتے ہو کہ جس کی مرضی کے خلاف تمام جہان میں ایک پتا نہ ہلتا ہو۔ حضرت بہلولؒ بولے کہ اس کے کیا معنی ہیں ان بزرگ نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا اور جس نے اپنی مرضی کو مرضی حق میں فنا کر دیا ہو اور اس کو اتحاد (اصطلاحی) نصیب ہو چکا ہو تو جو کام کہ مرضی حق کے موافق ہونگے لامحالہ اس شخص کی مرضی کے بھی موافق ہوں گے اور بے مرضی حق کے کوئی پتا ہل نہیں سکتا لہٰذا اس کی مرضی کے خلاف بھی کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا۔ تو دیکھئے کہ یہ حضرت کیسے راضی بقضا تھے اور ایک حکایت شیخ دقوقی کی بیان فرماویں گے جس کا خلاصہ ان شاء اللہ جب وہ شروع ہوگا بیان کیا جاوے گا۔ اب حضرت بہلولؒ کی حکایت سنئے۔

حضرت بہلولؒ کا ایک صاحب دل سے سوال کرنا اور ان کا جواب دینا

گفت بہلول آن یکے درویش را	چونے اے درویش واقف کن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اس ایک درویش سے کہا	اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

یعنی حضرت بہلول نے ایک درویش سے سوال کیا کہ اے درویش تم کیسے ہو ذرا مجھے بتاؤ تو مطلب یہ کہ پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

گفت چوں باشد کسے کہ جاوداں	بر مراد او رود کار جہاں
اس نے کہا وہ شخص کیسا ہوگا کہ ہمیشہ	جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

یعنی ان درویش نے کہا کہ وہ شخص کیسا ہوگا کہ ہمیشہ اس کی مراد کے موافق دنیا کا کام چلتا ہو۔

سیل جو ہا بر مراد او روند	اختران زانسان کہ او خواہد شدند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں	ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

یعنی دریا کی رواس کی مراد کے موافق چلتی ہیں اور ستارے جس طرح وہ چاہتا ہے چلتے ہیں۔

زندگی و مرگ سرہنگان او	بر مراد او روا نہ کو بکو
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں	جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

یعنی زندگی اور موت اس کے خادم ہیں اور اس کی مراد کے موافق کوبکو روانہ ہوتے ہیں۔

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت	ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے	وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

یعنی جہاں چاہے تعزیت کو بھیج دے اور جہاں چاہے تہنیت بخش دے۔

سالکان راہ ہم برگام او	ماندگاں از راہ ہم در دام او
راہ کے سالک بھی اس کے (نقش) قدم پر ہوں	راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

یعنی سالکین راہ (حق) اس کے قدم پر ہیں اور جو راہ سے رہے ہوئے ہیں وہ اس کے دام میں ہیں۔

ہیچ دندانے نخندد در جہاں	بے رضاؤ امر آں فرمانرواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے	اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

یعنی کوئی دانت جہان میں اس حاکم کی رضا کے بغیر ہنستا نہیں ہے۔

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ	بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کی منشاء کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے	اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

یعنی بے اس کی رضا کے ایک پتا نہیں گرتا اور بے اس کی قضا کے کوئی موت نہیں آتی۔

بے مراد او نہ جنبد ہیچ رگ	در جہان زاوج ثریا تاسمک
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے	دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

یعنی بے اس کی مراد کے جہان میں اوج ثریا سے سمک تک کوئی رگ نہیں ہلتی مطلب یہ کہ اوپر سے لے کر نیچے تک کوئی کام بے اس کی رضا کے نہیں ہوتا۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ رضا کاموں کے تابع ہو جاوے کہ جو ہو رضا وہاں چاہی جاوے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کام رضا کے تابع ہوں کہ جیسے مرضی ہو ویسے کام ہوا کریں مگر یہاں صورت اول مراد ہے کہ جہاں میں جس قدر کام ہوتے ہیں ہم سب پر راضی ہوتے ہیں۔ آگے خود ہی وہ اس صورت کو معین فرماویں گے۔ غرضکہ جب انہوں نے ایسی بات کہی جس سے کہ ظاہر اً معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہان ان کے تابع ہے تو حضرت بہلول کو سن کر حیرت ہوئی اور بولے کہ

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں	در فروسیمائے تو پیداست ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا ایسا ہی	آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

یعنی حضرت بہلول بولے کہ اے شاہ صاحب آپ نے ٹھیک فرمایا اسی طرح ہے اور آپ کی حالت اور علامت سے بھی ظاہر ہے۔

این وصد چندیں اے صادق ولیک	شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن	اس کی تشریح کر دیجیا اور صاف صاف بیان کر دیجئے

یعنی یہ اور سو گنا اس سے اے صادق (سب سچ ہے) لیکن اس کی شرح کرو اور اس کو خوب اچھی طرح بیان کر دو۔ مطلب یہ کہ حضرت بہلول نے کہا کہ آپ نے جو کہا آپ کی شان مخدومیت تو اس سے بھی اعلیٰ ہے یہ اور سو گنا اور سب درست ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کی شرح فرما دیجئے اور ذرا صاف کر کے بیان فرما دیجئے۔

آنچنانکہ فاضل و مرد فضول	چون بگوش او رسد آرد قبول
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل	اس کو دل و جان سے قبول کر لے

یعنی اس طرح (بیان فرمایئے) کہ فاضل اور غیر فاضل جس کے کان میں پہنچے وہ اس کو قبول کر لے۔

آنچنانش شرح کن اندر کلام	کہ آزان ہم بہرہ یابد عقل عام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے	کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

یعنی کلام میں اس کی اس طرح شرح فرما دیجئے کہ اس سے عقل عوام بھی حصہ پاوے مطلب یہ کہ اس طرح سلیس کر کے بیان فرما دیجئے کہ عوام بھی سمجھ لیں۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ناطق کامل چوں خوان باشے بود	بر سر خوانش زہر آشے بود
کامل مقرر جب خوان والا ہوتا ہے	اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

یعنی ناطق کامل مانند خوان والے کے ہوتا ہے اور اس کے خوان ہر ہر قسم سے ہوتا ہے۔

تا نماند ہیچ مہماں بے نوا	ہر کسے یابد غذائے خود جدا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے	ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

یعنی یہاں تک کہ کوئی مہمان بے نوا کے نہیں رہتا۔ اور ہر شخص اپنی اپنی غذا الگ الگ پاتا ہے۔ مطلب یہ کہ میزبان کامل وہ ہے کہ جس کے دستر خوان پر ہر شخص کے موافق غذا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی غذا کھالے تو اسی طرح ناطق کامل وہ ہے جس کے کلام سے ہر خاص و عام منتفع ہو سکے لہذا آپ نے اس بات کو اب تو اس طرح فرمایا ہے کہ سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کا کمال یہ ہے کہ اس کو اس طرح بھی بیان فرمادیں کہ عوام بھی سمجھ لیں آگے ایک دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو قرآن کہ بمعنے ہفت توست	خاص را و عام را مطعم دروست
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے	اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

یعنی قرآن کی طرح کہ معنیٰ تو وہ ہفت تو ہے اور خاص اور عام کو اس میں مطعم ہے یعنی جس طرح کہ قرآن شریف ہے کہ اس میں سے ہر شخص اپنے مطلب کے موافق بنالیتا ہے اسی طرح آپ بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرمادیں کہ سب لوگ سمجھ لیں حضرت بہلول نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

گفت ایں بارے یقیں شد پیش عام	کہ جہاں در امر یزدان است رام
انہوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے	کہ دنیا خدا کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی انہوں نے فرمایا کہ یہ تو عوام کے سامنے یقینی بات ہے کہ جہان امر خداوندی کا مطیع ہے۔

ہیچ برگے در نیفتد از درخت	بے قضا و حکم آن سلطان تخت
درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا	بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

یعنی کوئی پتا درخت سے بے قضا اور حکم اس سلطان تخت کے نہیں گرتا ہے۔

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو	تا نہ گوید لقمہ را حق کادخلوا
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا	جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے داخل ہو جا

یعنی منہ سے لقمہ گلے کی طرف نہیں جاتا ہے جب تک کہ حق تعالیٰ لقمہ سے نہ فرمادیں کہ داخل ہو جا۔

میل و رغبت کان زمام آدمی ست	جنبش آں رام امر آن غنی است
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے	اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی میل و رغبت جو کہ انسان کی ماں کی طرف سے ہے تو اس الفت کی جنبش اس غنی (ہی) کے حکم سے ہے۔

درز میںہا و آسماں ہا ذرۂ	پرنجاند نہ گردد پرۂ
کوئی ذرۂ زمینوں اور آسمانوں میں	پر نہیں مارتا کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

یعنی زمین وآسمان میں کوئی ذرہ پر نہیں ہلاتا اور نہ اڑتا ہے۔

جز بفرمان قدیم نافذش	شرح نتواں کرد جلدی نیست خوش
بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے	(جسکی) شرح نہیں کی جاسکتی اور جلدی کرنا اچھا نہیں ہے

یعنی سوائے ان کے اس فرمان قدیم نافذ کے (جس کی) شرح کر نہیں سکتے ہیں اور جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے احکام کی شرح کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ لو کان البحر مداداالکمات ربی الخ تو اس میں جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔

کہ اشمر دبرگ درختا نرا تمام	بے نہایت کے شود در نطق رام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟	لامحدود گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

یعنی تمام درختوں کے پتوں کو کون گن سکتا ہے اور بے نہایت گفتگو میں کب رام ہو سکتا ہے۔

این قدر بشنو کہ چون کلے کار	مے نہ گردد جز بامر کرو گار
اتنا سن لے ' کہ جب تمام کام	بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

یعنی اس قدر سن لو کہ جب تمام کام بجز امر حق تعالیٰ کے ہوتا نہیں ہے۔

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد	حکم او را بندۂ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا	بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

یعنی جب قضائے حق بندہ کی رضا ہوگئی اور اس کے حکم کے لئے بندہ خواہندہ ہوگیا تو بس جب اس نے اپنی رضا کو تابع قضا کر دیا اور خلاف قضا کے کوئی کام ہوتا نہیں تو اس کی رضا کے خلاف بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔

بے تکلف نے پئے مزد وثواب	بلکہ طبع او بران شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لئے	بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

یعنی (اس کی یہ حالت) بے تکلف ہوتی ہے نہ کہ طلب اجر وثواب میں بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طرح ہو جاتی ہے۔ یعنے رضا بر قضا اس کی طبیعت بن جاتی ہے' وہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو ثواب ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

زندگی خود نخواہد بہر خود	بلکہ خواہر از پئے حکم احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا	بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

یعنی اپنی زندگی اپنے لئے نہیں چاہتا ہے اور نہ حیات مستند کے مزہ کی وجہ سے (بلکہ)

زندگی و مردگی پیشش یکے ست	ہر کجا امر قدم را مسلکے ست
اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے	جہاں کہیں قدیم امر مسلک ہے

یعنی امر قدیم کا جہاں کہیں مسلک ہے زندگی اور موت اس کے آگے ایک ہے' مطلب یہ کہ اگر امر حق موت کا ہے تو وہ موت پر راضی ہے اور اگر زندگی کا ہے تو زندگی پر راضی ہے۔

بہر یزداں مے مرد نز خوف ورنج	بہر یزداں مے زید نے بہر گنج
وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے	وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لئے

یعنی وہ اللہ ہی کے واسطے جیتا ہے نہ کہ روپیہ پیسہ کے واسطے اور اللہ ہی کے واسطے مرتا ہے نہ خوف ورنج کی وجہ سے

نے برائے جنت و اشجار و جو	ہست ایمانش برائے خواہ او
نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لئے	اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لئے ہے

یعنی اس کا ایمان بھی خدا کی مرضی ہی کے واسطے ہے نہ کہ جنت اور اشجار اور نہروں کے واسطے۔

نے زبیم آنکہ در آتش رود	ترک کفرش ہم برائے حق بود
نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا	اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے

یعنی اس کا ترک کفر بھی خدا ہی کے واسطے ہوتا ہے نہ اس خوف سے کہ وہ آگ میں جاوے گا۔

بے ریاضت نے بجست و جوئے او	این چنین آمد ز اصل آں خوئ او
بغیر کسی مجاہدے کے نہ کہ اس کی کوشش سے	یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے

یعنی اس کی عادت اصل ہی سے ایسی ہے نہ کسی ریاضت اور جستجو کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اس میں ریاضت کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ ایک حال ہے لیکن ریاضت بھی بے کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر ریاضت نہ ہوتو ان باتوں کا اظہار کب ہوسکتا ہے۔

ہمچو حلواؤ شکر او را قضا	آنگہاں خندد کہ او بیند رضا
اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے	وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے

یعنی اس وقت ہنستا ہے جبکہ وہ (ہنسنے میں) رضا دیکھتا ہے اور قضا اس کو حلوا اور شکر کی طرح (گوارا) ہوتی ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک حال ہے' مقام نہیں ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ۔

نے جہاں بر امر و فرمائش رود	بندۂ کش خوئے وخصلت این بود
کیا جہاں اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا	وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو

یعنی جس بندہ کی کہ یہ خصلت وخو ہوتو کیا جہان اس کے حکم کے موافق نہ چلے گا۔(استفہام انکاری ہے یعنی ضرور اسی کی رضا کے موافق چلے گا)

پس چرا لابہ کند او باد عا	کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟	کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

یعنی پھر وہ اس دعا میں کیوں زاری کرے کہ اے اللہ اس قضا کو پھیر دے (اس لئے کہ یہ دعا تو وہ کرے جو اس سے راضی نہ ہو اور جب وہ اس پر راضی ہے تو اس کے پھر جانے کی دعا کیوں کرنے لگا ہے۔ظاہر بات ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ)

مرگ او و مرگ فرزندان او	بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت	اللہ کے لئے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

یعنی اس کی موت اور اس کے بچوں کی اللہ کے واسطے اس کے آگے مثل حلوے کے ہے حلق میں۔

نزع فرزندان برآن باوفا	چوں قطائف پیش شیخ بے نوا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع	(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لئے پھل

یعنی اس باوفا کے نزدیک بچوں کا نزع (ایسا ہوتا ہے) جیسے کہ میوے کسی شیخ بےنوا کے سامنے۔مطلب یہ کہ اس کے سامنے رضا بر قضا اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔

پس چرا گوید دعا الامگر	در دعا بیند رضائے دادگر
تو وہ کیوں دعا کرے ہاں اگر	وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی دیکھ لے

یعنی پھر وہ دعا کیوں کرے ہاں مگر دعا میں وہ حق تعالیٰ کی رضا دیکھے یعنی اگر اس کی دعا میں یہ معلوم ہو جاوے کہ اب دعا سے راضی ہونگے تو دعا کرتا ہے غرضکہ جس میں رضاءِ حق ہوتی ہے وہی اس کی رضا ہوتی ہے۔

آن شفاعت وان دعا نز رحم خود	میکند آن بندۂ صاحب رشد
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں	کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ بندہ

یعنی (درگاہ حق میں) سفارش اور دعا وہ صاحب رشد بندہ اپنے رحم کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ بھی جب ہی کرتا ہے جبکہ رضائے حق دیکھتا ہے۔اس لئے کہ

رحم خود را او ہماندم سوختہ است	کہ چراغ عشق حق افروختہ است
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے	جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

یعنی اس نے اپنے رحم کو اسی وقت جلادیا ہے جبکہ عشق حق کا چراغ جلایا ہے۔

دوزخ اوصاف او عشق است داد	سوخت مر اوصاف او را موبمو
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس نے	اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

یعنی اس کے اوصاف کی دوزخ عشق ہے اور اس نے اس کے اوصاف کو بالکلیہ جلا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے دوزخ کی طرح ہے۔ اس کے آتے ہی سارے صفات جل بھن گئے ان ہی میں وصف رحم بھی ختم ہوا اور یہ شخص اب فنافی رضاء الحق ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر طروقے این فروقے کے شناخت	چون دقوقے کو درین دولت ساخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے؟	جیسا کہ دقوقی جو اس دولت میں نہ دوڑے

یعنی ہر سالک نے ان فرقوں کو مثل دقوقے کے کب پہچانا ہے کہ وہ تو اس دولت میں دوڑے ہیں مطلب یہ ہے رضا بر قضا میں اور صبر میں جو فرق ہے ان کو ہر شخص تو نہیں جانتا جو کامل ہو وہی سمجھ سکتا ہے ہاں دقوقے جن کا آگے قصہ آتا ہے چونکہ وہ بھی کامل ہیں وہ بے شک پہچانتے تھے قصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ دقوقے نامے سیاح تھے ایک جگہ پہنچے وہاں سات بزرگ اور تھے ان ساتوں نے ان دقوقی کو نماز میں امام بنایا۔ یہ نماز کو کھڑے ہوئے تو ان کو مکشوف ہوا کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کے بیٹھنے والے بڑا غل و شور کر رہے ہیں انہوں نے کھڑے کھڑے دعا کی کہ یا الٰہی ان کو بچالے تو وہ ساتوں بزرگ الگ ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے نماز شروع ہی نہ کی اور کہا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے کاموں میں دخل دیتا ہے کہ وہ اس جہاز کو ڈبونا چاہیں اور یہ دخل دیتا ہے۔ لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ یہ تو خلاصہ ہوا اس قصہ کا اب یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا اس مقام پر ان لوگوں کی مدح کرتے ہیں جو کہ راضی برضائے حق اور بقضائے حق ہوں اور دقوقے کے قصے سے ان سات بزرگوں کا راضی برضاء رہنا بیان کرنا مقصود بھی ہے۔ مگر یہاں دقوقی کی تعریف کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی کامل سمجھتے ہیں اور ان کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ تو اب یہ خلط ہوتا ہے کہ آیا مولانا کو کس کی تعریف مقصود ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا کو اصل میں ان ساتوں ہی کے کمال کو بیان کرنا مقصود ہے اور دقوقی پر ان ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر ایک طرح دقوقی کی بھی تعریف فرمادی۔ اور مولانا کے اس مقصود کے تعیین کے لئے اول ایک بات سمجھ لو۔ وہ یہ کہ حدیث میں غزوۂ احد کا قصہ مذکور ہے اور اس میں جو قیدی پکڑ کر آئے تھے ان کی بابت حق تعالیٰ نے صحابہ کو اختیار دیا کہ خواہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اس صورت میں تو اگلے سال تم میں سے ستر مارے جاویں گے اور خواہ ان کو قتل کر دو تو حضرات صحابہ نے فدیہ لے کر رہا کرنا اختیار کر لیا تو پھر اس پر عتاب نازل ہوا اس کی تفسیر میں مفسرین بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کو حق تعالیٰ نے اختیار (بالیاء التحتانی) نہ دیا تھا بلکہ اختبار (بالباء الموحدۃ) یعنی آزمائش مقصود تھی اور حق تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہ قتل کئے جاویں تو چونکہ ان حضرات کی رائے صواب

کو نہ پہنچی اس لئے عتاب ہوا اب سمجھو کہ معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کو جو الہام ہوا تھا وہ بطور تخییر کے تھا کہ اگر چاہو تو دعا کر سکتے ہو مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ تو ان کو تو صرف الہام ہوا کہ وہ جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کا بھی الہام ہوا کہ دقوقی کو جو دعا کا الہام ہوا ہے اس میں اختیار دیا گیا ہے اور منظور حق یہ ہے کہ جہاز ڈوب جاوے تو ان دقوقی کی نظر تو وہاں تک نہ پہنچی مگر یہ حضرات اس بات میں ان سے بڑھے ہوئے تھے لہٰذا انہوں نے اس کو سمجھا اور ان کا اقتدا درست نہ سمجھا۔ بس اب کوئی اشکال بحمد اللہ باقی نہ رہا وللہ در مولانا۔ اب آگے دقوقی کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر مولانا نے رضاء بالقضا کی ہدایت فرمائی تھی۔ اب ان اہل اللہ کی حالت بیان فرماتے ہیں جو قضاء الٰہی پر رضامند ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان سالکین کی حالت سنو۔ جو عام کے کسی تصرف کی بابت کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ اولیاء ہیں جو دعا کو مانتے ہیں اور اپنی دعاؤں سے عالم میں مختلف تصرف کرتے ہیں کبھی ایک شے کو بناتے ہیں اور کبھی بگاڑتے ہیں یہ تو اور لوگ ہیں ہماری گفتگو کا تعلق ان سے نہیں ہے اور میں اہل اللہ میں کچھ ایسے لوگ بھی جانتا ہوں جنہوں نے اپنے منہ کو دعا سے بند کر رکھا ہے اور وہ از خود اپنی غرض سے کبھی دعا نہیں کرتے۔ تسلیم و رضا چونکہ ان بزرگوں کو حاصل ہے اس لئے طلب دفع قضا ان کے نزدیک عملاً حرام ہے۔ گو اعتقاداً حرام نہیں جانتے۔ کیونکہ شریعت سے اس کی اجازت حاصل ہے اور عملاً حرام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے یوں بچتے ہیں جس طرح کہ حرام اشیاء سے بچا کرتے ہیں ان کو قضائے الٰہی میں ایک خاص مزہ ملتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا طبعاً ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ شرعاً و عقلاً کفر۔ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ ایسا حسن ظن حاصل ہے کہ وہ کسی غم سے ماتمی لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ ان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ ان کو اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور آگ بھی ہوتی ہے تو ان کے لئے آب حیات ہوتی ہے ان کے گلے میں زہر بھی یوں ہی مزہ سے اترتا ہے جیسے شکر اور ان کے راستہ میں اگر پتھر بھی آتا ہے تو وہ اس کی ویسی ہی قدر کرتے ہیں جیسے موتی کی غرض کہ بھلائی اور برائی مصیبت و راحت خوشی و غم بحیثیت قضاء الٰہی ہونے کے ان کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ یہ کیوں محض اس لئے کہ حق سبحانہ کے ساتھ وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فعل الحلیم لا یخلو عن الحکمۃ اسی کا نتیجہ ہے کہ دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ان کو طبعاً یوں ہی ناپسند ہے جس طرح کہ شرعاً و عقلاً کفر چنانچہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر سے کہا کہ جناب والا مجھے مطلع فرمائیں کہ حضور کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس کے مزاج کی حالت کیا پوچھتے ہو جس کی یہ حالت ہو کہ عالم کا کاروبار ہمیشہ اس کی منشا کے موافق ہوتا ہو۔ ندیاں اس کی مرضی کے موافق بہتی ہوں۔ ستارے اسی طرح چلتے ہوں جس طرح وہ چاہتا ہے حیات و موت جس کے دو پیادے ہوں کہ اس کی منشا کے موافق کام کرتے ہوں وہ جہاں چاہے غم بھیج دے اور جہاں چاہے خوشی عنایت

کرے۔ راستہ چلنے والے بھی اس کی مرضی کے موافق چلتے ہوں اور نہ چلنے والے بھی اسی کے پھندے میں ہوں اس حاکم کی رضا و حکم کے بغیر کوئی دانت منہ میں نہ ہل سکتا ہو اور اس کی رضامندی کے بغیر کوئی پتا نہ گرتا ہوں۔ اور اس کے فیصلہ کے بغیر کوئی موت واقع نہ ہوتی ہو۔ اس کی خواہش کے بغیر ثریا سے ثریٰ تک اور عالم بھر میں کوئی رگ حرکت نہ کرتی ہو۔ یہ سن کر بہلول علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور نے بہت بجا فرمایا اور حضور کی شان اور چہرہ ہی سے یہ بات ثابت ہے بلکہ اس سے سو گنا زیادہ ظاہر ہے لیکن میں اپنے تصور فہم سے اس کا مطلب نہیں سمجھا براہ مہربانی اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرما دیجئے اور تشریح ایسی ہو کہ ایک قابل آدمی اور نا قابل دونوں اس کو سن کر مان لیں۔ اور ایسی شرح فرمایئے کہ اس سے عوام کو بھی فائدہ پہنچے۔ قادر کلام شخص ایک ایسے مہمان نواز سے مشابہ ہے جس کے دستر خوان پر ہر قسم کا کھانا ہو کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے بلکہ ہر ایک کو اس کی غذا مل جائے جیسے قرآن کہ سات طبقے رکھتا ہے کہ خاص و عام سب کو اس سے ان کی لیاقت و استعداد کے موافق غذا ملتی ہے عوام اپنے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اور خواص اپنے فہم کے موافق۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ تو سب کو تسلیم ہے کہ تمام عالم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ کوئی پتا اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جب تک حق سبحانہ حلق میں جانے کا حکم نہ دیں لقمہ اس میں نہیں جا سکتا۔ میلان اور رغبت جو کہ آدمی کے لئے بمنزلہ باگ کے ہیں ان کی حرکات اسی کے تابع ہیں اور ان کی حرکات و سکون سب اسی کے حکم سے ہیں۔ زمین و آسمان میں ذرہ بھی پر ہلاتا ہے اور کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کے حکم نافذ و قدیم سے کرتا ہے یہ اجمال ہے جس کی تفصیل ہم نہیں کر سکتے اور تفصیل کے لئے جلدی اچھی بھی نہیں کیونکہ کون ہے جو درختوں کے سب پتے گن سکتا ہے جب درختوں کے پتے باوجود متناہی ہونے کے کوئی گن نہیں سکتا تو غیر متناہی تفصیل دار گفتگو میں کب سما سکتا ہے پس خلاصہ کے طور پر اتنا سمجھ لو کہ تمام کام بامر حق سبحانہ ہوتے ہیں جب یہ امر ممید ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب رضائے حق پر بندہ راضی ہو گیا اور اس کا حکم ہی اس کا مطلوب ہو گیا اور یہ سب کچھ بدوں تکلف کے ہوا نہ تو تصنع سے نہ اجر و ثواب کے لئے بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طور پر واقع ہوئی ہے وہ نہ اپنے لئے اپنی زندگی چاہتا ہے اور نہ زندگی کے مزہ دار ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ جدھر امر قدیم حق سبحانہ نافذ ہوا خواہ موت ہو یا حیات وہی اس کو بھی پسند ہے اور موت و حیات اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں وہ جیتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ خزانہ جمع کرنے کے لئے اور مرتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ رنج اور خوف سے۔ اس کا ایمان بھی محض اسی کی رضامندی کے لئے ہے نہ جنت کے لئے نہ پھلوں کے لئے نہ نہروں کے لئے اور کفر کو جو چھوڑتا ہے تو وہ بھی خدا کے لئے نہ کہ اس خوف سے کہ دوزخ میں جائیگا۔ اور یہ بات اس کی جبلی ہے نہ مجاہدوں سے حاصل ہوئی نہ کسب سے وہ ہنستا ہے تو اسی وقت جبکہ وہ رضائے حق دیکھتا ہے اور قضائے الٰہی اس کو یوں ہی مرغوب ہے جیسے حلوا پس جس بندہ کی یہ خصلت اور عادت ہو تو بتلاؤ کیا عالم کا کاروبار اس کے حکم کے موافق نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ جب یہ قصہ تم کو معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ کیوں گڑگڑائیں اور کیوں دعا کریں کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ایسے لوگوں کے لئے تو ان کا مرنا اور ان

کی اولاد کا مرنا دونوں خدا کے لئے ہیں اور یوں مرغوب ہیں جیسے حلوا کھانا اس بظاہر بے وفا کے نزدیک بچوں کا دم توڑنا یوں ہی لذیذ ہے جیسے کسی محتاج بڈھے کے سامنے میوے پس ایسا شخص ردقضا کی دعا کیوں کرے۔ ہاں لیکن اس وقت جبکہ دعا میں حق سبحانہ کی رضامندی دیکھے اور یہ خیال کرے کہ دعا بھی ایک مطلوب خداوندی ہے تو وہ اس حیثیت سے دعا کرتا ہے نہ کہ اپنی غرض سے۔ وہ مہتدی شفاعت و دعا کرتا ہے مگر اپنے رحم کی بناء پر نہیں کرتا۔ اپنے رحم کو تو اس نے اسی وقت آگ لگادی تھی جبکہ عشق خداوندی کا چراغ جلایا تھا۔ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے ایک دوزخ ہے جس نے اس کے تمام صفات کو بھسم کر دیا ہے ہر سالک کو یہ فرق معلوم نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اپنی غرض سے دعا اچھی نہیں اور خدا کے لئے اچھی ہے۔ مثلاً دقوقی ہی ہیں کہ وہ اس دولت کو حاصل نہیں کر سکے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے چونکہ ہر طروقی این فروقی کے شناخت الخ حل طلب شعر تھا اس لئے اس کی پوری تفصیل کی جاتی ہے۔ قولہ

بس

ہر طروقے این فروقے کے شناخت   چوں دقوقے کو درین دولت نتاخت

اس شعر میں مصرع ثانی میں تین نسخے ہیں (۱) چوں دقوقے کو درین دولت بتاخت (۲) چوں دقیقے کو درین دولت نتافت (۳) جز دقوقے کو درین دولت بتاخت یا جز دقوقی کو درین دولت نتاخت۔ ان نسخوں میں نسخہ ثانیہ صحیح ہے اور مطلب شعر یہ ہے کہ ہر راہ رو ایسے فرقوں سے کہ اپنی طرف سے دعا کرنا ناپسند ہے اور طلب حق سبحانہ کے وقت پسند واقف نہیں۔ مثلاً دقوقی ہیں کہ باوجود عظمت اس فرق کو نہ پہچان سکے۔ اور غلبہ رحم طبعی سے دعا کر بیٹھے اس کی صحت کے قرائن حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مولانا نے اولاً فرمایا ہے۔

مرگ او و مرگ فرزندان او   بہر حق پیشش چو حلوا در گلو

نزع فرزندان برآن بے وفا   چو قطائف پیش شیخ بے نوا

رحم خود را او ہماندم سوختہ است   کہ چراغ عشق حق افروختہ است

بعد ازاں قصۂ دقوقی میں دعائے دقوقی کے متعلق فرمایا ہے۔

چون دقوقے آن قیامت را بدید   رحم او جوشید و اشک او دوید

گفت یارب منگر اندر فعل شان   دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں

الخ ہر دو کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ماسبق میں دقوقی پر تعریض ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رحم کو جلا دیا ہے۔ اس لئے وہ دقوقی کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اہل کشتی پر رحم کھایا تھا۔ نیز وہ خود اپنے اور اپنے اولاد کے مرنے سے بھی خوش ہیں اور دقوقی کو اغیار کے بھی مرنے کا غم ہے ان کو اپنی اولاد کو نزع میں دیکھ

کر بھی کچھ خیال نہیں ہوتا اور دقوقی اہل کشتی کو نزع میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

(۲) مولانا نے اولاً دقوقی اور ان کی دعا کے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

اشک مے رفت از دو چشمش وان دعا بیخو ازوے مے برآمد بر سما
آن دعائے بیخودان خود دیگرست آن دعا زونیست گفت داورست
آن دعا حق میکند چوں او فناست آن دعا و آن اجابت از خداست الخ

لیکن باینہمہ اعتراض معترضین کو بدیں الفاظ نقل فرمایا۔

او فضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ان کا غائب ہو جانا اور دقوقے کا ان کو نہ پہچان سکنا اور افسوس کر کے رہ جانا۔ بیان فرمایا اس کے بعد مولانا نے ان کی جستجو کی دقوقی کو بدیں الفاظ ترغیب دی۔

اے دقوقے باد و چشم ہیچو جو ہیں مبر امیدو ایشان را بجو
ہیں بجو کہ رکن دولت جستن ست ہر کشادے دردل اندر بستن است

یہ واقعات بصوت جہوری ندادے رہے ہیں کہ دقوقی کی دعا از خود تھی اور وہ اس فریق میں سے تھے جو مثبت دعا ہیں۔ اور ان کا رتبہ منکرین دعا سے اتنا کم تھا کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے اور ان کو ضرورت تھی کہ وہ ایسے لوگوں کو طلب کریں اور ان سے مستفیض ہو کر کاملیت سے اکملیت پر پہنچیں۔

ان تمام واقعات سے نسخۂ ثانیہ کی صحت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کے اپنے معترضین کے نہ پہچاننے کو مضمون مصرع اول کی تائید میں بتانا مقصود ہے انہیں واقعات میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ۔

اشک رفت از دو چشمش واں دعا بیخود ازوے مے برآمد بر سما

میں لفظ بیخود فرط شفقت کے باعث انہماک فی الدعا کے سبب استعمال کیا گیا ہے اور آن دعائے بیخودان خود دیگرست میں لفظ بے خودان بمعنی مطلق فانیان مستعمل ہوا ہے جس میں اہل اللہ مثبتین دعا مثل دقوقے اور نافین دعا سب داخل ہیں چنانچہ مولانا نے خود اس کو صاف کر دیا اور فرما دیا ہے آن دعا حق میکند چوں او فناست' الخ اور آن دعا و آں اجابت از خداست ہو جیسے کہ دعائے منکرین دعا جن پر اول ہی سے فنا غالب ہے یا ابتداء تو داعین ہی کی طرف سے ہو مگر بعد غلب فنا در حالت دعا منسوب بحق سبحانہ ہو گئی ہو اس وقت دعاء دقوقے کا منسوب بحق سبحانہ ہونا بھی صحیح ہوگا۔ اور از خود ہونا بھی درست ہوگا۔ کیونکہ وہ ابتداء تو خود دقوقے کی جانب سے تھی اور بعد غلبہ فنا بحالت اشتغال بدعا منسوب بحق ہو گئی تھی اور معترضین کا یہ فرمانا بھی درست ہوگا کہ۔

او فضولے بودہ است از انقباض کرد برمختار مطلق اعتراض

اس وقت یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے یا دقوقے کی دعا منسوب بحق نہ ہوگی یا اعتراض معترضین صحیح نہ ہوگا اور یہ دونوں باتیں ظاہر کلام مولانا کے خلاف ہیں۔ تقریر الدفع واضح۔

شرح شبیری

قصہ دقوقی اور ان کے کرامات کا

آن دقوقی داشت خوش دیباچہٗ	عاشق و صاحب کرامت خواجہٗ
دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے	عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

یعنی وہ دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے اور ایک عاشق (حق) اور صاحب کرامت خواجہ تھے۔

بر زمین مے شد چو مہ بر آسمان	شب روان را گشتہ زو روشن روان
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر	تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

یعنی زمین پر وہ چلتے تھے جیسے کہ چاند آسمان پر اور سالکوں کے لئے ان کی وجہ سے راہ روشن ہو گئی تھی۔

در مقامے مسکنے کم ساختے	کم دو روز اندر دہے انداختے
وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے	ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

یعنی کسی ایک جگہ میں مسکن نہ بناتے تھے اور دو روز (بھی) کسی گاؤں میں کم ٹھہرتے تھے۔

گفت در یک خانہ باشم گر دو روز	عشق آن مسکن کند در من فروز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا	اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

یعنی کہا کرتے تھے کہ ایک جگہ اگر میں دو روز تک رہوں تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں روشن ہو جاوے۔

غرۃ المسکن احا ذرہا انا	انقلی یا نفس سافر للغنا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں	اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

یعنی مسکن کی عزت سے میں بچتا ہوں تو اے نفس سفر کر غنا کے واسطے۔

لا اعود خلق قلبی فی المکان	کے یکون خالصاً فی الامتحان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں	تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

یعنی میں اپنے قلب کے خلق کو مکان کا عادی نہیں بناتا تا کہ وہ امتحان (حق) میں خالص ہو۔

روز اندر سیر بد شب در نماز	چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں	آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

یعنی دن کو تو چلتے ہیں اور رات کو نماز میں (رہتے) ہیں اور حق تعالیٰ میں آنکھ کھلی ہو مثل باز کے یعنی جس

طرح کہ باز شکار کرتا ہے اسی طرح وہ شکار معانی کا کرتے تھے۔

منقطع از خلق نے از بد خوئی	منفرد از مرد وزن نے از دوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں	مرد و زن سے اکیلے (تھے) مغائرت کی وجہ سے نہیں

یعنی مخلوق سے منقطع مگر نہ کہ بدخوئی کی وجہ سے اور مرد وزن سے منفرد نہ نفرت کی وجہ سے (بلکہ)

مشفقے برخلق نافع ہمچو آب	خود شفیعے و دعایش مستجاب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)	وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

یعنی خلق پر وہ مشفق تھے پانی کی طرح اور شفیع (درگاہ حق میں) اور ان کی دعا (بھی) مستجاب تھی۔

نیک و بد را مہربان و مستقر	بہتر از مادر شہے تر از پدر
بھلے اور برے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)	ماں سے زیادہ بہتر اور باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی نیک و بد (سب کے لئے) مہربان اور جائے قرار تھے اور ماں سے بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب۔ غرضکہ جب وہ اس قدر شفیق تھے لوگوں سے نفرت اور بدخوئی کی وجہ سے کیوں الگ ہوتے بلکہ بات یہ تھی کہ وہ تنہائی کے واسطے الگ رہا کرتے تھے چونکہ بزرگان دین نائب رسول ہوتے ہیں اور مستفیض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہیں لہذا آگے مولانا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کو بیان فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں	چوں پدر ہستم شفیق و مہربان
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!	میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے سردارو میں تمہارے لئے باپ کی طرح شفیق اور مہربان ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید	جزو را از کل چرا برمے کنید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو	جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

یعنی اس سبب سے کہ تم میرے اجزاء ہو تو جزو کو کل سے قطع کیوں کرتے ہو۔ جزو سے مراد تابع ہے مطلب یہ کہ تم میرے اس طرح تابع ہو جیسے کہ جزو کل کے تو پھر مجھ سے قطع تعلق مت کرو اس لئے کہ۔

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا	عضو بدن سے کٹا تو مردہ ہو گیا

یعنی جزو کل سے قطع ہو گیا تو وہ جزو بیکار ہو گیا۔ اور عضو بدن سے قطع ہو گیا تو مردار ہو گیا۔

تا نہ پیوند و بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جان خبر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے	مردہ رہتا ہے اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

یعنی جب تک کہ دوبارہ کل سے نہ جڑے یہ جزو مردہ رہے گا اور اس کو جان کی خبر بھی نہ ہوگی مطلب یہ کہ اگر چہ الگ بھی ہو جاؤ تو چاہئے کہ پھر مل جاؤ۔ اور اگر الگ رہو گے تو پھر کبھی حیات نہ آوے گی اور اگر جلدی سے مل جاؤ گے تو حیات پھر لوٹ آوے گی۔ جیسے کہ عضو بریدہ کو فوراً جوڑ دو تو وہ جڑ جاتا ہے اور اگر کچھ روز پڑا رہے تو پھر بالکل بے جان ہو جاتا ہے۔ اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب بعض لوگوں نے قطع کیا مگر ان کی عقل وغیرہ سب ویسی ہی رہی تو وہ مردہ کہاں ہوئے یعنی ان کے حواس وغیرہ جاتے رہتے یہ کہاں ہوا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ور بجنبد نیست خود او را سند	عضو نو ببریدہ ہم جنبش کند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے	نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

یعنی اگر وہ حرکت کرتا ہے تو اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ نیا کٹا ہوا عضو جنبش کیا ہی کرتا ہے (تو چونکہ قطع کو زیادہ مدت نہیں گزری اس لئے عقل وغیرہ باقی ہے ورنہ دیکھنا کہ کچھ روز میں سب رفو چکر ہو جاوے گی) یہاں ایک اور شبہ یہ ہوا کہ اگر جزو کی علیحدگی سے وہ بے کار ہو جاتا ہے تو کل بھی تو ناقص ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ بیکار ہوئے تو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نقص آیا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جزو ازیں کل گر برد یکسو رود	ایں نہ آن کل است کو ناقص شود
اس کل کا جزو اگر کٹ کے ایک طرف چلا جائے	یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

یعنی جزو اگر اس کل سے کٹ کر جاوے اور ایک طرف چلا جاوے تو یہ تو کل نہیں ہے جو ناقص ہوگا۔

قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا	مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

یعنی ان کا قطع و وصل مقال میں نہیں آ سکتا۔ اور ایک شے ناقص مثال کے طور پر کہی گئی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر جزو و کل کی مثال دی ہے وہ ایک ناقص مثال ہے ورنہ اصل میں پوری طرح وہ اس کے مثل نہیں ہے اور یہ وہ کامل نہیں ہے جو ناقص ہو جاوے۔

مر علیؓ را بر مثال شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا	شیر ان جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہوگئی ہے

یعنی علیؓ کو شیر کی طرح کہا ہے تو شیر ان کی مثل (من کل الوجوہ) نہیں ہوتا اگر چہ (یہ مثال) جاری ہوگئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر چہ حضرت علیؓ کو اسد اللہ کہتے ہیں مگر وہ من کل الوجوہ تو شیر نہیں ہیں اسی طرح اگر چہ مثال جزو و کل کی دی ہے مگر یہ مثال خود ناقص ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جزو کل کی طرح شفیق تھے اسی طرح وہ دقوقے صاحب بھی لوگوں پر بہت شفقت فرماتے تھے آگے پھر ان کا قصہ ہے۔

دقوقی کے قصہ کی طرف لوٹنا

از مثال و مثل و فرق آن بران	جانب قصہ دقوقی اے جوان
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ	اے جوان! دقوقی کے قصہ کی جانب

یعنی اے جوان مثال اور اس کے فرق (کے بیان) دقوقی کے قصے کی طرف چلو

آنکہ در فتویٰ امام خلق بود	گوئے تقویٰ از فرشتہ مے ربود
وہ (دقوقی) جو فتوئی میں مخلوق کے امام تھے	تقوئی میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

یعنی وہ دقوقی کہ فتوے میں خلق کے امام تھے اور تقویٰ کی گیند فرشتہ سے لے جاتے تھے یعنی تقوے میں فرشتوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

آنکہ اندر سیر مہ رامات کرد	ہم زدینداری اودین رشک خورد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا	جن کی دینداری پرخود دین نے رشک کیا

یعنی وہ کہ چلنے میں چاند کو مات کرتے تھے اور ان کی دینداری سے اہل دین رشک کھاتے تھے۔

با چنین تقویٰ و اورا دو قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے	وہ ہمیشہ خاصان خدا کے طالب رہتے تھے

یعنی باوجود ایسے تقوے اور اوراد۔ اور قیام کے وہ ہمیشہ خاصان حق کے طالب رہا کرتے تھے۔

در سفر معظم مرادش آن بدی	کہ دمے با بندۂ خاصی زدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی	کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

یعنی سفر میں بڑی مراد ان کی یہ ہوتی تھی کہ ایکدم کسی بندۂ خاص کے ساتھ ملیں۔

این ہمی گفتے جو مے رفتے براہ	کن قرین خاصگانم اے الٰہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے	اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یعنی جب راہ چلتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اے اللہ (اپنے) خاص لوگوں کا مجھے ساتھی بنادے اور عرض کرتے تھے کہ۔

یارب آنہارا کہ بشناسد دلم	بندۂ بستہ میان و مجملم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ جن کو کہ میرا دل جانتا ہے ان کا تو غلام کمر بستہ اور مجمل ہوں۔

وآنکہ نشناسد تو اے یزدان جان	بر من محجوب شان کن مہربان
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ اور جن کو کہ میرا دل نہیں پہچانتا ان کو آپ مجھ محجوب پر مہربان فرما دیجئے۔

حضرتش گفتے کہ اے صدر مہین	این چہ عشق ست و چہ استقاست این
دربار (خداوندی) ان سے کہتا اے صدر اعظم	یہ کیسا عشق ہے اور یہ کیسی پیاس ہے؟

یعنی حضرت حق ان سے فرماتے کہ اے صدر اعظم یہ کیسا عشق ہے اور کیسا استقا ہے (اور ارشاد ہوتا ہے کہ)

مہر من داری چہ میجوئی دگر	چوں خدا باتست چہ جوئی بشر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟	جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

یعنی میری محبت تو رکھتے ہو اور کیا تلاش کرتے ہو اور جب خدا تمہارے ساتھ ہے تو بشر کو کیا تلاش کرتے ہو

یعنی جب اللہ ساتھ ہے تو اہل اللہ کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔

او بگفتے یارب اے دانائے راز	تو کشودی در دلم راہ نیاز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!	تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

یعنی وہ عرض کرتے کہ اے اللہ دانائے راز آپ نے ہی تو میرے دل میں راہ تواضع کھول دی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو میرے قلب میں تواضع پیدا فرمادی ہے اسی کا یہ اثر ہے کہ میں اپنی احتیاج انسانوں سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ظاہر کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھنا بھی تکبر کا علاج ہے اس لئے کہ اس میں اس کا اظہار ہے کہ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت بشریت کے سب کے مماثل ہیں مگر ہم ان کی توجہ کے بھی محتاج ہیں۔

درمیان بحر اگر بنشستہ ام	طمع در آب سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں	گھڑا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

یعنی اگرچہ بحر کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہوں مگر گھڑے کے پانی کی بھی حرص رکھتا ہوں۔

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست	طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
(حضرت) داؤدؑ کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں	ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

یعنی مثل داؤد علیہ السلام کے کہ نوے بکریاں میرے پاس ہیں مگر اپنے ساتھی کی بکری میں طمع کرنا بھی میرے لئے بجا ہے۔ مولانا اس قصہ کو بنابر مشہور نقل فرماتے ہیں ورنہ اصل میں یہ قصہ بالکل غلط در غلط ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھے قرب کامل حاصل ہے مگر جہاں کہیں کچھ بھی قرب حاصل ہوتے دیکھتا

ہوں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بھی حاصل ہو جاوے۔

حرص اندر عشق تو فخر است و جاہ	حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے	تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

یعنی آپ کی محبت کی حرص تو فخر ہے اور جاہ ہے اور آپ کے غیر میں حرص کرنا یہ شرم اور تباہی ہے۔

شہوت و حرص نراں پیشے بود	وان حیزاں ننگ و درویشے بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہونا ہے	ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

یعنی مردوں کی حرص و شہوت تو آگے کی طرف ہوتی ہے اور وہ حیزوں اور نامردوں کی شرم اور گداگری ہوتی ہے۔

حرص مردان از رہ پیشے بود	در مخنث حرص سوئے پس رود
مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے	ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

یعنی مردوں کو تو حرص آگے کی طرف ہوتی ہے اور مخنث میں حرص پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو مرد ہیں ان کو تو حرص یہ ہوتی ہے کہ آگے چل کر ترقی کریں اور جو نامرد ہیں وہ اس دنیا ہی میں پڑے رہتے ہیں۔

آن یکے حرص از کمال مردی است	واں دگر حرص افتضاح و سردی است
وہ ایک حرص، مردی کے کمال کی وجہ سے ہے	دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

یعنی وہ ایک حرص تو مردی کے کمال کی وجہ سے ہے اور وہ دوسری فضیحت اور افسردگی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آہ سرے ہست اینجا بس نہان	کہ سوے خضرے شود موسیٰ دوان
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے	کہ (حضرت) موسیٰ (حضرت) خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

یعنی آہ اس جگہ ایک بہت پوشیدہ بھید ہے کہ موسیٰ خضرؑ کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مطلب یہ کہ اس طلب میں ایک عجیب بھید ہے کہ دیکھو طلب وہ چیز ہے کہ موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاویں دیکھو آخر طلب حق تھی جب ہی تو ایسا ہوا۔

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست	بر ہر انچہ یافتی باللہ مایست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی	خدا کی قسم جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

یعنی مستسقی کی طرح اس کو پانی سے سیری نہیں ہوتی۔ تو تم جس چیز پر پہنچو خدا کی قسم کھڑے مت ہو۔ اس لئے کہ۔

چوں گذشتی زان دگر نوتر رسد	آن یکے بالاتر از وے در رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی	اس سے اونچی اور چیز ملے گی

یعنی جب تم اس سے گزر جاؤ گے تو ایک اور نئی شے ملے گی اور وہ ایک اس سے بالا ملے گا۔

بے نہایت حضرتست این بارگاہ	صدر را بگذار صدر تست راہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے	صدر کو چھوڑ تیرا صدر راستہ ہے

یعنی یہ درگاہ بے نہایت بارگاہ ہے تم صدر کو ترک کرو اس لئے تمہارا صدر تو راہ ہی ہے۔ مطلب یہ کہ تم کسی جگہ پر ٹھہرومت کہ وہاں پہنچ کر تم صدر بنالو بلکہ تمہارا صدر تو یہی ہے کہ بس راہ طے کرتے چلے جاؤ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اے برادر بے نہایت در گہے است ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

آگے حضرت موسیٰ کے حضرت خضرؑ کے پاس جانے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دقوقی کی حالت بہت اچھی تھی وہ عاشق خدا اور صاحب کرامت شخص تھے جس طرح چاند آسمان پر چلتا ہے وہ زمین پر چلتے تھے اور جس طرح رات کے چلنے والوں کو چاند سے بصیرت حاصل ہوتی ہے یوں ہی ظلمات میں چلنے والے گمراہ لوگوں کو ان کے ذریعہ سے نور معرفت حاصل ہوتا تھا وہ ایک مقام پر نہیں رہتے تھے بلکہ ایک گاؤں میں دو دن بھی نہ رہتے تھے اور راز اس کا یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر کسی گاؤں میں میں دو دن بھی رہوں گا تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو جاوے گی اور میں گھر کی محبت سے بچنا چاہتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ اے نفس تو چل یہاں سے اور سفر کرتا کہ تجھے دولت حقیقی حاصل ہو۔ لان السفر وسیلۃ الظفر۔ میں اپنے دل کو کسی مکان کا خوگر نہیں بنانا چاہتا تا کہ وہ امتحان میں خالص اور غیر اللہ کی محبت کی آمیزش سے پاک رہے۔ وہ دن بھر تو چلتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ ہمیشہ حق سبحانہ پر نظر رکھتے اور باز کی طرح اطاعت شہنشاہ حقیقی پر کمر بستہ رہتے۔ مخلوق سے جدا رہتے مگر اس کا سبب بدخوئی نہ تھی وہ عورتوں اور مردوں سے الگ رہتے مگر مغائرت کے سبب نہیں۔ بلکہ اپنی حفاظت کے لئے وہ مخلوق پر بے حد شفیق اور ان کے لئے پانی کی طرح نافع تھے وہ مشفق بھی تھے اور مستجاب الدعوات بھی اس لئے مخلوق کو ان سے بہت نفع پہنچتا تھا وہ اچھوں اور بروں سب پر مہربان اور سب کا مرجع تھے۔ یعنی ہر طرح کے لوگ ان سے اپنی حوائج میں مدد لیتے تھے غرض کہ وہ ان کے حق میں ماں سے بہتر اور باپ سے افضل تھے کیونکہ وہ جانشین پیغمبر تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم پر تمہارے باپوں سے زیادہ مشفق اور مہربان ہوں اس لئے کہ تم سب میرے ہی اجزاء ہو۔ کیونکہ تمہاری بقاء اور حیات مجھ سے وابستہ ہے پس تم اپنے کو مجھ سے کیوں الگ کرتے ہو۔ دیکھو جب جزو کل سے الگ ہو جاتا ہے تو نکما ہو جاتا ہے اور جب کسی عضو کو جسم سے کاٹ ڈالا جاتا ہے تو مردار ہو جاتا ہے اور جب تک دوبارہ نہیں مل جاتا مردہ ہی رہتا ہے اور حیات کی اس کو ہوا بھی نہیں لگتی اگر کوئی مجھ سے علاقہ قطع کر کے چلتا پھرتا

کھاتا پیتا ہے اور دیگر کام کرتا ہے تو یہ افعال کچھ قابل اعتبار اور ہرگز دلیل حیات نہیں دیکھو کٹا ہوا عضو بھی تو کچھ دیر تڑپتا ہے مگر اس کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے پس یہ حرکات ظاہرہ حقیقی حیات کی دلیل نہیں ہو سکتیں بلکہ حقیقۃً تو وہ مردار ہی ہے گو بظاہر زندہ معلوم ہو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ جس طرح جزو کے اپنے کل سے جدا ہو جانے سے اس کی حیات جاتی رہتی ہے یوں ہی کل میں بھی نقصان آ جاتا ہے تو اس سے لازم آیا کہ لوگوں کے قطع تعلق سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعوذ باللہ نقصان آ جائے۔ کیونکہ یہ وہ کل نہیں ہے جو جزو کے قطع تعلق کرنے اور علیحدہ ہو جانے سے ناقص ہو جاوے بلکہ یہ دوسرے طرح کا کل ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ جزدیت اور کلیت اور ایک کا دوسرے کے ساتھ اتصال وانقطاع حقیقی نہیں ہے بلکہ تشبیہی ہے اور وہ خاص تعلق جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں میں ہے ان کے انقطاع واتصال کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی اس لئے تقریب فہم کے لئے ایک ناقص مثال بیان کر دی گئی ہے تم نے اس کو مثل سمجھ لیا اور شبہ کر دیا حالانکہ مثال اور چیز ہے اور مثل اور شے۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ اور مثال شیر کہا گیا ہے لیکن شیران کی مثل نہیں ہے۔ اس سے اجمالاً تم کو مثال اور مثل میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ اور جو شبہ تم نے مثال کو مثل سمجھ کر کیا تھا وہ دفع ہو جاوے گا اچھا اب مثال اور مثل اور ان کے فرق کے قصہ کو الگ کرو اور دقوقے کے قصہ کی طرف چلو خیر تو دقوقے وہ شخص تھے جو فتویٰ میں مقتدائے خلق تھے اور تقویٰ میں سبقت لے گئے تھے اور جنہوں نے سرعت سرالے اللہ میں چاند کو مات کر دیا تھا اور جن کی دینداری پر خود دین کو رشک ہوتا تھا۔ (یعنی نہایت دیندار تھے اور یہ ایک عنوان عرفی ہے اس مضمون کے ادا کا) غرض کہ وہ اس قدر تو پرہیزگار وظیفے اور نوافل پڑھنے والے تھے مگر باینہمہ ہمیشہ اہل اللہ کو تلاش کرتے تھے رہتے تھے سفر میں بڑا مقصد ان کا یہ ہوتا تھا کہ کسی وقت کسی کامل سے ملاقات ہو جاوے جب وہ سفر کرتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنے خاص بندوں سے ملا دے اور اے اللہ جن کو میں جانتا ہوں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تو میں کمر بستہ اور کجاوہ لادے ہوئے ہوں ہی لیکن جن کو میں نہیں جانتا مجھ محجوب پر تو ان کو مہربان کر دے کہ وہ اپنے کو مجھ پر ظاہر کر دیں۔ اس پر حق سبحانہ ان کے منہ سے جواب سننے کے لئے ان سے فرماتے کہ کیسا عشق اور کیسی پیاس ہے جب تم کو مجھ سے محبت ہے تو غیروں کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔ اور جب ہم تمہارے ساتھ ہیں تو آدمیوں کو کیا تلاش کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے کہ اے اللہ آپ تو تمام اسرار سے واقف ہیں کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے میرے اندر تواضع کی کیفیت پیدا فرما دی ہے اس لئے اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں لیکن پھر بھی میری نظر گھڑے پر ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پانی سے محروم ہوں۔ اور گھڑا اس سے لبریز ہے اس لئے اس سے پانی حاصل کرنا چاہئے داؤد کی طرح کچھ اوپر نوے بھیڑیں میرے پاس ہیں مگر باینہمہ اوروں کی بھیڑوں کی خواہش بھی ہے (داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بے اصل ہے بنا بر مشہور اس کا ذکر کیا گیا ہے) آپ کے عشق

میں جس قدر حرص ہو فخر کی بات ہے اور سراسر عزت ہے اور دیگر امور میں حرص نہایت شرم کی بات اور موجب تباہی ہے مردوں کی خواہش ترقی کی طرف ہوتی ہے اور نامردوں کی رغبت شرمناک باتوں اور بھیک مانگنے وغیرہ کی طرف اور مردوں کی حرص آگے سے تعلق رکھتی ہے اور مخنث کی پیچھے پہنچ جاتی ہے۔ پس ایک کی حرص تو کمال مردی سے ناشی ہے اور دوسرے کی سراسر رسوائی اور نقص ہے۔ یہاں ایک بہت مخفی راز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر کی طلب میں جاتے ہیں حالانکہ ہر دو کے مراتب میں بہت فرق ہے (اس مقام پر یہ مضمون استطرادی ہے آگے اس کا قصہ صریحاً مذکور ہے اس کے بعد مضمون سابق کی طرف عود ہے) تم کو چاہئے کہ طلب حق سبحانہ سے کبھی دست بردار نہ ہو۔ اور یوں ہی طالب رہو جس طرح استسقاء والا پانی سے سیر نہیں ہوتا۔ اور جس مرتبہ پر پہنچ جاؤ اور خدا کے ساتھ تم کو جس قدر تعلق ہو جاوے اس پر قناعت نہ کرو یاد رکھو کہ یہ درگاہ بے نہایت ہے اس کے صدر مقام پر آدمی کبھی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس تم مشیخت اور کمال کے خیال کو چھوڑو اور چلتے رہو۔ یہی مشیخت اور کمال ہے تم کلیم اللہ سے سبق حاصل کرو۔ اور دیکھو کہ وہ فرط اشتیاق میں کیا کہتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کے باوجود ان کے کمال نبوت و تقرب حق کے خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا بھید

از کلیم حق بیاموز اے کریم	ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے	آگاہ! کلیم شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی اے کریم کلیم حق سے سیکھو کہ وہ کلیم مشتاقی کی وجہ سے (طلب میں) کیا کہہ رہے ہیں۔

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری	طالب خضرم ز خود بینی بری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے	میں خضرؑ کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

یعنی باوجود ایسے مرتبہ اور ایسی پیغمبری کے (کہتے ہیں کہ) میں طالب خضرؑ ہوں اور خود بینی سے بری ہوں۔ آگے ایک سوال جواب فرضی نقل فرماتے ہیں کہ مثلاً کوئی موسےٰ علیہ السلام سے یہ کہتا ہے کہ۔

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ	در پئے نیکوئے سر گشتۂ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے	ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

یعنی اے موسیٰ آپ نے اپنی قوم کو چھوڑا ہے اور اس ایک نیک کے پیچھے سرگشتہ ہو رہے ہو۔

کیقبادی رستہ از خوف و رجا	چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو امید و بیم سے آزاد ہو	کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

یعنی آپ تو کیقباد ہیں اور خوف ورجا سے چھوٹے ہوئے ہیں تو آپ کہاں تک پھریں گے اور کہاں تک تلاش کریں گے۔ خوف ورجا مبتدی کی حالت کو کہتے ہیں اور انس ومحبت منتہی کی اور قبض وبسط متوسط کی حالت کو کہتے ہیں تو خوف ورجا سے راستہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ حالت ابتدائی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت انتہائی تک پہنچے ہوئے ہیں۔

آن تو باتست وتو واقف بریں	آسمانا چند پیمائے زمین
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو	اے آسمان! کب تک زمین کی پیائش کرو گے

یعنی تمہاری چیز تو تمہارے ساتھ ہے اور تم اس پر واقف بھی ہو تو اے آسمان تم زمین کو کب تک پیائش کرو گے مطلب یہ کہ تم کامل ہو کر اپنے سے کم درجہ والوں کی طلب میں کیوں پھرتے ہو۔

گفت موسےٰ ایں ملامت کم کنید	آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا' یہ ملامت نہ کرو	سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ملامت مت کرو۔ اور آفتاب وماہ کی رہزنی مت کرو۔

میروم تا مجمع البحرین من	تا شوم مصحوب سلطان زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا	تاکہ شاہ زمانہ کا ساتھی بنوں

یعنی میں مجمع البحرین تک جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اس سلطان زمن کا ساتھی نہ ہو جاؤں۔

اجعل الخضر لامری سبباً	ذاک او امضے واسری حقباً
میں (حضرت) خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا	یہ ہو یا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

یعنی میں خضر کو اپنی بات کے لئے سبب بناؤں گا۔ یا یہ کو چلا جاؤں گا اور سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔

سالہا پرم بہ پر و بال ہا	سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا	(چند) سال کیا ہوتے ہیں ہزاروں سال

یعنی میں سالہا سال تک پروبال سے اڑوں گا اور سالہا کیا ہزاروں سال تک

می روم یعنی نمی ارزد بدان	عشق جانان کم مدان از عشق نان
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر نہیں	محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھو

یعنی (ہزاروں سال تک) چلتا رہوں گا یعنی یہ اس کی برابر نہیں ہے اور عشق جانان کو عشق نان سے کم مت

جانو۔ مطلب یہ کہ روٹی کے لئے انسان کیسی کیسی طلب کرتا ہے تو اگر حق تعالیٰ کے لئے وہ طلب کرے تو کیا حرج ہے۔

این سخن پایان ندارد ای عمو	داستان آن دقوقی باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ان دقوقی کی بات پھر بتا

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی ہے اے چچا تو اب تم دقوقی کی داستان پھر بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: الحمدللہ کہ مجھے حق سبحانہ نے اس قدر مرتبہ اور پیغمبری کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے لیکن باایں ہمہ میں طالب خضر ہوں اور خود بینی سے مبرا۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اے موسیٰ تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور ایک نیک شخص کی طلب میں سرگرداں ہو۔ آپ تو اپنے وقت کے شہنشاہ ہیں آپ کا مرتبہ خوف ورجا سے جو متدین کی حالت ہے نہایت ارفع ہے بلکہ آپ تو ہیبت اور انس کے درجہ میں ہیں۔ فرمایئے آپ کب تک گھومتے اور تلاش کرتے رہیں گے۔ اور یہ کیفیت کب تک رہے گی آپ کا مطلوب آپ کے پاس ہے اور آپ کو اس کا علم بھی ہے پھر آپ آسمان ہو کر زمین کے گرد کب تک چکر لگائیں گے۔ لیکن انہوں نے یہ جواب دیا کہ صاحبو مجھ پر ملامت نہ کرو۔ اور آفتاب و ماہتاب کے قرن میں دراندازی مت کرو۔ میں مجمع البحرین پر ضرور جاؤں گا تا کہ میں ایک بادشاہ وقت کی مصاحبت کا شرف حاصل کروں۔ میں خضرؑ کو اپنے مقصود کے تحصیل کا ذریعہ ضرور بناؤں گا پس یا تو وہ مل جائیں گے یا میں گھومتے پھرتے زمانہ گزار دوں گا اور اپنی پوری قوت سے برسوں کوشش کروں گا۔ برسوں کیا بلکہ ہزاروں برسوں تک اس کوشش کو نہ چھوڑوں گا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں اب مولانا دریافت فرماتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا یہ ان کا جانا نازیبا تھا۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ خدا کا عشق روٹی کی محبت سے کم نہیں جب روٹی کے لئے پھرنا گوارا ہوتا ہے اور ناپسند نہیں کیا جاتا تو طلب خدا کے لئے پھرنا گوارا اور ناپسند کیوں ہوگا۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب پھر دقوقی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

دقوقی علیہ الرحمۃ کے قصہ کی طرف رجوع

آن دقوقی رحمۃ اللہ علیہ	گفت سافرت مدی فی خافقیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے	فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

یعنی ان دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک مدت تک اطراف عالم میں سفر کیا ہے۔

سال و مہ رفتم سفر از عشق ماہ	بے خبر از راہ و حیران در الٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا	راستہ سے بے خبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

یعنی میں نے برسوں اور مہینوں تک عشق حق میں سفر کیا ہے کہ میں راہ سے بے خبر تھا اور حق تعالیٰ میں حیران تھا۔

پا برہنہ رفتہ ام برخار و سنگ	زانکہ من حیرانم و بے خویش و رنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں	کیونکہ میں محو اور بے خود اور حیران تھا

یعنی میں پابرہنہ خار و سنگ پر چلا ہوں اور فرمایا ہے کہ میں حیران اور بے خویش اور رنگ ہوں۔

تو مبین ایں پایہا را برزمین	زانکہ بردل میرود عاشق یقین
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ	کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

یعنی تم ان پاؤں کو زمین پر مت دیکھو اس لئے کہ عاشق تو یقیناً دل پر چلتا ہے مطلب یہ کہ اس سے شبہ مت کرو کہ پاؤں سے یہ اس قدر مسافت کس طرح طے کر سکے۔ اس لئے کہ عاشق ان پاؤں سے چلتے نہیں بلکہ وہ دل سے چلتے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز	دل چہ داند کوست مست دلنواز
راستہ اور منزل اور نزدیک اور دور کو	دل کیا جانے کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

یعنی راستہ اور منزل سے اور کوتاہ و دراز سے دل کیا جانے اس لئے کہ وہ تو دل نواز کا مست ہے۔

این دراز و کوتہ اوصاف تن است	رفتن ارواح دیگر رفتن است
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں	روحوں کا چلنا دوسرا چلنا ہے

یعنی یہ دراز اور کوتاہ سب اوصاف تن سے ہے اور ارواح کا چلنا اور چلنا ہے (وہ ان ظاہری قدم کے چلنے پر موقوف نہیں ہے) یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا بے پاؤں کے کوئی کس طرح چل سکتا ہے۔ آگے بے پاؤں کے چلنے کی نظیر فرماتے ہیں کہ۔

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل	نے بگامے بود منزل نے بہ نقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا	یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ منتقل ہونے سے

یعنی تم نے نطفہ سے عاقل ہونے تک سفر کیا نہ تو قدم سے تھے یہ (طے) منزل اور نقل سے۔ مطلب یہ کہ نطفہ سے اتنے بڑے بن گئے اور اس قدر مسافت کو طے کر لیا تم ہی بتاؤ کہ کون سے قدم سے طے کیا ہے بس جس طرح وہاں طے کر لیا اسی طرح یہ حضرات بھی بے ان قدموں کے چل سکتے ہیں۔

سیر جان بے چوں بود در دور و دیر	جسم ما از جان بیا موزید سیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے	ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

یعنی سیر جان باہر ہوتی ہے اور ہمارے جسم دور و دیر میں جان ہی سے سیر سیکھی ہے دور سے مراد مسافت مکانی اور دیر سے مراد مسافت زمانی مطلب یہ کہ سیر جان سب سے الگ ہوتی ہے اور مسافت زمانی اور مکانی سب جسم کو روح ہی کے بدولت میسر ہیں ورنہ اگر روح نہ ہو تو جسم کیسے مسافت قطع کر سکتا ہے۔

سیر جان ہر کس نہ بیند جان من	لیک سیر جسم باشد بر علن
اے جان من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے	ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

یعنی پیارے سیر جان کو ہر شخص نہیں دیکھتا لیکن جسم کی سیر علانیہ ہوتی ہے (اس کو) سب دیکھتے ہیں۔ لہذا ان کو سیر روحانی کو سن کر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ہوگئی ورنہ بعید نہیں ہے۔

سیر جسمانہ رہا کرد او کنون	میرود بیچون نہاں در شکل چون
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی وہ اب	پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

یعنی ان دقوقے نے سیر جسمی کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ بے کیف شکل کیف میں چلا کرتے تھے مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ قدموں سے چلتے تھے مگر اصل میں وہ ترقی روحانی کیا کرتے تھے۔

گفت روزے می شدم مشتاق دار	تا بہ بینم در بشر انوار یار
(دقوقی نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا	تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ ایک روز میں مشتاق کی طرح چلا تاکہ میں بشر میں انوار یار دیکھوں۔

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ	آفتابے درج اندر ذرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں	سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

یعنی تاکہ میں ایک قلزم کو ایک قطرہ میں دیکھوں اور ایک آفتاب کو ذرہ کے اندر دیکھوں۔ قلزم سے مراد محبت حق قطرہ سے انسان آفتاب سے بھی حضرت حق اور ذرہ سے انسان تو یہ اس تلاش میں تھے کہ کسی انسان میں تجلی حق دیکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایک ساحل کی طرف سات شمعوں کی صورت دکھائی دینا

چون رسیدم سوئے یک ساحل بگام	بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا	دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

یعنی کہ جب میں ایک ساحل پر پہنچا تو دن سے بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا۔

بعد ازان ناگہ چہ دیدیم گویمت	تا کہ دانی سر آن از نُمیت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں	تا کہ تو اس کا راز جان لے میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

یعنی بعد اس کے ناگاہ کیا دیکھا جو کہ میں تجھ سے بیان کرتا ہوں تا کہ تم اس کے بھید کو جان لو۔ اور کچھ زیادہ بیان کروں گا مطلب یہ ہے کہ میں وہ عجیب بات تم سے بیان کروں گا اور اس سے کچھ زائد بھی بیان کروں گا۔

ہفت شمع از دور دیدم ناگہان	اندران ساحل شتابیدم بدان
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں	ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

یعنی ناگہاں دور سے میں نے سات شمعیں دیکھیں تو اس ساحل میں میں ان کی طرف دوڑا۔

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازان	بر شدہ خوش تا عنان آسمان
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ	آسمان کی فضا تک بہت اونچا تھا

یعنی ہر ایک شمع کا ان میں سے نور اور شعلہ عنان آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔

خیرہ گشتم خیرگے ہم خیرہ گشت	موج حیرت عقل را از سر گذشت
میں حیران رہ گیا حیرانی بھی حیران ہو گئی	حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

یعنی میں حیران رہ گیا اور حیرانی بھی حیران ہو گئی اور حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی۔

کاین چگونہ شمعہا افروخت است	کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ ست
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟	کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں ان سے بند ہیں

یعنی کہ یہ کیسی شمعیں روشن ہیں کہ جن سے مخلوق کی دونوں آنکھیں سلی ہوئی ہیں۔

خلق جویان چراغے گشتہ بود	پیش آن شمعے کہ بر مہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی	ان شمعوں کو ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

یعنی مخلوق چراغ تلاش کر رہی تھی سامنے اس شمع کے جو چاند سے سبقت لے گئی تھی (چونکہ وہ نور اولیاء اللہ کا تھا اس لئے ان کو تو مکشوف ہوا مگر ہر ایک کو وہ نظر نہ آتا تھا اور اس کا اولیاء اللہ کا نور ہونا آگے خود معلوم ہوگا بعض محشین نے اس کو اسماء حق کا ظہور کہا ہے اور تاویلیں کی ہیں سب لغو ہے سیدھی بات یہ ہے کہ وہ سات اولیاء اللہ جن کا ذکر آگے آوے گا انہیں کا یہ نور بھی تھا۔

چشم بندی بد عجب بر دیدہ ہا	بند شان میکرد یہدی من یشاء
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی	ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

یعنی آنکھوں پر ایک عجیب پردہ تھا کہ ان کو وہ ذات بند کرتی تھی جو کہ یہدی من یشاء و یفعل من یشاء ہے یعنی جس کی یہ شان ہے اس نے وہ پردے آنکھوں پر ڈال رکھے تھے۔

ان سات شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ شد ہفت آں یک	مے شکافد نور او جیب فلک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات (شمعیں) ایک ہو گئیں	اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

یعنی پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات ایک ہو گئیں کہ اس کا نور جیب فلک کو پھاڑے ڈالتا ہے۔

باز آن یکبار دیگر ہفت شد	مستی و حیرانی من زفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی	میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

یعنی پھر وہ ایکبار ہی سات ہو گئیں اور میری مستی اور حیرانی عظیم ہو گئی۔

اتصالاتے میان شمعہا	کہ نیاید بر زبان و گفت ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا	جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

یعنی وہ اتصالات درمیان ان شمعوں کے ہماری زبان اور گفتگو میں آ نہیں سکتے۔

آنکہ یک دیدن کند ادراک آن	سالہا نتوان نمودن از زباں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے	زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

یعنی وہ بات کہ ایک دیکھنا اس کا ادراک کر لیتا ہے سالہا سال تک اس کو زبان سے بیان نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اگر بیان بھی کیا جائے تو وہ حالت جو ذوقی کے دیکھنے کے وقت ہوئی تھی کب ہو سکتی ہے۔

آنکہ یکدم بیندش ادراک و ہوش	سالہا نتوان شنیدن آن بگوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے	اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

یعنی وہ چیز کہ ایکدم میں اس کو ادراک و ہوش دیکھ لیتا ہے سالہا سال میں بھی اس کو کان تک (اس طرح) نہیں کر سکے۔

چونکہ پایانے ندارد روا لیک	زانکہ لا احصے ثناء ما علیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے جا پرے ہٹ	اس لئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکا

یعنی جبکہ یہ انتہا نہیں رکھتا تو تم اپنی طرف جاؤ۔ (یعنی چپ رہو) اس لئے کہ لا احصے ثناء علیک (ارشاد ہے تو تم کہاں سے بیان کر سکتے ہوں)

پیشتر رفتم دوان کان شمعہا	تاچہ چیزست از نشان کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

یعنی میں آگے کو دوڑتا ہوا چلا کہ وہ شمعیں آخر کہاں ہیں نشان کبریا سے

میشدم مدہوش و بیخویش وخراب	تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا	یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

یعنی میں مدہوش اور بیخود اور خراب ہو گیا یہاں تک کہ جلدی اور دوڑنے کی وجہ سے گر بھی پڑا۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندرین	او فتادم بر سر خاک زمین
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس (حالت) میں	میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

یعنی ایک گھڑی بے عقل و بے ہوش اسی حالت میں خاک زمین پر پڑا رہا۔

باز باہوش آمدم برخاستم	در روش گوئی نہ سرنے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا	رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

یعنی پھر میں ہوش میں اور چلنے میں اٹھا گویا کہ میرے نہ سر تھا اور نہ پاؤں (غرض کہ عجب حال تھا)

اس شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات آدمی دکھائی دینا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد	نور شان می شد بہ سقف لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے	ان کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

یعنی سات شمعیں دیکھنے میں سات آدمی ہو گئے کہ ان کا نور آسمان سے گزرتا تھا۔

پیش آن انوار نور روز درد	از صلابت نور ہا را مے سترد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا	شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

یعنی ان انوار کے آگے نور روز بھی درد تھا۔ اور تیزی کی وجہ سے نوروں کو زائل کرتی تھی۔

باز حیران گشتم اندر صنع رب	کاینچنین چون شد چگونہ است اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا	تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ کیسے ہے؟

یعنی میں پھر صنعت حق میں حیران ہوا کہ اس طرح کیونکر ہو گیا اور تعجب ہے کہ کس طرح ہو گیا۔

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم	تاچہ حالست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا تاکہ اچھی طرح دیکھوں	کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

یعنی کہ میں آگے چلا تا کہ اچھی طرح دیکھ لوں کہ کیا حال ہے آیا میرا سر پھر رہا ہے۔

شرح شبّیری

پھر ان سات آدمیوں کا سات درخت ہو جانا

باز ہر یک مرد شد شکل درخت	چشم از سبزی ایشاں نیک بخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا	ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

یعنی پھر ہر ایک آدمی درخت کی شکل بن گیا کہ آنکھ ان کی سبزی سے ٹھنڈی ہوئی تھی۔

زانبہی برگ پیدا نیست شاخ	برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے شاخ نظر نہیں آتی	میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

یعنی پتوں کی زیادتی کی وجہ سے تو شاخ ظاہر نہ تھی اور میوہ کی زیادتی کی وجہ سے پتے بھی گم ہو گئے تھے۔

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ	سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے	سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

یعنی ہر شاخ (اس قدر بلند تھی کہ) سدرہ سے نکلی ہوئی اور سدرہ کیا لامکان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔

بیخ ہر یک رفتہ در قعر زمین	زیر تر از گاؤ ماہی بد یقین
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی	جو یقینا مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

یعنی جڑ ہر ایک کی قعر زمین تک گئی ہوئی اور گائے اور مچھلی سے بھی یقینا نیچے تھی۔ مشہور ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے ایک گائے اور ایک مچھلی ہے تو مولانا بھی اسی بناء مشہور پر فرماتے ہیں کہ ان کی جڑ اس گائے اور مچھلی سے بھی نیچے پہنچی تھی یعنی بہت ہی نیچے تک تھی۔

بیخ شاں از شاخ خنداں روئی تر	عقل ازاں اشکال شان زیر وزبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور ترو تازہ تھی	ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

یعنی ان کی جڑ شاخ سے زیادہ ہنستی ہوئی تو عقل ان کی اشکال سے زیر وزبر (حیران) تھی مطلب یہ کہ جڑ اکثر بھدی ہوتی ہے مگر ان کی جڑ بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔

میوۂ کہ بر شگافیدے ز زور	ہمچو آب از میوۂ جستے برق نور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا	پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے جھپٹتے تھے

یعنی جو میوہ کہ عیانا پھٹتا تو پانی کی اس کے اندر سے اس کا نور نکلتا۔

شرح حبیبی

دقوقے رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک عرصہ تک اطراف عالم میں پھرتا اور سفر کرتا رہا۔ اور حالت یہ تھی کہ میں باوجودیکہ برسوں سفر کرتا رہا۔ مگر راہ حق کی محبت کے سبب مجھے راستہ کی کچھ خبر نہ تھی اور میں حق سبحانہ کی ذات میں بالکل محو تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب ان سے کوئی کہتا کہ آپ کانٹوں اور کنکروں پتھروں میں ننگے پاؤں چلتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے کہ مجھ پر حیرت غالب ہے اور میں آپے میں نہیں ہوں۔ اور بالکل متحیر ہوں مجھے نہ کانٹوں کی خبر ہوتی ہے نہ کنکروں پتھروں کی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لوگو تم ان کے پاؤں کو زمین پر نہ دیکھو اس لئے کہ عاشق خدا گو بظاہر زمین پر چلتا ہے مگر حقیقت میں وہ دل پر چلتا اور منازل باطنیہ کو طے کرتا ہے اور متعارف راستہ اور متعارف منزل اور دور اور پاس سے دل کو کیا واسطہ۔ کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کا مست اور لطیفہ غیبی ہے اور لمبا اور مختصر تو اوصاف جسمانیت سے ہیں۔ سیر روحانی تو اور ہی قسم کی ہے اس میں نہ کانٹے لگتے ہیں نہ کنکریں چبھتی ہیں نہ راہ کی درازی اور کوتاہی محسوس ہوتی ہے دیکھو تم نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا یعنی ایک وقت میں تم نطفہ تھے پھر عاقل ہو گئے لیکن نہ یہ مسافت قدم سے طے ہوئی ہے نہ انتقال مکانی سے بس سیر الی اللہ کو اسی پر قیاس کر لو۔ روح چونکہ مجردات سے ہے اس لئے اس کی سیر بیچون اور بے کیف ہے تم روح کی سیر کا انکار نہ کرنا اسلئے کہ ہمارے جسم نے یہ زمان و مکان میں چلنا اسی سے سیکھا ہے کیونکہ وہی محرک ہے پھر اس کی سیر میں کیا استبعاد ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ روح چونکہ خود غیر محسوس ہے اس لئے اس کی سیر بھی ہر ایک کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برخلاف جسم محسوس ہے اس لئے اس کی رفتار بھی محسوس ہوتی ہے اب دقوقی محض سیر جسمانی کو چھوڑ چکا ہے بلکہ اسی سیر جسمانی کے پردہ میں وہ سیر روحانی کر رہا ہے اس لئے نہ اس کو کانٹے کی خبر ہوتی ہے نہ کنکر کی نہ قرب راہ کی نہ بعد راہ کی خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر اصل قصہ کی طرف عود کرتے ہیں سنو انہوں نے کہا کہ میں ایک دم مشتاقانہ جا رہا تھا تا کہ کسی شخص کے اندر انوار حق سبحانہ مشاہدہ کروں اور تا کہ ایک قطرہ کے اندر قلزم اور ایک ذرہ کے اندر آفتاب دیکھوں جب میں چلتے چلتے ساحل تک پہنچا تو دن بے وقت ہو چکا تھا اور شام ہو گئی تھی اتنے میں میں نے اچانک دور سے سات شمعیں دیکھیں یہ دیکھ کر میں ان کی طرف چلا ایک شمع کے نور اور شعلہ کی یہ حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں متحیر ہو گیا میں کیا متحیر ہو گیا خود میری حیرت بھی متحیر ہو گئی اور دریائے حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی میں سوچتا تھا کہ کیسی شمعیں روشن ہیں اور لوگوں کی آنکھیں بند ہیں ان کو دکھلائی نہیں دیتیں کیونکہ لوگ ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں کسی ٹمٹمانے والے چراغ کو تلاش کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں کی عجیب طرح سے نظر بندی کی ہوئی تھی تم جانتے ہو کہ وہ نظر

بندی کس نے کر رکھی تھی سنو وہ نظر بندی حق سبحانہ کی صفت اضلال نے کر رکھی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ساتوں شمعیں ایک بن گئیں اور اس کا نور اس قدر تیز ہوا کہ آسمان کے پار جاتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وہ پھر سات ہو گئیں۔ اب تو میری بیخودی اور حیرانی اور بھی بڑھ گئی ان شمعوں کے درمیان جو اتصالات اور ارتباطات تھے ہماری زبان اور الفاظ ان کی حقیقت کے بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں اور صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جس حقیقت کا ادراک ایک نظر کر سکتی ہے اس کو برسوں میں بھی زبان سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور جو امر فہم سلیم سے ایک دم میں معلوم ہو سکتا ہے اس کو کان میں برسوں بھی نہیں پہنچایا جا سکتا۔ چونکہ اس کا بیان بے انتہا ہے لہذا تم جاؤ اپنا کام کرو۔ ہمارے پیچھے نہ پڑو کیونکہ اس کے ذرا سے بھی اوصاف تمہارے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ خیر میں آگے بڑھا کر دیکھوں تو سہی یہ خدا کی کیسی نشانی ہے میں مدہوش اور بیخود اور خستہ حال جا رہا تھا حتیٰ کہ میں جلدی کے مارے گر بھی گیا۔ کچھ دیر تک تو میں بے ہوش و حواس زمین پر پڑا رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا۔ تو میں اٹھا اور یوں چلا کہ مجھے نہ سر کی خبر تھی نہ پاؤں کی اتنے میں وہ سات شمعیں سات آدمی دکھلائی دینے لگے ان کے نور کی بھی یہی حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا ان کے نور کے سامنے دن کا نور مکدر معلوم ہوتا تھا وہ اپنی قوت سے تمام نوروں کو فنا کئے دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حق سبحانہ کی صنعت میں اور بھی حیران ہو گیا۔ کہ یہ قصہ کیا ہے اور یہ معاملہ کیونکر ہے میں اور آگے بڑھا کہ دیکھو کیا حال ہے۔ جس کے سبب سے میرا دماغ چکرا رہا ہے اس کے بعد ہر ایک شخص ایک درخت بن گیا جس کی سبزی سے آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا تھا اور پتے اس قدر کثرت سے تھے کہ شاخیں نظر نہ آتی تھیں اور بڑے بڑے میوؤں کے اندر پتے بھی چھپ گئے تھے اور اونچے اس قدر تھے کہ ہر درخت کی شاخ سدرۃ المنتہٰی سے ٹکراتی تھی۔ سدرہ کیا آسمانوں سے اوپر خلا میں پہنچتی تھی اور جڑ کی یہ حالت تھی کہ زمین کی تہ تک اور گاؤ زمین اور ماہی زمین کے نیچے پہنچی ہوئی تھی ایک عجیب بات یہ تھی کہ ان کی جڑ شاخوں سے بھی زیادہ دلچسپ تھی ان صورتوں کو دیکھ کر عقل الٹ پلٹ ہوتی تھی اور کچھ راز سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جو میوہ پھٹتا تھا عرق کی طرح اس میں سے نور نکلتا تھا۔

شرح شبیری

ان درختوں کا لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہونا

صد ہزاران خلق از صحرا و دشت	ایں عجب تر کہ برایشاں میگذشت
جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان	یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گزرتے

یعنی یہ عجیب بات تھی کہ ان پر لاکھوں مخلوق صحرا و دشت سے گزرتی تھی۔

ز آرزوئے سایہ جان می باختند	از گلیمے سائبان مے ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے	کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

یعنی سایہ کی آرزو میں جانبازی کرتے تھے اور کمبل کا سائبان بناتے تھے۔

سایۂ آن را نمی دیدند ہیچ	صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے	ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

یعنی وہ لوگ اس درخت کے سایہ کو بالکل نہ دیکھتے تھے تو ایسی پیچ در پیچ آنکھوں پر سو تف ہے

ختم کردہ قہر حق بر دیدہا	کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی	کہ چاند کو نہ دیکھیں سہا کو دیکھ لیں

یعنی حق تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر کر رکھی ہے کہ چاند کو دیکھتے نہیں ہیں اور سہا کو دیکھتے ہیں۔ سہا نام ہے ایک ستارہ کا جو بنات النعش کے ساتھ ایک بہت ہی ذرا سا ستارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ناقص چیزوں پر تو نظر پڑتی ہے اور کامل پر نظر نہیں پڑتی۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ذرہ را بیند و خورشید نے	لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں	لیکن لطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

یعنی ذرہ کو دیکھتے ہیں اور خورشید کو نہیں لیکن لطف و کرم (حق) سے ناامید (بھی) نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بصیرت حاصل نہیں ہے مگر پھر بھی ان کو بھی لطف حق سے ناامیدی نہیں ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

کاروانہا بے نوا وین میوہا	پختہ مے ریزد چہ سحرست اے خدا
قافلے مفلس اور یہ پھل	پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

یعنی قافلے بے نو شدہ کے ہیں اور یہ میوے پختہ گر رہے ہیں اے اللہ کیا سحر ہے۔

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق	درہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے	لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

یعنی مخلوق بوسیدہ سیبوں کو چنتی تھی اور لوٹ میں خشک حلق ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

گفت ہر برگ و شگوفہ آن غصون	دمبدم یالیت قومی یعلمون
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی	ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

یعنی ہر پتا اور شگوفہ ان شاخوں کا دمبدم کہتا تھا کہ کاش میری قوم مجھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ تو آدمی تھے اس

لئے یہ کہتے تھے کہ دیکھو یہ لوگ فیض حاصل نہیں کرتے کاش اگر یہ ہماری حقیقت سے واقف ہوتے تو مستفیض ہوتے۔

بانگ می آمد ز سوے ہر درخت	سوئے ما آئید خلق شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی	بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

یعنی ہر درخت کی طرف سے آواز آتی تھی کہ اے شور بخت لوگو ہماری طرف آؤ ممکن ہے یہ آواز آتی ہو اور لوگ نہ سن سکتے ہوں۔

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر	چشم شاں بستیم کلا لاوزر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی	ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانہ نہیں ہے

یعنی شجر پر غیرت (حق) کی وجہ سے آواز آتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں تو اب کوئی بوجھ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب وہ شجر لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے تو غیب سے ان کو آواز آتی تھی کہ بلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ تمہارے انوار و برکات کو دیکھ نہیں سکتے۔

گر کسے میگفت شاں زیں سو دوید	تا ازیں اشجار مستعد شوید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ	تاکہ تم ان درختوں سے منتفع ہو

یعنی اگر کوئی ان لوگوں سے کہتا کہ اس طرف دوڑو تا کہ ان اشجار سے سعادت حاصل کرنے والے ہو۔ گر کسے میگفت میں کسے سے مراد خود دقوقی ہی ہیں اول سے تو اپنے کو متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر رہے تھے یہاں صنعت التفات ہے۔

جملہ می گفتند کایں مسکین مست	از قضاء اللہ دیوانہ شد است
سب کہتے تھے کہ یہ بیچارہ مدہوش	اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

یعنی سارے کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ مست قضاء الٰہی سے دیوانہ ہو گیا ہے (اور کہتے کہ)

مغز ایں مسکین ز سودائے دراز	وز ریاضت گشت فاسد چون پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے	اور مجاہدے سے پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

یعنی اس بیچارہ کا دماغ سودائے دراز اور ریاضت کی وجہ سے پیاز کی طرح فاسد ہو گیا ہے مطلب یہ کہ جب یہ لوگوں کو ان کے برکات حاصل کرنے کو بلاتے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ بتاتے اور ان کی یہ حالت تھی جس کو فرماتے ہیں کہ۔

او عجب می ماند یارب حال چیست	خلق را ایں پردۂ اضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟	لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

یعنی وہ کہتے کہ اے اللہ یہ حال کیا ہے اور خلق کے لئے یہ کیا اضلال کا پردہ ہے۔

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل	یک قدم اینسو نمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے	اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

یعنی قسم قسم کی مخلوق باوجود سو رائے اور عقل کے اس طرف کو ایک قدم بھی نقل (کرکے) نہیں لاتے۔

عاقلان و زیرکان شاں ز اتفاق	گشتہ منکر زاینچنین باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق	ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہوگئے ہیں۔

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ	دیو چیزے مر مرا برسر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں	شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہوگئے ہیں۔

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من	خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں	دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

یعنی میں ہر لحظہ آنکھ ملتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا کوئی خیال ہے زمانہ میں مطلب یہ کہ وہ لوگ ان کو بیوقوف بتاتے اور یہ تعجب کرتے کہ دیکھو ایسا نفیس باغ ہے اور افسوس ہے کہ یہ لوگ منکر ہیں مگر پھر شبہ ہوتا ہے تو سوچتے کہ کہیں میں ہی دیوانہ تو نہیں ہوگیا یا کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا مگر پھر کہتے ہیں کہ۔

خواب چہ بود بر درختاں میروم	میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے میں درختوں پر گھوم رہا ہوں	میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

یعنی خواب کیا ہوتا ہے میں تو درختوں کے پاس چل رہا ہوں اور ان کے میوے کھا رہا ہوں پھر کس طرح گرویدہ نہ ہوں یعنی جب درختوں کے پاس ہوں اور ان کے میوے کھاتا ہوں تو پھر کیسے شبہ کروں مگر پھر فرماتے ہیں کہ

باز چوں من بنگرم در منکراں	کہ ہمی گیرند زیں بستان کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں	کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

یعنی پھر جب میں منکروں میں نظر کرتا ہوں کہ اس باغ سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

با کمال احتیاج و افتقار	ز آرزوئے نیم غورہ جان سپار
پوری احتیاج اور ضرورت کے باوجود	ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

یعنی باوجود کمال احتیاج و افتقار اور آدھے کچے انگور کی آرزو میں جان دینے والے

ز اشتیاق و حرص یک برگ درخت	مے زنند ایں بینوایاں آہ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں	یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

یعنی درخت کے ایک پتے کے اشتیاق اور حرص کی وجہ سے یہ بینوا لوگ آہ سخت کرتے ہیں۔

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار	ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے بھیجے بنتے ہوئے	یہ لوگ لکھوکھا

یعنی ان درختوں اور پھلوں سے یہ لاکھوں مخلوق ہزیمت میں ہے مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوا کہ شاید ان پھلوں وغیرہ سے ان کو استغنا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ تو ذرا ذرا سی چیزوں پر جان دے دیتے ہیں پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے پھلوں اور درختوں سے ان کو استغنا ہو لیکن پھر ان کو حیرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ

باز میگویم عجب من بے خودم	دست بر شاخ خیالے در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجب بیہوش ہوں	ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

یعنی پھر میں کہتا ہوں کہ میں عجیب بے خود ہوں کہ ایک خیالے شاخ پر ہاتھ مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ سب خیال ہی ہو تو کیا عجب ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم کو تعجب ہو گیا ہے اس سے تعجب مت کرنا اس لئے ایسے وقت میں انبیاء کو شبہ بھی پڑ گیا ہے اس کو آیت اذا استیئاس الرسل و ظنوا انھم قد کذبوا سے ثابت فرماتے ہیں اول اس کو دیسے سمجھ لو پھر اشعار سے سمجھ میں آ جاوے گا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ اذا استیئاس الرسل و ظنوا انھم قد کذبوا میں دو قرائین ہیں اور دونوں متواتر ہیں ایک تو بہ تشدید الذال المعجمہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں اس کی تفسیر تو ظاہر ہے کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کر لیا کہ وہ (کفار کی طرف سے) تکذیب کئے گئے ہیں دوسری قرأت بتخفیف الذال ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ تو سرے سے اس قرأت ہی کا انکار کرتی ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر فرماتے ہیں اور وہی یہاں مقصود ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ظنوا میں ضمیر رسل کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وہ مایوس ہو گئے اور گمان کر لیا کہ وہ جھوٹ بولے گئے ہیں یعنی ان سے جو نصر کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ غلط ہوا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال رہا کہ بھلا انبیاء کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وسوسہ ہوتا تھا گمان سے یہی مراد ہے کہ ان کو وسوسہ ہوتا تھا باقی ان کو ظن بالیقین ہرگز نہ تھا اور وسوسہ میں شریعت نے کوئی مواخذہ یا گناہ وغیرہ کچھ رکھا ہی نہیں ہے تو اب صاف ہو گیا۔ پس فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ وہ مایوس ہو گئے تھے اور شبہ میں پڑ گئے تھے اگر چہ درجہ وسوسہ ہی میں سہی مگر ہوا تو اسی طرح ان لوگوں کے انکار سے دقوقی کو بھی شبہ پڑ گیا تھا کہ شاید مجھ ہی کو غلط دکھائی دیتا ہو اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بخواں استیاس الرسل اے عمو	تا بظنوا انھم قد کذبوا
ہاں اے چچا استیاس الرسل پڑھ	ظنوا انھم قد کذبوا تک

یعنی اے چچا اذا استیاس الرسل کو ظنوا انھم قد کذبوا تک پڑھ لو۔

ایں قرأت خواں کہ تخیف کذب	ایں بود کہ خویش بیند محتجب
یہ قرآت پڑھ کیونکہ کذب کو تخیف سے پڑھنا	یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

یعنی اس قرأت کو کذب کی تحقیق سے پڑھو اور یہی ہوا کرتا ہے کہ اپنے کو محجوب دیکھا ہے یعنی اسی طرح شبہ پڑ جاتا ہے کہ اپنے کو انسان اس طرف سے مردود و مطرود خیال کرنے لگتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ بس جی جب یہ اتنے لوگ تکذیب کر رہے ہیں تو شاید یہ سب غلط ہی ہو مگر یہ یاد رہے کہ یہ سب درجہ وسوسہ میں ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔

در گمان افتاد جان انبیا	ز اتفاق منکرے از اشقیا
انبیاء کی جان شک میں پڑ گئی	بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی جان اشقیاء کے بالاتفاق انکار کرنے سے شک میں پڑ گئی۔ یعنی جب سب منکر ہوئے تو ان کو بھی شک ہو گیا اور وسوسہ ہوا کہ کہیں سارے وعدے حق تعالیٰ کے غلط تو نہ تھے۔

جاء ہم بعد التشکک نصرنا	ترک شان گو بر درخت جان برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی	ان کو چھوڑ روح کے درخت پر آ

یعنی شک کے بعد ان کے پاس ہماری مدد آئی تو تم ان کو چھوڑو اور درخت جان پر آؤ۔ مطلب یہ کہ جب انبیاء کو وسوسہ ہوا تو اس کے بعد ان کے پاس مدد پہنچ گئی یہ تو وہ استدلال تھا اب آگے آواز غیبی ان دقوقی کو آتی ہے کہ ارے ان لوگوں کو چھوڑو اور درخت جان اور درخت حیات پر آؤ اور ارشاد ہوتا ہے کہ۔

میخور و میدہ بدان کش روزی است	ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی است
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے	ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

یعنی کھاتا رہ اور دیتا رہ جس کی روزی ہے ہر دم اور ہر لحظہ سحر آموزی ہے مطلب یہ کہ اے دقوقی تم خود کھاؤ اور جو اس کے اہل ہوں ان کو کھلاؤ اور فیوض اور برکات پہنچاؤ۔ باقی نااہلوں کو تو سحر ہے کہ ان کو کبھی بھی دکھائی نہ دے گا جب ان کو یہ آواز آتی تھی تو اس طرح آتی تھی کہ لوگ بھی سنتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ۔

خلق گویا اے عجب ایں بانگ چیست	چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست
لوگ کہتے ہے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟	جبکہ جنگل درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

یعنی لوگ کہتے کہ تعجب ہے کہ یہ آواز کیا ہے جبکہ جنگل درخت و پھل سے خالی ہے یعنی لوگ کہتے تھے کہ اس جنگل میں

نہ کوئی درخت ہے نہ میوہ ہے اور آواز آرہی ہے کہ کھاؤ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ اور کہاں سے اور کہتے تھے کہ۔

گیج گشتیم ازدم سو دائیان	کہ بہ نزدیک شما باغ اوست خوان
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے	کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

یعنی ہم ان دیوانوں کی ان آوازوں سے دیوانے ہوگئے ہیں کہ تمہارے پاس باغ ہے اور خوان ہے۔

چشم میمالیم وانجا باغ نیست	یا بیابانے ست یا مشکل رہے است
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے	یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ ہے

یعنی ہم آنکھیں ملتے ہیں کہ یہاں تو کوئی باغ نہیں ہے (بلکہ) یا تو بیابان ہے یا مشکل راستہ ہے۔

ای عجب چندین وراز ایں ماجرا	چون بود بیہودهٔ و ہزل و خطا
تعجب ہے اس قدر طویل قصہ	بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ اتنا طویل ماجرا کس طرح بیہودہ اور ہزل اور خطا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اول تو ان لوگوں کو اس کے غلط ہونے کا گمان ہوا مگر پھر سوچا یہ اس قدر باتیں کہ باغ ہے اور پھل ہیں اور درخت ہیں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتیں غرض کہ وہ لوگ تعجب میں تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گویم چوایشان ای عجب	اینچنیں مہرے چہ ازدصنع رب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

یعنی میں ان لوگوں کی طرح کہتا تھا کہ تعجب ہے کہ قدرت نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

زین تنازعہا محمدؐ در عجب	در تعجب نیز ماندہ بولہب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے	ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

یعنی ان تنازعات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعجب میں تھے اور تعجب ہی میں ابولہب رہا ہوا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعجب ہوتا تھا کہ یہ کفار میری رسالت کو جو اس قدر ظاہر ہے کیوں نہیں مانتے اور ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمدؐ کو کیا ہوگیا۔ کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دونوں طرف تعجب تھا۔

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف	تاچہ خواہد کرد سلطان شگرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے	دیکھو ! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

یعنی اس تعجب میں اور اس تعجب میں ایک فرق عظیم ہے تو اب دیکھئے وہ سلطان عظیم کیا کرے مطلب یہ کہ ان دونوں میں فرق ضرور ہے مگر اب حق تعالیٰ جس کو قبول فرماویں وہ قبول اور جس کو رد فرماویں وہ رد ہوگا۔ اور جو عجب کہ دونوں میں سے قبول ہے وہ ظاہر ہے کہ یہ تعجب حضورؐ کا ہے کہ یہ تعجب ٹھیک تھا اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوقے تیز تر راں ہین خموش	چند گوئی چند چون قحط است گوش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا	جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یعنی اے دقوقی اب (قصہ کی طرف) جلدی دوڑو (اوران اسرار کے بیان سے) چپ رہو۔ کہاں تک بیان کروگے جبکہ کان کا قحط ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی سننے والا ہی نہیں ہے تو بیان سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس سے خاموش ہی رہواور قصہ بیان کرو۔ بس مولانا کے فرماتے ہی دقوقے قصہ بیان کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مذکورہ بالا باتوں سے بھی زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق اس جنگل سے ہوکر اوران کے پاس سے گزرتی تھی اور سایہ کے لئے جان دے رہی تھی اور کمبل سائبان بناتی تھی تاکہ شبنم وغیرہ نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن ان کے سایہ کو ذرا بھی کوئی نہ دیکھتا تھا۔ پھٹکار ایسی غلط بیں آنکھوں پر۔ قہرحق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر کردی ہے یا یوں کہو کہ حق سبحانہ نے اپنا قہر ختم کردیا ہے ان آنکھوں پر جواس قدر غلط بیں ہوں کہ چاند کو تو نہ دیکھ سکیں اور سہا کو دیکھیں اور اعلیٰ تو ان کو نظر نہ آوے اور ادنیٰ نظر آوے۔ وہ ذرہ کو دیکھیں اور آفتاب کو نہ دیکھیں۔ یہ سب کچھ ہے کہ حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر بھی کردی ہے اور اپنا قہر بھی ان پر ختم کردیا ہے۔ مگر مایوسی ایسی حالت میں بھی نہ ہونی چاہئے اس لئے کہ ایک قضا کو دوسری قضا بدل سکتی ہے اور جس نے مہر کی ہے وہ سب کو توڑ بھی سکتا ہے اور جس نے قہر کو ختم کیا ہے وہ رحمت کاملہ بھی کرسکتا ہے۔ خیر تو کہنا یہ ہے کہ قافلہ بے سروسامان ہے اور میوے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی نہیں دیکھتا اے اللہ یہ کیا طلسم ہے باوجودیکہ گلے سڑے سیبوں کے اٹھانے کے لئے لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر اس نعمت سے محروم ہیں اوران کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا۔ یہ حالت دیکھ کر ہر پتا اور ہر شگوفہ یوں کہہ رہا تھا کہ اے کاش یہ لوگ ہم کو جان لیں اور ہم سے منتفع ہوں اور ہر درخت ان کو یوں آواز دے رہا تھا اے بدبخت لوگو ہماری طرف آؤ یہاں تم کو میوے بھی ملیں گے اور سایہ بھی ملے گا جب وہ اس ندا پر کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے تو غیرت حق سبحانہ درختوں کو آواز دیتی اور کہتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کردی ہیں اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ نیز ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص (مثلاً میں) ان سے کہتا کہ ارے اس طرف آؤ تا کہ ان درختوں سے منتفع ہوتو اس کا وہ یوں جواب دیتے کہ یہ بیچارہ اپنی ہوش میں نہیں ہے۔ خدا کے حکم سے پاگل ہوگیا ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک اوہام میں مبتلا رہا ہے اور ریاضت شاقہ سے اس کا دماغ پیاز کی طرح سڑ گیا ہے وہ بیچارہ داعی یہ سن کر متحیر رہ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ یہ کیا بات ہے اور گمراہی کے پردے ان کی آنکھوں پر کیسے پڑے ہوئے ہیں۔ مختلف طرح کے لوگ ہیں اور بڑے بڑے عقلمند اور اہل الرائے بھی ہیں۔ لیکن میری بات کوئی نہیں سمجھتا اور اس طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھاتا۔ ان لوگوں میں جو لوگ عقلمند اور دانا ہیں وہ بھی مخالفانہ اس باغ کے منکر اور نہ ماننے والے ہیں اور یا کچھ میں ہی پاگل اور حواس باختہ ہوگیا ہوں۔ اور شیطان مجھ پر غالب ہوگیا ہے کہ وہ مجھے غیرواقعات کو واقعات دکھلا رہا ہے میں ہردم آنکھیں ملتا

ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا میری مخیلہ کا تصرف ہے پھر کہتا ہوں کہ نہیں جی خواب وخیال کیا جب میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کے میوے چنتا اور کھاتا ہوں تو کون سی وجہ ہے کہ میں ان کی واقعیت کا اعتقاد نہ رکھوں۔ لیکن جب میں منکروں کی حالت دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ ان کی کامل حاجت اور ضرورت ہے اور وہ نصف گوشہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اور درخت کی ایک پتی کے لئے بے سروسامان لوگ ہائے وائے کرتے ہیں مگر بایں ہمہ یہ لاکھوں کروڑوں آدمی ان درختوں اور پھلوں سے بھاگتے ہیں تو میں پھر مذبذب ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں بھی عجیب بیہوش ہوں کہ خیالی شاخ کو پکڑ رکھا ہے اور خیال کو حقیقت واقعیہ سمجھ رہا ہوں اب مولانا پر ارشاد کا غلبہ ہوتا ہے اور صورت واقعہ ان کی پیش نظر ہوتی ہے اور وہ اس مذبذب کی دستگیری فرماتے اور کہتے ہیں کہ اے طالب حق تو ہمت نہ ہار اور حتی اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا بقراۃ تخفیف کذبوا پڑھ اس سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کو خواہ چھوٹے رتبے کے ہوں یا بڑے کے کبھی اپنی محجوب عن الحق ہونے کا خیال ہو جاتا ہے گو اس خیال کے قوت اور اس کا ضعف ان کے مرتبے کے موافق ہوتا ہے حتیٰ کہ انبیاء کو بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے مگر وہاں وہ خیال ان کے مرتبہ کے موافق اور وسوسہ غیر اختیاریہ کے درجہ میں تھا وہم وشک اور ظن اصطلاحی کے مرتبہ میں نہ تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار منکرین سے ان کو یہ وسوسہ ہوا کہ کہیں یہ وحی جو ہم پر ہوئی ہے غلط تو نہیں کیونکہ اگر سچ ہوتی تو ان منکرین کو ان کی ہٹ دھرمی اور انکار پر سزا کیوں نہ ہوتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حق سبحانہ تائید بھی فرماتے ہیں اور اس وسوسہ سے نجات بھی دیدیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (بلا اختیار) ان کو یہ وسوسہ ضرور ہوا مگر فوراً ہی ہم نے ان کی تائید کی جس سے وہ وسوسہ ٹوٹ گیا پس تو ان منکرین کو ان کے حال پر چھوڑ اس درخت جاں کے پاس آ اور اس کے میوے خود بھی کھا اور جن کی قسمت میں ان کا کھانا ہے ان کو بھی کھلا تو ایک ہی طلسم کو دیکھ کر چکر میں آ گیا عالم میں تو ہر دم اور لحظہ اس قسم کے لاکھوں طلسم نظر آتے ہیں اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں کہ وہ داعی کہتا ہے کہ جب میں ان کو درختوں کی طرف بلاتا تو وہ کہتے کہ تعجب ہے یہ کیسی آواز ہے اور ان دیواروں کی گفتگو سے تو ہمارا دماغ خبط ہو گیا یہ کہتے ہیں کہ تمہارے قریب ایک باغ ہے جس میں کھانے کے میوے ہیں ہم آنکھیں کھول کر غور سے دیکھتے ہیں تو نہ کہیں باغ ہے نہ میوہ یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ اس پر میں کہتا کہ غضب کی بات ہے کہ ان کو دکھلائی نہیں دیتا اور یہ اس کو بے اصل سمجھتے ہیں بھلا اتنا طویل قصہ بیہودہ اور بے اصل اور غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ غرض کہ جس طرح ان کو تعجب ہوتا تھا کہ میں بھی متحیر تھا کہ دیکھو حق سبحانہ نے ان کی آنکھوں پر کیسی مہر کر رکھی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑ دو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوتے کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوقی کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی نظر میں ان سات درختوں کا ایک ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیک بخت	باز شد آن ہفت جملہ یک درخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادت مند آگے بڑھا	پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

یعنی میں نیک بخت پھر آگے کو چلا تو وہ جب سات سارے پھر ایک درخت ہو گئے۔

ہفت مے شد فرد مے شد ہر دمے	من چساں می گشتم از حیرت ہمے
وہ کبھی سات ہو جاتے کبھی ایک	میرا بھی حیرت سے عجب حال تھا

یعنی ہر وقت وہ سات ہوتے تھے اور ایک ہوتے تھے تو میں حیرت سے ویسا کا ویسا ہی رہ گیا۔

بعد ازان دیدم درختان در نماز	صف کشیدہ چون جماعت کردہ ساز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا	صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (وسامان) کیے ہوئے

یعنی بعد اس کے میں نے درختوں کو نماز میں دیکھا کہ صف بنائے ہوئے اور جماعت کی طرح سامان کیے ہوئے ہیں۔

یک درخت از پیش مانند امام	دیگران اندر پس او در قیام
امام کی طرح ایک درخت آگے	دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

یعنی ایک درخت ان کی امام کی طرح اور دوسرے قیام میں اس کے پیچھے۔

آن قیام و آن رکوع و آن سجود	از درختان بس شگفتم مے نمود
وہ قیام ، وہ رکوع وہ سجدہ	درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یعنی وہ قیام اور وہ رکوع اور وہ سجدہ درختوں سے مجھے عجیب معلوم ہو رہا تھا۔

یاد کردم قول حق را آن زمان	گفت والنجم و شجر را یسجدان
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا	فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

یعنی میں نے اس وقت حق تعالیٰ کا قول یاد کیا کہ نجم و شجر کو فرمایا ہے کہ سجدہ کرتے ہیں (اور یہ بھی سوچا کہ)

این درختان را نہ زانو نے میان	این چہ ترتیب نماز ست آنچنان
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر	اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

یعنی ان درختوں کے نہ زانو ہیں اور نہ کمر ہے تو یہ اس طرح نماز کی ترتیب کیونکر ہے۔

آمد الہام خدا کاے با فروز	ایں عجب داری زکار ماہ ہنوز
خدا کا الہام آیا کہ اے پرنور!	تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

یعنی الہام حق آیا کہ اے بافروز تم ہمارے کام سے اب تک تعجب کرتے ہو۔

ان ساتوں درختوں کا سات آدمی ہو جانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد	جملہ در قعدہ پے یزداں فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے	اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

یعنی بعد کچھ دیر کے وہ سات آدمی بن گئے اور سارے خدائے یکتا کے سامنے قعدہ میں تھے۔

چشم میمالم کہ آن ہفت ارسلان	تا کیا نند و چہ دارند از جہاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)	کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

یعنی آنکھ ملتے تھے کہ یہ سات شیر کون ہیں اور جہاں سے کیا (رتبہ) رکھتے ہیں۔

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ	کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا	ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

یعنی جب میں راستہ سے ان کے نزدیک پہنچا تو میں نے ان کو آگاہی کے لئے سلام کیا۔

قوم گفتندم جواب آن سلام	اے دقوقی مفخر و تاج کرام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا	اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعث فخر اور تاج

یعنی اس قوم نے میرا جواب سلام دیا (اور کہا) اے دقوقی کرام کے جائے فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند	پیش ازیں بر من نظر نند اختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟	اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نے (دل میں) کہا کہ مجھے انہوں نے کس طرح پہچان لیا۔ اس سے پہلے تو مجھے کہیں دیکھا نہیں۔

از ضمیر من بدانستند زود	یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دلی بات فوراً سمجھ گئے	نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

یعنی میرے دل سے انہوں نے (اس وسوسہ کو) معلوم کر لیا تو ایک دوسرے کو نیچے ہی نیچے دیکھا۔ یعنی اس لئے دیکھا کہ کون اس وسوسہ کا جواب دے اس کے بعد

پاسخم دادند کائے جان عزیز	چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!	یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

یعنی انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے جان عزیز تم پر یہ بھی کیوں پوشیدہ ہے۔

بر دلے کو را تحیر با خدا است	کے شود پوشیدہ راز چپ و راست
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے	دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

یعنی اس دل پر جو کہ تحیر میں خدا کے ساتھ ہے کوئی راز چپ و راست پوشیدہ نہیں ہوتا۔ یعنی ان کو سب معلوم ہو جاتا ہے تو اگر تمہارا نام معلوم ہو گیا تو کیا تعجب ہے۔

گفتم ار سوئے حقائق بشگفید	چو ز حرف و رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو	رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

یعنی میں نے کہا کہ اگر حقائق کی طرف تم کھلو تو نام اور حروف رسمی سے کس طرح واقف ہو۔ مطلب یہ کہ انہوں نے سوچا کہ علوم و معانی کا کشف تو ہو سکتا ہے مگر الفاظ اور اسماء کا کشف کیسے ہوا۔

ایں سخن چون آمد از من در خطاب	آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی	ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

یعنی یہ بات جب میری طرف سے خطاب میں آئی تو ان شاہوں نے مجھے اسی وقت جواب دیا۔

گفت اگر اسمے شود غیب از ولے	آن ز استغراق دان نز جاہلے
کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو	تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

یعنی اگر کوئی نام کسی دل سے غائب ہو جاوے تو یہ استغراق کی وجہ سے سمجھو نہ جاہلی کی وجہ سے۔

بعد ازان گفتند مارا آرزو	ہست بر۔ تو اے خوبرو
اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری تمنا	تیری اقتداء کرنے کی ہے اے حسین

یعنی بعد اس کے ان لوگوں نے کہا کہ اے پاک دوست ہمیں آپ کا اقتدا کرنے کی آرزو ہے۔ یعنی سب نے کہا کہ ہمیں آروز ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں۔

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من	مشکلاتے دارم از دور زمن
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں	زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

یعنی میں نے کہا کہ ہاں لیکن ایک گھڑی (بعد) اس لئے کہ میں دور زمن سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں۔

تا شود آں حل بصحبتہائے پاک	کہ بہ صحبت روید انگورے ز خاک
تاکہ پاک صحبتوں سے وہ حل ہو جائیں	کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

یعنی جب تک کہ وہ آپ کی پاک صحبتوں سے حل ہو جاویں کہ صحبت کی وجہ سے انگور خاک سے اگتا ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ امامت تو کرلوں گا مگر مجھے کچھ مشکلات باطنی ہیں ان کو حل کردو اس کے بعد امامت کروں گا مجھے آپ کی صحبت سے امید ہے کہ حل ہو جاویں گے اس لئے کہ دیکھو انگور کو صحبت زمین ہوتی ہے تو اس کے اندر پھل آتا ہے وہ اگتا ہے تو اس طرح تمہاری صحبت کی برکت سے وہ عقدے بھی حل ہو جاویں گے۔ آگے صحبت سے مستفیض ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

دانۂ پر مغز را خاک دژم	خلوتے و صحبتے کرد از کرم
پرمغز دانہ نے افسردہ مٹی کو کرم سے	خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

یعنی دانہ پرمغز کو خاک افسردہ نے اپنا خلوتے اور صحبتی کرم کی وجہ سے کرلیا۔

خویشتن در خاک کلی محو کرد	تا نماندش رنگ و بو و سرخ و زرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا	حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

یعنی (دانہ نے) اپنے کو خاک میں بالکل محو کر دیا یہاں تک کہ اس کا رنگ و بو اور سرخ و زرد وغیرہ کچھ نہ رہا۔

از پس آں محو قبض او نماند	بر کشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا	کھل گیا اور پھیل گیا سواری بڑھا دی

یعنی بعد اس محو کے اس کا قبض جاتا رہا اور کھل گیا اور بسط ہو گیا تو سواری چلا دی۔

پیش اصل خویش چوں بیخویش شد	رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا	صورت ختم ہو گئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

یعنی اپنی اصل کے آگے جب بیخود ہو گیا تو صورت جاتی رہی اور اس کے معنی کا جلوہ ہو گیا (تو بس اسی طرح اگر یہ ان کے آگے بیخود ہو جاویں گے تو ان کو بھی یہ حالت حاصل ہو جاوے گی غرض کہ جب انہوں نے کہا

کہ تو انہوں نے ان کے کہنے کو مان لیا اس طرح کہ)

سر چنیں کردند ہیں فرمان تراست	تف دل از سر چنیں کردن بجاست
انہوں نے سر اس طرح کیا' ہاں جو تیرا حکم ہو	اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

یعنی انہوں نے سر کو اس طرح کر لیا (یعنی جھکا لیا اور کہا) کہ اچھا حکم آپ کا ہی ہے (یعنی ہم مانتے ہیں) اور گرمے دل کو اس طرف سے اور اس طرح کرنا بجا ہے۔

ساعتے با آن گروہے مجتبےٰ	چون مراقب گشتم و از خود جدا
تھوڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ	جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

یعنی اس گروہ برگزیدہ کی ساتھ ایک گھڑی میں جب مراقب ہوا اور اپنے سے جدا ہوا۔

ہم دران ساعت ز ساعت رست جان	زانکہ ساعت پیر گرداند جوان
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی	کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

یعنی اسی وقت جان ساعت سے چھوٹ گئی اس لئے کہ ساعت تو جوان کو بڈھا کر دیتی ہے مطلب یہ کہ ان ساعات کے گزرنے ہی سے تو انسان جوان سے بوڑھا ہوتا ہے اور یہ ساعات ان دنیا کی ہیں تو بس جس وقت ادھر توجہ ہوئی اسی وقت اس دنیا سے بالکل بے تعلقی ہو گئے اور ادھر کے ہوش وحواس غائب ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستہ است	رست از تلویں کہ از ساعت برست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں	جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

یعنی ساری تلوینات ساعت ہی سے اٹھی ہیں اور جو ساعت سے چھوٹ گیا وہ تلوین سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دنیا کے تغیرات سے چھوٹا وہ تلوین سے بھی الگ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ساعتے بیرون شو از ساعت دلا	تاز چونے وارہی و از چرا
اے دل تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا	تاکہ چوں و چرا سے نجات پا لے

یعنی اے دل ایک گھڑی اس ساعت سے باہر ہو تا کہ تم چوں سے اور چرا سے چھوٹ جاؤ۔

چون ز ساعت ساعتے بیرون شوی	چون نماند محرم بیچون شوی
جب تو تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا	چوں ختم ہو جائے گی تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

یعنی جب ایک گھڑی کے لئے اس ساعت سے باہر ہو جاؤ تو جب چوں نہ رہے تو بیچون ہو جاؤ گے۔

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست	زانکہ آنسو جز تحیر راہ نیست
زمانہ بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے	کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

یعنی ساعت بے ساعتی سے آگاہ نہیں ہے اس لئے کہ اس طرف تو سوائے تحیر کے (کسی کو) راہ ہی نہیں ہے مطلب یہ کہ اس عالم میں پھنس کر اس عالم کی خبر نہیں رہتی اس لئے کہ وہاں تو حیرت ہی حیرت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس عالم دنیا میں حیرت ہے نہیں بلکہ یہ عالم خودی کا ہے تو اس عالم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس کے بعد دقوقی نے بیان کیا کہ میں کچھ اور آگے بڑھا تو وہ ساتوں درخت ایک درخت بن گئے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ کبھی سات ہو جاتے تھے اور کبھی پھر ایک ہو جاتے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ مارے حیرت کے میری کیا حالت ہو رہی تھی۔ خیر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ درخت صف بستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک درخت ان میں امام کی طرح آگے ہے اور دوسرے درخت مقتدیوں کی طرح پیچھے کھڑے ہیں مجھے ان کا قیام ان کا رکوع بہت ہی عجیب معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے حق سبحانہ کا قول النجم والشجر یسجدان یاد آ گیا اور میں نے اس کا عیاناً مشاہدہ کر لیا۔ میں متحیر تھا کہ نہ ان درختوں کے گھٹنے ہیں نہ کمر پھر یہ کس قسم کی نماز پڑھ رہے ہیں جب میرا تعجب بہت بڑھا تو حق سبحانہ کی طرف سے الہام ہوا کہ تم کو اب تک ہماری صناعی کا یقین نہیں ہوا۔ اور اب تک تم تعجب ہی کر رہے ہو۔ یہ بھی ہو چکا اس کے بعد وہ سات درخت سات آدمی ہو گئے۔ وہ سب کے سب وحدہٗ لاشریک کے سامنے قعدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آنکھیں مل مل کر دیکھتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا عالم میں کیا رتبہ ہے جب میں چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے ہوش وحواس درست کر کے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے میرے سلام کا جواب میرا نام لے کر دیا۔ اب مجھے پھر حیرت ہوئی کہ ان کو میرا نام کیونکر معلوم ہو گیا۔ انہوں نے تو مجھے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ وہ میرے اس خطرہ پر بھی مطلع ہو گئے اور نیچی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے بعد مجھے جواب دیا کہ تم کو تو یہ تعجب ہے کہ انہیں معلوم کیونکر ہو گیا اور ہم کو یہ تعجب ہے کہ تم پر اس کا سبب مخفی کیونکر رہا یاد رکھو جو لوگ ذات حق کے والہ و شیدا ہیں ان پر ادھر ادھر کی باتیں اکثر پوشیدہ نہیں رہتیں اس پر میں نے کہا کہ اگر آپ کو حقائق سے دلچسپی ہے جیسا کہ واقع بھی ہے تو آپ حروف واسمار سمیہ کو کیونکر جانتے ہو یعنی حقائق تو کشف وغیرہ سے معلوم ہوتے ہیں مگر حروف واسماء رسمیہ تو بطرق متعارف ہی معلوم کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں پھر آپ ان سے کیسے واقف ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ غلط ہے کہ حروف واسماء کشف وغیرہ سے معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ جب کوئی اسم کسی ولی کی نظر سے غائب ہوتا ہے تو اس کی وجہ ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ استغراق ہوتا ہے کہ اس کے سبب اسم کی طرف التفات نہیں ہوتا (لیکن یاد رکھو کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے اور یہ مقصود نہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے) اس گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نہایت تمنا ہے آپ امامت کیجئے اس پر میں نے کہا بہت بہتر ہے۔ مگر انقلابات زمانہ کے سبب میں بعض باطنی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ میں

چاہتا ہوں کہ پیشتر وہ مشکلات آپ حضرات کی صحبت سے حل ہو جائیں۔ کیونکہ صحبت میں بڑی برکت ہے۔ صحبت ہی کے سبب خاک سے انگور پیدا ہوتا ہے اور دانہ پر مغز نے خاک کے ساتھ صحبت اور خلوت اختیار کی اور خاک میں اپنے کو بالکل محو کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا تلون سب فنا ہو گیا نہ اس میں رنگ سرخ و زرد وغیرہ رہا نہ وہ بوری اور اس محویت کے بعد سارا قبض رفو چکر ہو گیا۔ اور کشادو بسط حاصل ہو کر میدان ترقی میں گھوڑا ڈال دیا پس دیکھو جب اس نے اپنی اصل کے سامنے فنا اختیار کی اور خودی کو چھوڑا تو صورت تو فنا ہو گئی اور معنی جلوہ گر ہو گئے یہ سن کر انہوں نے سر ہلایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم حاضر ہیں جیسی آپ کی مرضی ہو۔ اس سر ہلانے نے میرے دل کے اندر ایک حرارت پیدا کر دی اور میں ان کی ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گیا جب میں کچھ دیر تک مراقب رہا اور خودی کو اپنی فنا کر دیا فوراً مجھے ترقی ہو گئی اور تاثیرات زمانہ کی بلا سے نجات پا گیا۔ جس کی مجھے سخت ضرورت تھی کیونکہ زمانہ بری بلا ہے یہ جوان کو بڈھا اور اہل اللہ کے جوش وخروش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور میری ساری تلوینیں مبدل بہ تمکین ہو گئیں۔ کیونکہ میں قید زمانہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو قید زمانہ سے رہا ہو جاتا ہے وہ تکوینات سے بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ تمام تلوینین تغیر زمانہ ہی کے سبب ہوتی ہیں۔ یاد رکھو جس وقت تم قید زمانہ سے آزاد ہو گئے اور قید زمانہ تمہارے لئے نہ رہے گی فوراً حق سبحانہ کے راز دار ہو جاؤ گے۔ پس اس بندش کو اٹھاؤ اور اپنی طبیعت کے اندر وہ کیفیت پیدا کر و جو تاثر از تقلبات زمانہ سے مانع ہو اور جب تک تم پابند زمانہ ہو گے اس وقت تک وصول ناممکن ہے اس لئے کہ ساعت بے ساعتی کو اور تقید اطلاق کو اور پابند زمان متعالی عن الزمان کو کیا جانے کیونکہ وہاں تو تحیر ہی کی رسائی ہے اور متالہین فی الحق کے سوا اور کی رسائی نہیں۔

شرح شبّیری

ہر نفر را بر طویلہ خاص او	بستہ اند اندر جہاں جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر	تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

یعنی ہر شخص کو اس کے طویلہ خاص پر اس جہاں جستجو میں باندھ دیا ہے (چونکہ یہ جہاں تو طلب کے لئے ہے اس لئے جہاں جستجو کہہ دیا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ گھوڑے الگ الگ طویلوں میں بندھے ہوتے ہیں اسی طرح ہر ہر شخص اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے کام پر لگا ہوا ہے۔

منتصب بر ہر طویلہ رائضے	جز بدستورے نیاید را فضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے	اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

یعنی ہر ہر طویلہ پر ایک چابک سوار (محافظ) مقرر ہے تو وہ بالا اجازت کے رافض نہیں ہوتا۔ رائض چابک سوار اور رافض علیحدہ ہونے والا۔ مطلب یہ کہ ہر ہر شخص پر ایک ایک محافظ ہے جو اس سے کام لے رہا ہے۔ اور

جب تک حکم حق نہیں ہوتا اس وقت تک وہ رائض اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔

از ہوس گر از طویلہ بگسلد	در طویلہ دیگراں سر برکند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے	(اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

یعنی اگر ہوس کی وجہ سے ایک طویلہ سے جاوے اور کسی دوسرے طویلہ میں جانے لگے۔

درزمان آخر چیاں چست وخوش	گوشۂ افسار او گیرند و کش
فوراً چست اور ہوشیار سائیس	اس کی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

یعنی اسی وقت وچست وچالاک سائیس اس کی باگ ڈور کا گوشہ پکڑیں اور کھینچ لیں۔ مطلب یہ کہ جو محافظ ہر شخص پر مسلط ہے اگر یہ ادھر ادھر جاتا ہے وہ فوراً اس کو روک لیتے ہیں اور جس کام کے لئے بنایا گیا ہے اس میں لگائے رکھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار	اختیارت را بہ بین بے اختیار
اے کھرے اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے	اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

یعنی اے عیار اگر تو محافظوں کو نہیں دیکھتا تو اپنے اختیار کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وہ محافظ نہیں نظر آتے تو تم یوں سمجھو کہ تمہارا جو اختیار ہے یہ تو تمہارے اختیار میں نہیں ہے ورنہ اگر یہ اختیار میں ہوتو ہم اس سے پہلے اختیار کو لیں گے کہ وہ اختیار میں ہے یا نہیں اگر وہ بھی اختیار میں ہے اور اسی طرح اس کے آگے سب اختیار میں ہیں تو تسلسل لازم آتا ہے بس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نکلتی ہے کہ وہاں اختیار اختیار میں نہیں ہے تو بس یہی بے اختیاری ہے اور اسی کو تم محافظ سمجھ لو۔ اور دیکھ لو کہ۔

اختیارے میکنی و دست و پا	برکشا دستت چرا حبسے چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں	کھلے ہوئے ہیں تو رکا ہوا کیوں ہے؟

یعنی تم ایک اختیار کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں تمہارے کھلے ہوئے ہیں تو یہ حبس کیا ہے۔ کہ کام کرنا چاہتے ہو اور کام نہیں ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے کہ جس نے مجھ کو اس مقصد کے پورا کرنے سے روک رکھا ہے۔

روئے در انکار حافظ بردۂ	نام تہدیدات نفسش کردہ
تونے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے	اس کا نام تونے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

یعنی تم نے انکار محافظ میں توجہ کی ہے اور اس کو تہدیدات نفس نام رکھا ہے (حالانکہ یہی وہ محافظ ہے اور اسی نے تم کو روک رکھا ہے) آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

دقوقی کا اس قوم کی امامت کیلئے آگے چلنا

این سخن پایاں ندارد تیز رو	ہین نماز آمد دقوقی پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ	خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا' آگے ہو جا

یعنی یہ باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں اب تم تیز چلو اور اے دقوقی نماز کا وقت آ گیا آگے چلو۔

ای یگانہ ہیں دوگانہ بر گزار	تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر	تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

یعنی اے یکتا تم دوگانہ ادا کرو تاکہ تم سے زمانہ مزین ہو جاوے۔

اے امام چشم روشن در صلوٰۃ	چشم روشن باید اندر پیشوا
اے نماز میں روشن چشم والے' امام	تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

یعنی اے امام چشم روشن نماز (قریب) ہے اور امامت میں چشم روشن ہی کی ضرورت ہے (اس لئے کہ)

در شریعت ہست مکروہ ای کیا	در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے	اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

یعنی اے زیرک شریعت میں اندھے کو امامت میں آگے کرنا مکروہ ہے۔

گرچہ حافظ باشد و چشت و فقیہ	چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو	روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

یعنی وہ اندھا اگرچہ حافظ اور چست اور فقیہ ہو تو چشم روشن اس سے بہتر ہے اگرچہ جاہل ہو (اس لئے کہ)

کور را پرہیز نبود از قذر	چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے	بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

یعنی اندھے کو نجاست سے پرہیز نہیں ہوتا اور پرہیز اور حذر کے لئے چشم ہی ہوا کرتی ہے۔

او پلیدی را نہ بیند در عبور	ہیچ مومن را مبادا چشم کور
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے	خدا کرے' کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

یعنی وہ اندھا عبور میں پلیدی کو نہیں دیکھتا۔ کسی مومن کی خدا کرے آنکھیں کور نہ ہوں۔

کوری باطن بود کان شرور	زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے	کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

یعنی باطن کی کوری تو معدن شرور ہے اس لئے کہ اس کے فعل وقول میں نور نہیں ہے۔

کور ظاہر در نجاست ظاہر است	کور باطن در نجاسات سرست
ظاہری اندھا ظاہر نجاست میں ہے	باطن کا اندھا باطنی نجاستوں میں ہے

یعنی ظاہری اندھا تو ظاہری نجاست میں ہے اور باطن کا کور نجاسات باطنی میں ہے۔

این نجاست ظاہر از آبے رود	وان نجاست باطن افزون می شود
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے	باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

یعنی ظاہری نجاست تو پانی سے جاتی رہتی ہے اور وہ نجاست باطنی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

جز بآب چشم نتوان شستن آن	چون نجاسات بواطن شد عیان
اس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا	جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

یعنی سوائے آب چشم کے اس کو دھو نہیں سکتے۔ جبکہ باطنی نجاسات ظاہر ہو گئیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب ظاہری اندھے کو اس لئے امام بنانا مکروہ ہے کہ وہ نجاسات ظاہری سے پوری طرح نہیں بچ سکتا تو جو کور باطن ہو اس کو امام بنانا تو بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ نجاسات باطنی سے جو کہ نجاسات ظاہری سے اشد ہیں نہیں بچ سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ امام چشم روشن ہو جیسا اوپر کہا تھا کہ چشم روشن باید اندر پیشوا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب کوری باطن کی وجہ سے انسان ناپاک تو نہیں ہوتا۔ اور آپ نے نجس کہہ دیا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چون نجس خوانده است کافر را خدا	این نجاست نیست در ظاہر وراست
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے	یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے کافر کو نجس کہا ہے اور وہ نجاست اس کے ظاہر سے پر نہیں۔

ظاہر کافر ملوث نیست زین	آن نجاست ہست در اخلاق و دین
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے	وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

یعنی کافر کا ظاہر اس (نجاست) سے تو ملوث ہے نہیں ہاں وہ نجاست اخلاق و دین میں ہے۔

این نجاست بویش آید بیست گام	وان نجاست بویش از رے تا بشام
اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے	اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

یعنی یہ نجاست ظاہری تو بو اس کی بیس قدم سے آتی ہے اور اس نجاست کی رے سے شام تک۔

بلکہ بویش آسمانہا بر رود	بر دماغ حور و رضوان بر شود
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے	حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

یعنی اس کی بو آسمانوں پر جاتی ہے اور حور و رضوان کے دماغ پر غالب آتی ہے۔ مطلب یہ کہ نجاست ظاہری کی بدبو تو تھوڑی ہی دور تک ہوتی ہے مگر باطنی کی نجاست کی بو تو آسمان پر جاتی ہے اور اس سے حور و رضوان کو اذیت ہوتی ہے حدیث میں ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے کوسوں دور بھاگ جاتے ہیں اس لئے کہ اس کے منہ سے بڑی سخت بو آتی ہے۔ تو دیکھو ملائکہ کو اس نجاست باطنی سے کس قدر سخت نفرت ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنچہ میگویم بقدر فہم تست	مردم اندر حسرت فہم درست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے	پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

یعنی میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں یہ سب تمہاری فہم کی قدر ہے اور میں تو فہم درست کی حسرت ہی میں مر گیا۔ یعنی فہم درست ہی کو تلاش کرتے کرتے قریب المرگ ہو گئے مگر یہ بھی نہ میسر ہوا۔ آگے فہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فہم آب ست او وجود تن سبو	چون سبو بشکست ریزد آب او
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے	جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

یعنی فہم تو پانی ہے اور وجود تن ایک سبو ہے تو جب گھڑا ٹوٹ گیا اس کا پانی گر جاتا ہے اس سبو کے ٹوٹنے کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

این سبو را پنج سوراخست ژرف	اندرونے آب ماند خود نہ برف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں	اس میں نہ پانی ٹھہرے نہ برف

یعنی اس سبو کے پانچ بڑے بڑے سوراخ ہیں کہ نہ اس میں پانی رہتا ہے اور نہ برف پانچ سوراخ سے مراد حواس خمسہ مطلب یہ کہ اگر یہ کھل جاتے ہیں مثلاً کوئی بولے زیادہ یا باتیں سنے زیادہ یا شہوت زانی زیادہ کرے غرضکہ جس میں بھی زیادتی ہوگی فہم کم ہوگا اور اگر ان کو بند رکھو گے تو فہم تمہارے اندر جمع رہے گا اور ساعت بساعت ترقی کرے گا۔

امر غضوا غضۃ ابصارکم	ہم شنیدی راست نہادی تو سم
تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم	بھی سنا تو نے کچھ کان نہ دھرا

یعنی عضوا غضۃ ابصارکم کے حکم کو تم نے سنا اور قدم کو درست نہ رکھا (کہ غرض بصر نہ کیا تو ایک سوراخ تو یہ کھلا)

از دہانت نطق فہمت را برد	گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے	کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

یعنی تمہارے منہ سے بولنا تمہارے فہم کو لے جاتا ہے اور کان ریت کی طرح تمہاری آب فہم کو کھا جاتا

ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ریت پانی کو پی لیتا ہے اور خشک کر لیتا ہے اسی طرح تمہارے کان سے یہ فضولیات جاتے ہیں یہ بھی تمہارے فہم کو ختم کیے دیتے ہیں۔

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت	می کشاند آب فہم مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ	تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

یعنی اسی طرح تمہارے اور سوراخ تمہارے آب فہم مضمرت کو کھینچتے ہیں اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ ہم تو بہت باتیں کرتے ہیں اور ہمارا فہم اب تک درست ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ۔

گر ز دریا آب را بیروں کنی	بے عوض آن بحر را ہاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے	بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

یعنی اگر دریا میں سے تم پانی بے عوض ڈالے نکالو تو دریا کو جنگل کر دو گے مطلب یہ کہ تمہارا فہم ایک دریا ہے تو اگر سمندر میں سے کوئی پانی نکالے اور اس کی جگہ اور پانی اس میں نہ ڈالے تو تھوڑے دنوں میں سب سوکھ جاوے گا تو اسی طرح جب فہم کم ہوتا رہے گا اور داخل نہ ہوگا تو اب نہیں تو پانچ برس بعد ختم ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیگہ است ارنی بگویم حال را	مدخل اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے ورنہ میں تجھے حال بتاتا	عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

یعنی بے موقع ہے ورنہ میں عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا حال بیان کر دیتا کہ

کان عوضہا و آن بدلہا بحر را	از کجا آید ز بعد خرجہا
وہ عوض اور وہ بدلے دریا میں	خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

یعنی کہ وہ عوض اور بدل کے بحر کے کھانے سے بعد خرچ کے آ جاتے ہیں۔

صد ہزاران جانور زومی چرند	ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں	ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

یعنی لاکھوں جانور اس سے پیتے ہیں اور ابر بھی اس کے باہر سے لے جاتے ہیں۔

باز دریا آن عوضہا می کشد	از کجا دانند اصحاب رشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے	کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

یعنی پھر دریا ان عوضوں کو کہاں سے کھینچتا ہے اس کو اصحاب رشد جانتے ہیں (اور وہ جاننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ سے لیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ مقیدزماں کی حق سبحانہ تک رسائی نہیں ہوسکتی اور غیر مقیدین کی ہوتی ہے اب اس کا ایک راز بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کے لئے اس کی صفات واحوال کے لحاظ سے ایک خاص مقام معین ہے۔ اور ہر مقام پر ایک پہرہ دار مسلط ہے۔ پس جو شخص بدون امر حق سبحانہ اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے فوراً وہ پہرہ دار جو اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ اور کبھی غافل نہیں ہوتے کہ کوئی چھپ کر نکل جاوے۔ اس کو زبردستی ہٹا دیتے ہیں اور جب خدا چاہتا ہے اس وقت وہ آگے جا سکتے ہیں تم کو اگر وہ پہرہ دار نظر نہ آتے ہوں تو ہم تم کو ایک شناخت بتلاتے ہیں اس سے پہچان لو وہ یہ کہ تم اپنے اختیار میں بھی مختار نہیں ہو۔ ورنہ تم اپنے اختیار کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مرتبہ سے آگے بڑھ جاؤ۔ آخر تمہارے ہاتھ پاؤں تو کھلے ہوئے ہیں پھر کیوں مقید ہوں کیوں نہیں بڑھ جاتے اور کیوں بایزید بسطامی وغیرہ نہیں ہو جاتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پہرہ دار ہے جو روکتا ہے مگر تم نے اس پہرہ دار کے انکار کا ایک بیہودہ عذر تراش رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جی نہیں چاہتا اور نفس ڈراتا ہے کہ دیکھو تم نے ایسا کیا تو یہ ہو جاوے گا۔ وہ ہو جاوے گا لیکن یہ لغو ہے اس لئے کہ تم اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو یوں سمجھا سکتے ہو کہ اچھا امتحان تو کر لو اگر اس میں کچھ ضرر مشاہد ہو تو پھر ہمارا اختیار سلب تو نہ ہو جاوے گا۔ ہم پھر اپنی جگہ پر آ جاویں گے پس ذرا تم امتحاناً ہی بڑھ کے دیکھ لو۔ دیکھو بڑھ سکتے ہو یا نہیں۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی ہاں وقوتی شاہ صاحب ذرا جلدی کیجئے نماز کا وقت آ گیا ہے۔ آگے تشریف لے چلئے اور اے یکتائے زمانہ آپ دوگانہ ادا کیجئے تا کہ آپ کی امامت سے زمانہ مزین ہو جاوے اور اے امام صاحب چشم روشن ہم آپ کو امامت کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ امام کے لئے بینا ہونا چاہئے اور شریعت نے اندھے کی امامت کو مکروہ کہا ہے خواہ حافظ ہو۔ خواہ مستعد اور فقیہ ہر حالت میں بینا شخص بہتر ہے گو وہ علوم رسمیہ سے واقف نہ ہو پھر آپ تو علوم رسمیہ میں بھی ماہر ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ اندھا آدمی ناپاکی سے نہیں بچ سکتا کیونکہ مدار احتیاط تو بینائی ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ وہ رہروی میں نجاست کو نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ اس سے اقوال وافعال بدوں روشنی چشم کے سرزد ہوتے ہیں پھر چشم ظاہر کے نابینا اور چشم باطن نا ہونا میں بھی فرق ہے۔ ظاہر کا اندھا تو نجاسات ظاہرہ میں لتھڑا ہوتا ہے اور باطن کا اندھا نجاسات باطنیہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ اور نجاست ظاہرہ تو پانی سے دور ہو جاتی ہے مگر نجاست باطنی اس قدر قوی ہے کہ وہ پانی سے دور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض اوقات بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کے سبب بعض وقت آدمی تکبر اور عجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جبکہ نجاست باطنی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اکثر احوال میں بدوں آب چشم کے نہیں جا سکتی۔ یعنی جب آدمی خوب ریاضت اور مجاہدے کرتا ہے اور حق سبحانہ کی محبت میں روتا ہے اس وقت زائل ہوتی

ہے۔ تم کو اگر نجاست باطنی میں کچھ شبہ ہو تو یوں تسلی کر لو کہ جب حق سبحانہ نے انما المشرکون نجس فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نجاست اس کے جسم پر تو لگی ہوئی ہے نہیں اور ظاہر کا فر تو اس سے ملوث نہیں تو لامحالہ وہ نجاست نجاست باطنی اور اخلاق اور دین میں ہوگی۔ پس اب شبہ نہ رہا اور نجاست باطنی کا محقق ثابت ہو گیا۔ ایک فرق تو نجاست ظاہری و باطنی میں وہ تھا جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ نجاست ظاہری کی بو تو مثلاً بیس ہی قدم تک پہنچتی ہے اور نجاست باطنی کی بو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بلکہ عالم سفلی سے عالم علوی میں پہنچتی اور حور و رضوان کے دماغ سے ٹکراتی ہے چنانچہ بعض گناہوں کی نسبت وارد ہے کہ ان سے فرشتوں اور حوروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے یہ تو تمہاری سمجھ کے موافق ہے۔ کیا کہوں کوئی سمجھدار نہیں۔ ورنہ میں اور بھی بہت کچھ بیان کرتا۔ اگر تم کو اسرار کا شوق ہے تو سمجھ حاصل کرو اب جو تمہارے اندر سمجھ نہیں اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ سمجھ ایسی ہے جیسے پانی اور جسم اس کے لئے ایسا ہے جیسے برتن اور قاعدہ ہے کہ برتن ٹوٹ جاتا ہے تو پانی اس میں نہیں ٹھہر سکتا بلکہ بہہ جاتا ہے اب سمجھو کہ تمہارے جسم کے اندر پانچ سوراخ ہیں۔ اس لئے اس میں آب فہم نہیں ٹھہرا۔ مثلاً ایک سوراخ آنکھ ہے تم نے اس کو کھول رکھا ہے اور باوجودیکہ تم کو تنبیہ کی گئی اور غضوا ابصارکم فرمایا مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس سوراخ کو کھولے رکھا دوسرا سوراخ منہ ہے بہت بڑا حصہ فہم کا کثرت کلام کے ذریعہ سے ضائع ہوتا ہے تم نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔ تیسرا سوراخ کان ہے یہ بھی تمہاری فہم کو زنگ کی طرح کھاتا ہے۔ تم نے اس کی بھی بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علی ہذا القیاس اور بھی سوراخ ہیں جن سے تمہارا آب فہم نکلا جا رہا ہے۔ تم نے ان کو بھی بند نہ کیا۔ نیز اس کی بھی فکر نہ کی کہ اس کا عوض بھی پہنچ جاوے پس لامحالہ سمجھ بہت کم ہو گئی دیکھو اگر سمندر میں سے پانی نکالا جاوے اور اس کی عوض اور پانی اس میں نہ ڈالا جاوے تو ایک دن خشک ہو کر صحرا ہو جاوے گا موقع نہیں ہے نہیں تو ہم اعواض و ابدال کی بھی تفصیل کرتے کہ کہاں سے آتے ہیں اور کیونکر آتے ہیں جو بعض دریا باوجودیکہ ان کا پانی بہت صرف ہوتا ہے کیونکہ سینکڑوں جانور اس سے پانی پیتے ہیں اور ابران ہی سے پانی لے جاتے ہیں مگر بایں ہمہ وہ کم نہیں ہوتا اور برابر خرچ شدہ پانی کا بدل ان میں آتا رہتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کہاں سے آتا ہے اس کو صاحب ہدایت اور مہتدی لوگ ہی جانتے ہیں (اس مضمون میں مولانا نے ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے شبہ یہ ہے کہ یہ سوراخ تو اہل اللہ کے بھی کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ باتیں بھی کرتے ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں وہ سنتے بھی ہیں۔ خود آپ ہی اپنے کو دیکھ لیجئے کہ کتنی بڑی مثنوی لکھی ہے پھر ان کے افہام کیوں نہیں گھٹے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بدل ملتا رہتا ہے۔ وہاں جتنا صرف ہوتا ہے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کو پھر مل جاتا ہے۔ اس لئے ان میں کمی نہیں آتی۔ اور یہ کہ کہاں سے ملتا ہے اور کیونکر ملتا ہے اس کی تفصیل ہم اس مقام پر نہیں کر سکتے۔ برخلاف تمہارے کہ وہاں خرچ تو ہے اور آمدنی یا تو ہے نہیں یا بہت کم ہے اس لئے تمہارے افہام کم ہوتے ہیں۔

شرح شبیری

قصہ ہا آغاز کردیم از شتاب	ماند بے مخلص درون ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے	اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

یعنی ہم نے بہت سے قصے جلدی سے شروع کر دیئے اور باطن اس کتاب کا بے مخلص رہ گیا۔ یعنی ان قصوں میں اس کتاب سے جو مقصود تھا وہ رہ گیا۔ اب چونکہ مولانا حسام الدین ہی کا فیض اس مثنوی کو سمجھتے ہیں لہذا آگے ان کی تعریف کرتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق حسام الدین راد	کہ فلک وارکان چوتو شاہے نزاد
اے عقلمند ضیاء الحق حسام الدین!	کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین بزرگ کہ فلک اور ارکان نے آپ جیسا کوئی بادشاہ پیدا نہیں کیا۔

تو بنادر آمدی در جان و دل	اے دل و جاں از قدوم تو خجل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے	تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

یعنی جان و دل میں آپ ایک نادر تشریف لائے ہیں۔ اے وہ شخص کہ آپ کے قدوم سے دل و جاں خجل ہیں۔

چند کردم مدح قوم ما مضٰے	قصد من زانہا تو بودی ز اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں	تقاضائے (طبع) سے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

یعنی میں نے گذشتہ لوگوں کی مدح بہت کی ہے مگر ان سے میرے مقصود اقتضا کی وجہ سے آپ ہی تھے۔

خانۂ خود را شناسد خود دعا	تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے	تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

یعنی دعا تو اپنا گھر خود پہچانتی ہے تو جس کے نام سے چاہو ثنا کرو۔ مطلب یہ کہ میں نے اگرچہ اوروں کے نام لے کر ثنا کی ہے مگر ثنا تو اپنا گھر جانتی ہے وہ ادھر ادھر ہو کر آپ ہی پر پہنچتی ہے۔

بہر کتمان مدیح از نامحل	حق نہادست ایں حکایات ومثل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

یعنی ممدوح کے بے موقعہ ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنے کو حق تعالیٰ نے یہ حکایت اور مثل بیان فرمائی ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں انبیاءؑ کے قصص بیان فرمائے ہیں اور ان کی تعریفیں کی ہیں ان سب سے تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود تھی مگر

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفت آید در حدیث دیگراں

کی وجہ سے ہر جگہ حضور کا نام مبارک نہیں لیا۔اسی طرح فرماتے ہیں۔

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل	لیک بپذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

یعنی اگرچہ مدح بھی آپ سے خجل ہے (اور آپ کی مدح اب بھی پوری طرح نہ ہو سکی) لیکن حق تعالیٰ غریبوں کی کوشش کو قبول فرما لیتے ہیں۔

حق پذیرد کسرہ را دارد معاف	کز دو دیدۂ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے	دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

یعنی حق تعالیٰ ایک ٹکڑہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور معاف رکھتے ہیں اس لئے کہ اندھے کی دونوں آنکھوں سے دو قطرہ بھی کافی ہیں (تو اسی طرح ہم نے جس قدر مدح کر دی ہے ہم غریبوں سے اسی کو قبول فرما لیجئے) آگے فرماتی ہیں کہ۔

مرغ و ماہی داند آں ابہام را	کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں	کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

یعنی ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں جس خوش نام کی میں نے مجملاً تعریف کی ہے (اور مجمل اس لئے کی کہ)

تا برو آہ حسوداں کم وزد	تا خیالش را بدنداں کم گزد
تاکہ حاسدوں کی آہ ان پر نہ لگے	تاکہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

یعنی تاکہ ان پر حسودوں کی آہ کم چلے اور تاکہ ان کے خیال کو دانتوں میں کم کاٹیں۔مطلب یہ کہ نام اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد لوگ حسد نہ کرسکیں پس مجمل ہی رہنے دیا ہے۔آگے فرماتے ہیں کہ۔

خود خیالش را کجا یابد حسود	در وثاق موش طوطی کے غنود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟	چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

یعنی خود حاسد ان کے خیال ہی کو کب پاوے گا موش کے بل میں طوطی کب سوئی ہے۔(تو ان لوگوں کے ذہن میں ان کا خیال کب آتا ہے)

آں خیال او بود از احتیال	موے ابروئے ویست آں نے ہلال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے	وہ اس کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند

یعنی وہ اسی کا خیال ہے حیلہ کی وجہ سے اور اسی کی ابرو کا بال ہے نہ کہ ہلال ہے۔

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت	برنویس اکنوں دقوقی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا	اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

یعنی آپ کی مدح میں پنج (حواس) اور ہفت (سماء) سے باہر ہو کر کہوں گا۔ اب تو لکھو کہ دقوقی آگے چلے گئے مطلب یہ کہ آپ کی مدح اس جہان میں سما نہیں سکتی۔ لہٰذا ان حواس سے اور اس عالم سے باہر ہو کر آپ کی مدح کہوں تو کہہ سکتا ہوں تو اب اس کو یہیں ترک کر کے دقوقی کی امامت کو لکھا جاتا ہے۔ قصہ کی طرف اس مصرعہ ہی میں جو کچھ بیان ہے وہی ہے آگے سرخی کے آگے بھی مولانا کو چونکہ جوش زیادہ ہے قصہ بیان نہ کریں گے بلکہ اور مضمون مدح ہی کا بیان فرماویں گے۔

دقوقی کا اس غیبی قوم کی امامت کیلئے آگے جانا

در تحیات وسلام الصالحین	مدح جملہ انبیاء آمد عجین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں	سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

یعنی التحیات اور سلام صالحین میں تمام انبیاء کی مدح طے ہوئی آئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو التحیات میں تمام انبیاء کی مدح ملی ہوئی ہے۔

مدحہا شد جملگی آمیختہ	کوزہا در یک لگن در ریختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی	پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

یعنی تعریفیں ساری ملی ہوئی ہیں اور کوزے ایک لگن میں پڑے ہوئے ہیں۔

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست	کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے	اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں

اس لئے کہ خود ممدوح سوائے ایک کے نہیں ہے اور مذاہب اس حیثیت سے سوائے ایک مذہب کے نہیں ہیں۔

زانکہ ہر مدحے بنور حق رود	برصور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے	صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

یعنی اس لئے ہر مدح نور حق سے چلتی ہے اور صورتوں اور اشخاص پہ عاریت ہوتی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند	لیک برپنداشت گمرہ می شوند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟	لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

یعنی مدحین سوائے مستحق کے (اور کسی کو) کب کرتے ہیں لیکن اپنے گمان پر گمراہ ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہندو مسلمان عیسائی نصرانی عام و خاص جو کوئی کسی کی تعریف کرتا ہے خواہ اپنے معبود کی یا اپنے کسی ویسے ممدوح

کی اصل میں وہ ساری تعریفیں حق تعالیٰ کی ہیں اس لئے کہ مثلاً کسی کے کرم کی تعریف کرتے ہیں تو یہ صفت اصل میں کسی کے حق تعالیٰ کی یا مثلاً کسی کی قادر ہونے کی تعریف کرتے ہیں یہ بھی اصل میں حق تعالیٰ کی صفت ہے اور اس درجہ میں سارے مذاہب ایک ہو گئے مگر ایک خرابی چونکہ ہوگئی ہے اس وجہ سے کفر واسلام الگ الگ ہے وہ یہ کہ اس مدح میں اپنے اس ممدوح کو مقصود سمجھ لیتے ہیں اور خاص اسی کی مدح کرتے ہیں۔ بس اس اعتقاد کی بدولت گمراہ ہوئے ہیں۔ ورنہ اصل میں سارے حق تعالیٰ ہی کے اوصاف کی حمد کر رہے ہیں اگر ان لوگوں کو یہ گمان نہ ہوتا تو بے شک یہ لوگ کوئی بھی گمراہ نہ ہوتے۔ مدح جس کی چاہے کرتے مگر مقصود حق تعالیٰ ہی ہوتے تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یوں تو اہل اسلام بھی مدح کرتے ہیں مگر اس شئے کو مقصود نہیں بناتے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو نور تافتہ بر حائطے	حائط آں انوار را چوں رابطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے	(اور) دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی نور ایک دیوار پر چمکا ہوا ہو تو دیوار راون انوار کے لئے مثل ایک واسطہ کے ہے۔

لاجرم چوں سایہ سوئی اصل راند	ضال مہ گم کرد وز استائش بماند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے	گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یعنی لاجرم جب سایہ اصل کی طرف چلا گیا تو گمراہ آدمی نے چاند کو گم کر دیا اور اس کی تعریف سے رہ گیا۔

مطلب یہ کہ دیکھو چاند کا عکس کسی دیوار پر پڑا تو ایک تو وہ شخص ہے کہ خود چاند کے نور کی تعریف کر رہا ہے اور دوسرا اس دیوار کی مدح کر رہا ہے جس پر چاند کا عکس پڑ رہا ہے تو اب دیکھو کو تھوڑی دیر میں یہ چاندنی اور اس دیوار کی چمک دمک معدوم ہونے والی ہے۔ تو یہ حضرت مادح صاحب مدح سے بھی رہ جاویں گے اور جو چاند کی مدح کر رہا تھا وہ اب بھی مادح ہے اس لئے کہ اس کا نور باقی ہے تو اسی طرح جن لوگوں نے کہ اوروں کو مقصود بنا رکھا ہے وہ تو ان کے معدوم ہونے کے وقت تکتے رہ جاویں گے اور جن کا مقصود حق تعالیٰ ہیں وہ مدت العمر مدح کریں گے اور ممدوح موجود ہوگا۔ آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

یاز چاہے عکس ماہے وانمود	سر بچہ میکرد واں رامے ستود
یا کسی کنوئیں میں چاند کا عکس نمودار ہوا	کنوئیں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

یعنی یا کنوئیں سے چاند کا عکس دکھائی دیا تو ایک شخص نے سر کنوئیں میں کر کے اس کی تعریف شروع کی۔

در حقیقت مادح ماہ ہست او	گرچہ جہل او بعکسش کردہ رو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے	اگرچہ اس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

یعنی وہ حقیقت میں چاند ہی کا مادح ہے اگرچہ اپنی جہل کی وجہ سے اس کے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے۔

مدح اومہ راست نے آں عکس را	کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
اس کی تعریف چاند کے لئے ہے نہ کہ عکس کے لئے	جب معاملہ غلط ہو گیا' کفر ہو گیا

یعنی اس کی مدح چاند کو ہے اس عکس کو نہیں ہے اور جب یہ ماجرا غلط ہو گیا تو یہی کفر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جو اس کے اوصاف کی تعریف کر رہا ہے وہ اوصاف تو چاند کے ہیں تو اصل میں تعریف اور مدح چاند کی ہوئی بس اس کی جو یہ غلطی ہے کہ یہ اس عکس کی مدح کرنے لگا ہے یہی اس کی غلطی ہے اور اسی سے کفر لازم آتا ہے۔

کز شقاوت گشت گمرہ آن دلیر	مہ بالا بود او پنداشت زیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے	چاند اوپر تھا' وہ نیچے سمجھا

یعنی اس لئے کہ شقاوت کی وجہ سے وہ دلیر گمراہ ہوا کہ چاند اوپر تھا اور اس نے نیچے سمجھا۔

زیں بتاں خلقاں پریشان میشوند	شہوتے رانده پشیمان میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں	شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

یعنی ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں اور شہوت رانی کر کے پشیمان ہوتے ہیں۔

زانکہ شہوت باخیالے رانده است	در حقیقت دور تر وا مانده است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے	درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

یعنی اس لئے شہوت رانی ایک خیال کی ساتھ کی اور حقیقت میں بہت دور رہے ہیں۔

باخیالے میل تو چون پر بود	تابدان پر بر حقیقت بر شود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے	تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

یعنی خیالی چیزوں کے ساتھ تیرا میلان پر ہوتا ہے تاکہ تم اس پر سے حقیقت پر پہنچو۔

چون برارندی شہوتے پرت بریخت	لنگ گشتے وان خیال ازتو گریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا	تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

یعنی جبکہ تو نے شہوت رانی کر لی تو وہ تمہارا پر گر گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور وہ خیال تم سے جاتا رہا۔

پر نگہدار و چنین شہوت مران	تا پر میلت برد سوئی جنان
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر	تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

یعنی پر کی حفاظت کر اور شہوت رانی اس طرح مت کرو تاکہ تمہارا پر میل تم کو جنان کی طرف لے جاوے۔

خلق پندارند عشرت مے کنند	بر خیالے پر خود برمے کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں	ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

یعنی لوگ جانتے ہیں کہ وہ عشرت کر رہے ہیں اور ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں مطلب ان ابیات کا یہ ہے کہ ان میں جو قوت شہوانی ہے وہ ایک ایسی قوت ہے کہ اس کو اگر اپنے اندر جمع رکھا جاوے اور اس سے کام لیا جاوے تو وہی قوت موصل الی الحق ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے رہنے سے ایک جوش اور ہمت رہتی ہے اور کام جوش اور ہمت ہی سے ہوتا ہے تو بس اس کو اندر رکھ کر کام کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور اگر اس کو نکال دیا تو سمجھو کہ اس سے کسل ہوگا اور ایسا ہو گیا کہ گویا تم نے اپنا ایک پر اکھاڑ دیا۔ اور لنگڑے ہو گئے لہذا اچھا ہے کہ اس میں افراط نہ کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ افراط شہوت رانی سے باطنی نقصان ہوتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس شہوت کو ان بتان مجازی کے ساتھ عشرت کرنے میں خرچ مت کرو بلکہ اس سے دوسرا کام بھی لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح ایں نکتہ شدم	مہلتم دہ معسرم زاں تن زدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں	میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

یعنی اس نکتہ کی شرح کرنے کے ہم قرضدار رہے تم مجھے مہلت دو اس لئے کہ میں معسر ہوں اس لئے چپ ہو گیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی قرضدار معسر ہو تو اس کو شریعت مہلت دیتی ہے تو اسی طرح اس وقت ہم بھی معسر ہیں اور ہم اس وقت بیان نہیں کر سکتے ہمارے ذمہ یہ قرض رہا۔ ان شاء اللہ پھر کہیں بیان کر دیں گے۔

باز گشتم زانکہ قصہ شد قصہ دراز	وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں ' کیونکہ قصہ دراز ہو گیا	وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

یعنی میں واپس ہوتا ہوں اس لئے کہ یہ قصہ دراز ہو گیا ہے اور وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں موقوف ہیں یعنی لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم قصہ دوسرا لے بیٹھے۔ لہذا اب آگے ان کی نماز کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا کو خیال آتا ہے کہ ارے قصہ تو چھوٹ گیا اور میں کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس کی معذرت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں ہم نے بہت سے قصے شروع کئے لیکن اس کتاب میں وہ تمام نہ ہوئے وجہ یہ ہوئی کہ قصہ کا ایک حصہ بیان کیا اس سے ایک مضمون کی طرف انتقال کیا پھر اس مضمون کے کسی جز سے دوسرے قصہ کی طرف انتقال کر گئے وہکذا۔ اور وہ قصہ ناقص رہ گیا۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ قصہ بیان کرتے کرتے دقوقی کی تعریف کرنے لگے اس سے نجاست کی بحث چھڑ گئی لیکن اے وہ ضیاء الحق حسام الدین جن کی مثل فلک اور ارکان اربعہ عناصر نے کوئی دوسرا بادشاہ طبقہ اولیاء میں یا اس زمانہ میں پیدا نہیں کیا بلکہ آپ اقلیم جان و دل میں ایک عجیب بادشاہ آئے ہیں اور ہمارے جان و دل کی اقلیم آپ کی تشریف آوری سے شرمندہ ہے

38

کہ آپ سے بادشاہ کے قائل نہیں ہے۔ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں اس نے چھوڑ دیا اور دوسروں کے حسن باطنی پر مائل ہوگیا۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ میں نے گذشتہ لوگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان سے اقتضاءً میرا مقصود آپ ہی تھے اور وہ تعریف آپ ہی کی طرف راجع تھی۔ آدمی کسی کی تعریف کرے لیکن وہ تعریف تو اپنا ٹھکانہ پہچانتی ہے۔ درحقیقت وہ اسی کی تعریف ہوگی جو اس کا مستحق ہے۔ مثلاً منشاء میری تعریف کا کمالات باطنیہ تھے اور وہ کمالات آپ میں علی وجہ الکمال موجود ہیں تو وہ تعریف گو صورۃً اور نصاً ان کی ہو۔ مگر اقتضاءً ولزوماً آپ کی ہوگی اور یہی میرا مقصود تھا اور ان کو آپ کے لئے پردہ بنایا تھا۔ آپ تو خود واقف ہیں کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی نااہلوں سے چھپانے کے لئے حکایات وامثال کے پردہ میں چھپایا ہے اگرچہ وہ تعریف آپ سے شرمندہ ہے کہ آپ کے رتبہ کے لائق نہیں لیکن آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں اور حق سبحانہ کی عادت ہے کہ وہ ناداروں کے ادنیٰ کوشش کو بھی قبول فرماتے ہیں اور ایک روٹی کا ٹکڑا صدقہ میں قبول فرما کر بذل اموال سے معذور رکھتے ہیں اور یہ کہ کور باطن کی آنکھ کے دو قطروں ہی کو بقدر ضرورت سمجھتے ہیں لہٰذا آپ بھی اس ادنیٰ ہدیہ کو قبول فرمایئے میرے اس ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے ضیاء الحق حسام الدین ہی کی تعریف کی ہے اور ابہام کی غرض یہ تھی کہ ان کے حاسد جل کر آہ نہ نکالیں۔ اور یہ کہ ان کے ایسے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں جو ان کی متخیلہ نے تراش لیا ہے کیونکہ اصلی خیال کو تو وہ کہاں پاسکتے ہیں اور ان کی صورت واقعیہ تو ان کے دماغ میں کہاں پہنچ سکتی ہے بھلا چوہے کے بل میں طوطی کب سوتا ہے۔ وہ خیال تو خود انہی کا تراشا ہوا ہے۔ نہ کہ واقعی اور خود انہیں کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند القصہ میں آپ کی تعریف لفظی نہیں کرتا جس کا تعلق حواسہ خمسہ اور اس عالم اجسام سے ہے بلکہ میں آپ کی تعریف دل سے کرتا ہوں جو حواس خمسہ او ہفت افلاک سے خارج ہے۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب یہ لکھو کہ دقوقی امامت کے لئے آگے بڑھ گئے (یاد رکھو کہ ہم نے اے ضیاء الحق حسام الدین را دانخ کو اس ملال اور شکایت کا ازالہ قرار دیا ہے جو محبوب کو عاشق کی توجہ الی الغیر سے پیدا ہوتا ہے اور برنویس اکنوں کو قصہ کی طرف انتقال مانا ہے۔ وھو الطف واقرب عندی اور ولی محمد نے مصرع اے ضیاء الحق حسام الدین را دو کو برنویس اکنوں دقوقی پیش رفت کے ساتھ مرتبط قرار دیا ہے اور استمداد بضیاء الحق لاتمام القصہ مانا ہے اور مضمون مابین دو مصراعین کو جملہ معترضہ کہا ہے وھوا ایضاً محتمل ہرچند کہ مولانا نے قصہ کو شروع کرنا چاہا تھا مگر پھر کچھ یاد آ گیا۔ اور مضمون سابق ہی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ذکر نماز سے ایک اور مضمون ذہن میں آ گیا اس کو بھی بیان کرتے چلیں۔ پھر قصہ بیان کریں گے ایک تو تائید اس امر کی کہ مدح قوم مامضےٰ میں آپ کی تعریف مندرج ہے اوپر گزر چکی۔ دوسری تائید اب یاد آئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ التحیات اور السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین میں تمام انبیاء کی تعریفیں مندرج ہیں اور وہ تعریفیں سب یوں مخلوط ہیں جیسے ایک لگن میں بہت سے لوٹے پانی کے ڈال دیئے ہوں ایک لگن کہنے کی وجہ

یہ ہے کہ حقیقت میں ممدوح صرف ایک ذات حق سبحانہ ہے اور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے تمام مذاہب مختلفہ بھی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہی مذہب ہیں کیونکہ جو مدح کسی کی جاتی ہے وہ حقیقت میں نور حق کی طرف راجع ہوتی ہے اور صور و اشخاص کے لئے عاریت ہوتی ہے۔ لوگ حقیقۃً مستحق حمد (حق سبحانہ) ہی کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن مبتلائے گمان فاسد ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کی روشنی ایک دیوار پر پڑ رہی ہے اور دیوار ماہ و نور کے درمیان واسطہ و رابطہ کی مثل ہو۔ مگر جب وہ چاندنی اس دیوار سے گزر کر اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے تو گمراہ سمجھ لے کہ چاند نہیں رہا۔ اور تعریف سے رک جائے۔ یا یوں کہو کہ چاند کا عکس کنویں میں پڑ رہا ہے اور وہ گمراہ کنویں میں منہ ڈال کر اس کے عکس کی تعریف کر رہا ہے اس صورت میں وہ تعریف کرنے والا در حقیقت چاند کی تعریف کر رہا ہے۔ مگر اپنی نادانی سے اس نے عکس کی طرف رخ کر رکھا ہے اور وہ اسی کو ممدوح جانتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ عکس کی تعریف نہیں بلکہ چاند کی تعریف ہے اس غلط بینی کے سبب یہ فعل اس کا کفر ہو گیا اور وہ جری اپنی بدبختی سے گمراہ ہو گیا اور چاند در حقیقت اوپر تھا اس نے اس کو نیچے سمجھا اسی قسم کا مغالطہ حسن پرستوں کو ہوتا ہے کہ وہ حسینوں کی محبت میں پریشان ہوتے ہیں اور جب کامیاب ہوتے ہیں اس وقت بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بلکہ شہوت رانی کر کے نادم ہوتے ہیں۔ اور حقیقی وجہ پشیمانی یہ ہے کہ انہوں نے ایک خیال کی طرح بے حقیقت شے میں شہوت کو صرف کیا ہے اور حقیقت سے دور رہے ہیں تم کو اس شہوت و خواہش کی نہایت قدر کرنی چاہئے کیونکہ تم کو جو کسی حسین کی طرف میلان ہوتا ہے یہ ایک پر ہے۔ جس کے سبب تم حقیقت تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ تم اس مظہر سے ظاہر کی طرف اور فرع سے اصل کی طرف منتقل ہو سکتے ہو دوسری یہ کہ یہ قوت انسان میں ایک نہایت اعلیٰ جوہر ہے جو ذوق و شوق اور شگفتگی طبیعت میں مدد دیتا ہے اگر اس کو حق سبحانہ سے متعلق کیا جاوے تو بہت جلد موصل الی المطلوب ہو جاتا ہے جب تم نے شہوت پوری کر لی تو وہ پر تمہارا ضائع ہو گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور لطف یہ کہ جس تصویر پر تم عاشق ہوئے تھے وہ بھی تم سے الگ ہو گئی خواہ اس لئے کہ خود تم کو ہی اس کی خواہش نہ رہی یا اس لئے کہ تم اس کے کام کے نہ رہے اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو گیا۔ لہذا تم کو شہوت رانی کر کے اپنے پروں کو ضائع نہ کرنا چاہئے تاکہ یہ میل و رغبت کا پر تم کو جنت میں لے جا سکے لوگ نہایت غلطی کرتے ہیں کہ وہ شہوت رانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم مزے اڑا رہے ہیں کیونکہ وہ ایک تصویر کے لئے اپنے پر اکھیڑ رہے ہیں میں اس کی تفصیل اس وقت نہیں کر سکتا اس لئے میں اس کا مقروض ہوں۔ تم مجھے مہلت دو کہ جب وسعت ہو اس وقت اس قرض کو ادا کروں۔ اب چونکہ تنگدست ہوں اور بعض عوارض کے سبب یہ قرض یہاں ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اچھا اب میں واپس ہوتا ہوں کیونکہ وعظ بہت طویل ہو گیا ہے اور وقت بھی ناکافی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ لوگ نماز سے رکے ہوئے ہیں۔

شرح شبّیری

اس قوم کا دقوقی کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آن دقوقی در نماز	قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
نماز میں دقوقی آگے ہو گئے	قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

یعنی وہ دقوقی نماز میں آگے ہوئے وہ قوم تو اطلس کی طرح تھی اور یہ بوٹے کی طرح یعنی جس طرح کہ کپڑے کی زینت بوٹوں سے ہوتی ہے اسی طرح یہ زینت القوم تھے۔

اقتدا کردند آن شاہان قطار	در پئے آن مقتدائے نام دار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی	اس نامدار مقتدا کے پیچھے

یعنی ان بادشاہوں نے قطار کر کے اس مقتدائے نام دار کے پیچھے اقتداء کی۔

چونکہ با تکبیرہا مقرون شدند	ہمچو قرباں از جہاں بیرون شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے	قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

یعنی جب وہ تکبیر کے ساتھ مقرون ہوئے تو قربانی کی طرح جہان سے باہر ہو گئے۔

یعنی جس طرح کہ قربانی بعد ذبح کے فنا ہو جاتی ہے اور اس عالم سے بے خبر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ مستغرق اور بے خبر ہو گئے اب آگے مولانا نماز کے ارکان کے متعلق کچھ اشارات و نکات و مراقبات بیان فرماتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہو تو ان حالات کو مستحضر کرلے باقی ارکان صلوٰۃ ان نکات پر موقوف نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دقوقی نماز میں آگے تھے اور قوم ان کی اقتدا میں پیچھے قوم اطلس کی طرح تھی اور دقوقی اس اطلس کا بوٹا تھا۔ غرض سب نے صف بستہ ہو کر ان کے پیچھے اقتدا کی اور نماز شروع ہوگئی جب تکبیر کہنے لگے ہیں اس وقت وہ اس عالم ناسوت سے یوں نکل گئے جس طرح قربانی کا جانور ذبح ہو کر نکل جاتا ہے یعنی نماز میں ان کو اس درجہ استغراق ہوا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

شرح شبّیری

معنئے تکبیر ایں است اے امیم	کائے خدا پیش تو ما قربان شدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں	کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہوگئے

یعنی اے امام تکبیر کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا ہم آپ کے سامنے قربان ہوتے ہیں۔

وقت ذبح اللہ اکبر مے کنے	ہمچنیں در ذبح نفس کشتنے
ذبح کے وقت تو اللہ اکبر پڑھتا ہے	اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

یعنی ذبح کے وقت تم اللہ اکبر کہتے ہو بس اسی طرح اس نفس کی کشتی ذبح کے وقت بھی مطلب یہ کہ جس طرح ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو اسی طرح جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہو تو یہی سمجھو کہ ہم اس نفس کو ذبح کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را	سر ببرتا وارہد جان از عنا
تو اللہ اکبر پڑھ اور اس بدبخت کا	سر کاٹ دے تا کہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

یعنی اللہ اکبر کہو اور اس منحوس کا سر کاٹو تا کہ جان مصیبت سے چھوٹ جاوے۔

شرح حبیبی

اب تکبیر کا ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تم ابتدائے نماز میں اللہ اکبر کہتے ہو تو گویا اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہم آپ کے قربان ہوگئے ہیں۔ اور ہم نے اپنی خودی کو مٹا دیا ہے پس جس طرح تم ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو یوں ہی اس گردن زدنے نفس کے ذبح کے لئے بھی کہنا چاہئے اور اللہ اکبر کہہ کر اس منحوس کا سر اڑا دینا چاہئے تا کہ تمہاری جان مصیبت سے چھوٹے۔

شرح شبّیری

تن چوں اسماعیل و جان ہمچوں خلیل	کرد جان تکبیر بر جسم نبیل
جسم اسماعیل کی طرح اور روح خلیل (اللہ) کی طرح ہے	روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

یعنی تن تو (مذبوح ہونے میں) اسماعیل کی طرح ہے اور روح (ذبح ہونے میں خلیل اللہ کی طرح ہے تو روح نے اس جسم عظیم پر تکبیر کی ہے جب روح نے جسم پر تکبیر کہی تو یہ ہوا کہ۔

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز	شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا	بسم اللہ کیذ ریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

یعنی شہوات سے اور حرص سے کشتہ ہو گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا۔ (یہ سب نکات اور اشارات ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز میں اس طرح سوچے گویا کہ یوں ہو رہا ہے اور یہ سوچے کہ)

چو قیامت پیش حق صفہا زدہ	در حساب و در مناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں	حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

یعنی قیامت کی طرح حق کے سامنے صف باندھے اور حساب اور مناجات میں (گویا کہ) آئے ہوئے ہیں۔

ایستادہ پیش یزدان اشک ریز	ہر مثال راست خیز رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں	قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

یعنی حق تعالیٰ کے سامنے اشک ریز مثل روز رستخیز کے راست خیز کے کھڑے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ قیامت میں لوگ سیدھے اٹھیں گے اسی طرح یہ نماز میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد یہ سوچے کہ گویا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ان حضرات کا جسم ونفس اسماعیل کی مانند عزیز اور بوجہ مطمئنہ ہو جانے کے ذبح پر آمادہ تھا اور ان کی جان خلیل اللہ کی طرح اس کی محب تھی مگر رضائے حق کے لئے اس نے اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی اور ان کا جسم ونفس تمام شہوات وخواہشات سے مر گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا یہ لوگ حق سبحانہ کے سامنے یوں صف بستہ کھڑے ہوئے مناجات اور محاسبہ میں مصروف تھے جیسے قیامت میں کھڑے ہوں۔ اور یوں کھڑے ہوئے خدا کے سامنے گریہ وزاری کر رہے تھے جیسے قیامت میں حق سبحانہ کے سامنے باادب سیدھے کھڑے ہوں۔

شرح شبّیری

حق ہمی گوید چہ آوردی مرا	اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟	اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو ہمارے پاس اس مہلت میں جو ہم نے تجھے دی تھی کیا لایا۔

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ	قوت و قوت در چہ فانی کردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟	روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

یعنی اپنی عمر کو کس شے میں ختم کیا تو نے اور قوت وقوت کو کس شئے میں فنا کیا۔

گوہر دیدہ کجا فرسودۂ	پنج حس را در کجا پالودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟	پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

یعنی گوہر دیدہ کو تو نے کہاں خراب کیا ہے اور پنج حس کا کہاں صفایا کیا ہے۔

چشم و گوش وہوش گوہر ہائے عرش	خرچ کردی چہ خریدی توز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں	تو نے (ان کو) خرچ کیا' زمین سے کیا خریدا؟

یعنی گوش و چشم وہوش جو گوہر ہائے عرش ہیں تو نے ان کو خرچ کیا۔ توزمین سے ان کے بدلے میں کیا خرید لایا۔

دست و پا دادمت چوں بیل وکلند	من بہ بخشیدم زخود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے	وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

یعنی میں نے تجھے ہاتھ پاؤں بیل و کی کی طرح دیئے اور وہ میں نے ہی تو بخشے وہ از خود کب ہوئے تھے۔

ہمچنیں پیغامہائے درد گیں	صد ہزاراں آید از یزدان پاک
اسی طرح کے دردناک پیغام	دربار سے لاکھوں آتے ہیں

یعنی ایسے ہی پیغامہائے دردناک لاکھوں یزدان پاک کی طرف سے آتے ہیں۔

در قیام ایں گفتہا دارد رجوع	وز خجالت شد دو تا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں	شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

یعنی قیام میں یہ باتیں اس طرف رجوع ہوئیں تو شرمندگی کی وجہ سے یہ شخص رکوع میں دوہرا ہو گیا۔

ایستادن رانماندہ قوتے	در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی	وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

یعنی کھڑے ہونے کی قوت نہ رہی تو رکوع میں شرم کی وجہ سے ایک گھڑی کے لئے آ گیا۔

قوت استادن از خجلت نماند	در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی	شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

یعنی قوت کھڑے ہونے کی تو شرم کے مارے رہی نہیں تو رکوع میں شرم کی وجہ سے تسبیح پڑھی۔

باز فرماں در رسد بردار سر	از رکوع و پاسخ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے سر اٹھا	رکوع سے اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

یعنی پھر حکم پہنچتا ہے کہ سر رکوع سے اٹھاؤ اور حق تعالیٰ کا جواب دو۔

سر برآرد از رکوع او شرمسار	باز اندر روفتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے	پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ شرمسار رکوع سے سر اٹھاتا ہے اور پھر منہ کے بل وہ خامکار گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کہ اس حکم کی وجہ سے سر اٹھایا تھا مگر پھر کچھ جواب دے نہ سکا تو پھر منہ کے بل گر پڑا یہی سجدہ ہے۔

باز فرماں آیدش بردار سر	از سجود و وادہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے سر اٹھا	سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

یعنی اس کے پاس پھر حکم آتا ہے کہ سر اٹھا سجدہ سے اور کئے ہوئے کی خبر دے یعنی جو کام کئے ہیں وہ سب بتاؤ۔

سر برآرد او دگر رہ شرمسار	اندر افتد باز در رو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے	پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ دوسری مرتبہ پھر سر اٹھاتا ہے اور پھر شرمسار ہو کر منہ کے بل سانپ کی طرح گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برار و بازو گو	کہ بخواہم جست از تو موبمو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے سر اٹھا اور بتا	میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

یعنی پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور بتلا۔ میں تجھ سے موبمو جستجو کروں گا۔ (تو سر اٹھاتا ہے اور دوسری رکعت پھر اسی طرح ادا ہوتی ہے کہ اس طرف سے سوالات اور اس طرف سے عجز یہاں تک کہ دو رکعت بھی ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ)

قوت پا ایستادن نبودش	کہ خطاب ہیبتے برجاں زدش
اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کیونکہ ہیبت ناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

یعنی پاؤں پر کھڑے ہونے کی اسے قوت نہیں رہتی۔ کہ ایک ہیبت کا خطاب اس کی جان پر غالب ہو جاتا ہے۔

پس نشیند قعدہ زاں بار گراں	حضرتش گوید سخن گو بابیاں
اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

یعنی پس قعدہ میں اس بار گراں کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے تو حضرت حق اس سے فرماتے ہیں کہ بات پوری طرح کہہ دے۔

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود	دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟	میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

یعنی میں نے تجھے نعمت دی تھی تیرا شکر کہاں ہے اور میں نے تجھے سرمایہ دیا کہا نفع کہاں ہے۔

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود	شافعی خواہد کہ گوید عذر زود
چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع	(اس لئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تا کہ جلدی عذرخواہی کر دے

یعنی جب نہ سرمایہ اس کے پاس ہوتا ہے اور نہ نفع تو کسی شافع کو تلاش کرتا ہے جو جلدی سے عذرخواہی کر دے۔

بیان داہنی طرف سلام کرنے کا قیامت میں حق تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے اور انبیاء سے استعانت وشفاعت چاہنا

رو بدست راست آرد در سلام	سوئے جان انبیا و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے	انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

یعنی منہ داہنے ہاتھ کی طرف سلام میں انبیاء اوران کرام (فرشتوں کی طرف) لاتا ہے۔

انبیاء را او سلامے مے کند	استعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے	استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی انبیاء کو وہ سلام کرتا ہے استعانت کے لئے اور مدد طلب کرنے کے لئے۔

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم	سخت در گل ماندہ اش پاؤ گلیم
یعنی اے شاہو! شفاعت کرو کیونکہ یہ کمینہ	اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

یعنی (کہتا ہے کہ) اے بادشاہو شفاعت (کرو) کہ اس لئیم کا پاؤں اور گلیم سب گارے میں دھنس گیا ہے۔

انبیا گویند روز چارہ رفت	چارہ آنجا بود و دست افراز زفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا	تدبیر اور کافی سامان وہاں (میں تھا)

یعنی انبیاء کہیں گے کہ روز چار گیا چارہ اور دست افراز عظیم تو اسی جگہ (دنیا) ہی میں تھا۔ دست افراز شئے مستعمل مقصود چارہ۔

مرغ بے وقتی اے بدبخت رو	ترک ما گو خون ما اندر مشو
تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا	ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

یعنی تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت جا ہمیں چھوڑ اور ہمارے خون کا پیاسا مت ہو۔

رو بگرداند بسوئے دست چپ	در تبار و خویش گویندش کہ خپ
وہ بائیں جانب رخ کرتا ہے	خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ مکار

یعنی بائیں ہاتھ کی طرف منہ خویش وتبار میں پھیرتا ہے تو وہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ دور ہو۔

ہیں جواب خویش گو با کردگار	ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے	ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

یعنی ارے اپنا جواب اللہ تعالیٰ سے خود کہہ ارے بابا ہم کون ہوتے ہیں ہم سے ہاتھ اٹھا۔

نے ازیں سو نے ازان سو چارہ شد	جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد
(جب) نہ ادھر سے نہ ادھر سے کوئی تدبیر ہوئی	اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

یعنی نہ اس طرف سے چارہ ہوا اور نہ اس طرف سے تو اس کی جان بیچارہ اور دل صد پارہ ہو گیا۔

از ہمہ نومید گردد آں دغا	پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا	تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے

یعنی وہ دغا باز سب سے ناامید ہو جاتا ہے تو پھر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا	اول و آخر توئے و منتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں	اول اور آخر تو ہی ہے اور (تو ہی) منتہا ہے

یعنی کہ اے خدا میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں اب اول و آخر آپ ہی ہیں اور منتہا (آپ ہی ہیں)

ہست امیدے کہ عنایت دررسد	گردد او ایمن ز حبل من مسد
(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے	وہ مونجھ کی رسی سے محفوظ ہو جائے

یعنی امید ہے کہ عنایت پہنچے گی اور یہ شخص حبل من مسد سے بے خوف ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ امید ہے کہ اب دعا کرنے سے اس کی امید برآوے گی اور یہ بلاؤں سے چھوٹ جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در نماز این خوش اشارتہا بہ بیں	تا بدانے کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے	تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

یعنی نماز میں ان اچھے اشارات کو دیکھو تا کہ تم جان لو کہ اس طرح یقیناً ہو گا۔ مطلب یہ کہ یہ صرف اشارات ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اس طرح سوچ لو تو اس سے یہ نفع ہو گا کہ تم کو قیامت کی حالت مستحضر رہا کرے گی اور موت یاد آ جایا کرے گی یہ نکات تو نفس صلوٰۃ کے تھے آگے اقتدا کے معنے بیان فرماتے ہیں کہ۔

معنے تسلیم ایں اے مقتدے	کہ توئے حق ہادی و ما مہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں	کہ (اے اللہ) تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

یعنی تسلیم کے معنی یہ ہیں اے مقتدی کہ (یوں سمجھو کہ اے امام) تو ہی سچا ہادی ہے اور ہم مہتدی ہیں۔

ہرچہ فرمائے تو منقادیم ما	باقضائے جرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں	کہدے جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

یعنی جو کچھ آپ فرمادیں ہم منقاد ہیں اور جرم کے قضا کے ساتھ کہدو کو ہم شاد ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسی حالت بناؤ کہ گویا کہ امام سے یہ کہہ رہے ہو کہ آپ اللہ میاں سے کہہ دیجئے کہ آپ کا جو ارشاد ہمارے ان جرموں کی بابت ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز	سرمزن چوں مرغ بی تعظیم وساز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال	بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

یعنی بیضہ نماز سے بچہ نکالو اور مرغ بے ادب اور بے سامان کی طرح سرمت پٹکو مطلب یہ کہ نماز کے ثمرات کو حاصل کرو اور اس کی صورت سے اس کی روح کو حاصل کرو یہ نہیں کہ مرغ کی طرح ٹھونگیں ماریں اور چلتے ہوئے یہاں تک نماز کے کچھ اشارات وغیرہ بیان فرما کر اب پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں علاوہ اور مصالح وحکم کے ایک یہ بھی راز ہے کہ یہ نقشہ ہے اس معاملہ کا جو قیامت میں بصورت عصیاں عبد حق سبحانہ اور بندے کے درمیان پیش آئے گا۔ اور نماز اس حالت کو یاد دلاتی ہے جو قیامت میں ہونے والی ہے پس تم کو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑو اور اطاعت حق میں کمربستہ ہوتا کہ اس وقت شرمساری نہ ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو گویا کہ ایک مجرم جوابدہی کے لئے حق سبحانہ کی عدالت میں لایا گیا ہے اور حق سبحانہ اس سے فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تجھ کو دنیا میں اتنی مہلت دی تھی اس میں تو نے ہماری خوشنودی کے لئے کیا کام کئے اور اپنی عمر کو کن کاموں میں ختم کیا اور غذائے قوت کو کہاں کھویا آنکھ کے موتی کو کہاں گھسا اور حواس خمسہ کو کہاں ختم کیا۔ کان آنکھ عقل جو عرش کے موتی یعنی ہماری دی ہوئی اعلیٰ نعمتیں تھیں ان کو تو نے خرچ کیا بتا دنیا میں اس کی عوض کیا خریدا ر تجھ کو ہاتھ پاؤں بیلچا اور کسی کی طرح آلات کسب ہم نے عطا کئے تھے۔ خود بخود نہ ہو گئے تھے پھر تو نے ان سے ہمارے لئے کیا کمایا۔ یہ اور اسی قسم کے اور لاکھوں سوالات حق سبحانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حالت قیام میں یہ خطابات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کو ان کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ اور شرم کے مارے جھک جاتا ہے گویا کہ وہ رکوع میں ہے اور چونکہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں رہی تھی اس لئے کچھ دیر رکوع کی حالت میں رہتا ہے اور چونکہ مارے ندامت کے کھڑا نہیں ہوسکتا اس لئے رکوع میں تسبیح کرتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ جھک کیوں گیا۔ سیدھا کھڑا ہو اور

جوابدے وہ مجبوراً سر اٹھاتا ہے لیکن اس سے کھڑا نہیں ہوا جاتا اس لئے منہ کے بل گر پڑتا ہے گویا کہ وہ سجدہ میں ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا کر کیوں پڑا جواب دہ پھر اٹھتا ہے اور کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی۔ اس لئے بیٹھ جاتا ہے تو گویا کہ وہ جلسہ میں ہے۔ اور جلسہ میں ندامت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ گویا کہ دوسرے سجدہ میں ہے پر حکم ہوتا ہے کہ گر گر کیوں پڑتا ہے۔ اٹھ کے کھڑا ہو اور جواب دے میں تجھ سے مفصل جواب لوں گا اب وہ پھر اٹھتا ہے گویا کہ دوسری رکعت شروع کرتا ہے اور وہ دوسری رکعت بھی رکعت اولیٰ کی طرح ختم ہو جاتی ہے اور حق سبحانہ کے خوف سے روتا ہوتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جلد بیان کر کہ تو نے کیا کیا مگر اس پر ندامت کا غلبہ ہوتا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور بیٹھ جاتا ہے اور حضرت حق کا حکم ہوتا ہے کہ تفصیلی جواب دے کہ ہم نے جو نعمتیں دیں تو نے ان کا شکر کیونکر ادا کیا اور ہم نے تجھے مال دیا تھا تو نے تجارت میں کیا نفع اٹھایا۔ مگر جبکہ اس کے پاس نہ زر اصل ہوتا ہے نہ نفع تو پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ کوئی سفارشی ہو جو میری طرف سے معذرت کر کے مجھے نجات دلا دے۔ اس لئے وہ دائیں طرف انبیاء اور دیگر مقربین کی جانب رخ کرتا ہے گویا کہ وہ سلام پھیرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ آپ ہی حضرات سفارش فرما دیں کہ اس کمینہ کا پاؤں اور کمبل بری طرح دلدل میں پھنس گیا ہے انبیاء اس کو جواب دیتے ہیں کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا ہی میں اس کی تدبیر اور اس کا کافی سامان تھا۔ سو وہاں تو نے کچھ کیا نہیں اب کہتا ہے جب وقت نکل گیا۔ پس تو مرغ بے ہنگام ہے اور بدبخت جا دور ہو ہمارا پیچھا چھوڑ۔ اور ہماری جان نہ کھا ادھر سے مایوس ہو کر بائیں طرف اپنے عزیز و اقارب کی طرف رخ کرتا ہے اور ان سے سفارش کا ملتجی ہوتا ہے وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ بس چپ رہ اور حق سبحانہ کے سوال کا جواب دے ہم سے کچھ توقع نہ رکھ۔ ہم سفارش کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب نہ ادھر سے کام چلا نہ ادھر سے تو اس کی جان مجبور ہو گئی اور صدمہ سے دل صد چاک ہو گیا۔ اور شریر سب سے نا امید ہو کر حق سبحانہ کی جناب میں دست بدعا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میں سب سے نا امید ہو گیا ہوں میرا اول و آخر اور مبتدا و منتہا تو تو ہی ہے تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے معاف کر اب مولانا فرماتے ہیں کہ اب یہ ٹھیک راستہ پر آیا ہے۔ کیونکہ امید کی جگہ یہی درگاہ ہے اور امید ہے کہ اس کی درخواست رد نہ ہوگی بلکہ اس پر رحمت ہوگی۔ اور اس کی گردن اس پھندے سے چھوٹ جائیگی۔ پس سمجھو کہ نماز اور اس کے افعال میں یہ نفیس اشارات ہیں تا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ بصورت عدم اطاعت کے تمہاری یہی حالت ہوگی۔ ایک اور بات بھی باقی رہ گئی۔ اس کا راز بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مقتدین کے افعال صلوٰۃ میں تو وہی اشارات ہیں جو امام یا منفرد کی نماز میں ہیں مگر نفس اقتدا میں کیا اشارہ ہے سو اس کو بھی سمجھو۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم آپ کے مطیع ہیں آپ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی آپ جو فرمائیں ہم اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہیں اور ہمارے جرم پر جو سزا تجویز فرمائیں ہم اس پر بحیثیت آپ کا فیصلہ ہونے کے خوش ہیں۔ گو بحیثیت فی نفسہ مصیبت ہونے کے ہم اپنے رہائی کی درخواست کرتے ہیں پس تم کو نماز سے نتائج محمودہ حاصل کرنے چاہئیں اور

مرغے کی طرح یوں چونچیں نہ مارنی چاہئیں کہ نہ تعظیم حق ادا ہو اور نہ اس کے اوامر ونواہی کے موافقت ہو۔

شرح شبّیری

دقوقی کا نماز میں کشتی والوں کا غرق ہونے میں شور وغل کرنے کو سننا

آں دقوقی در امامت کرد ساز	اندر آں ساحل درآمد در نماز
دقوقی نے امامت شروع کر دی	اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

یعنی اس دقوقی نے امامت کا سامان کیا اور اس ساحل میں نماز شروع کر دی۔

واں جماعت درپے او در قیام	اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام
وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں (تھی)	رہے اچھی قوم اور برگزیدہ امام

یعنی اور وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں بس ایک عجیب زیبا قوم تھی اور برگزیدہ امام تھے۔

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد	چوں شنید از سوئے دریا اوداد
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی	جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد و فریاد سنا

یعنی ناگہاں اس دقوقی کی نظر دریا کی طرف پڑی۔ جبکہ اس نے دریا کی طرف سے داد داد کو سنا

درمیان موج دید او کشتیٔ	در قضا و در بلاؤ زشتیٔ
انہوں نے موج میں ایک کشتی دیکھی	قضا میں اور بلا میں اور تباہی میں

یعنی موج کے درمیان میں انہوں نے ایک کشتی قضا میں اور بلا میں اور زشتی میں دیکھی۔

ہم شب وہم ابر وہم موج عظیم	آں سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی اور بڑی موج بھی	تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

یعنی رات تھی اور ابر تھا اور موج بلند تھی۔ یہ تین تو تاریکیاں اور ڈوبنے کا ڈر۔

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست	موجہا آشوفت اندر چپ وراست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی	(جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

یعنی ایک تند ہوا عزرائیل کی طرح اٹھی تو موجیں چپ وراست سے امڈ آئیں۔

اہل کشتی از مہابت کاستہ	نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے	نعرے اور واویلا بلند کئے ہوئے

یعنی اہل کشتی کے مارے گھٹے ہوئے اور نعرے اور واویلا اٹھائے ہوئے۔

دستہا در نوحہ بر سرے زدند	کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے	کافر اور بددین سب مخلص ہو گئے تھے

یعنی نوحہ میں ہاتھ سر پر مارتے تھے اور کافر اور ملحد سب مخلص ہو گئے تھے۔

باخدا باصد تضرع آں زماں	عہد ہا و نذرہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے	دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

یعنی اس وقت حق تعالیٰ سے سو تضرع وزاری کے ساتھ سب نے دل و جان سے عہد و نذر کئے تھے۔

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ	روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر سجدہ میں وہ لوگ (بھی) کہ کبھی	ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

یعنی سجدہ میں وہ لوگ سر برہنہ تھے جن کے منہ نے قبلہ کو اینٹھ مروڑ کی وجہ سے دیکھا ہی نہ تھا۔

گفت کہ بیفائدہ است ایں بندگی	آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے یہ عبادت بیکار ہے	اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

یعنی (جو لوگ کہ) کہا کرتے تھے کہ یہ عبادت بے فائدہ ہے (وہ) اس وقت اس میں سو زندگیاں دیکھ رہے تھے۔

از ہمہ امید ببریدہ تمام	دوستان و خال و عم بابا و مام
سب سب سے امید منقطع کر چکے تھے	دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

یعنی سارے کے سارے سب سے امید قطع کئے ہوئے تھے دوستوں سے اور ماموں سے اور چچا سے اور باپ سے ماں سے۔

زاہد و فاسق شد آندم متقے	ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اس وقت متقی ہو گئے تھے	جیسا کہ بدبخت نزع کی حالت میں

یعنی زاہد و فاسق اس وقت سب متقی ہو گئے۔ جیسے کہ جان کنی کے وقت شقی ہوتا ہے۔ (زاہد کہتے ہیں اس کو جو دنیا سے بے تعلق ہو دنیا کی حرص وغیرہ نہ ہو تو یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ تقویٰ ہے اس لئے کہہ دیا کہ زاہد و فاسق اس وقت سب متقی بنے ہوئے تھے)

نے زچپ شاں چارہ بود و نے زراست	حیلہا چوں مرد ہنگام دعا ست
ان کے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے	تدبیریں جب فنا ہوں دعا کا وقت ہے

یعنی نہ ان کو چپ سے کوئی چارہ تھا اور نہ راست سے جب حیلے سارے ختم ہو گئے تو اب دعا کا وقت آیا۔

دردعا ایشان و در زاری و آہ	بر فلک زیشان شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے	ان کی (آہوں) کا کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

یعنی وہ لوگ دعا میں اور زاری و آہ میں تھے اور فلک پر ان سے دود سیاہ ہو گیا ہوا تھا۔ آگے ایک مضمون کو بیان فرماتے ہیں اول اس کا خلاصہ سمجھ لو پھر اشعار سے اچھی طرح سمجھ میں آوے گا۔ وہ یہ کہ جب یہ لوگ دعا کر رہے تھے تو شیطان بین بین تھا اس کو کبھی تو یہ امید ہوتی تھی کہ یہ اب کفر وغیرہ پر مر جاویں گے اس کے بعد جب ان کو دعا کرتے دیکھتا تو اسے افسوس ہوتا تھا کہ یہ تو توبہ کئے لیتے ہیں۔ اس حالت میں اس خبیث نے ایک وسوسہ ڈالا وہ یہ کہ ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ ہمارے اندر ایک علت کفر یا معاصیتو پہلے سے ہیں ہی اور ان سے توبہ کر رہے ہیں اور توبہ یقیناً ٹوٹے گی جیسا کہ بارہا ہوا ہے اور جب یقیناً ٹوٹے گی تو گویا کہ اس وقت ہمارا مقصد ہی توڑنے کا ہے اور جب توبہ کے توڑنے کا قصد ہو تو وہ توبہ ہی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ تو نفاق ہو جاتا ہے تو انہوں نے سوچا کہ ایک علت تو کفر و معاصی کی تھی اب خدا کے سامنے ایک علت نفاق کی بھی لے کر جاویں اس لئے بہتر ہے کہ توبہ نہ کریں تاکہ خیر وہ کفر وغیرہ کی علت ہی رہے اس پر اور اضافہ تو نہ ہو۔ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا اور مقصود اس سے دعا سے منع کرنا تھا مگر جس کو ذرا سا فہم سلیم ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ جب ٹوٹنا یقینی ہے تو گویا کہ اس کا قصد ہے بالکل غلط ہے اس لئے کہ قصد نقض اور شے ہے اور نقض اور ہے ان لوگوں کا قصد نہ تھا اور اگر پھر بعد کو ٹوٹ جاوے پھر کر لے۔ پھر ٹوٹے پھر کر لے۔ یاد رکھو کہ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے اور اس کا اثر آج کل بھی ہے اکثر کہا کرتے ہیں کہ میاں توبہ ہی کر کے کیا کریں گے اس لئے کہ وہ تو ٹوٹ جاوے گی تو عنوان بدلا ہوا ہے باقی مضمون وہی ہے۔ اللھم احفظنا من الشیطٰن الرجیم

اب اشعار سے سمجھ لو ان شاء اللہ صاف ہو جاوے گا۔ فرماتے ہیں کہ۔

دیو آندم از عداوت بین بین	بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا	پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

یعنی شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے بین بین تھا اور یہ آواز دے رہا تھا کہ اے نفس پرستو دو علتوں (کے مرتکب ہوتے ہو) یعنی ایک علت کفر وغیرہ میں تو ہو ہی اب دوسری علت نفاق کی لگاتے ہو۔

مرگ و جسک اے اہل انکار و نفاق	عاقبت خواہد بدل ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت اور درد	انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہو گا

یعنی اے انکار و نفاق والو تم مرو۔ آخرکار یہ اتفاق تو ہو گا ہی کہ

چشم تاں تر باشد از بعد خلاص	کہ شوید از بہر شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟	کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یعنی خلاص کے بعد تمہاری آنکھ تر ہی ہوگی کہ تم شہوت کی وجہ سے خاص شیطان بن جاؤ گے۔ یعنی اس سے خلاصی کے آنسو بھی خشک نہ ہوں گے کہ تم توبہ توڑ دو گے۔

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر	دست تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن	قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

یعنی تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس خطرہ کے دن میں تمہاری حق تعالیٰ نے نذر سے دستگیری فرمائی تھی۔ یعنی پہلے بھی تم کو خلاصی مل چکی ہے اور تم توبہ توڑ چکے ہو تو اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لہذا توبہ مت کرو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک	ایں سخن را نشنود جز گوش نیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی لیکن	اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

یعنی شیطان سے یہ آواز آ رہی تھی۔ لیکن اس بات کو (کہ یہ آواز شیطانی تھی) سوائے گوش نیک کے کون سنے گا یعنی جو اچھے آدمی ہیں وہ تو اس کو سمجھیں گے کہ یہ آواز شیطان تھی ورنہ عوام تو اس کو صحیح سمجھ کر گمراہ ہی ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ

راست فرمودہ است باما مصطفیٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفیٰ نے سچ فرمایا ہے	جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سچ فرمایا ہے جو کہ قطب اور شاہنشاہ اور دریائے صفا ہیں۔

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت	عاقل آں بیند زاول مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا	عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

یعنی جو بات کہ جاہل قیامت میں دیکھے گا عاقل اس کو اول ہی مرتبہ دیکھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو جاہل ہے وہ تو قیامت کو سمجھے گا کہ یہ دھوکہ اور آواز شیطانی تھی اور جو عاقل ہیں وہ اسی وقت سمجھ جائیں گے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

کارہا آغاز گر غیب ست و سر	عاقل اول دید و آخر آں مصر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے	عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مصر نے آخر میں

یعنی کام سارے شروع میں اگرچہ غائب اور پوشیدہ ہیں مگر عاقل اول ہی دیکھ لیتا ہے اور آخر میں وہ مصر مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت امور سب غائب ہیں مگر جو عاقل ہے وہ آثار سے ان کو معلوم کر لیتا ہے اور جو مصر علی الذنوب ہے وہ آخر میں یعنی قیامت میں ہی دیکھے گا۔

اولش پوشیدہ باشد و آخر آں	عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں
اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے اس کو آخر میں	عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

یعنی اول کار پوشیدہ ہے اور اس کے آخر میں تو عاقل اور جاہل سب عیاناً دیکھ لیں گے۔ مطلب یہ کہ اول کار جو پوشیدہ ہے تو اس وقت پہچان لینا کمال ہے ورنہ قیامت میں تو سب دیکھ ہی لیں گے پھر کیا کمال ہے اگر پہچان لیا

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود	حزم را سیلاب کے اندر ربود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے	(تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟

یعنی اے معاند اگر تم غیب کے واقعہ کو نہیں دیکھتے تو آخر حزم کو کب سیلاب لے گیا۔ یعنی اگر تم کو اس وقت وہ باتیں ہوتی نہیں معلوم ہوتیں تو آخر حزم اور دور اندیشی بھی تو کوئی شے ہے وہ کہاں جاتی رہی۔ کبھی شبہ ہی ہوا ہوتا کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جاوے۔ اسی بناء پر اس سے خائف ہوئے ہوتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت حازم رہنا چاہئے اور جو اس کے خیالات ہوتے ہیں دنیا کے متعلق ویسا ہی خیال ضروری ہے آگے ایک مثال میں حازم کے خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

حزم والے آدمی کے تصورات

حزم چہ بود بدگمانے در جہاں	دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے دنیا میں بدگمانی	لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دنیا میں بدگمانی کرنا اور بلائے ناگہانی کو ہر دم دیکھنا یعنی یہ سمجھنا کہ اب بلا نازل ہوئی اب ہوئی بس یہ سوچ کر اس سے بچنے کی تدبیر کرنا ہی حزم ہے آگے ایک مثال ہے کہ۔

آنچناں کہ ناگہاں شیرے رسید	مرد را بر بود و در بیشہ کشید
اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا	اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

یعنی جس طرح کہ ناگاہ ایک شیر آیا اور ایک آدمی کو اچک کر جنگل میں لے گیا۔

او چہ اندیشد دران بردن بہ بیں	تو ہماں اندیش اے اوستاد دیں
اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر	اے دین کے استاد تو بھی وہی سوچ

یعنی ذرا دیکھو کہ وہ اس وقت کیا سوچے گا (ظاہر ہے کہ وہ یہی سوچے گا کہ اب مرا اب مرا) تو اے اوستاد دین تم بھی یہی سوچو (اور موت کو ہر وقت حاضر سمجھو) اب کوئی کہتا ہے کہ جناب اوس کو تو شیر نے کھینچا تھا اس لئے اس نے یہ سوچا ہم کو تو شیر نہیں لے گیا جو ہم یہ سوچیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

می کشد شیر قضا در بیشها	جان ما مشغول کارو پیشها
قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے	ہماری جان کام اور پیشوں میں لگی ہے

یعنی شیر قضا (ہم کو) جنگلوں میں کھینچ رہا ہے اور ہماری جان کاموں اور پیشوں میں مشغول ہے۔ مطلب یہ کہ ارے تجھے خبر نہیں ہے ہم کو بھی ہر وقت شیر قضا کھینچ رہا ہے مگر اندھے ہو جاویں تو اس کا کیا علاج آگے ایک دوسری مثال دیتے ہیں کہ اگر شیر سے ڈر نہیں لگتا تو یوں سمجھو کہ۔

آنچناں کز فقر می ترسند خلق	زیر آب شور رفتہ تا بحلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں	(گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

یعنی اس طرح (رہو) جیسے کہ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور آب شور کے نیچے حلق تک گئے ہوئے ہیں۔ یعنی دیکھو خواہ کیسا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو مگر اس کو خوف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں مفلس ہو جاؤں اور وہ اس کی تدبیر میں ہر وقت لگا رہتا ہے تو بس اسی طرح تم بھی ہر وقت دھن لگا لو اور ہر وقت تدابیر میں لگے رہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر بترسندے ازاں فقر آفریں	گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے	(تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر منکشف ہو جاتے

یعنی اگر یہ شخص اس فقر آفرین (حق تعالیٰ) سے ڈرتا تو ان لوگوں کو خزانے زمین کے مکشوف ہو جاتے۔

جملہ شاں از خوف غم در عین غم	در پئے ہستی فتادہ در عدم
وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں	ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

یعنی وہ سارے کے سارے غم کے ڈر کے مارے عین غم میں ہیں۔ اور ہستی کے لئے عدم میں پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو یہ لوگ اس سے بچتے ہیں کہ ہمیں کوئی غم نہ آوے بلکہ عیش سے گزرے اس طرح گزر کرنا خود ایک غم ہے تو غم سے بچنے کو غم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے غرضیکہ دنیا میں ہر گھڑی فکر عاقبت ہونی چاہئے آگے قصہ دقوقی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ القصہ دقوقی نے امامت شروع کر دی تھی اور لب ساحل نماز میں مشغول تھے اور جماعت ان کے پیچھے کھڑی تھی اور عجیب دلچسپ منظر تھا کہ مقتدی بھی نہایت اعلیٰ تھے اور امام بھی منتخب تھے۔ مزہ سے نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ اتنے میں شور و غل کی آواز سنائی دی اس کے سننے سے دقوقی استغراق سے ہوش میں آئے اور دریا پر ان کی نظر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کشتی موجوں میں پھنسی ہوئی ہے اور قضائے الٰہی اور مصیبت

کے پنجہ میں گرفتار اور نہایت تباہ حالت میں ہے رات کا وقت ہے ابر چھایا ہوا ہے۔ بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی ہیں یہ تین تاریکیاں ہیں اور سب پر طرہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ملک الموت کی طرح آندھی چل رہی ہے اور ہر طرف سے موجیں اٹھا رہی ہیں۔ اہل کشتی کی جان ہوا ہو رہی ہے۔ اور واویلا کر رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں روتے اور سر پیٹتے ہیں اور کافر و مومن سب مخلص ہو گئے ہیں نہایت گڑگڑا کر سچے دل سے خدا کے ساتھ سینکڑوں عہد و پیمان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم بچ جائیں تو یہ کریں گے وہ کریں گے اور جن لوگوں نے اینٹھ مروڑ سے کبھی قبلہ کی طرف رخ نہ کیا تھا وہ بھی ننگے سر سجدہ میں پڑے ہیں اور جو یہ کہتے تھے کہ عبادات سب فضول اور لایعنی ہیں ان کو اب اس میں سوز ندگیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سب لوگ کیا دوست کیا ماموں کیا چچا کیا باپ کیا ماں غرض سب سے امیدیں منقطع کر چکے ہیں اور زاہد و فاسق سب یکساں متقی ہو گئے ہیں۔ جس طرح جانکنی کے وقت بدبخت عاصی متقی ہو جاتا ہے۔ نہ دائیں طرف ان کے لئے کوئی تدبیر رہی تھی نہ بائیں طرف اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی تدبیر نہیں رہتی اس وقت دعا ہوتی ہے لہذا وہ دعائیں کر رہے تھے اور رو پیٹ رہے تھے اور آہوں کی یہ حالت تھی کہ فلک تک ان کا سیاہ دھواں پہنچتا تھا۔ خیر یہ تو ساری مصیبتیں تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ مصیبت تھی کہ شیطان ان کے خلوص کو دیکھ کر ان کو دشمنی سے گھور رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ لوگ اسی حالت میں ڈوب گئے تو ضرور نجات پا جائیں گے اور میری ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ اس لئے وہ ان کو دھوکا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ او نفس پرستو کیوں خدا سے جھوٹ بول کر اس سے فریب کر کے دونا وبال اپنی گردن پر لے رہے ہو۔ اور اے منکرین و منافقین تمہیں بری بنے اور تم مردم کیا دعائیں کر رہے ہو۔ یہ ضرور ہونا ہے کہ جب تم بچ جاؤ گے تو تمہاری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہونے پائیں گے کہ تم خواہشات نفسانی کے سبب پھر پکے شیطان ہو جاؤ گے اور تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خدا نے تم کو قضا کے پنجہ سے چھڑایا تھا بس اس جھوٹ اور فریب کو چھوڑو اور نفع کی امید پر مزید نقصان نہ اٹھاؤ یہاں تک اہل کشتی کی حالت ختم ہوئی اس سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور غفلت کو دور کر کے طاعت میں مصروف ہونا چاہئے۔ لیکن بجز ان لوگوں کے جو سلیم الفطرت اور صالح الاستعداد لوگ ہیں اس واقعہ کو بسمع قبول کوئی نہ سنے گا۔ دیکھو اس واقعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس چیز کو نادان آخیر میں دیکھتا ہے عاقل اس کو اولاً ہی دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اہل اللہ بھی حق سبحانہ کی طرف راجع ہیں اور فساق اہل کشتی بھی۔ مگر اول الذکر ابتدا ہی سے راجع ہیں اور اہل کشتی مصیبت میں پھنس کر راجع ہوئے کیونکہ وہ عاقل ہیں اور یہ جاہل۔ اور عاقل و جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ کاموں کی ابھی ابتداء ہی ہوتی ہے اور وہ ہنوز نظر سے غائب اور مستور ہی ہوتے ہیں کہ عاقل ان کو پہلے ہی دیکھ لیتا ہے اور جاہل ضدی شخص ان کو آخر میں دیکھتا ہے اور ابتدا میں وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ رہا آخر سو اس کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ کہ آخر میں ہر دو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ آغاز ہی میں انجام کو دیکھ لیا کرو۔ اگر یہ کہو کہ جب وہ پوشیدہ ہے تو ہم کیسے دیکھ لیں۔ ہماری بصیرت تو اتنی

قوی نہیں تو ہم کہیں کہ اچھا ہم نے مانا کہ تم واقعۂ غیبی کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تمہارے حزم کو تو کوئی روبہا کر نہیں لے گئی۔ پھر تم حزم کو کیوں میں نہیں لاتے۔ حزم کی حقیقت کیا ہے کھٹکتے رہنا اور ہر وقت نزول مصیبت کو پیش نظر رکھ کر اس سے بچنے کی فکر کرنا اور ہر وقت ایسی حالت میں ہونا جیسے کہ ایک شیر آیا اور آدمی کو اٹھا کر لے گیا ہو۔ پس جو حالت ایسے شخص کی اس وقت ہوگی جبکہ اس کو شیر اٹھا کر لے گیا ہو وہی حالت تمہاری ہونی چاہئے لیکن افسوس باوجودیکہ ہم شیر قضا کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہم کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں بلکہ مزہ سے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ شیر تو بڑی چیز ہے اگر لوگوں کو فقر آفرین یعنی خدا سے اتنا بھی خوف ہو جتنا کہ فقر و فاقہ سے ہے کہ وہ اس کی وجہ سے گلے تک آب شور میں ڈوبے ہوئے اور سراسر مصیبت میں مبتلا ہیں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جاتے۔ مگر کیا کیجئے کہ ان کی سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ ذرا نہیں سمجھتے دیکھو وہ فقر سے جو ڈرتے ہیں تو تکلیف کے خوف سے لیکن اس سے زیادہ کیا بے سمجھی ہوگی کہ غم محتمل کے خوف سے غم متحقق میں مبتلا ہوتے ہیں اور گویا کہ وجود حاصل کرنے کے لئے عدم میں جا رہے ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی دعاء اور شفاعت اس کشتی کی خلاصی کیلئے

چوں دقوقی آں قیامت را بدید	رحم او جوشید و اشک او دوید
دقوقی نے جب اس قیامت کو دیکھا	ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

یعنی جب دقوقی نے اس قیامت کو دیکھا تو اس کے رحم نے جوش کیا اور اس کے اشک جاری ہو گئے۔

گفت یارب منگر اندر فعل شاں	دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا! ان اعمال کو نہ دیکھ	اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

یعنی دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے فعل کو مت دیکھئے اور اے بادشاہ نیکو نشاں ان کی دستگیری کیجئے

خوش سلامت شان بساحل باز بر	اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے	اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحر و بر پر ہے

یعنی ان کو خوش اور سلامت ساحل پر پھر لے جا۔ اے وہ ذات کہ آپ کی قدرت بحر و بر سب میں پہنچی ہے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی	در گزار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے	بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

یعنی اے کریم اور اے رحیم ابدی ان نالائقوں سے اس بدی کو معاف فرمائیے۔

اے بدادہ رائگاں صد چشم و گوش	نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں	عقل و ہوش (بھی) رشوت سے نہیں بخشے ہیں

یعنی اے وہ ذات کہ اس نے سو چشم و گوش مفت دے دیئے نہ کہ رشوت کی وجہ سے عقل و ہوش تقسیم کئے ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا	دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی	ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

یعنی استحقاق سے پہلے عطائیں بخشی ہیں اور ہم سے کفران و خطا دیکھے ہیں۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم	تو توانی عفو کردن در جریم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو	جرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

یعنی اے عظیم ہم سے گناہ عظیم ہیں آپ جرم ہونے کی حالت میں معاف کر سکتے ہیں۔

ماز آز و حرص خود را سوختیم	ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے	یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

یعنی ہم نے حرص و ہوس کی وجہ سے اپنے کو جلا لیا ہے اور یہ دعا بھی آپ ہی سے سیکھی ہے۔

حرمت آنکہ دعا آموختی	در چنیں ظلمت چراغ افروختی
اس کے طفیل کہ تونے دعا سکھائی ہے	ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

یعنی ببرکت اس کے کہ آپ نے دعا سکھائی ہے اور ایسی ظلمت میں چراغ روشن کیا۔

دست گیر و رہ نما توفیق دہ	جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
دستگیری فرما اور رہنمائی عطا فرما	خطا بخشدے اور معاف کردے اور گرہ کھول دے

یعنی دستگیری کیجئے اور رہنمائی کیجئے اور توفیق دیجئے اور جرم بخشئے اور معاف کیجئے اور (مصیبت کی) گرہ کھولئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میرفت بر لفظش دعا	آنزماں چوں مادران با وفا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی	اس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

یعنی اسی طرح ان کی زبان پر دعا اس وقت باوفا ماؤں کی طرح جاری تھی یعنی جس طرح کہ ماں مشفق ہوتی ہے اسی طرح شفقت سے وہ دعا مانگ رہے تھے۔

اشک میرفت از دو چشمش واں دعا	بیخود از وے می برآمد بر سما
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دعا	بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

یعنی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے اور وہ دعائیں بے خود ہو کر نکل رہی تھی اور آسمان پر (جا رہی تھی)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب دقوقی نے اس قیامت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مخلوق خدا ڈوب رہی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شیطان ان پر پھندا ڈال رہا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں پھنس جائیں اور ہلاک جسمانی کے ساتھ ہلاک روحانی بھی مل جائے اس سے ان کے رحم کو جوش آیا اور آنسو بہنے لگے۔ اور حضرت حق سبحانہ کی جناب میں یوں دعا شروع کی۔ اے اللہ آپ ان کے افعال پر نظر نہ فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں آپ کا تصرف بحر و بر خشکی و تری ہر دو میں جاری ہے۔ آپ ان کو بخیر و عافیت ساحل پر پہنچا دیجئے اے ہمیشہ سے رحیم و کریم آپ ان بداندیشوں کی برائی کو معاف فرمایئے۔ آپ نے مخلوق کو مفت آنکھ کان وغیرہ عطا فرمائے ہیں اور عقل و فہم بھی کسی معاوضہ کے بدلہ میں نہیں دیئے ہیں اور آپ نے بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حالانکہ آپ کو ہماری ناشکری اور غلطیوں کا بخشش سے پہلے بھی علم تھا جبکہ آپ ایسے کریم ہیں تو اے بزرگ آپ ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما سکتے ہیں۔ ہم تو حرص اور طمع میں جل گئے اور کوئی کام ہم نے آپ کی اطاعت کا نہیں کیا۔ یہ دعا بھی جو کر رہے ہیں یہ بھی آپ ہی کی تعلیم کردہ اور آپ ہی کی توفیق ہے۔ پس اس دعا کی عزت کو مدنظر رکھ کر جو خود آپ نے تعلیم فرمائی ہے اور اس تاریکی جہل میں چراغ ہدایت روشن کیا ہے آپ ان لوگوں کی دستگیری فرمایئے راہ راست دکھلایئے اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے ان کے قصور معاف فرمایئے اور اس عقدۂ لاینحل کو حل فرما کر ان کو نجات دیجئے۔ غرض اسی قسم کے کلمات دعائیہ مادر مشفقہ کی طرح اس وقت ان کی زبان سے نکل رہے تھے۔ اشک آنکھوں سے جاری تھے اور استغراق فی الدعا کی حالت میں یہ دعا ان کے منہ سے نکل کر آسمان پر جا رہی تھی بالآخر وہ مقبول ہوئی اور اہل کشتی کو نجات ہوگئی۔

شرح شبّیری

آں دعائے بیخوداں دیگرست	آں دعا زو نیست گفت داور ست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے	وہ دعا ان کی نہیں ہے خدا کی بات ہے

یعنی بیخودوں کی دعا ہی دوسری ہے وہ دعا ان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ قول حق ہے۔

آں دعا حق میکند چوں او فناست	آں دعا و آں اجابت از خدا ست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے	وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

یعنی وہ دعا اللہ تعالیٰ ہی کر رہے ہیں جبکہ یہ شخص فنا ہے اور وہ دعا اور اجابت سب خدا کی طرف سے ہے مطلب یہ کہ جب یہ فنا ہو چکا اور وہی اتحاد اصطلاحی اس کو حاصل ہو گیا تو اس کا دعا کرنا گویا کہ خدا کا کرنا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ خود دعا کریں گے تو اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور اس اتحاد اصطلاحی کی نظیر قرآن شریف میں

موجود ہے۔ارشاد ہے کہ فاذا قرانٰه فاتبع قرانه قرأت جبرئیل کو اپنی قرات فرمایا دوسری جگہ ہے کہ مارمیت اذ رمیت ولکن الله رمی رمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رمے فرمایا پھر اگر صوفی بیچارے کہہ دیں تو ان پر کفر کے فتوے کیوں لگتے ہیں۔ذرا تو انصاف سے کام لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

واسطہ مخلوق نے اندر میاں	بے خبرزاں لابہ کردن جسم و جاں
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے	اس خوشامد . جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

یعنی درمیان میں مخلوق واسطہ نہیں ہوتی اور اس دعا کرنے سے جسم و جاں سب بے خبر ہیں۔

بندگان حق رحیم و بردبار	خوئے حق دارند در اصلاح کار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے	معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

یعنی خدا کے بندے رحیم و بردبار (ہوتے ہیں) اور اصلاح کار میں خوئے حق رکھتے ہیں۔

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں	مشفقان و مستعان غمخوارگاں
مہربان بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)	مشفق اور غمزدوں کے مدد گار(ہوتے ہیں)

یعنی مہربان بے رشوت کے مدد کرنے والے مشفق اور مدد کرنے والے اور غمخوار۔

از ترحم دستگیراں شافعاں	در مقام سخت و در روز گران
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)	سخت جگہ اور بھاری دن میں

یعنی ترحم کی وجہ سے دستگیر اور شافع مقام سخت میں اور روز گراں میں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا	ہیں غنیمت دارشاں پیش از بلا
اے مصیبت زدہ! اس قوم کو تلاش کر لے	خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ

یعنی اے مبتلا اس قوم کو تلاش کر اور بلا سے پہلے ان کو غنیمت سمجھ۔

رست کشتی از دم آں پہلواں	واہل کشتی را بجہد خود گماں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی	کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

یعنی کشتی چھوٹی تو اس پہلوان کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان تھا۔

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر	بر ہدف انداخت تیرے از قدر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے	صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

یعنی کہ یقیناً ان کے بازو نے بچنے میں ہنر ہدف پر تیر ڈالا۔مطلب یہ کہ وہ کشتی چھوٹی تو ان کی دعاء سے

اور اہل کشتی سمجھے کہ ہم نے جو کوشش کی تھی اس کی بدولت ہم چھوٹ گئے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

پارہانند روبہان را در شکار	وان زدم دانند روباہاں عزار
شکار میں لومڑیوں کو پاؤں بچاتے ہیں	وہ دھوکے میں جتلا لومڑیاں دم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

یعنی لومڑی کو شکار میں پاؤں بچاتا ہے (کہ اس سے بھاگ جاتی ہے اور بچ جاتی ہیں) اور وہ مغرور لومڑیاں اس (بچنے) کو دم سے سمجھتی ہیں۔

عشقہا بادم خود بازند کین	می رہاند جان مارا از کمین
وہ دم سے محبت کرتی ہیں کہ اس نے	ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

یعنی وہ اپنی دم کیساتھ عشق بازی کرتی ہیں کہ ہماری جاں کو کمین سے یہی چھڑاتی ہے۔

از ضلالت بوسہا بردم زنند	رقص گیرند و ز شادی برجہند
نادانی سے دم کو چومتی ہیں	ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

یعنی گمراہی کی وجہ سے دم پر بوسے دیتی ہیں اور رقص کرتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگی کہ لومڑی اپنی دم کو اپنے بچنے کا آلہ خیال کرتی ہے اسی بناء پر مولانا نے یہ لکھا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا پارا نگہدار از حجر	پا چو بنود دم چہ سودائے خیرسر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر	اگر پاؤں نہ ہوتے تو اے بیوقوف! دم سے کیا فائدہ ہے؟

یعنی اے روباہ کلورخ سے پاؤں کی حفاظت کر کہ جب پاؤں نہ ہوگا تو اے شوخ چشم دم کا کیا فائدہ۔ اب اس مثال کے مطابق فرماتے ہیں کہ۔

ماچو روباہان و پائے ما کرام	میرہاند مان ز صد گون انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں' ہمارے پاؤں بزرگ ہیں	ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

یعنی ہم تو لومڑیوں کی طرح ہیں اور ہمارے پاؤں (اولیاء) کرام ہیں کہ ہم کو (حق تعالیٰ کے) سینکڑوں قسم کے انتقاموں سے (اپنی دعاء سے) بچاتے ہیں۔

حیلۂ باریک مان چون دم ماست	عشقہا بازیم بادم چپ و راست
ہماری نازک تدبیر ہماری دم کی طرح ہے	ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

یعنی ہمارے حیلہائے دقیقہ مثل ہماری دم کے ہیں کہ ہم دم کے ساتھ چپ و راست عشق بازی کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو بلاؤں سے چھڑاتی تو ہے ان بزرگوں کی دعا اور ہم اپنی تدابیر سے سمجھتے ہیں تو وہی مثل ہوئی کہ

لومڑی کو آفات سے بچاتا تو ہے پاؤں اور سمجھتی ہے کہ دم نے بچایا۔

دم بجنبانیم ز استدلال و مکر	تا کہ حیران ماند از ما زید و بکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں	تا کہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

یعنی ہم استدلال و مکر کی دم ہلاتے ہیں تا کہ ہم سے زید و بکر حیران ہوں۔ یعنی ہم تدابیر کرتے ہیں اور اس لئے تا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑے عاقل ہیں۔

طالب حیرانئ خلقان شدیم	دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں	ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

یعنی لوگوں کی حیرانی کے ہم طالب ہیں اور طمع کا ہاتھ الوہیت میں مارتے ہیں۔ یعنی افسوس ہے کہ ہم بڑا بننا چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدابیر اور افعال کو دیکھ کر ہماری تعریف کریں یہ حق تو خدا کا ہے کہ وہ یہ چاہے کہ میری مصنوعات کو لوگ دیکھ کر حیران ہوں انسان کا یہ حق نہیں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ۔

تا بافسون مالک دلہا شویم	ایں نمی بینم ما کاندر گویم
تا کہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں	ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

یعنی تا کہ افسوں سے ہم دلوں کے مالک ہو جاویں۔ اور ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم (خود) گڑھے میں ہیں۔

در گوئے و در چھے اے قلتبان	دست و ادار از سبال دیگران
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے	دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

یعنی ارے دیوث تو خود گڑھے اور کنویں میں ہے تو دوسرے کے کپڑوں سے دست اٹھا۔ یعنی ابھی سے تم اوروں کو کیا بلا رہے ہو۔ بلکہ

چون بہ بستانے رسی زیباؤ خوش	بعد ازان دامان خلقان گیر وکش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے	اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

یعنی جب تو کسی زیباؤ خوش باغ میں پہنچ جاوے گا اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑنا اور کھینچنا۔

اے مقیم حبس چار و پنج و شش	نغز جائے دیگران را ہم بکش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم	کیا اچھی جگہ ہے دوسروں کو بھی کھینچ لے

یعنی اے وہ شخص کہ چار و پنج و شش کی قید میں مقیم ہے۔ اس عمدہ جگہ میں تو دوسروں کو بھی کھینچ لے۔ مصرعہ ثانی تمسخراً ہے اور چار سے مراد عناصر اربعہ اور پنج سے مراد حواس خمسہ اور شش سے مراد جہات ستہ اور مقصود ان سب سے ناسوت مطلب یہ کہ اے شخص جو کہ ابھی ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے ذرا اس مقام خوش میں ہمیں بھی

بلانا۔اور ذرا اوروں کی بھی خبر لینا یہ صرف استہزاء کے طور پر ہے یعنی تم خود ایسی جگہ ہو اوروں کو معاف رکھو۔

اے چو خر بندہ حریف کون خر	بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے	تو نے ابھی بوسہ گاہ پالی ہے ہمیں بھی لے چل

یعنی اے خربندہ کی طرح خر کا حریف ہے تو نے تو ایک بوسہ گاہ پالیا ہے ہمیں بھی لے چل۔اس میں بھی مصرعہ ثانی استہزاء ہے اور خربندہ اس کو کہتے ہیں جو گدھے کے پیچھے اس کو ہکاتا ہوا چلتا ہے اور کون خر سے ماد دنیا۔مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ خربندہ کون خر سے لگا رہتا ہے اسی طرح تم دنیا میں لگے ہوئے ہو۔تو اب تم نے تو وہی کون خر بوسہ گاہ پالی ہے۔بھئی ذرا ایسی جگہ تو ہمیں بھی لے چلنا۔نعوذ باللہ۔

چوں ندادت بندگی دوست دست	میل شاہی از کجایت خاستت
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے	تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

یعنی جب تیری مدد دوست کی بندگی نے نہیں کی ہے تو تیرے اندر میلان شاہی کہاں سے آ گیا۔مطلب یہ کہ ابھی چھوٹے تو بن تو چھوٹے بنے نہیں اور بڑے بننے کی تمنا ہے۔

در ہوائے آنکہ گویندت زہے	بستہ بر گردن جانت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں	تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

یعنی اس محبت میں کہ لوگ تم کو اچھا کہیں تم نے اپنی گردن جان پر ایک زہ (کمان کی) باندھ لی ہے یعنی اس کے مارے اپنے گلے میں پھانسی ڈال رکھی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا ایں دم حیلت را بہل	وقف کن دل برخداوندان دل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے	دل والوں پر دل کو وقف کر دے

یعنی اے روباہ اس حیلہ کی دم کو چھوڑ اور دل کو اہل دل پر وقف کر دے۔یعنی ان کا ہو رہ۔

در پناہ شیر کم ناید کباب	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے	اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ

یعنی شیر کی پناہ میں کباب کم نہیں آتے۔اے روباہ تو مراد کی طرف مت دوڑ۔

مطلب یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں رہ کر انشاء اللہ دنیا بھی سنوری رہے گی اور دین بھی درست رہے گا۔ اور یہ بات مشاہد ہے جس کا دل چاہے آ کر مشاہدہ کرے کچھ دن کسی کامل کے پاس رہ کر دیکھئے انشاء اللہ دنیا کی بھی پریشانی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی دعا کیوں نہ مقبول ہوتی کیونکہ فانین کی دعا تمام لوگوں کی دعا کے مانند نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا محض اس کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایک معنی کر حق سبحانہ کا کلام ہوتا ہے کیونکہ وہ تو فنا فی اللہ ہو چکا ہے اس لئے اس کے افعال منسوب بحق سبحانہ ہوں گے اور یوں کہا جاوے گا کہ گویا کہ حق سبحانہ ہی دعا کر رہے ہیں اس لئے وہ دعا اور اجابت ہر دو خدا ہی کی طرف سے ہوں گی۔اس دعا میں مخلوق کا بالکل واسطہ نہیں ہوتا بلکہ فرط محویت کے سبب جسم اور جان کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ پس جب دعا کرنے والا بھی خدا ہی ہے اور دعا قبول کرنے والا بھی خدا ہی ہے تو قبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔لہذا قبول ہوئی اور ان کو نجات مل گئی یاد رکھو بندگان خدا نہایت رحیم اور بہت بردبار ہوتے ہیں اور اصلاح امور میں حق سبحانہ کی عادت رکھتے ہیں۔یعنی یہ لوگ سخت موقع پر اور مصیبت کے دن بدوں کسی معاوضہ کے مہربان اور مددگار ہوتے ہیں پس اے مصائب روحانیہ میں مبتلا لوگو ان حضرت کو ڈھونڈو تا کہ یہ تم کو ان مصائب سے نجات دلائیں اور اگر ہنوز مصیبت واقع نہیں ہوئی تب بھی ان کو غنیمت سمجھو کہ یہ اس کے لئے سپر ہوں گے۔ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں کہ ان حضرات کی قدر نہیں کرتے اور صلاح کار کو اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔دیکھو کشتی گرداب میں سے نکلی تو عالی حوصلہ دوقی کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس بلا سے بچنے میں انہیں کے ہاتھ کا تیر نشانہ پر لگا ہے اور یہ انہیں کی قادر اندازی ہے لہذا ان کی مثال ایسی ہے جیسے کو لومڑیوں کو شکار میں نجات تو ان کے پاؤں دیتے ہیں اور بھولی لومڑیاں اس کو دم کا فعل سمجھتی ہیں اور یہ سمجھ کر کہ دم ہی ہم کو کمین صیاد سے نجات دلاتی ہے اس پر عاشق ہو جاتی ہیں اور اپنی جہالت سے اسے چومتی چاٹتی ہیں۔اور فرط انبساط میں ناچتی اچھلتی کودتی ہیں۔ان سے کوئی کہے کہ اری لومڑی پاؤں کی قدر کر اور اسے ڈھیلے سے بچا۔اب ایسا نہ ہو کہ یہ لنگڑا ہو جائے اور تو ماری جاوے۔اگر پاؤں نہ رہا تو یاد رکھ کہ دم کسی کام کی نہیں۔علیٰ ہذا ہم بھی لومڑیاں ہیں اور ہمارے پاؤں یعنی ہم کو مصائب سے نجات دلانے والے یہ حضرات اہل اللہ ہیں یہی ہم کو سینکڑوں بلاؤں سے نجات دلاتے ہیں اور ہماری اعلیٰ تدبیریں بالکل ایسی ہیں جیسی لومڑی کی دم کہ ان کو ہماری نجات میں دخل نہیں۔لیکن ہم ہیں کہ اپنی تدابیر پر فریفتہ ہیں۔اور خواہ مخواہ دم ہلاتے ہیں یعنی استدلال وحیل کو کام میں لاتے ہیں تا کہ زید وعمرو بکر ہماری تدبیروں کو دیکھ کر حیران ہوں۔کہ صاحب یہ بڑے مدبر اور پولیٹیکل ہیں۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدبیروں سے متحیر ہو کر ہم کو مقتدا بنائیں اور سمجھیں کہ یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں گویا کہ ہم در پردہ خدائی چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے دلوں پر قبضہ کرلیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم قعر ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔اس سے کوئی کہے کہ ارے بھڑوے تو تو خود

گڑھے میں گرا ہوا اور کنویں میں پڑا ہوا ہے تو لوگوں کا دامن کیوں پکڑ کر کھینچتا ہے انہیں معاف کر۔ ہاں جب تو کسی باغ میں خوش وخرم پہنچ جائے گا یعنی دولت باطنی حاصل کرلے گا اس وقت مخلوق کا دامن کھینچنا اور انہیں وہاں بلانا جہاں تو ہے آگے مولانا ایسے شخص کو علی سبیل التہکم خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عناصر اربعہ اور حواس خمسہ اور شش جہات کے جیل خانہ میں رہنے والے سبحان اللہ کیسے اچھی جگہ ہے ذرا اوروں کو کھینچ لے اور اے گدھے ہانکنے والوں کی طرح گدھوں کی مقعد چاٹنے والے بھائی کیسے عجیب بوسہ گاہ تجھے ملی ہے ذرا ہم کو بھی لے چل ہم بھی دیکھیں۔ ارے احمق جب حق سبحانہ کی غلامی تجھے حاصل نہیں ہے اور تو ابھی نفس ہی کا بندہ بنا ہوا ہے تو سلطنت کی رغبت تیرے اندر کہاں سے پیدا ہوگئی یہ تو عباد اللہ الصالحین کا منصب ہے نہ کہ اہل دنیا کا۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنے کے لئے تو نے اپنی روح کو گردن میں تانت کا پھندا ڈال رکھا ہے۔ اور حب جاہ کے لئے تو اپنی روح کو مار رہا ہے ارے لومڑی کی طرح دھوکے میں پڑے ہوئے تو اپنی تدبیر کی دم کو چھوڑ اور اپنے دل کو اہل دل کے سپرد کردے اس سے تو انشاء اللہ لذائذ سے محروم نہ رہے گا کیونکہ شیروں کی پناہ میں آجانے کے بعد کبابوں کی کچھ کمی نہیں ہوتی۔ پس تو ان کی پناہ میں آجا اور لذائذ حقیقیہ سے بہرہ یاب ہو اور لومڑی کی طرح مردار دنیا کی طرف مت دوڑ۔

شرح شبّیری

تو ولا منظور حق انگہ شوئے	کہ چو جزوے سوئے کل خود روی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظور نظر بنے گا	جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

یعنی اے دل تو منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جاوے گا۔ یعنی تم اپنی اصل کی طرف رجوع ہو جاؤ اس وقت منظور حق ہو سکتے ہو۔

حق ہمی گوید نظر مان بر دل است	نیست بر صورت کہ آن آب وگل است
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے	صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے اور صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو آب وگل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم اسی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
تو کہتا ہے میرے بھی دل ہے	دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

یعنی تم کہتے ہو کہ ہمارے بھی دل ہے (ارے) دل تو بلندی عرش پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں۔ مطلب یہ کہ جو

اصل میں دل یعنی جو کہ لطائف میں داخل ہے وہ تو بالائے عرش ہی ہے باقی یہ قلب صنوبری تو متعلق قلب ہے۔ قلب نہیں ہے تو تمہارا اس دل کو دل کہنا غلط ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

درگل تیرہ یقین ہم آب ہست	لیک ازان آیت نشاید آبدست
کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے	لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

یعنی تیرا کیچڑ میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن اس پانی سے تم کو آبدست نہ چاہئے۔

زانکہ گر آب ست مغلوب گل است	پس دل خود را مگو کاین ہم دل است
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے	تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

یعنی اس لئے اگرچہ پانی ہے مگر مغلوب گل ہے پس تم اپنے دل کو بھی مت کہو کہ یہ بھی دل ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو کیچڑ میں بھی پانی ہوتا ہے مگر وہ پانی بے کار رہتا ہے اور کسی کام کا نہیں ہوتا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح اگرچہ تمہارا قلب صنوبری نام کا دل ہے مگر اصلی دل جس کا کام توجہ الی الحق ہے نہیں ہے۔

آں دلے کز آسمانہا برتر ست	آں دل ابدال یا پیغمبر ست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے	وہ ابدال کا دل یا پیغمبر کا دل ہے

یعنی جو دل کہ آسمانوں سے برتر ہے وہ دل یا تو اولیاء اللہ کا ہے یا پیغمبروں کا ہے (اس کی یہ حالت ہے کہ)

پاک گشتہ آں زگل صافی شدہ	در فزونی آمدہ وافی شدہ
وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے	ترقی میں آکر بھرپور ہو گیا ہے

یعنی وہ گل سے پاک شدہ ہے اور صاف شدہ ہے اور ترقی میں آیا ہوا ہے اور کافی ہے۔

ترک گل کردہ سوئے بحر آمدہ	رستہ از زنداں وگل بحرے شدہ
مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے	وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

یعنی اس نے گل کو ترک کر دیا ہے اور بحر کی طرف آیا ہے اور زندان وگل سے چھوٹ کر بحر کی طرف آیا ہوا ہے گل سے مراد ناسوت اور بحر سے مراد حضرت حق مطلب یہ کہ وہ دل اولیاء انبیاء کا اس ناسوت سے قطع تعلق کر کے متوجہ بحق ہو چکا ہے۔

آب ما محبوس گل ماندست ہین	بحر رحمت جذب کن ما را از طین
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے	اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

یعنی ہمارا آب گل میں پھنسا ہوا ہے ہاں اے بحر رحمت ہم کو طین سے جذب کر لے یعنی ہمارا قلب ناسوت میں پھنسا ہوا ہے اے اللہ اس کو اپنی طرف جذب فرما لیجئے۔

بحر گوید من ترا در خود کشم	لیک میدانی کہ من آب خوشم
سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں	لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

یعنی بحر کہتا ہے کہ میں تجھے اپنے میں کھینچ تو لوں لیکن تو تو یہ جانتا ہے کہ میں آب خوش ہوں۔

لاف تو محروم می دارد ترا	ترک آن پندار کن در من درآ
تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے	اس غرور کو چھوڑ دے میرے اندر آ جا

یعنی تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے تو اس پندار کو ترک کر اور میرے اندر چلا آ۔ مطلب یہ کہ جب دعاء کرتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھے جذب تو کرلوں مگر تو تو اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے اس لئے خود ادھر آنا ہی نہیں چاہتا تو اس بت پندار کو توڑ ڈال اس کے بعد آ پھر دیکھ جذب ہوتا ہے یا نہیں۔

آب وگل خواہد کہ در دریا رود	گل گرفتہ پائے او را مے کشد
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے	مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

یعنی آب وگل چاہتا ہے کہ دریا میں جاوے مگر گل اس کے پاؤں پکڑے ہوئے کھینچ رہی ہے مطلب یہ کہ قلب متوجہ بحق ہونا چاہتا ہے مگر یہ اشیاء ناسوتی اس کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں اور اس طرف جانے نہیں دیتیں۔

گر رہاند پائے خود از دست گل	گل بماند خشک واوشد منتقل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے	مٹی خشک رہ جائے وہ مستقل بن جائے

یعنی اگر یہ اپنے پاؤں دست وگل سے چھڑالے تو گل تو خشک رہ جاوے اور یہ منتقل ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر یہ اس ناسوت سے قطع تعلق کردے تو یہ ناسوت تو یونہی رہ جاوے اور یہ ملکوت کی طرف منتقل ہو جاوے آگے اس مثال کو خود تطبیق دیتے ہیں کہ۔

آن کشیدن چیست از گل آب را	جذب تو نقل و شراب ناب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟	تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

یعنی وہ کھینچنا گل کی طرف سے آب وکیا ہے تمہارا نقل کو اور شراب ناب کو جذب کرنا ہے۔ نقل کہتے ہیں اس شئے کو جو بعد شراب کے کھائی جاتی ہے مراد تلذذات وتنعمات مطلب یہ کہ تم جو ان تلذذات وتنعمات میں پھنسے ہوئے ہو بس یہ ہی عالم ناسوت کی طرف کشش ہے۔

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہان	خواہ مال و خواہ جان و خواہ نان
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت	خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

یعنی اسی طرح ہر شہوت جان میں خواہ وہ مال ہو خواہ جان ہو خواہ نان ہو۔

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن	خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ باغ اور سواری اور تلوار اور ڈھال	خواہ سلطنت اور گھر اور اولاد اور بیوی

یعنی خواہ باغ ہو یا مرکب ہو یا تلوار ہو یا ڈھال ہو یا ملک ہو یا گھر ہو یا فرزند و زن ہو۔

ہر یکے زینہا ترا مستی کند	چوں نیابی آن خمارت میکند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے	جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کر دیتی ہے

یعنے ہر ایک ان میں سے تجھے مستی کرتی ہے اور جب تو ان کو نہیں پاتا ہے تو تجھے خمار کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جس قدر اشیاء ناسوتی ہم نے تم کو بتائی ہیں یہ ہی تم کو مست رکھتی ہیں اور اپنے اندر لگائے رکھتی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب تم کو یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں تو تم کو ایک قسم کا خمار ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً تمبا کو کھانے والوں کو تمبا کو نہ ملنے سے ایک خمار ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء کے نہ ملنے سے تم کو جو ایک غم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہی چیزیں جب تمہارے پاس ہوتی ہیں تو تم کو مست رکھتی ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

ایں خمار غم دلیل آن شدہ است	کہ بدان مقصود مستیت بدست
یہ غم کی اینٹھن اس کی دلیل ہے	کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

یعنی یہ غم کا خمار دلیل اس کی ہے کہ اس مقصود سے تم کو مستی تھی (اور اس مستی ہی کی وجہ سے ان کی طرف جذب ہوتا ہے اور تمام ملکوت سے دوری ہوتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ)

جز باندازہ ضرورت زین مگیر	تانگرد د غالب و بر تو امیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے	تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

یعنی بجز اندازۂ ضرورت کے اس سے مت لے تاکہ یہ تجھ پر غالب اور امیر نہ ہو جاویں۔ (تو تجھے چاہئے تو یہ تھا مگر تو نے یہ کیا کہ)

سرکشیدی تو کہ من صاحبدلم	حاجت غیرے ندارم واصلم
تو نے اس لئے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں	مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود واصل بحق ہوں

یعنی تو نے سرکشی کی کہ میں تو صاحبدل ہوں اور کسی غیر کی حاجت نہیں رکھتا میں تو واصل ہوں۔

آنچنانکہ آب در گل سرکشد	کہ منم آب و چرا جویم مدد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے	کہ میں تو پانی ہوں میں کیوں مدد چاہوں؟

یعنی جیسے کہ آب گل میں سرکشی کرنے لگے کہ میں تو آب ہوں میں مدد کیوں تلاش کروں (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ اسی طرح سڑے گا اور کبھی ترقی نصیب نہ ہوگی اسی طرح تم اس پندار میں پھنس کر یہیں رہ گئے ہو اور یہ عالم ناسوت تم کو ترقی سے مانع ہوگیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

لاجرم دل زاہل دل برداشتے	دل تو ایں آلودہ را پنداشتے
اسی لئے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشت ہے	تونے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے

یعنی دل تونے اس آلودہ کو سمجھ رکھا ہے اس لئے دل کو اہل دل سے برداشتہ کر رکھا ہے یعنی تم نے چونکہ اس دل کو دل سمجھا ہے جو آلودۂ دنیا ہے اور یہ دل اہل دل کے پاس ہے۔ نہیں تو اس لئے تم ان سے دل برداشتہ ہو رہے ہو ورنہ اگر تم دل کی حقیقت سمجھ لیتے تو اہل دل سے ہرگز برداشتہ خاطر نہ ہوتے آگے بطور سوال فرماتے ہیں کہ۔

کہ بود در عشق شیر وانگبین	خود روا داری کہ آن دل باشد این
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے	(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے

یعنی کہ تم جائز رکھتے ہو کہ وہ (تمہارا) دل یہ ہووے جو کہ شیر وانگبین کے عشق میں ہوتا ہے۔

ہر خوشے را آن خوش از دل حاصل است	لطف شیر وانگبین عکس دل است
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے	دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا عکس ہے

یعنی شیر وانگبین میں جو لطف ہے وہ عکس دل کا ہے اور ہر خوب کے لئے وہ خوبی دل ہی سے حاصل ہے۔ مطلب یوں سمجھو کہ یہ تو معلوم ہے کہ تمام عالم مظہر ہے اسماء الٰہیہ کا اور ان میں سے مظہر اتم واکمل وجامع انسان ہے اور دیگر اشیاء خاص خاص اسماء کے مظاہر ہیں۔ پھر جس کے مظہر میں اس میں بھی ناقص ہیں اور انسان مظہریت میں کامل ہے تو اب ایسا ہے گویا کہ مظہر اسماء ہونے میں انسان تو اصل ہے اور باقی سب چیزیں اس کی فرع اور اس کے عکس ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ شیر وانگبین میں جو لطافت آئی ہے یہ بھی تو مظہر ہے اسم حق کا اور انسان اس اسم کے مظہر میں بھی اکمل ہے تو گویا کہ ان کی لطافت فرع ہے لطاف قلب کی تو کیا تم یوں چاہتے ہو کہ تمہارا قلب جو کہ اصل ہے وہ فرع اور تابع بن جاوے آگے اور اوصاف فرماتے ہیں کہ۔

سایۂ دل چوں بود دل را غرض	پس بود دل جوہر و عالم عرض
دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟	تو دل جوہر ہوتا ہے اور عالم عرض

یعنی پس دل تو (اصل ہونے کے اعتبار سے) جوہر ہوگا اور یہ تمام عالم (تابع ہونے کے اعتبار سے) عرض ہوا۔ تو دل کا مقصود سایۂ دل کس طرح ہو جاوے گا۔ یعنی جو شئے کہ تابع تھی وہ اس کا مقصود کس طرح بن جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آن دلے کہ عاشق مالست و جاہ	یا زبون ایں گل و آب و سیاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے	یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یعنی وہ دل جو کہ عاشق مال وجاہ ہے یا اس آب وسیاہ وگل میں مغلوب ہو رہا ہے۔

یا خیالاتے کہ در ظلمات او	می پرستد شان برائے گفتگو
یا ان خیالات سے (مطلوب ہے) اندھیرے میں	جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے

یعنی یا وہ خیالات کہ جو ظلمات میں ہیں ان کی پرستش کرتا ہے (تو ایسا دل) برائے گفتن ہی ہے۔

دل نباشد غیر آن دریائے نور	دل نظر گاہ خدا و انگاہ کور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے	دل خدا کا مطمع نظر ہو اور پھر اندھا ہو

یعنے دل بجز دریائے نور کے نہیں ہوتا دل نظر گاہ خدا کی ہو اور پھر اندھا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو دل کہ عاشق مال وجاہ یا خیالات ظلمانی ہے وہ دل ہی نہیں بلکہ دل تو وہ ہے جو کہ خالص نورانی ہے اس لئے کہ دل نظر گاہ حق ہے بھلا جو شئے کہ خدا کی نظر گاہ ہو وہ کہیں اندھی بھی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام	در یکے باشد کدام است آن کدام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے	کسی ایک میں ہوتا ہے وہ کون ہے کون؟

یعنی کیا دل لاکھوں خاص و عام میں ایک ہی میں نہیں ہوتا اور وہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی دل والا تو لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر وہ بھی بہت کمیاب ہے۔

ریزۂ دل را بہل دل را بجو	تا شود آن ریزہ چوں کوہے ازو
دل کے ریزے کو چھوڑ دل کو تلاش کر	تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

یعنی ریزۂ دل کو ترک کر اور (اہل) دل کو تلاش کر تا کہ یہ ریزہ بھی اس کی وجہ سے مثل ایک کوہ کے ہو جاوے۔ ریزۂ دل سے مراد دل صنوبری ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی طرف سے التفات ہٹاؤ اور اہل دل کو تلاش کرو کہ ان کی صحبت سے تمہارا یہ دل بھی کام کا ہو جاوے گا۔

دل محیط است اندریں خطہ وجود	زر ہمی افشاں و از احسان وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے	احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

یعنی اہل دل اس خطہ وجود کو محیط ہیں اور احسان وجود سے زر افشانی کر رہے ہیں۔

از سلام حق سلامتہا نثار	میکند بر اہل عالم ز اختیار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور	کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر (اپنے) اختیار سے

یعنی حق تعالیٰ کے سلام سے سلامتیاں اہل عالم پر اپنے اختیار سے نثار کر رہے ہیں۔ اہل دل سے یہاں مراد قطب الارشاد ہے مطلب یہ ہے کہ قطب الارشاد جو ہوتا ہے تمام خطہ عالم پر محیط ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلامتیوں کو اہل عالم پر نثار کرتا ہے۔

ہر کرا دامن درست ست او معد	آن نثار دل بر آنکس مے رسد
جس کا دامن درست اور تیار ہے	دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

یعنی جس شخص کا دامن درست ہے داور درست ہے وہ (اہل) دل کا نثار اس پر پہنچتا ہے۔

دامن تو آن نیاز است و حضور	ہیں منہ در دامن آن سنگ فجور
تیرا دامن ' نیاز مندی اور حاضری ہے	خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

یعنی تمہارا دامن و نیاز مندی اور حضور ہے تو تم اپنے دامن میں سنگ فجور مت بھرو۔

تا ندرد دامنت زان سنگہا	تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے	خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

یعنی تاکہ تمہارا دامن ان پتھروں سے پھٹ نہ جائے اور تاکہ تم نقد کو رنگوں سے (ممتاز کر کے) جان لو۔ مطلب یہ ہے اگر تم کو نیاز مندی اور حضور قلب حاصل ہے تو تم پر وہ نثار ابھی پہنچے گا اور تم اس سے فیضیاب ہو گے اور اگر تم نے اس دامن نیاز و حضور کو سنگہائے فسق و فجور سے بھر کر پھاڑ لیا تو اس وقت تم ان فیوض کو ان حضرات سے حاصل نہیں کر سکتے۔

سنگ پر کردی تو دامن از جہاں	ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں دامن پتھروں سے بھر لیا	بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

یعنی تم نے دامن کو اس جہان سے پر زسنگ کر لیا ہے اور سیم و زر کے پتھروں سے بھی مثل بچوں کے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نادان بچے پتھروں کو روپے پیسے سمجھ کر ان سے دامن بھر لیتے ہیں اسی طرح تم نے ان ملذذات و تنعمات کو لذیذ جان کر ان سے اپنے دامن کو پر کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وہ دامن نقدی پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود	دامن صدقت درید و غم فزود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا	اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

یعنی وہ خیال سیم و زر کا جب زر نہ تھا تو تمہارے دامن صدق کو اس نے پھاڑ دیا اور غم زیادہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس کو تم زر سمجھتے تھے چونکہ اصل میں وہ زر نہ تھا لہذا اس کو جب تم نے اپنے دامن میں بھرا تو پتھروں نے تمہارے دامن نیاز و حضوری و تقویٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ	تا نگیر عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر ' پتھر کب نظر آتا ہے؟	جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

یعنی بچوں کو سنگ سنگ کب معلوم ہوتا ہے جب تک کہ ان کے دامن کو عقل چنگل میں نہ پکڑ لے۔ مطلب یہ کہ جب تک بچوں کو عقل نہیں آتی اس وقت تک وہ پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے بلکہ ان کو روپیہ پیسہ سمجھ کر ان سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب تک ہم کو عقل باطن حاصل نہ ہوگی اس وقت تک ہم ان تلذذات وتنعمات کو مایۂ حیات سمجھیں گے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم تو بچے نہیں ہماری تو عمر اسی برس کی ہوگئی ہے تو ہم جو اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں ہم اس میں داخل نہیں ہیں۔ مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

پیر عقل آمد نہ آں موئے چو سفید	مونمی گنجد دریں بحث امید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال	اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

یعنی پیر تو عقل ہوتی ہے نہ وہ دودھ جیسے بال اور اے درویش اس جگہ بال بھی نہیں سما تا۔ مطلب یہ ہے کہ بزرگی بعقلست نہ بسال اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ اسی برس کے بوڑھے ہوگئے کام تو اس سے چلتا ہے کہ عقل ہو۔ تو جب دین کی عقل تم کو نہیں ہے تو تم ابھی بچے ہو۔ ایک اور جگہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ۔

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے اہل اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تھی یہ مضمون بھی اسی کا تتمہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اے دل تو منظور بنظر رحمت حق اس وقت ہوگا جب کہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف راجع ہوگا اور اس سے اتصال پیدا کرے گا۔ اس شعر میں بظاہر دل کو خطاب ہے مگر فی الحقیقت اس کے مخاطب اہل دل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تمہارا دل منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ اس کو اہل اللہ کے قلوب سے اتصال ہو اس سے معلوم ہوا کہ جزو سے مراد قلوب عوام ہیں اور کل سے مراد قلوب عرفا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ قلوب عوام کو جزو ان کے نقصان کے بنا پر کہا گیا ہے۔ اور قلوب اہل اللہ کو کل ان کے کمال کے بنا پر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ جزویت اور کلیت تشبیہی ہے نہ کہ تحقیقی ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سنو کہ کوئی اعتراض کرسکتا تھا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاکم اور قلوب میں ہمارا قلب بھی داخل ہے اور شرط کوئی ہے نہیں۔ تو ہمارا دل منظور نظر حق کیوں نہ ہوگا۔ اور اس کی منظوریت اس شرط پر کیوں معلق ہوگی مولانا آگے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے۔ صورت پر نہیں اور صورت کے منظور حق منظور نہ ہونے

کی وجہ ہے کہ وہ آب وگل ہے اور آب وگل منظور نظر نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کوئی اور شے ہے جو مغائر ہے آب وگل کے اور تمہارا دل آب وگل سے علیحدہ نہیں لہذا وہ صورت میں داخل ہوگا اور قلوب میں داخل نہ ہوگا جب صور میں داخل ہوگا تو منظور نظر نہیں ہو سکتا۔ اور قلوب میں داخل ہونا اس کا موقوف ہے اتصال بقلوب اہل اللہ پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا منظور حق ہونا موقوف ہے اتصال بہ قلوب اہل اللہ پر وہوالمدعے تم کو غلطی یوں ہوئی کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ دل نہیں کیونکہ دل مجردات سے ہے اس کا مرتبہ تو عرش سے بھی بالا ہے وہ کوئی ناسوتی شئے نہیں۔ پس اگر اس پر تجرد غالب ہے تو وہ دل ہے اور اگر جسمانیت کا غلبہ ہے تو وہ دل نہیں اور تیرے دل پر جسمانیت اور ناسوتیت غالب ہے پس وہ دل کیسے ہو سکتا ہے اس کو تم یوں سمجھو کہ چھوڑے میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن وہ پانی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے وضو یا استنجا کیا جاوے کیونکہ گو وہ اپنی ذات کے لحاظ سے پانی ہے لیکن مٹی سے مغلوب ہو کر اس نے مٹی کا حکم حاصل کر لیا ہے پس یہ ہی حالت تمہارے دل کی ہے کہ گو وہ اپنی ذات سے مجرد اور قلب ہے مگر انہماک فی الناسوت کے سبب وہ بھی حکماً ناسوتی ہو گیا ہے اور اس قابل نہیں کہ احکام قلب اس کے لئے ثابت ہوں۔ پس اب نہ کہنا کہ میرا دل بھی دل ہے اور اس کو بھی منظور حق ہونا چاہئے تیرا اور تیرے امثال کا دل ہرگز دل نہیں۔ کیونکہ وہ ناسوت میں منہمک ہے بلکہ دل تو اہل اللہ کا دل ہے خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دل عرش سے بالاتر ہے اور جو عرش سے بالاتر ہے وہ قلب اولیاء اللہ یا قلب انبیاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دل حقیقۃً قلب اہل اللہ ہے وہ گل سے پاک اور کامل و مکمل ہے وہ گل یعنے عالم ناسوت کو چھوڑ کر سمندر میں مل گیا ہے اور عالم ناسوت کی قید سے چھوٹ کر اور بحر حقیقی یعنی حق سبحانہ سے اتصال پیدا کر کے خود بھی ایک سمندر ہو گیا ہے پس جو قلب اس سے اتصال پیدا کر لیں گے وہ بھی دل سمندر ہو جائیں گے۔ یہاں تک پہنچ کر مولانا پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا پانی یعنی دل مٹی یعنی عالم ناسوت میں مقید ہو کر رہ گیا ہے اے بحر رحمت ہم کو اس جیل خانہ سے نکالئے اور اپنے ساتھ متصل کر کے ہمارے پانی یعنی دل کو بھی سمندر بنا دیجئے۔ اس کے بعد اس سے افاقہ ہوتا ہے اور پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سمندر یعنی اہل اللہ تم سے یہ ہی کہتا ہے کہ میں تم کو بھی اپنے اندر جذب کر سکتا ہوں مگر رحمت تو یہ ہے کہ تم غرور میں مرے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ میں تو خود پانی ہوں مجھے اس پانی کی کیا ضرورت ہے یہ تمہاری شیخی تمہیں محروم کر رہی ہے۔ پس تم غرور کو چھوڑ دو اور مجھ میں مل کر دیا ہو جاؤ۔ اب مولانا اس کھینچنے کا منشا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب وگل یعنی تمہارا دل بالطبع تو یہی چاہتا ہے کہ دریا میں جا ملے لان الجنس الی الجنس یمیل لیکن مٹی اس کے پاؤں کو پکڑ کر کھینچتی ہے اور جانے نہیں دیتی۔ ایسی حالت میں اگر وہ مٹی سے اپنا پاؤں چھڑا لے تو مٹی خشک رہ جائے اور وہ اس سے نکل کر چلا جاوے۔ اب یہ سمجھو کہ مٹی کے پانی کو کھینچنے کا کیا مطلب ہے وہ یہ کہ تم کو خواہش ہے نقل اور شراب ناب کی یہی وہ کشش ہے جو دل کو اتصال یا اہل اللہ سے مانع ہوتی ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو اتصال سے روکتی ہے علیٰ ہذا دنیا میں جو مرغوب چیز

ہے خواہ مال ہو خواہ جان خواہ عزیز واقارب خواہ باغ خواہ سواری خواہ تلوار خواہ ڈھال خواہ ملک خواہ گھر خواہ بیوی بچے سب کی یہ ہی حالت ہے اور انہوں نے تم کو مست کر رکھا ہے کیونکہ جب وہ تم کو نہیں ملتے تو ان کے خمار سے تمہارا بدن ٹوٹتا رہتا ہے یہ خمار غم اس کی دلیل ہے کہ تم ان اشیاء میں مست ہو لیکن یہ مناسب نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ان اشیاء کو مت حاصل کرو تا کہ یہ تم پر غالب اور حاکم ہو کر تم کو برباد نہ کر دیں غرض کہ تو نے ان اشیاء میں مست ہو کر یہ خیال باطن ذہن میں جما لیا کہ میں صاحب دل ہوں اور میرا دل منظور حق ہے اور میں واصل ہوں اور اس بناء پر تو اہل اللہ سے کھنچ بیٹھا۔ جس طرح کہ جوڑے کا پانی یہ سمجھ کر میں خود پانی ہوں اور مجھے آب بحر کی مدد کی کیا ضرورت ہے بحر سے کھنچ بیٹھتا ہے اور تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا پس لامحالہ تو نے اہل دل سے قطع تعلق کر لیا۔ اچھا تو ہی انصاف سے کہدے کہ کیا تو اس کو جائز رکھتا ہے کہ دل کی یہ حالت ہو کہ خدا سے غافل ہو کر دودھ اور شہد وغیرہ لذائذ کی محبت میں گرفتار ہو جاوے ہم نہیں خیال کرتے کہ تو اگر ذرا بھی انصاف سے کام لے گا تو اس کو جائز رکھے گا۔ تو اب تو ہی انصاف کرے کہ یہ تیرا دل جس کی یہ ہی حالت ہے دل کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ امید ہے تو یہ ہی کہے گا کہ نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ دل کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ لذائذ دنیویہ میں مصروف ہو اس لئے کہ دودھ اور شہد وغیرہ کی خوبی تو خوبی دل کا عکس ہے اور جس دنیوی چیز میں جو کوئی اچھائی ہے وہ دل ہی سے حاصل ہے کیونکہ دل اگر ٹھیک ہو تو ہر چیز میں مزہ ہے اور اگر اس کی حالت خراب ہو تو پھر کسی چیز میں بھی لطف نہیں جب یہ حالت ہے تو دل اصل ہو اور تمام عالم اس کا تابع اور عکس۔ اب تم سمجھ لو کہ عکس دل کیونکر مطلوب دل ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو دل مال اور جاہ کا عاشق ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ وہ اس جوڑے کا مغلوب ہے یا یوں کہو کہ وہ ان اشیاء کا مغلوب ہے جو ایک وہم وخیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور جن کو وہ گھپ اندھیرے میں واقعیات سمجھ کر پوج رہا ہے۔ محض برائے نام اور کہنے کو دل ہے ورنہ حقیقت میں دل نہیں۔ کیونکہ دل تو وہی ہے جو نور سے لبریز ہو اس کے علاوہ کوئی دل نہیں کیونکہ ناممکن ہے کہ دل محل نظر خداوندی ہو اور پھر اندھا۔ اور بے نور ہو۔ پس اصل دل تو لاکھوں عوام اور خواص میں بھی نہ ملے گا۔ بلکہ ایک آدھ ہی کے پاس ہو گا لہذا اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ وہ کون ہے اور اپنے دل کو جس کو دل کا ایک ذرا سا ٹکڑا کہنا چاہئے چھوڑ کر دل کو ڈھونڈو۔ تا کہ یہ ریزہ ہی اس کی بدولت پہاڑ بن جاوے یاد رکھو کہ افاضہ اور استفاضہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول مستفیض کی طلب بشرائط کی دوم مفیض کی عنایت وسخاوت کی سو یاد رکھو کہ مفیض کی طرف سے تو تقصیر نہیں کیونکہ دل اپنے افاضہ اور احسان وجود کے لحاظ سے عالم وجود کو محیط ہے اور وہ اپنے احسان اور اپنی سخاوت کا سونا لٹا رہا ہے اور حق سے سلامتی حاصل کر کے اپنے اختیار سے عالم پر سلامتیاں بکھیر رہا ہے جس کا دامن درست اور پھیلا ہوا ہے وہ بکھیر اس تک پہنچتی ہے اور اس سے مستفیض ہوتا ہے اب اگر کمی ہے تو تمہاری طرف سے کہ تمہارا دامن درست اور پھیلا ہوا نہیں۔ لہذا تم محروم ہو۔ پس تم کو چاہئے کہ دامن کو خالی رکھو اور اس کو پھیلاؤ۔ لیکن دامن سے متعارف دامن مراد نہیں بلکہ وہ دامن عجز اور حاضر خدمت ہونا ہے۔

پس تم اس دامن کو پھیلاؤ اور خالی رکھو یعنی نافرمانی کے اینٹ پتھر اس میں نہ بھرو تا کہ وہ ان پتھروں سے پھٹ کر اس بکھیر کے روکنے کے ناقابل نہ ہو جاوے۔ دیکھنا سونے اور ملمع میں امتیاز کرنا اور سونے کے بدلے اور کچھ نہ بھر لینا۔ اب تک تو نے اپنے دامن میں متعارف سونے چاندی وغیرہ کے پتھر بھرے اور تیری مثال لڑکوں کی سی ہو گئی کہ جس طرح وہ پتھروں کو چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیتے ہیں یوں ہی تو نے اس متعارف چاندی سونے کو اصل چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیا۔ اس کے بوجھ سے تیرا دامن صدق وخلوص پھٹ گیا۔ یعنی ان کی محبت میں پھنس کر تیرے اندر اہل اللہ کے ساتھ اخلاص نہ رہا۔ اور چونکہ وہ خیال چاندی سونا اصلی چاندی سونا نہ تھا اس لئے واقع میں غم ہی بڑھا۔ خوشی کچھ بھی نہ ہوئی۔ گو وہ غم تم کو محسوس نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ تم اس چاندی سونے کو حقیقی چاندی سونا سمجھتے ہو اور خیالی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بعید نہیں کیونکہ جب تک عقل ان کو نہیں سنبھالتی اس وقت تک لڑکوں کو بھی پتھر پتھر نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ وہ اس کو سونا ہی سمجھتے ہیں تم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ بچوں کو تو بچپن کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے ہم تو بڈھے ہیں ہم کو دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ بزرگی بعقلست نہ بسال بڑا تو آدمی عقل سے ہوتا ہے سفید بالوں سے نہیں ہوتا یہاں بالوں کو کچھ بھی دخل نہیں پس چونکہ تمہیں عقل نہیں اس لئے اب بھی بچے ہی ہو۔

شرح شبّیری

اس جماعت اولیاء کا دقوقی کی دعاوشفاعت کو سن کر سمجھنا اور غائب ہو جانا اور دقوقی کا حیران ہونا کہ یہ لوگ ہوا میں اڑ گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام	شد نماز آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی	ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

یعنی جب وہ کشتی چھوٹ گئی اور اپنے مقصود پر آ گئی تو اس جماعت کی نماز بھی پوری ہو گئی۔

فجفجے افتاد شاں باہمدگر	کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر
ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی	کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم سے کس نے کیا ہے؟

یعنی ان لوگوں میں آپس میں ایک کچ پچ پڑ گئی کہ اس فضول حرکت کو ہم میں سے کس نے کیا ہے شر کی وجہ سے۔

ہر یکے باہمدگر گفتند سر	از پس پشت دقوقی مستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا	دقوقی کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

یعنی ہر ایک نے ایک دوسرے سے چپکے چپکے دقوقی کی پس پشت کہا۔ یعنی سب نے ایک دوسرے سے ان کی پس پشت پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔

گفت ہر یک من نکردستم کنوں	ایں دعا نے از بروں نے از دروں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب	یہ دعا، نہ بظاہر نہ بباطن

یعنی ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس وقت یہ دعا نہ باہر سے کی ہے اور نہ اندر سے یعنی نہ لب سے کچھ دعا کی اور نہ دل سے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنا تو کشف ہوا کہ کسی نے دعا کی ہے اور یہ بھی ہوا کہ کی ہے ہم میں سے ہی مگر یہ پتا نہ چلا کہ کس نے کی ہے اس لئے یہ ساری گڑ بڑ ہوئی۔

گفت مانا کایں امام ماز درد	بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے	فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

یعنی وہ بولے کہ یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے بوالفضولوں کی طرح یہ مناجات کی ہے۔

گفت آں دیگر کہ اے یار یقیں	مر مرا ہم می نماید ایں چنیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً	مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

یعنی دوسرے نے کہا اے یار یقیناً مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

او فضولی بودہ است از انقباض	کرد بر مختار مطلق اعتراض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے	اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے

یعنی وہ انقباض کی وجہ سے فضولی ہو گیا ہے کہ مختار مطلق پر اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ کشتی کو ڈوبتے دیکھ کر اس کو انقباض ہوا اور دل دکھا تو حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کر دیا۔ اعتراض سے یہ مراد ہے کہ اللہ میاں نے ڈوبانا چاہا اور اس نے ان کے خلاف منشاء دعا کی۔ جب ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان ہی حضرت کی یہ دعا ہے تو وہ سب ان کے پیچھے چل دیئے آگے خود کہتے ہیں کہ۔

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم	کہ چہ می گویند آں اہل کرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں	یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی جب میں نے پیچھے دیکھا تا کہ میں دیکھوں کہ وہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں۔

یک از یشاں را ندیدم در مقام	رفتہ بودند از مقام خود تمام
موقع پر میں نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا	اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

یعنی ان میں سے ایک کو بھی اس جگہ میں نے نہ دیکھا اور وہ سارے کے سارے اپنی جگہوں سے چل دیئے تھے۔

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر	چشم تیز من نشد بر قوم چیر
نہ بائیں نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے	(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

یعنی نہ بائیں تھے نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے میری چشم تیز اس قوم پر غالب نہ ہوسکی۔

درہا بودند گوئی آب گشت	نے نشان پاؤ نے گردے بدشت
گویا موتی تھے پانی بن گئے	نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

یعنی وہ موتی تھے گویا کہ پانی ہوگئے کہ نشان پاؤں کا نہ کوئی گرد جنگل میں

در قباب حق شدند آندم ہمہ	در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے	وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی

یعنی وہ سارے اسی وقت حق تعالیٰ کے قبوں میں چلے گئے (اور نہ معلوم) وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی۔

در تحیر ماند ام کایں قوم را	چوں بپو شانید حق بر چشم ما
میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو	اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

یعنی میں تحیر میں رہ گیا کہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے ہماری آنکھ سے کس طرح پوشیدہ کردیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنچناں پنہاں شدند از چشم او	مثل غوطہ ماہیاں در آب جو
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے	جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

یعنی وہ لوگ اس دقوقی کی نگاہ سے ایسے پوشیدہ ہوئے جیسے مچھلیوں کا غوطہ آب جو میں (کہ اس کا کوئی اثر ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح ان کے جانے کا بھی کوئی نشان وغیرہ کہیں نہ تھا)

سالہا در حسرت ایشاں بماند	عمر ہا در شوق ایشاں اشک راند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے	ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

یعنی دقوقی ان لوگوں کی حسرت میں سالہا سال تک رہے اور ایک عمر تک ان کے شوق میں آنسو بہائے۔

آگے ایک اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

تو بگوئی مرد حق اندر نظر	کے در آرد باخدا ذکر بشر
تو کہے گا مرد خدا نگاہ میں	خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

یعنی تم کہیں یہ نہ کہو کہ مرد حق اپنی نظر میں خدا کے ساتھ بشر کا ذکر کب لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھلا جب دقوقی مرد حق ہیں تو ان کو تلاش خدا کرنی چاہیے تھی یہ ان آدمیوں کی تلاش میں کیوں پڑے اور تلاش بھی ایسی کہ روتے روتے ایک عمر گزار دی۔ آگے جواب فرماتے ہیں کہ۔

خر ازیں میخسپد اینجا اے فلاں	کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لئے سو جاتا ہے	کہ تو نے ان کو بشر سمجھا نہ کہ جان

یعنی اے فلاں گدھا اسی وجہ سے اس جگہ سوتا ہے کہ تو نے ان کو صرف بشر دیکھا جان نہ دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ترقی سے مانع یہی بات ہے اور سواری یہیں آ کر سورہتی ہے آگے نہیں چلنے دیتی۔ کہ تم ان حضرات کو صرف بشر سمجھے ارے ان کے اندر علاوہ بشریت کے اور صفات بھی تو ہیں کہ وہ اللہ والے تھے دقوقی ان کو بحیثیت اس کے کہ وہ اللہ والے تھے تلاش کر رہے تھے نہ کہ ان کی بشریت کی وجہ سے ان کے متلاشی تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کار ازیں ویراں شدہ است اے مرد خام	کہ بشر دیدی مر ایشانرا چو عام
اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا	کہ تو نے ان کو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

یعنی اے مرد خام کام اسی وجہ سے ویران ہو گیا ہے کہ تو نے ان کو دیگر عوام کی طرح (صرف) بشر ہی دیکھا۔

تو ہماں دیدی کہ ابلیس لعیں	گفت من از آتشم آدم زطیں
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے	کہا کہ میں آگ کا ہوں آدم مٹی کا ہے

یعنی تو نے وہی دیکھا جیسا کہ ابلیس لعین نے کہا کہ میں تو آتش سے ہوں اور آدم مٹی سے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ابلیس نے صرف ان کا مٹی سے ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات نہ دیکھے۔ اسی طرح تو نے ان حضرات کا بشر ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات پر نظر نہ کی۔

چشم ابلیسانہ را یکدم بہ بند	چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے	صورت کو کتنا دیکھے گا' آخر کتنا ' کتنا؟

یعنی اس چشم شیطانی کو ایک دم کے لئے بند کر لے اور صورت کو آخر کہاں تک دیکھے گا۔ یعنی صرف صورت کے دیکھنے کو چھوڑ کمالات پر بھی نظر کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوقی باد و چشم ہمچو جو	ہیں مبرا مید و ایشانرا بجو
اے دقوقی! نہر جیسی دو آنکھوں سے	خبردار مایوس نہ ہو' اور ان کو تلاش کر

یعنی اے دقوقی اپنی دونوں ندی جیسی آنکھوں سے ان کو تلاش کر اور امید قطع مت کر۔

ہیں بجو کہ رکن دولت جستن است	ہر کشادے در دل اندر بستن است
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے	ہر کشادگی دل بستگی کی وجہ سے ہے

یعنی ہاں تلاش کر کہ دولت کا رکن تلاش کرنا ہی ہے اور دل میں ہر کشادگی بستہ کرنے سے ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اولیا کی تلاش میں لگے رہو کہ یہ طلب اور تلاش ہی وہ شئے ہے کہ جو دولت باطنی کا رکن اعظم ہے اور اولیاء اللہ میں دل لگائے رکھو کہ اس دل بستگی ہی سے کشادگی دل کی حاصل ہوگی۔

از ہمہ کار جہاں پرداختہ	کو کو مے گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر	فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ

یعنی جہان کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر جان ودل سے فاختہ کی طرح کوکو کہتا رہ۔ یعنی تلاش میں لگا رہ۔

نیک بنگر اندریں اے محتجب	کہ دعا را بست حق براستجب
اے محجوب! اس میں اچھی طرح غور کر	کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

یعنی اے محجوب ذرا اس میں اچھی طرح غور کر لے کہ حق تعالیٰ نے دعا کو استجب پر باندھا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ واذقال ربکم ادعونی استجب لکم تو دیکھو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو تو میں قبول کروں گا لہٰذا چاہیے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے اور تلاش اور جستجو میں لگا رہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا دل پاک شد از اعتدال	آں دعایش میرو تا ذوالجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا	اس کی دعا اللہ (تعالیٰ) تک پہنچتی ہے

یعنی جس کا قلب کہ اعتدال کی وجہ سے پاک ہوتا ہے تو اس کی دعا حق تعالیٰ تک جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اول قلب کو پاک کرو اس کے بعد دعا کرو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ چونکہ یہاں دعا کا ذکر آیا ہے تو آگے اس گانے والے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب تک کہ وہ کشتی گرداب سے نکلے اور منزل مقصود تک پہنچے اتنے میں ان لوگوں کی نماز بھی ختم ہو گئی اور مقتدیوں میں آپس میں کھس پھس ہونے لگی کہ جس نے یہ دعا کی ہے ہمیں میں سے کوئی ہے ہم سے باہر نہیں ہے وہ دقوقی کے پیٹھ کے پیچھے چھپے ہوئے چپکے چپکے آپس میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ بھائی میں نے تو یہ حرکت نہیں کی نہ دل میں نہ زبان سے۔ جب سب نے انکار کر دیا تو کسی نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ ہمارے امام صاحب ہیں کہ ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر خواہ مخواہ دعا کی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یار کہتے تو ٹھیک ہو مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ خواہ مخواہ ہیں کہ انہوں نے دوسروں کی تکلیف سے منقبض ہو کر مختار مطلق کی مزاحمت کی۔ اب دقوقی کہتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیکھوں تو سہی یہ حضرات کیا باتیں کر رہے ہیں تو مجھے ایک بھی وہاں نہ دکھائی دیا کیونکہ وہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ سے چل دیئے تھے۔ میں نے ہر چند ان کو دیکھا لیکن میری تیز نظر نہ ان پر دائیں جانب غالب آئی نہ بائیں جانب نہ اوپر نہ نیچے۔ یعنی وہ مجھے کہیں نہ دکھائی دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موتی تھے جو پگھل کر پانی ہو گئے کہ نہ پاؤں کا نشان ہے جنگل

میں دھول اڑتی ہے غرضکہ وہ حق سبحانہ کے قبوں میں چلے گئے۔ اور معلوم نہیں کہ وہ کس باغ میں چلدیئے مجھے حیرت ہے کہ ان لوگوں کو حق سبحانہ نے دفعۃً میری نظر سے کیوں غائب کر دیا اور اس میں کیا مصلحت تھی وہ دفعۃً یوں غائب ہو گئے جیسے مچھلیاں ندی میں غوطہ مار جاتی ہیں غرضکہ دقوقی برسوں اسی طرح افسوس کرتے رہے اور بہت زمانہ تک ان کے اشتیاق میں روتے رہے تم یہ اعتراض نہ کرنا کہ اہل اللہ کی نظر میں خدا کے ساتھ آدمیوں کا بھی کہیں ذکر آتا ہے۔ جب کہ نہیں آتا تو یا تو یہ واقعہ غلط ہے یا دقوقی ولی کامل نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ انسانوں کے طالب تھے کیونکہ تمہارا گدھا اس مقام پر اس لئے سو جاتا ہے اور تم حقیقت تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہو کہ تم اہل اللہ کو عام آدمیوں کی طرح آدمی سمجھتے ہو۔ اور ان کو جان کی طرح مطلوب نہیں سمجھتے۔ اور کام یوں ہی بگڑا ہے کہ تم کو ان کی حقیقت نہ معلوم ہوئی بلکہ ان کو بھی عوام کے مثل ایک معمولی آدمی سمجھا۔ اور جس طرح ابلیس نے کمالات آدم کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر نظر کی تھی اور کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے یوں ہی تم نے ان کو اسی نظر ابلیسانہ سے دیکھا۔ اور صورت میں عوام سے مشابہت دیکھ کر اپنے جیسا سمجھ لیا۔ ارے بھلے مانس آخر صورت کو کب تک مد نظر رکھے گا۔ اس ابلیسی آنکھ کو بند کر اور ان کی حقیقت کو دیکھ اے دقوقی آپ اس معترض کی طرف التفات نہ کریں اور اپنی ندی کی طرح آنسو بہانے والی آنکھوں سے آنسو بہاتے رہیں اور امید منقطع نہ کریں اور برابر ان کو ڈھونڈھتے رہیں۔ ہاں خوب ڈھونڈھیئے۔ اس لئے کہ مدار دولت ڈھونڈھنا ہی ہے۔ اور اہل اللہ کے ساتھ دلبستگی ہی ہر مشکل کے حل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آپ دنیا کے تمام کام چھوڑ کر جستجو میں لگ جایئے اور فاختہ کی طرح کوکو کرتے رہیئے اگر کسی محجوب کو میری اس گفتگو میں شک ہو تو میں اس سے کہوں گا کہ دیکھ حق سبحانہ نے دعا کو استجب کے ساتھ ملایا ہے اور کہا ہے ادعونی استجب لکم اس سے ثابت ہوا کہ طلب ہی حصول مقصد کا سبب عادی ہے اور جس کا دل نجاسات باطنیہ و امراض روحانیہ سے پاک ہوتا ہے اس کی دعا حق سبحانہ تک پہنچ کر مقبول بھی ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

اس حلال روزی کو بے کسب و محنت کے طالب کی حکایت کی دوبارہ شرح اور اس کی دعا کا مستجاب ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر	روز و شب میکرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا کہ وہ فقیر	دن رات فریاد اور زاری کرتا تھا

یعنی مجھے وہ حکایت یاد آ گئی کہ وہ فقیر دن رات فغاں ونفیر کیا کرتا تھا۔

وز خدا میخواست روزی حال	بے شکار وکسب و رنج انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا	بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

یعنی وہ خدا سے روزی حلال بے شکار اور کمائی اور رنج انتقال کے مانگا کرتا تھا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوال او	لیک تعویق آمد و شد پنج تو
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں	لیکن رکاوٹ آ گئی اور پیچ کوئی ہو گئی

یعنی ہم نے اس کا بعض حال پہلے بھی بیان کیا ہے لیکن (درمیان میں) تعویق آ گئی اور وہ پیچ تو ہوگیا

ہم بگوئیمش کجا خواہد گریخت	چوں زابر فضل حق حکمت بریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا	جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

یعنی ہم اس قصہ کو بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا۔ جب کہ ابر فضل حق سے حکمت ریختہ ہوئی۔
مطلب یہ کہ جب اس کے بیان میں بہت سے حکم ہیں تو ہم اس کو ضرور بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا
بس آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

صاحب گاوش بدید و گفت ہیں	اے بہ ظلمت گاوِ من گشتہ رہیں
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!	اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

یعنی اس شخص کو صاحب گاؤ نے دیکھا تو کہا کہ ارے تیرے ظلم میں میری گائے مرہون ہوگئی ہے۔

ہیں چرا کشتی بگو گاو مرا	ابلہ طرار انصاف اندر آ
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری	(اے) بیوقوف گلہ کٹے انصاف میں آ

یعنی ارے بتا تو نے میری گائے کو کیوں مارا ارے بیوقوف طرار انصاف تو کر۔

گفت من روزی زحق میخواستم	قبلہ را از لابہ مے آراستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا	قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

یعنی اس نے کہا کہ میں حق تعالیٰ سے روزی مانگا کرتا تھا اور قبلہ کو تضرع وزاری سے آراستہ کیا کرتا تھا۔

سالہا بودہ است کار من دعا	تاکہ بفرستاد گاوے را خدا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے	یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

یعنی سالہا سال تک میرا کام دعا کرنا تھا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ایک گائے بھیجی۔

چوں بدیدم گاو را برخاستم	روزی من بودکش میخواستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا	میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

یعنی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اٹھ بیٹھا اور وہ تو میری روزی تھی جس کو میں نے مانگا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب	روزی من بود کشتم نک جواب
وہ میری پرانی دعا قبول ہوگئی	وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کرلیا یہ جواب ہے

یعنی وہ میری پرانی دعا مستجاب ہوگئی وہ میری روزی تھی میں نے اسے مارلیا بس یہ جواب ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب کہ گفتگو ذکر قبول دعا تک پہنچی تو مجھے وہ قصہ یاد آ گیا کہ وہ فقیر رات دن چلاتا اور آہ و فغاں کرتا تھا اور خدا سے مشقت اور کمائی اور کہیں آنے جانے کی دقت کے بغیر حلال روزی مانگتا تھا۔ اس کا واقعہ ہم پیشتر کسی قدر بیان کر چکے ہیں مگر بعض موانع پیش آ گئے اور شدید بھی ہو گئے اس لئے اس کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن جب کہ فضل خدا کے ابر سے حکمت کا مینہ برس رہا ہے جو مقتضی ہے اس کے اتمام کو اس لئے وہ بھاگ کر کہاں جاویگا ہم اس کو پورا ہی کر کے رہیں گے وہ قصہ یہ ہے کہ اس کو گائے کے قابض نے دیکھا تو کہا کہ ہاں رے ہاں تیرے ہی ظلم میں میری گائے محبوس ہوئی ہے اچھا تو یہ تو بتا کہ تو نے میری گائے کو کیوں مار ڈالا۔ او رادا حمق گٹھ کٹے تو ہی انصاف کر کے یہ کہاں تک تیرے لئے جائز تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں بات یہ ہے کہ میں خدا سے بے مشقت حلال روزی مانگتا تھا اور قبلہ کو الحاح وزاری سے مزین کیا کرتا تھا برسوں تک یہ دعا کرنا ہی میرا کام رہا۔ حتیٰ کہ خدا نے میرے لئے گائے بھیج دی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اس کے پکڑنے کے لئے اٹھا کیونکہ وہ میری روزی تھی۔ جس کو میں خدا سے مانگتا تھا۔ اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور چونکہ میری وہ دعا جو میں ایک عرصہ سے مانگ رہا تھا مقبول ہو چکی تھی بس میں سمجھتا تھا کہ وہ میری روزی ہے لہذا میں نے مار ڈالا۔ تو مجھ سے جواب طلب کرتا تھا لے یہ جواب ہے۔

شرح شبّیری

فریقین کا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے پاس جانا

اوز خشم آمد گریبانش گرفت	چند مشتے زد بروئیش نا شگفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا	بے تحاشا اس کے منہ پر چند کے مارے

یعنی صاحب گائے غصہ میں آ گیا اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کے منہ پر بے صبر ہو کر چند گھونسے مارے۔

می کشیدش تا بداوُد نبے	کہ بیا اے ظالم گیج غبے
اس کو داؤد نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا	کہ آ اے احمق بیوقوف ظالم!

یعنی اس کو داؤد نبی تک کھینچ رہا تھا کہ اے ظالم دیوانہ غبی آ۔ یعنی اس کو کھینچتا ہوا داؤدؑ کے پاس لے چلا۔

حجت بارد رہا کن اے دغا	عقل در تن آور وباخویش آ
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ	اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

یعنی حجت افسردہ کو ترک کر اے دغا باز عقل کو بدن میں لا اور خودی میں آ۔

ایں چہ میگوئی دعا چہ بدمخند	برسر دریش من وخویش اے لوند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اڑا	اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

یعنی تو یہ کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے میرے اور اپنے سر و ریش پر اے رند ہنس مت مطلب یہ کہ میری اور اپنی ہنسی مت کرا۔

گفت من باحق دعا ہا کردہ ام	اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں	اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

یعنی اس نے کہا کہ میں نے تو خدائے تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں اور اس تضرع میں بہت خون پیا ہے۔

من یقین دارم دعا شد مستجاب	سربزن برسنگ اے منکر خطاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے	اے بدگو! پتھر پر سر مار

یعنی میں یقین رکھتا ہوں کہ (میری) دعا مستجاب ہو گئی اور اے منکر کلام تو (اپنا) سر پتھر پر مار۔

گفت گرآئید ہاں اے مسلمیں	ژاژ بیند و فشار ایں مہیں
اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ	اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

یعنی وہ (گائے والا) بولا کہ اے مسلمانوں جمع ہو جاؤ اور اس ذلیل کی بیہودگی اور فشار دیکھو (اور بولا کہ)

اے دغا تاچند خائی ژاژ را	حجت قاطع بگوچہ بود دعا
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا؟	فیصلہ کن دلیل لا دعا کیا ہوتی ہے؟

یعنی اے دغا باز کب تک بیہودہ باتیں کرے گا کوئی حجت قاطع لا دعا کیا ہوتی ہے (اور بولا کہ)

اے مسلمانان دعا مال مرا	چوں ازاں او کند بہر خدا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو	کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی خدا کے لئے

یعنی اے مسلمانوں میرے مال کو دعا اس کی ملک سے کس طرح کردے گی خدا کے واسطے (بتاؤ تو)

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں	یک دعا املاک بردندے بکیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اس	ایک دعا سے جبراً جائیدادیں مار لیتے

یعنی اگر ایسا ہی ہوا کرتا تو سارے عالم میں ایک دعا سے تمام املاک کو کینہ سے لیجایا کرتا۔

گر چنیں بودے گدایان ضریر	محتشم گشتہ بدندے و امیر
اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری	باحشمت اور امیر ہو جاتے

یعنی اگر ایسا ہوتا تو اندھے فقیر محتشم ہو جاتے اور امیر ہو جاتے (اس لئے کہ)

روز و شب اندر دعا اندوثنا	لابہ گویان کہ تو ماں دہ اے خدا
(وہ) دن رات دعا اور تعریف میں	خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

یعنی رات دن دعا اور ثنا میں تضرع کرنے والے ہیں کہ اے خدا تو ہم کو دے (اور کہتے ہیں کہ)

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں	اے کشائندہ تو بکشا بند ایں
جب تک تو نہ دے گا یقینا کوئی نہ دیگا	اے کھولنے والے اس بند کو کھول دے

یعنی جب تک تو نہ دے گا یقینا کوئی نہ دے گا۔ اے کھولنے والے تو ہی اس بند کو کھول۔

مکسب کوراں بود لابہ و دعا	جز لب نانے نیا بند از عطا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے	وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

یعنی اندھوں کی کمائی تو تضرع و دعا ہی ہے اور بجز ایک ٹکڑہ روٹی کے وہ عطا میں سے کچھ نہیں پاتے مطلب یہ کہ دیکھو اور اندھے جو دعا کرتے ہیں تو ان کو بجز اس کے کہ ایک ٹکڑہ روٹی کا مل جاوے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ کہاں کا نکلا ہے کہ اس کو دعا سے گائے مل گئی۔

خلق گفتند ایں مسلماں راست گواست	دیں فروشندہ دعا ہا ظلم جواست
مسلمانوں نے کہا یہ مسلمان سچ کہتا ہے	اور یہ دعا فروش ظالم ہے

یعنی لوگ بولے کہ یہ مسلمان سچا ہے اور یہ دعا کا بیچنے والا ظلم کی تلاش کرنے والا ہے۔

ایں دعا کے باشد از اسباب ملک	کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے	اس کو شریعت لڑی میں پروتی ہے؟

یعنی یہ دعا اسباب ملک سے کب ہو سکتی ہے اور اس کو شریعت اپنی لڑی میں کب کھینچ سکتی ہے مطلب یہ کہ

شریعت میں مالک ہونے کا طریقہ دعا کرنا کوئی نہیں ہے بلکہ۔

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا	یاز جنس ایں شود ملکے ترا
فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا	یا اس جیسی چیز سے تیری ملکیت (کا سبب ہوسکتی ہے)

یعنی بیع یا ہبہ یا وصیت یا عطا یا اس کی جنس سے کوئی اور ملک تمہارے لئے ہو۔

در کدامیں دفتر است ایں شرع تو	گاو را تو بازدہ یا حبس رو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟	تو گائے واپس کر یا قید میں جا

یعنی تیری یہ شرع کون سے دفتر میں ہے تو گائے کو یا تو واپس دے یا قید میں جا (اور بولے کہ)

اندر آدر حبس و درزندان او	ورنہ گاوش رابدہ حجت مگو
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا	ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

یعنی حبس وزندان میں آ ورنہ گائے اس کی دے اور حجت مت (جب اس نے دیکھا کہ دنیا میں کوئی میری بات کو نہیں سنتا تو اس نے اللہ میاں سے کہنا شروع کیا)

او بسوئے آسماں می کرد رو	کاے خداوند کریم لطف خو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا	کہ اے کریم خدا رحیم مزاج؟

یعنی اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے خداوند کریم لطف خو۔

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو	واقعۂ مارا نداند غیر تو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں	ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

یعنی میں نے اس آرزو میں بہت سی دعائیں کی ہیں اور ہمارے واقعہ کو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔

دردل من دعا انداختے	صدا مید اندر دلم افراختے
تونے میرے دل میں دعا ڈالی	تونے میرے دل میں سیکڑوں امیدیں ابھار دیں

یعنی میرے دل میں آپ نے ہی وہ دعا ڈالی اور میرے دل میں سو امیدیں آپ نے بلند کیں۔

من نمی کردم گزافہ آں دعا	ہمچو یوسف دیدہ بودم بس خوابہا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا	میں نے (حضرت) یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے

یعنی میں نے وہ دعا فضول نہ کی تھی۔ مثل یوسف کے میں نے بہت سے خواب دیکھے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سچی ہوئی اسی طرح مجھے بھی یقین ہے کہ میری ان

دعاؤں کا اثر بھی یقیناً صحیح ہوگا۔

دید یوسف آفتاب و اختراں	پیش او سجدہ کناں چوں چاکراں
(حضرت) یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا	اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

یعنی یوسف نے آفتاب اور ستاروں کو اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

اعتمادش بود بر خواب درست	درچہ زندان جز آں رامی نجست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا	کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ جستجو نہ کی

یعنی ان کو اپنی خواب پر اعتماد تھا تو کنویں اور زنداں میں سوائے اس کے (اور کسی کو) تلاش نہ کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ کنویں میں گر کر اور زنداں میں رہ کر ان کو یہی امید تھی کہ وہ خواب ضرور صحیح ہوگا۔

ز اعتماد آں نبودش ہیچ غم	از غلامی و از ملام بیش و کم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا	غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

یعنی اس کے اعتماد کی وجہ سے ان کو نیلامی اور بیش و کم ملامت سے کوئی غم نہ تھا۔

اعتمادی داشت او بر خواب خویش	کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے	جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

یعنی وہ اپنے خواب پر ایسا اعتماد رکھتے تھے کہ وہ شمع کی طرح ان کے آگے جلا کرتی تھی۔

چوں در افگندند یوسف را بچاہ	بانگ آمد سمع او را از الہ
جب انہوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا	ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

یعنی جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی۔

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں	تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ کا وزیر بنے گا	یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

یعنی کہ اے پہلوان تم ایک دن بادشاہ ہوگے یہاں تک کہ اس جفا کو ان کے منہ پر ملوگے۔ یعنی تم ان پر اس امر کو ظاہر کروگے اور ان کو شرمندہ کروگے۔

قائل ایں بانگ نامد در نظر	لیک دل بشناخت قائل را اثر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا	لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

یعنی اس آواز کا قائل دیکھنے میں نہ آیا لیکن دل نے قائل کا اثر پہچان لیا۔

قوتے و راحتے و مسندے	درمیان جاں فتادش زاں ندے
قوت اور راحت اور سہارا	اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

یعنی ایک قوت اور ایک راحت اور ایک مسند اس آواز سے ان کی جان میں پڑ گیا۔

چاہ شد بروے بداں بانگ جلیل	گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں بن گیا	گلشن اور محفل جیسا کہ خلیل (اللہ) پر آگ

یعنی اس آواز جلیل کی وجہ سے کنواں ان پر گلشن و بزم ہو گیا جیسے کہ آتش حضرت خلیلؑ پر۔

ہر جفا کہ بعد ازانش میرسید	او بداں قوت بشادی میکشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا	انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

یعنی اس کے بعد اس پر جو جفا پہنچتی تھی وہ اس کو اس قوت کی وجہ سے خوشی سے کھینچتے تھے۔

ہمچنانکہ ذوق آں بانگ الست	دردل ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق	ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لئے ہے

یعنی جیسا کہ اس بانگ الست کا ذوق حشر تک ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

تا نباشد در بلاشاں اعتراض	نے زامر و نہی حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو	نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

یعنی یہاں تک کہ بلا میں ان کو اعتراض نہیں رہتا۔ اور امر و نہی حق سے ان کو انقباض نہیں رہتا۔

لقمۂ تلخے چو شکر مے شود	خار ریحاں سنگ گوہر میشود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے	کانٹا ریحانؔ پتھر گوہر بن جاتا ہے

یعنی لقمۂ تلخ مثل شکر کے ہو جاتا اور خار ریحاں اور سنگ گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت یوسفؑ کو اس خواب پر اعتماد تھا اسی طرح مومنین کاملین کو اس روز الست کے عہد پر اعتماد ہے اور اس خطاب کا ایک لطف ان کے دل کے اندر موجود ہے اس ذوق کی وجہ سے تمام مصائب ان کو شیریں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لقمۂ حکمے کہ تلخی مے نہد	گلشکر آنرا گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے	(ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

یعنی جس حکم کا لقمہ کہ تلخی رکھتا ہے گلشکر اس کو گوارش دیتا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی حکم ان کو بظاہر تلخ معلوم ہوتا

ہے تو وہ گلشکر اس خطاب کا اس کو لذیذ اور گوارا کر دیتا ہے جیسا کہ مثلاً کڑوی دوا کو گلقند ملا کر کھلا دیں تو لذیذ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ حکم جو بظاہر تلخ تھا اس رضا کے گلقند میں ملا کر شیریں اور لذیذ اور گوارا ہو جاتا ہے۔

گلشکر آنرا کہ نبود مستند	لقمہ را از انکار او قے میکند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو	اس کے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

یعنی جس شخص کا سہارا گلشکر نہ ہو وہ لقمہ کو انکار کی وجہ سے قے کر دیتا ہے۔ لقمہ سے مراد احکام ہیں یعنی جس کو مرتبہ رضا حاصل نہ ہو وہ ان احکام کو بجا نہیں لا سکتا۔

ہر کہ خوابے دید از روز الست	مست باشد در رہ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے	وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

یعنی جو کوئی روز الست میں خواب دیکھتا ہے تو وہ راہ طاعات میں مست ہوتا ہے۔

می کشد چوں اشتر مست ایں جوال	بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے	بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

یعنی مست اونٹ کی طرح اس جوال (احکام) کو بے فتور اور بے شبہ اور بے ملال کے کھینچتا ہے۔

کفک تصدیقش بگرد پوز او	شد گواہ مستے دلسوز او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ	اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

یعنی اس کی تصدیق کے جھاگ اس کے منہ کے گرد اس کی مستی دلسوز گے گواہ ہیں۔ کفک سے مراد کلام۔ مطلب یہ کہ اس کا کلام بتا رہا ہے کہ اس میں کوٹ کوٹ کر مستی بھری ہوئی ہے اس لئے کہ اس کے کلام میں ایک سوزش ہوتی ہے۔

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ	زیر ثقل بار اندک خور شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا	بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

یعنی شتر (مستی کی وجہ سے) قوت میں شیر نر ہو گیا ہے اور بوجھ کے ثقل کے نیچے تھوڑی خوراک والا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس قدر مست ہے کہ بھوک بھی اس کو پوری طرح نہیں لگتی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مستی سوار ہوتی ہے تو بھوک وغیرہ سب غائب ہو جاتی ہے۔

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو	مینماید کوہ پیشش تار مو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں	پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

یعنی ناقہ کی آرزو میں اس پر سو فاقہ ہیں اور اس کے آگے پہاڑ تار مو کی برابر معلوم ہوتا ہے۔

دارالست آنکو چنیں خوابے ندید	اندریں دنیا نشد بندہ و مرید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے	وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

یعنی الست میں جس نے ایسا خواب نہ دیکھا وہ اس دنیا میں بندہ و مرید (حق) نہ ہوا۔

ور بشد اندر تردد صد دلہ	یک زماں شکرستش و سالے گلہ
اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دلی والا ہے	ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

یعنی اور اگر ہو گیا تو تردد میں صد دلہ ہوتا ہے اس کو ایک زمانہ شکر ہے تو ایک سال تک گلہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر ایسا شخص بندہ و مرید ہو بھی گیا تو ایک طرف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ تردد میں رہتا ہے کبھی شاکر و صابر ہوتا ہے کبھی کافر نعمت ہوتا ہے۔

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں	می نہد با صد تردد بے یقیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے	بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

یعنی راہ دین میں ایک پاؤں آگے ایک پیچھے سو تردد سے اور بلا یقین کے رکھتا ہے غرضکہ اس کو دین کی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ تردد ہی میں رہتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح اینم تنگ گرد	ورشتابست ازالم نشرح شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے	اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

یعنی ہم اس کی شرح کرنے کے قرضدار رہے اور یہ گرد ہے اور اگر جلدی ہے تو الم نشرح سے سن کو مطلب یہ کہ ہم اس کی شرح کو پھر بیان کریں گیا بھی اس کو نہیں تک رکھتے ہیں اور اگر تمہیں اس کی جلدی ہے اور تم قرض کرنا نہیں چاہتے تو الم نشرح سن لو کہ اس میں ہے کہ **الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک** یعنی کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھولا اور آپ سے اس بوجھ کو جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی الگ نہیں کر دیا۔ تو دیکھو شرح صدر کے بعد بوجھ سے ہلکا ہونا فرمایا ہے اسی طرح جب اس خواب روز الست کی وجہ سے شرح صدر ہو جاوے گا تو ان احکام کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاوے گا اب آگے چاہے بیان کریں گے یا نہ کریں گے۔ کچھ تو یہاں بھی بیان کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں	خر بسوئے مدعے گاؤ راں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے	گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

یعنی جب کہ اس معنی کی شرح کنارہ نہیں رکھتی تو گدھے کو اس مدعی گاؤ کی طرف چلاؤ یعنی اس کا قصہ بیان کرو۔ اب آگے اس دعا کرنے والے کی دعا جواد پر اس نے حق تعالیٰ سے شروع کی تھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا	پس بلیسانہ قیاس است اے خدا
اس نے کہا' اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا	اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

یعنی اس دعا کرنے والے نے کہا کہ اے خدا اس دغا باز نے مجھے اس جرم کی وجہ سے اندھا کہا ہے تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے اندھوں کی دعا سے میری دعا کو مشابہ کیا ہے تو گویا کہ مجھے اندھا کہا تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے کہ جسے اس نے آدم علیہ السلام کی صرف صورت کو دیکھا اور ان کے کمالات پر نظر نہ کی اسی طرح اس شخص نے بھی میری دعا کو ان کی دعا کی طرح کہدیا اور اس میں اور اس میں کچھ فرق نہ کیا۔

من دعا کورانہ کے می کردہ ام	جز بخالق گریہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟	اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

یعنی میں نے اندھوں کی طرح دعا کب کی ہے اور بجز خالق کے حاجت (کسی اور کے پاس) کب لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اور فقراء تو اپنی حاجت کو مخلوق کے آگے پیش کرتے ہیں اور میں نے تو بجز حق تعالیٰ کے کسی اور سے کہا ہی نہیں ہے پھر میں ان اندھوں کی طرح کہاں ہوں۔

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل	من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے	میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

یعنی اندھا تو مخلوق سے جہل کی وجہ سے طمع رکھتا ہے اور میں آپ سے آپ سے تمام دشوار سہل ہیں۔ یعنی اس دعا کرنے والے نے حق تعالیٰ نے عرض کیا کہ اندھے تو مخلوق سے احتیاج پیش کرتے ہیں مگر میں تو آپ ہی سے عرض کرتا ہوں پھر میں ان جیسا کہاں ہوا۔

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید	او نیاز جان و اخلاصم ندید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا	اس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

یعنی اس ایک اندھے نے مجھے اندھوں میں سے گن لیا اور اس نے میرا نیاز جان اور اخلاص نہ دیکھا۔

کوری عشقست ایں کوری من	حب یعمی و یصم است اے حسن
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے	اے بھلے! (یہ) محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

یعنی یہ میری کوری کوریٔ عشق ہے اور اے حسن محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ میں عاشق حق ہوں اس لئے محبت نے بیشک مجھے اندھا بہرا بنا دیا ہے باقی ان اندھوں میں سے میں نہیں ہوں۔

کورم از غیر خدا بینا بدو	مقتضائے عشق ایں باشد بگو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں	بتا' عشق کا یہی مقتضا ہے

یعنی میں غیر حق سے تو کور ہوں اور حق تعالیٰ کا بینا ہوں اور کہدو کہ مقتضائے عشق یہی ہوتا ہے۔

تو کہ بینائی ز کورانم مدار	دائرم برگرد لطفت اے مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں رکھ	اے مدار میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

یعنی (اے اللہ) آپ بینا ہیں تو مجھے اندھو میں مت رکھئے۔ اور اے مدار میں تو آپ کے لطف کے گرد دائرہ ہوں۔ مطلب یہ کہ میں تو آپ ہی کے لطف کا محتاج ہوں تو مجھے اندھا نہ بنایئے سبحان اللہ دیکھئے اس شخص کو حق تعالیٰ پر کیا ناز اور کیا بھروسہ تھا کہ کسی طرح جانب مخالف کا شبہ ہی نہ ہوتا تھا۔ آگے عرض کرتا ہے کہ۔

آنچنانکہ یوسف صدیق را	خواب بنمودی و گشتش متکا
جس طرح کہ یوسف صدیق کو	تو نے خواب دکھایا اور وہ ان کا سہارا بنا

یعنی جیسا کہ یوسف صدیق کو آپ نے ایک خواب دکھادیا تھا اور وہ ان کے لئے تکیہ گاہ بن گیا تھا (اور ان کو اس کے سچے ہونے کا پورا یقین تھا۔)

مرمرا ہم لطف تو خوابے نمود	ایں دعائے بیحدم بازی نبود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا	میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

یعنی مجھ کو بھی آپ کے لطف نے ایک خواب دکھادیا ہے اور وہ میری دعا بیحد کوئی کھیل نہ تھا۔

می ندانند خلق اسرار مرا	ژاژمے دانند گفتار مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں	میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

یعنی لوگ میرے اسرار کو جانتے نہیں ہیں اور میری باتوں کو بیہودہ جانتے ہیں (اب آگے لوگوں کا معذور ہونے کو بیان کرتے ہیں کہ)

حق شانست و کہ داند راز غیب	غیر علام سروستار عیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟	سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

یعنی ان لوگوں کو (اعتراض کرنے کا) حق ہے (اس لئے کہ) راز غیب کو سوائے علام غیب اور ستار عیوب کے کون جانتا ہے (لہذا اگر یہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی بھی خطا نہیں ہے) جب اس نے اس قدر دعا کی تو وہ گائے والا بولا کہ

خصم گفتش حق بگو اے تند خو	از روچہ سوئے آسمان کردی تو رو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت اچ بتا	تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

یعنی مقابل نے اس سے کہا کہ ارے تند خو سچ کہہ اور جچا آسماں کی طرف کیا منہ کیا ہے مطلب یہ کہ دعا کیا کر رہا ہے سچ بتا کہ کیوں میری گائے کو ذبح کیا۔

شیدمی آری غلط می افگنی	لاف عشق و لاف قربت میزنی
تو مکر کرتا ہے غلطی میں مبتلا کرتا ہے	عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

یعنی مکر لاتا ہے غلطی میں ڈالتا ہے اور عشق (حق) اور قرب (حق) کی شیخی مارتا ہے

باکدامیں روئے چوں دل مردۂ	روئے سوئے آسمانہا کردۂ
جب کہ تو مردہ دل ہے کس منہ سے	آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

یعنی جب کہ تو دل مردہ ہے تو کون سے منہ سے آسمان کی طرف منہ کیا ہے مطلب یہ کہ لوگوں کے مال کھا کھا کر دل تو تیرا مردہ ہو چکا ہے اور اب آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ میاں سے کس منہ سے عرض کر رہا ہے۔ دیکھئے غضب خدا کا یہ کمبخت اسی کا تو غلام ہے اور یہ سارا مال اسی دعا کنندہ کا ہے اور پھر چپ نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو جب ہی رسوا بھی فرمایا جب اس کا ظلم اس درجہ کو پہنچ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

غلغلے در شہر افتادہ ازیں	آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا	وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

یعنی اس بات کی وجہ سے شہر میں ایک غل پڑا ہوا تھا اور وہ مسلمان منہ زمین پر رکھے ہوئے (کہہ رہا تھا کہ)

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن	گر بدم ہم سرمن پیدا مکن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما	اگر میں برا بھی ہوں میرا راز فاش نہ کر

یعنی کہ اے خدا اس غلام کو رسوا مت کر اگر چہ میں برا ہوں میرے بھید کو ظاہر مت فرما۔

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز	کہ ہمی خوانم ترا باصد نیاز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں	میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کے ساتھ پکارتا تھا

یعنی آپ جانتے ہیں کہ طویل راتوں میں میں آپ کو سو نیاز سے پکارا کرتا تھا۔

پیش خلق ایں را اگر خود قدر نیست	پیش تو ہچو چراغ روشنی است
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے	تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

یعنی مخلوق کے سامنے اگر اس کی قدر نہیں ہے تو (اے اللہ) آپ کے سامنے تو ایک چراغ روشنی ہے۔

گاؤ می خواہند از من اے خدا	چوں فرستادی نکردم من خطا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں	جبکہ تو نے بھیجی تو میں نے غلطی نہیں کی

یعنی اے اللہ یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں جب آپ نے بھیج دی تھی تو میں نے خطا نہ کی۔ یعنی جب آپ نے اسے بھیج دیا تو میں نے فوراً اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اس لئے کہ میری دعاؤں کا اثر تھا سبحان اللہ اس شخص کو اپنی دعا پر اور حق تعالیٰ پر کیسا کچھ بھروسہ تھا کہ کسی طرح شبہ پڑتا ہی نہ تھا اب یہ لوگ جو لڑ رہے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے سن لیا اور وہ مکان سے باہر تشریف لائے۔ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ جواب سن کر وہ شخص غصہ میں اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر بیتابانہ چند گھونسے اس کے منہ پر مارے اور یہ کہہ کر اس کو کھینچنے لگا کہ او ظالم احمق اور کودن تو داؤد علیہ السلام کے پاس چل۔ اور کہا کہ تو حواس درست کر ہوش میں آ اور معاملہ کی بات پر لغو دلیلیں چھوڑ تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں نے دعا کی تھی۔ بھلا اس معاملہ میں دعا کو دخل کیا۔ نہ تو مجھ سے مسخرا پن کر اور نہ خود اپنے سے۔ اس نے پھر یہی جواب دیا کہ جناب میں نے بہت سی دعائیں خدا سے کی ہیں اور اس معاملہ میں میں نے بہت خون جگر کھایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوئیں اور حق سبحانہ نے مجھے حلال روزی دی تو نہیں مانتا تو اپنا سر پھوڑ لے جب اس نے دوبارہ بھی یہی جواب سنا تو کہا کہ مسلمانوں ذرا یہاں آؤ اور اس ملعون کی بیہودہ بکواس اور لغویت دیکھو۔ ارے دعا باز یہ بکواس کب تک تو اسے چھوڑ اور کوئی معقول وجہ بیان کر تو سمجھ تو سہی کہ تحلیل ملک غیر میں دعا کو کیا دخل۔ ارے مسلمانوں خدا کے لئے انصاف کرو کہ دعا میرے مال کو اس کی ملک کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بھی کوئی طریقہ تملک کا ہوتا تو تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملک کو دعا سے اپنی ملک بنا لیا کرتے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو یہ اندھے بھکاری دولتمند اور امیر ہو جاتے۔ کیونکہ وہ رات دن دعا و ثنا میں مصروف ہیں اور بالحاح وزاری کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں مال دیدے جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہیں دے سکتا۔ اے بندشوں کے کھولنے والے تو ہی اس بندش کو کھول اور کہیں سے مال دے۔ ان کی تو رات دن میں یہ دعا ہی کمائی ہے اس کے سوا اور کچھ وہ کرتے ہی نہیں۔ مگر بایں ہمہ ان کو صرف روٹی کا ایک کونا ملتا ہے اور تجھ کو گائے مل گئی۔ وہ بھی اس طرح کہ مالک کو خبر بھی نہیں۔ یہ لچھے دار تقریر سن کر لوگوں نے کہا کہ واقعی یہ مسلمان سچ کہتا ہے اور یہ جو بہت دعائیں گا رہا ہے اس پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ دعا ملک کا سبب کیسے ہو سکتی ہے اور اس قانون کو شریعت اپنے اندر کیسے شامل کر سکتی ہے آدمی کی جو کوئی شئے مملوک ہوتی ہے تو یا بیع سے یا تصدیق سے یا وصیت سے یا ہبہ سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے۔ یہ مسئلہ کسی کتاب میں ہے کہ دعا سے بھی کوئی شئے ملک ہو سکتی ہے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو گائے واپس دو یا جیل خانہ جانا منظور کرو۔ اگر گائے نہیں دیتے تو جیل خانہ میں جاؤ۔ اور جیل خانہ جانا منظور نہیں تو گائے دو۔ فضول باتیں مت کرو۔ لوگ یہ کہہ رہے تھے اور وہ آسمان کی طرف رخ کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک اے کریم اے رحیم آپ جانتے ہیں کہ میں نے رزق

خلاص کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اس واقعہ کو کما حقہ آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ وہ دعائیں آپ ہی نے میرے دل میں ڈالی تھیں اور آپ ہی نے میرے دل میں بہت سی امیدیں پیدا کی تھیں اور میں نے وہ دعائیں خواہ مخواہ نہ کی تھیں بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب اپنی کامیابی کے دیکھے تھے تب کی تھیں۔ اب مولانا واقعہ یوسف علیہ السلام کی تفصیل فرماتے ہیں اور اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے آفتاب اور گیارہ ستاروں کو دیکھا تھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کو اپنی اس صحیح خواب پر ایسا کامل اعتماد تھا کہ قید خانہ میں بھی وہی خواب ان کے پیش نظر رہا اور اس اعتماد کے سبب نہ ان کو اپنی غلامی کا رنج تھا نہ کم وبیش ملامت کا غرضکہ ان کو اپنے اس خواب پر جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا کامل اعتماد تھا۔ یہ تو اس واقعہ کی تفصیل تھی جس کا اس فقیر نے اپنی دعا میں حوالہ دیا تھا اب ان کے اعتماد کا ایک دوسرا واقعہ سنو جو اسی کے ملحقات میں سے ہے جبکہ ان کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا تو حق سبحانہ کی طرف سے ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ تم ایک روز بادشاہ ہو جاؤ گے تاکہ تم بھائیوں کی اس زیادتی کو جتلا کر ان کو شرمندہ کر سکو گو یہ آواز دینے والا ان کو نظر نہ آتا تھا مگر وہ اس کے منجانب اللہ ہونے کو اس کے اثر سے جانتے تھے۔ کیونکہ اس آواز سے ان کے دل میں ایک خاص قوت اور سکون اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اس آواز کے باعث وہ کنواں ان کے لئے اس قدر راحت دہ ہو گیا تھا جیسے کوئی باغ یا کوئی خوشی کی محفل جس طرح کہ ان کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار ہو گئی تھی اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جو تکلیف ان کو بعد کو پیش آتی وہ تکلیف اس قوت کے سبب مفضی الی السرور ہو جاتی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں اس آواز کی یوں ہی لذت تھی اور وہ لذت اون کے لئے آلام کو یوں ہی ہلکا کر دیتی تھی جس طرح کہ آواز الست بربکم کی لذت حشر تک ہر مومن کے دل میں رہے گی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ ان کو مصیبتوں میں حق سبحانہ سے کوئی شکایت ہوتی ہے اور نہ اوامر ونواہی سے ان کی طبیعت میں انقباض ہوتا ہے اس کے سبب کڑوا لقمہ ان کے لئے شیریں اور خار ریحاں اور پتھر موتی ہو جاتا ہے اور جو لقمہ حکم کہ مومن کی طبیعت میں تلخی اور بدمزگی پیدا کرتا ہے جس کے سبب وہ اس کو اگلنا چاہتا ہے تو فوراً وہ ندائے الست کی گلقند اس کو خوشگوار بنا دیتی ہے برخلاف اس کے جس کا اس گلقند پر اعتماد نہیں یعنی یہ گلقند اس کو حاصل نہیں وہ اس کا انکار کر کے اس کو اگل دیتا ہے اور جو شخص روز الست کا خواب دیکھتا ہے یعنی اس کو معرفت حق سبحانہ حاصل ہو گئی ہے وہ تو راہ طاعات میں مست ہوتا ہے اور مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے نہ اس کو کچھ شک وشبہ ہوتا ہے نہ وہ اکتاتا ہے اور نہ سستی کرتا ہے اور تصدیق لسانی کے جھاگ جو اس کے منہ پر ہیں اس کی باطنی دل سوز مستی کا ثبوت ہوتے ہیں یعنی وہ زبان سے بھی ان کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کی باطنی مستی کی۔ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے اب سنو کہ اونٹ کی مستی میں کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ قوت میں ایک شیر نر ہو جاتا ہے بھاری بوجھ کے نیچے رہ کر کھانے کی بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اونٹنی کی آرزو میں سینکڑوں فاقے برداشت کرتا ہے اور اس کی قوت کی یہ حالت ہوتی کہ پہاڑ کے برابر مشکلات کو بھی بال کی مانند حقیر سمجھتا ہے جب معلوم ہو گیا تو اب اس تشبیہ کی حقیقت

بھی واضح ہوگئی۔ یہ حالت تو اس کی تھی جس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اب اس کی حالت سنو جس نے یہ خواب نہیں دیکھا۔ ایسا شخص دنیا میں عبد اور منقاد نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی گیا تو متردد ہوتا ہے اور سینکڑوں طرح کے خیالات آتے ہیں اگر تھوڑی دیر شکر کرتا ہے تو سال بھر شکایت کرتا ہے راہ میں کبھی پاؤں آگے رکھتا ہے کبھی پیچھے غرضکہ اس کو یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ متردد رہتا ہے یہ مضمون میں تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اور اس کی شرح کا میں قرض دار ہوں جب خدا کرے گا ادا کردوں گا۔ اور اگر تم کو بہت جلدی ہے تو میں ایک ساہوکار بتائے دیتا ہوں اس سے وصول کرلو۔ وہ ساہوکار الم نشرح ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے شرح صدر بھاری بوجھوں کو ہلکا کردینے والا بلکہ ان کو اتار کر الگ رکھنے والا ہے چونکہ تفصیل اس کی بے حد ہے اس لئے اس کو ختم کرنا چاہیے اور مدعی گاؤ کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ ہاں تو وہ شخص حق سبحانہ سے دعا کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ یہ دغاباز مدعی مجھکو اس جرم میں اندھا بناتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قیاس اس کا ویسا ہی ہے جیسا شیطان نے کہا تھا کیونکہ میں نے بھیک مانگنے والوں کی طرح اندھے پن سے دعا نہیں کی تھی اور خدا کے سوا کسی سے بھیک نہیں مانگی اندھا بھکاری تو اپنی جہالت سے لوگوں سے طمع رکھتا ہے اور میں تجھ سے کیونکہ ہر مشکل کے آسان کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اس اندھے نے مجھے بھی اندھوں میں شمار کرلیا اور میری عاجزی اور اخلاص کو نہ دیکھا مانا کہ میں اندھا ہوں مگر میرا اندھا پن ویسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتا ہے بلکہ وہ اندھا پن ایسا ہے جیسا کہ عشق الٰہی میں ہوتا ہے کیونکہ محبت کا قاعدہ ہے کہ وہ غیر محبوب سے اندھا بہرا کردیتی ہے پس میں غیر خدا سے اندھا ہوں اور خدا کے لحاظ سے بینا اور یہ مقتضائے عشق نہایت ہی اچھا ہے نہ کہ مذموم جیسا کہ وہ احمق سمجھتا ہے اے اللہ وہ تو اندھا ہے اس لئے مجھے اندھا کہتا ہے اور تو میری حالت کو دیکھتا ہے تو مجھے اندھوں میں داخل نہ کرنا۔ پس میں تو اسی دائرہ کے مرکز کے گرد گھومتا ہوں یعنی میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ مجھے برا نہ سمجھیں جس طرح آپ نے یوسف علیہ السلام کو خواب دکھلایا تھا اور اس پر ان کو اعتماد ہوگیا تھا۔ یوں ہی آپ نے اپنی عنایت سے مجھے بھی خواب دکھلایا تھا اور اسی کی بنا پر یہ میری دعائیں تھیں لہذا یہ دعائیں کھیل نہ تھیں لوگوں کو میرے اسرار معلوم نہیں اس لئے وہ میرے بیان کو بکواس سمجھتے ہیں اس معاملہ میں حق پوشیدہ ہے اور غیب کا راز سوائے آپ کے کہ آپ عالم الغیب اور ستارہ عیب ہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس مدعی نے کہا کہ آسمان کی طرف کیا منہ کرتا ہے میری طرف دیکھ اور حق بات کہہ تو دھوکہ کرتا ہے اور غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے کہ عشق بازی اور تقرب حق کی شیخی مارتا ہے جب غذائے حرام سے تیرا دل مردہ ہے تو کیا منہ لے کر تو آسمان کی طرف منہ کرتا ہے یہ واقعہ تمام شہر میں مشہور ہوگیا مگر اس فقیر کی یہی حالت تھی کہ وہ سجدے میں پڑ کر حق سبحانہ سے دعائیں کرتا اور کہتا تھا کہ اے اللہ اپنے اس ناچیز بندے کو رسوا نہ کرنا اگر میں برا بھی ہوں تب بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہایت خشوع وخضوع سے دعائیں مانگتا تھا اور اگر مخلوق کو میری دعا کی قدر نہیں تو تیرے نزدیک یہ تو امر مثل روشن چراغ کے ظاہر ہے یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں لیکن جبکہ وہ آپ کی بھیجی ہوئی تھی تو اس کے ذبح کرنے میں میرا کوئی قصور نہیں لہذا یہ لوگ مجھ پر خواہ مخواہ ظلم کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا خصمین کی گفتگو کو ظاہر میں سننا

چونکہ داؤدؑ نبے آمد بروں	گفت ہیں چونست ایں احوال چوں
جب داؤدؑ نبی، باہر آئے	فرمایا ہاں یہ کیا احوال ہیں؟

یعنی جب حضرت داؤد نبیؑ باہر تشریف لائے فرمایا کہ ارے یہ کیا حال ہے کیا ہے۔

مدعی گفت اے نبی اللہ داد	گاؤ من درخانہ او در فتاد
مدعی نے کہا، اے اللہ کے نبی فریاد ہے	میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

یعنی مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ انصاف کیجئے میری گائے اس کے گھر میں آ گئی

گشت گاوم را بپرسش کہ چرا	گاؤ من کشت او بیاں کن ماجرا
اس نے میری گائے ذبح کر دی اس سے پوچھے کہ کیوں؟	میری گائے ذبح کی وہ واقعہ بتائے

یعنی اس نے میری گائے کو ذبح کر لیا اس سے پوچھئے کہ میری گائے کو کیوں ذبح کیا ماجرا بیان کرے۔

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم	چوں تلف کردی تو ملک محترم
اس سے داؤدؑ نے فرمایا، اے بھلے مانس	تونے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بوالکرم تو نے ملک محترم کو کیوں تلف کیا۔

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار	تا بیکسو گردد ایں دعویٰ دکار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر	تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

یعنی ہاں پراگندہ باتیں مت کر حجت بیان کر تا کہ یہ دعویٰ اور کام ایک طرف ہو

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال	روز و شب اندر دعا و در سوال
اس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا	دن رات دعا اور سوال میں

یعنی وہ (مدعا علیہ) بولا کہ اے داؤد میں سات برس تک رات دن دعا اور سوال میں تھا۔

ایں ہمی جستم زیزداں کاے خدا	روزے خواہم حلال و بے عنا
میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا تھا کہ اے خدا	میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

یعنی میں حق تعالیٰ سے یہ ڈھونڈھا کرتا تھا کہ میں ایک روزی حلال اور بے مشقت کے چاہتا ہوں۔

مرد و زن برنالہ من واقف اند	کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں	بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

یعنی میرے نالہ پر مرد وزن (سب) واقف ہیں اور بچے اس ماجرے کو بیان کرنے والے ہیں۔

تو بہ پرس از ہر کہ خواہی ایں خبر	تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں	تا کہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

یعنی آپ جس سے چاہیں اس بات کو پوچھ لیجئے تا کہ وہ بے شکنجہ اور بے ضرر کے کہہ دے۔ مطلب یہ کہ پوچھنے کے لئے کسی سزا وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ جس سے پوچھے گا سب بتادیں گے کہ بے شک یہ دعا کیا کرتا تھا۔

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں زخلق	کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے	کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

یعنی لوگوں سے ظاہر میں بھی پوچھئے اور پوشیدگی میں بھی کہ یہ گدائے کہنہ دلق کیا کہا کرتا تھا۔

بعد ازیں جملہ دعاؤ ایں فغاں	گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
میں تمام دعا اور فریاد کے بعد	اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

یعنی بعد ان دعاؤں اور اس فغان کے میں نے ناگہاں گھر میں گائے دیکھی۔

چشم من تاریک شد نے بہر لوت	شادی آنکہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے	اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

یعنی میری آنکھ تاریک ہوگئی نہ کہ قوت کے واسطے (بلکہ) اس کی خوشی میں کہ دعا قبول ہوگئی یعنی مجھے دعا کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اندھا ہو گیا اور میں نے گائے کو ذبح کر لیا۔

کشتم ایں را تا دہم در شکر آں	کہ دعائے من شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تا کہ اس شکریہ میں بانٹ دوں	کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

یعنی میں نے اس کو ذبح کر لیا تا کہ میں اس کے شکر میں اس کو باٹوں کہ میری دعا کو اس غیب داں نے قبول کر لیا (بس اس لئے میں نے اس کو ذبح کر لیا)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ قصہ مختصر یہ واقعہ داؤد علیہ السلام تک پہنچایا گیا۔ جب کہ داؤد علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو

آپ باہر تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ کیا بات ہے اور کیا جھگڑا ہے بیان کرو۔ مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ انصاف فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری گائے اس کے گھر میں چلی گئی اس نے اس کو مار ڈالا۔ اب آپ اس سے دریافت فرمالیجئے کہ اس نے اسے کیوں مارا اور اسے حکم دیجئے کہ وجہ بیان کرے۔ داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ہاں میاں بیان کرو کہ تم نے دوسرے کی ملک کو جس میں تم کو دست اندازی جائز نہ تھی کیوں ضائع کیا اور دیکھو بکواس نہ کرنا معقول بات کہنا تا کہ اس دعوے اور نالش کا آسانی سے فیصلہ ہو جاوے اس نے جواب دیا کہ حضور سات برس سے میں برابر دعائیں کر رہا تھا اور حق سبحانہ سے دعا میں یہ درخواست کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بے مشقت حلال روزی عطا فرما مرد عورت سب میرے اس گریہ وزاری سے واقف ہیں اور لڑکے تک اس واقعہ کو بیان کر سکتے ہیں آپ جس سے چاہیں اس واقعہ کو دریافت فرمالیں۔ وہ بدوں سزا کے اور بلا نقصان اٹھائے اس کو بیان کر دے گا۔ اور ظاہر میں بھی اور خفیہ بھی ہر طرح تحقیق کر لیں کہ یہ پرانی گدڑی والا فقیر کیا دعائیں مانگتا تھا یہ تو واقعہ تھا اس کے بعد اسی میری آہ وزاری کے سبب دفعۃً گائے میرے مکان میں گھس آئی اس کو دیکھتے ہی میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ مگر کھانے کے لئے نہیں بلکہ اس خوشی میں کہ میری دعا مقبول ہوئی اور میں نے اس کو اس لئے ذبح کیا کہ میں اس شکریہ میں اس کو خیرات کر دوں۔ کہ خدائے علام الغیوب نے میری دعا قبول فرمائی۔

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا اس کشندۂ گاؤ پر حکم کرنا

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو	حجت شرعی دریں دعویٰ بگو
(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھو دے	اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دھو اور اس دعوے میں کوئی حجت شرعی کہہ۔

تو روا داری کہ من بے حجتے	بنہم اندر شرع باطل سنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے	میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کردوں

یعنی کیا تو جائز رکھتا ہے کہ میں بلا کسی حجت (شرعی) کے شرع میں ایک باطل طریقہ رکھوں۔

اینکہ بخشید ت خریدی وارثے	ریع را چوں مے ستانی حارثے
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی؟ تو نے خریدی تو وارث ہے؟	پیداوار تو کیوں لیتا ہے تو کاشتکار ہے؟

یعنی یہ تجھے کس نے بخشا ہے یا تو نے خریدی ہے یا تو وارث ہے تو پیداوار کو کس طرح لیتا ہے کیا تو حارث ہے۔

کسب را ہمچوں زراعت دا عمو	تانہ کارے دخل نبود آن تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ	جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

یعنی اے چچا کسب کو زراعت کی طرح جانو۔ جب تک تو بووے گا نہیں آمدنی تیری ملک نہ ہوگی۔

انچہ کار بد روی آں آن تست	ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست
جو تو بووئے کاٹے وہ تیری ملکیت ہے	ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

یعنی جو کچھ کہ تو بووے گا اور کاٹے گا وہ تیری ملک ہیں ورنہ یہ بیداد تجھ پر درست ہوگی۔

روبدہ مال مسلماں کژ مگو	روبجو دام و بدہ باطل مجو
جا مسلمان کا مال دے ٹیڑھی بات نہ کر	جا قرض لے اور دیدے غلط نہ چاہ

یعنی جا مال مسلمانوں کا دے کج مت کر جا قرض کر لے اور دے باطل مت ڈھونڈ۔

گفت اے شہ تو ہم ایں می گوئیم	کہ ہمی گویند اصحاب ستم
اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں	جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

یعنی اس (دعا کنندہ) نے کہا کہ اے شاہ آپ بھی مجھے یہی کہتے ہیں جو کہ اور اصحاب ستم کہتے ہیں۔

اس شخص کا داؤد علیہ السلام کی داوری سے تضرع کرنا

پس زدل آہے برآورد و بگفت	کاے خدائے ہر کجا طاقے و جفت
تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا	اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

یعنی اس (مدعا علیہ) نے دل سے ایک آہ نکالی اور کہا کہ اے خدا ہر اس جگہ کے کہ جہاں کوئی طاق و جفت ہے یعنی وہ بولا کہ اے اللہ العالمین۔

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز	دردل داؤد انداز آں فروز
اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے	وہ روشنی داؤد کے دل میں ڈال دے

یعنی سجدہ کیا اور کہا کہ اے دانائے سوز داؤد کے دل میں بھی اس فروز کو ڈال دیجئے۔

دردلش نہ انچہ تو اندر دلم	اندر افگندی برازے مفضلم
اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل	میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

یعنی ان کے دل میں بھی رکھ دیجئے جو کہ آپ نے میرے دل میں ڈالا ہے اے بزرگ میرے۔

ایں بگفت و گریہ درشد ہائے ہائے	تادل داؤد بیروں شد ز جائے
یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا	یہاں تک کہ (حضرت) داؤد کا دل دھڑکنے لگا

یعنی اس نے یہ کہا اور گریہ میں ہائے ہائے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ داؤد کا دل اپنی جگہ سے باہر ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہ جواب سن کر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دل سے بالکل دھو دو۔ یہ جواب دعوے میں کام آنے والا نہیں ہیں اور کوئی ایسی وجہ بیان کرو جو شرعاً قابل قبول ہو کیا تم جائز رکھتے ہو کہ میں بدوں حجت شرعی کے مدعی کے دعوے کو خارج کر کے شریعت میں ایک بدعت قائم کروں۔ اگر تم کو کسی نے وہ گائے صدقۃً یا ہبۃً دی تھی تو بتاؤ کس نے دی تھی اور اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ آیا تم نے اسے خریدا ہے یا ورثۃً تم اس کے مالک ہوئے ہو۔ یا تم نے کھیتی کی تھی جو تم اس پیداوار کے دعویدار ہو۔ کھیتی کرنے سے متعارف کھیتی کرنا ہماری مراد نہیں ہے بلکہ ہماری مراد مطلق کسب ہے۔ کیونکہ کسب بھی مثل کھیتی کرنے کے ہے اور مقصود یہ ہے کہ کیا تم نے کسب کر کے اس کو حاصل کیا ہے اور اس پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بوتا نہیں یعنی کسب نہیں کرتا اس وقت تک پیداوار اور منافع اس کی ملک بھی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ آدمی بوتا اور کاٹتا ہے یعنی کسب سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملک ہوتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات ہو تو بتاؤ ورنہ ظلم تم پر ثابت ہے جبکہ تم کوئی وجہ معقول نہیں بیان کرتے تو جاؤ اس مسلمان کا مال دو اور اینڈی بینڈی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہارے پاس مال موجود نہیں تو جاؤ کسی سے قرض لے کر دو اور خواہ مخواہ کسی کا مال مارنے کی فکر نہ کرو۔ اس نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ حضور آپ بھی وہی فرماتے ہیں جو یہ ظالم لوگ کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک آہ کی اور کہا اے جہاں کہیں کوئی طاق یا جفت ہے سب کے خدا تو میری فریاد سن۔ یہ کہہ کر سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ اے میرے سوزش قلبی کے جاننے والے تو داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی اس معاملہ کے متعلق روشنی پیدا کر دے اور اے کثیر الانعام ان کے دل میں بھی وہ بات ڈال دے جو راز کے طور پر تو نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ کہا اور کہہ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام کا دل ٹھکانے نہ رہ سکا۔

شرح شبّیری

گفت ہیں امروز اے خواہان گاؤ	مہلتم دہ ایں دعاوی را مکاؤ
فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی ! آج	مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہ اے مدعی گائے مجھے مہلت دے ان دعوؤں کو مت کنج وکاؤ کر۔ مطلب یہ کہ آج مجھے مہلت دیدے۔ یعنی ایک دن کو مقدمہ ملتوی کر دیا۔

تا روم من سوئے خلوت در نماز	پرسم ایں احوال از دانائے راز
تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں	رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

یعنی تاکہ میں خلوت کی طرف نماز میں جاؤں اوران احوال کو دانائے راز سے پوچھوں۔ یعنی مجھے مہلت دو تاکہ میں خلوت میں جاکر حق تعالیٰ سے اس کی حقیقت دریافت کرلوں اور فرمایا۔

خوئے دارم در نماز آں التفات	معنی قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں	جو معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے

یعنی میں نماز میں اس التفات کی عادت رکھتا ہوں (جو کہ) قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے معنی ہیں۔

روزن جانم کشادست از صفا	مے رسد بیواسطہ نامہ خدا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے	بغیر واسطے کے خدا کا پیام پہنچتا ہے

یعنی میری جان نے صفائی کی وجہ سے ایک روزن کھول لیا ہے (کہ اس میں سے) نامہ حق بے واسطہ (ظاہری) کے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ نامہ و پیام حق کے لئے مجھے وسائط ظاہری کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ میری جان میں ایک روزن ہے کہ اس کے ذریعہ سے نامہ و پیام مجھ تک پہنچتے ہیں۔

نامہ و باران نور از روزنم	مے فتد در خانہ ام از معدنم
پیام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے	میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

یعنی نامہ اور باران نور میرے روزن سے میرے گھر میں میرے معدن سے پڑتی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے وہ نامہ اور باراں نور میرے اس روزن سے میرے قلب میں آتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ است آں خانہ کاں بے روزنست	اصل دیں اے بندہ روزن کردنست
وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے	اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

یعنی وہ گھر تو دوزخ ہے جو کہ بے روزن ہے اور اے بندہ اصل دین تو یہ روزن کرنا ہی ہے۔

تیشہ در ہر بیشۂ کم زن بپا	تیشہ زن در کندن روزن ہلا
ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار	ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یعنی تیشہ ہر بیشہ میں کم مار اور ٹھہر جا اور روزن کھودنے میں تیشہ مار یعنی اس روزن جان کے کھولنے میں کوشاں رہو اور دنیاوی محبتوں کو بالائے طاق رکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

یا نمیدانی کہ نور آفتاب	عکس خورشید بردنست از حجاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور	اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

یعنی یا کہ تم یہ نہیں جانتے کہ نور آفتاب عکس ہے خورشید کا جو کہ حجاب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ یہ نور آفتاب ظاہری جو کہ اس قدر چمکدار ہے اس نور حقیقی کا

عکس ہے تو اگر تم جانتے ہو کہ یہ اس کا عکس ہے تو ضرور اس کو تلاش کرتے۔ معلوم ہوا کہ تم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

نور ایں دانے کہ حیواں دید ہم	پس چہ کرمنا بود بر آدم
تو اس کو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے	تو میرے آدمی ہونے پر کرمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

تم تو نور اس کو جانتے ہو کہ جس کو حیوان نے بھی دیکھ لیا تو پھر ہمارے آدم پر کرمنا کیا ہوگا یعنی اگر نور بھی نور ہے جو کہ حیوانات کو بھی نظر آتا ہے تو پھر ولقد کرمنا بنی ادم کے کیا معنی ہوں گے لہٰذا تم کو چاہئے کہ نور کے علاوہ وہ اس کی اصل اور اس کی روح کو بھی تو دیکھو۔ آ ے پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ۔

من چو خورشیدم درون نور غرق	من ندانم کرد خویش از نور فرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں	میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

یعنی میں مثل خورشید کے نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو نور سے فرق نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ میں از سرتاپا نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو اور اس نور کو الگ الگ ممتاز نہیں کر سکتا اس قدر میں اور وہ نور حقیقی ایک ہوئے ہیں۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب پھر آپ جب اس قدر غرق نور ہیں تو آپ کو خلوت ہی کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں جلوت ہی میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایئے تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

رفتم سوئے نماز و آں خلا	بہر تعلیم ست رہ مر خلق را
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا	مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

یعنی میرا نماز اور خلوت کی طرف جانا مخلوق کو راہ تعلیم کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بے شک خلوت کی ضرورت نہیں ہے اور ان غیر ضروری امور کی حاجت نہیں رہی ہے۔ لیکن اس وقت صرف اس لئے تاکہ اور لوگ سیکھیں میں خلوت اختیار کرتا ہوں۔ یہاں سے بعض جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ جب سالک منتہی ہو جاتا ہے تو اس کو نماز روزہ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس کو سب معاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ نماز روزہ کرتا ہے تو صرف اس لئے تاکہ نظام عالم خراب نہ ہو جاوے اس خیال کا ویسے تو غلط ہونا صریح ہے اور ظاہر ہے ہاں بعض کو جو ایسے اشعار سے شبہ پڑ جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں کہ مجھے نماز کی ضرورت نہیں بلکہ تعلیم خلق کے لئے کرتا ہوں تو اس کو سمجھ لو کہ یہاں نماز و عبادت و خلوت سے مراد غیر ضروری امور ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ فرض تو ضروری ہے ہی مگر جو امور غیر ضروری ہیں ان کی بے شک منتہی کو ضرورت نہیں رہتی مثلاً خلوت کی یا اوراد کی یا نوافل کی تو یہاں بس یہی مراد ہے جیسا کہ سوق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خلوت اختیار کروں اور نماز وغیرہ پڑھوں تو کیا ویسے حضرت داؤد علیہ السلام نماز وغیرہ نہ پڑھتے تھے ضرور پڑھتے تھے تو بس معلوم ہوا کہ اس نماز وغیرہ سے نوافل اور غیر ضروری عبادت ہی مراد ہیں تو سمجھ لو کہ خواہ کوئی کتنا ہی بزرگ

اور ولی ہو جاوے مگر نماز ہرگز معاف نہیں ہوتی۔ تمام اعمال ضروریہ اس کے ذمہ فرض و واجب رہتے ہیں۔ ہاں جو غیر ضروری مثل خلوت وغیرہ کے ہوتے ہیں ان کی اس منتہی کو ضرورت نہیں رہتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں	حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں
میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے	اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

یعنی میں (قدم کو) کج رکھتا ہوں تاکہ یہ جہاں راست ہو جاوے اور حرب خدعہ ہوتا ہے اے پہلوان۔ مطلب یہ کہ میں اپنی حالت کو ایسا ظاہر کرتا ہوں کہ جیسے مبتدی کی حالت ہوتی ہے اور اعمال غیر ضروری کو بھی کرتا ہوں کہ جس سے وہ ضروری معلوم ہوتے ہیں تو جس طرح کہ یہ غیر واقع کو واقع دکھاتا ہے اسی طرح حرب میں بھی غیر واقعی کو واقعی دکھنا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ میری اس کجی سے کہ غیر ضروری امور کو بھی کر کے غیر واقعی امر کو واقعی دکھاتا ہوں اور لوگ درست ہو جاویں گے اور سمجھیں گے کہ جب نبی کی یہ حالت ہے کہ وہ ان امور غیر ضروریہ کو بھی ترک نہیں کرتے تو ہم کو کس طرح کسی کام کا ترک جائز ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے وگرنہ ریختے	گرد از دریائے راز انگیختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے	راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

یعنی اجازت نہیں ہے ورنہ (حضرت داؤدؑ مضامین اور بھی) ریختہ کرتے اور دریائے راز سے گرد اٹھا دیتے۔ یعنی اس قدر اسرار بیان کرتے کہ دریائے راز خشک ہو جاتا اور اس میں سے گرد اٹھنے لگتی۔

ہمچنیں میگفت داؤدؑ ایں نسق	خواست گشتن عقل خلقان محترق
اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے	مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

یعنی داؤدؑ اس طریق سے بیان کر رہے تھے کہ لوگوں کی عقل جلنے لگی یعنی اس کی سوزش سے لوگوں کے قلوب میں ایک حرارت اور گرمی محسوس ہونے لگی اور قریب تھا کہ یہ لوگ بیخود ہو جاویں۔

پس گریبانش کشید از پس یکے	کہ ندارم در یکے اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا	کہ میں اس کی واحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

یعنی پھر ان کا گریبان ایک نے پیچھے سے کھینچ لیا کہ جس کے ایک ہونے میں میں شک نہیں رکھتا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ علیہ السلام کو روک دیا اور ان کو اس بیان اسرار سے منع فرما دیا تو یہ ہوا کہ۔

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد	لب بہ بست و عزم خلوتگاہ کرد
(حضرت) سنبھلے ' بات کو مختصر کیا	خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

یعنی حضرت داؤدؑ خودی میں آ گئے اور گفتگو کو کوتاہ کر دیا۔ اور لب بند کر کے خلوتگاہ کا قصد کیا۔ اب خلوت

میں کشف حال کے لئے تشریف لے گئے۔

داؤد علیہ السلام کا خلوت میں جانا تا کہ جو کچھ حق ہے ظاہر ہو جاوے

در فرو بست و برفت انگہ شتاب	سوئے محراب و دعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے	محراب اور مقبول دعا کی جانب

یعنی دروازہ بند کر لیا اور اس وقت جلدی سے محراب اور دعائے مستجاب کی طرف چلے گئے۔

حق نمودش انچہ بنمودش تمام	گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا اس میں سب کچھ دکھا دیا	وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو پوری طرح دکھا دیا جو کچھ کہ دکھایا تو وہ مستحق انتقام پر واقف ہو گئے۔

دید احوالے کہ کس واقف نہ بود	راز پنہانی کہ حیرانے فزود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا	وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

یعنی انہوں نے ان احوال کو دیکھ لیا جن سے کوئی واقف نہ تھا اور اس راز پنہانی کو جس نے کہ حیرانی زیادہ کر دی۔

روز دیگر جملہ خصماں آمدند	پیش داؤد پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے	(حضرت) داؤدؑ پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

یعنی دوسرے دن سب خصم آئے اور داؤد علیہ السلام کے سامنے سب نے صف لگائی۔

ہمچنیں ایں ماجراہا باز رفت	زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا	اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

یعنی اسی طرح یہ ماجرے پھر چلے اور اس مدعی نے جلدی سے ایک طعن عظیم مارا (اور کہا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب اس گریہ وزاری کا حضرت داؤد علیہ السلام پر نہایت اثر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے مدعی گاؤ آج کی مجھے مہلت دے اور ثبوت دعوے میں کاوش مت کر تا کہ میں خلوت میں جا کر نماز میں مشغول ہوں اور واقف راز سے اس کو دریافت کر لوں مجھے عادت ہے کہ نماز میں مجھے خاص توجہ بحق سبحانہ ہوتی ہے۔ جو کہ معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے یعنی نماز میں مجھے خاص راحت حاصل ہوتی ہے اور اس کا منشا وہی توجہ خاص ہے میری روح میں بوجہ کمال صفا کے ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے جس سے براہ راست مجھ تک پیغامات خداوندی

پہنچتے ہیں میری اس کھڑکی سے میرے خانہ قلب میں معدن نور و پیغامات (حق سبحانہ) سے پیغامات اور نور کی بارش پہنچتی ہے یہ ارشاد تھا حضرت داؤد علیہ السلام کا قبل اس کے کہ ہم اس کو تمام کریں جملہ معترضہ کے طور پر ایک ضروری بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ یاد رکھو کہ یہ کھڑکی نہایت قابل قدر ہے اور جس دل میں یہ کھڑکی نہ ہو وہ گویا کہ ایک دوزخ ہے اور دین کا بہت بڑا مقصد یہی روزن پیدا کرنا ہے پس تم ٹھہرو اور جنگل میں جا کر تیشہ نہ چلاؤ بلکہ اول تیشہ مجاہدہ سے یہ کھڑکی پھوڑو۔ اب تک جو تم نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ یا تو غفلت ہے یا یہ کہ تم اس نور کو جانتے ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ بمجوائے ہو لفظاہر۔ ایک بے حجاب آفتاب اور بھی ہے اس آفتاب متعارف کا نور اسی کے نور کا عکس ہے۔ بلکہ تم نور اسی نور کو سمجھتے ہو جس کو حیوانات بھی دیکھتے ہیں اگر واقع میں یہی نور نور ہو تو ولقد کرمنا بنی ادم کیونکر درست ہوگا کیونکہ انسان کو دیگر حیوانات سے اگر کوئی خاص امتیاز ہے تو وہ اسی نور کے سبب ہے اور جب وہ نور ہی منتفی ہوگا تو "ولقد کرمنا بنی آدم" بھی درست نہ ہوگا اگر یہ کہا جاوے کہ عقل دنیاوی اس کا منشاء ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل دنیاوی میں تو سب جانور شریک ہیں۔ صرف کمی بیشی کا فرق ہے جو حیوانات میں آپس میں بھی ہے جبکہ یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو اب ہم پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی گفتگو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس نور میں آفتاب کی طرح غرق ہوں۔ اور وہ میرے رگ و پے میں یوں سرایت کر گیا ہے کہ مجھ میں اور نور میں امتیاز نہیں رہا اور میں نور مجسم ہو گیا ہوں۔ اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب آپ نور میں اس قدر درجہ غرق ہیں تو خلوت اور صلوٰۃ نافلہ کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ (نافلہ کی قید ہم اس لئے لگائی کہ فرائض کے متعلق وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ میں امتثال امر کے لئے ایسا کر رہا ہوں) کیونکہ خلوت میں جانا اور نوافل میں مصروف ہونا مخلوق کو راہ حق تعلیم فرمانے کے لئے ہے۔ میں ٹیڑھا اس لئے چلتا ہوں یعنی غیر ضروری کام اس لئے کرتا ہوں کہ مخلوق خدا ٹھیک ہو اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روش مماثل ہے الحرب خدعہ کے کیونکہ جس طرح حرب میں مقصود کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ اور کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں ورنہ بہت کچھ موتی بکھیرتا اور بہت سے اسرار کو بیان کر کے دریائے اسرار کو گویا خشک کر دیتا۔ غرض داؤد علیہ السلام اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے اور قریب تھا کہ مخلوق عقول جل کر فنا ہو جائیں اتنے میں اس ایک ذات نے جس کی وحدانیت میں مجھے کوئی شک نہیں پیچھے سے ان کا گریبان کھینچ لیا یعنی حق سبحانہ نے روک دیا۔ کہ بس کرو اور اس پر داؤد علیہ السلام ہوش میں آئے اور کلام کو مختصر کیا اور خاموش ہو کر خلوت گاہ میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دروازہ بند کر لیا اور فوراً محراب میں تشریف لے گئے۔ اور قبول ہونے والی دعا میں مصروف ہو گئے اس پر حق سبحانہ کو جو کچھ معلوم کرانا تھا تفصیلاً معلوم کرا دیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ کون قابل سزا ہے اس وقت انہوں نے وہ حالات دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا اور وہ راز ان کو معلوم ہوئے جن سے وہ دنگ رہ گئے۔

شرح شبّیری

زود گاوم را بده اے نابکار	از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے	اپنے خدا سے کچھ شرما

یعنی اے نابکار میری گائے جلدی سے دے اور اپنے خدا سے شرم کر (اور بولا کہ)

کایں چنیں ظلم صریح نا سزا	میرود در عہد پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم	خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

یعنی کہ ایسا ظلم صریح ناسزا ارے پیغمبر کے زمانہ میں چلتا ہے۔

گاوٴ کشتہ خوردہ بے ترس و بیم	در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر	اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع کر دی)

یعنی گائے کو مار کر بے خوف و بیم کے کھا گیا اور اے لئیم جواب میں تزویر کو زیادہ کرتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کہ چہ چندیں سال بودم در دعا	من طلب کردم زحق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں	میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

یعنی کہ میں اتنے سال سے دعا میں ہوں اور میں حق تعالیٰ سے طلب کیا کرتا تھا تو مجھے دیدی۔

اے رسول حق چنیں باشد روا	ملک من بد گاوٴ چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟	گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اس کو کیسے دیدی؟

یعنی اے رسول حق کیا اس طرح جائز ہے کہ میری ملک تھی گائے اور اس کو خدائے تعالیٰ نے دیدی۔

داوٴد علیہ السلام کا مدعی گاوٴ پر حکم کرنا کہ گائے کے خیال سے درگزرے اور اس مدعے کا داوٴد علیہ السلام پر اعتراض کرنا

گفت داوٴدش خمش کن رو بہل	ایں مسلماں راز گاوت کن بحل
(حضرت) داوٴدؑ نے اس سے فرمایا چپ، جا، چھوڑ	اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

یعنی داوٴد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ خاموش رہ اور جا اس مسلمان کو چھوڑ دے اور اپنی گائے اس کو معاف کردے (اس کے بعد داود نے اشارۃً اس کی بے ایمانی پر اس طرح تنبیہ فرمائی کہ)

چوں خدا پوشید بر تو اے جواں	رو خمش کن حق ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے	جب چپ ہو جا پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

یعنی اے جوان جب خدا نے تجھ پر پوشیدہ رکھا تو جا خاموش رہ اور حق ستاری کو جان۔ مطلب یہ کہ جب خدا نے تیری حرکتوں کو پوشیدہ رکھا ہے تو اب اس کا حق یہ ہے کہ تو ایسی بدمعاشیاں مت کر اور خود ہی اپنے کو رسوا مت کر۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا بولا کہ)

گفت واویلا چہ حکم ست ایں چہ داد	از پئے من شرع نو خواہی نہاد
اس نے کہا ہائے کہ یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟	میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

یعنی بولا کہ واویلا یہ کیا حکم ہے اور کیا انصاف ہے آپ میرے واسطے کوئی نئی شرط رکھیں گے۔

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں	کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے	کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

یعنی آپ کے عدل کا دروازہ تو ایسا چلا ہوا ہے کہ زمین و آسمان معطر ہو رہے ہیں۔

بر سگان کور ایں استم نرفت	زیں تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت
اندھے کتوں پر (بھی) یہ ظلم نہیں ہوا ہے	اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

یعنی اندھے کتوں پر بھی یہ ستم نہیں چلا۔ اور اس تعدی سے سنگ و کوہ بھی جلدی سے پھٹ گئے۔

ہمچنیں تشنیع می زد برملا	کالصلا ہنگام ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا	آؤ آؤ ظلم کا وقت ہے

یعنی اسی طرح وہ برملا طعن کر رہا تھا کہ جمع ہو جاؤ۔ وقت ظلم ہے جمع ہو جاؤ (اور کہتا تھا کہ)

اینچنیں ظلم و جفا بر من مکن	یا نبی اللہ مگو زینساں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے	اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

یعنی مجھ پر ایسا ظلم و جفا نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات مت کہئے (دیکھئے اس نالائق کی آنکھوں پر اس طرح پردہ پڑ گیا تھا کہ جانتا تھا کہ ظالم میں ہی ہوں اور فیصل کن نبی ہیں ان کو سب خبر ہو سکتی ہے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جا رہا تھا۔ آخر حضرت داؤد نے اس سے زیادہ سخت حکم دیا جس کو آگے فرماتے ہیں کہ)

داوٗدؑ کا اس صاحب گاؤ کو حکم کرنا کہ تمام مال اس مدعا علیہ کو دے

بعد ازاں داوٗد گفتش کا عنود	جملہ مال خویش او را بخش زود
اس کے بعد (حضرت) داوٗدؑ نے اس سے کہا اے سرکش!	اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

یعنی بعد اس کے داوٗدؑ نے اس سے کہا کہ اے معاند سارا اپـ [illegible] ا اس کو جلدی دے۔

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت	تا نہ گردد ظاہر از وے استمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا' میں نے تجھ سے کہہ دیا	تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

یعنی ورنہ تیرا کام سخت ہو جاوے گا میں تجھ سے کہتا ہوں تا کہ اس سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ (دیکھئے داوٗد نے اب بھی چاہا کہ ظاہر نہ ہو اب بھی اشارۃً ہی سے سمجھایا مگر وہ کب ماننے والا تھا یہ سن کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید	کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے	کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یعنی خاک سر پر ڈالی اور کپڑے پھاڑ ڈالے (اور کہا) کہ آپ تو ہر دم ایک ظلم مزید کرتے ہیں۔

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند	باز داوٗدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی	پھر (حضرت) داوٗدؑ نے اس کو اپنے سامنے بلایا

یعنی تھوڑی دیر اور اسی تشنیع کو چلا تو داوٗدش نے پھر اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت چوں بخت نبود اے بخت کور	ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی	تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

یعنی فرمایا کہ اے کور بخت جب تیرا نصیبا (درست) نہ تھا تو تیرا ظلم تھوڑا تھوڑا ظاہر ہونے لگا ہے۔

دیدۂ انگاہ صدر و پیش گاہ	اے دریغ از چوں تو خر خاشاک راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو	راستہ کا کوڑا سمجھا' ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

یعنی تو نے وقت صدر و پیش گاہ دیکھا ہے تو تجھ جیسے خر اور خاشاک راہ نہایت عجیب ہے۔ یعنی جب تو نے اس حالت صدر کو دیکھا ہے تو ایک ذرا سی گائے کے پیچھے کیوں جان دیئے دیتا ہے سخت تعجب ہے مگر وہ کب ماننے والا تھا وہ تو اپنی بکواس لگا تا ہی رہا۔

زیں سخن داوٗدؑ زو شد خشمناک	گفت تا خود را نگردانے ہلاک
ان باتوں سے (حضرت) داوٗدؑ اس پر غضبناک ہو گئے	فرمایا' خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

یعنی ان باتوں سے داؤدؑ اس سے خشمناک ہو گئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو ہلاک مت کرنا۔

رو کہ فرزندان تو با جفت تو	بندگان اوشدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے	اے بدمزاج! اس کے غلام ہو گئے

یعنی جا کہ تیرے لڑکے اور تیری بیوی سب اس کے غلام ہیں زیادہ مت بک (یہ سن کر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

سنگ بر سینہ ہمی زد باد و دست	میدود از جہل خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا	اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

یعنی دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا اور اپنے جہل کی وجہ سے اوپر نیچے دوڑتا پھرتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کو سن کر اور بھی باولا ہو گیا اور واویلا شروع کر دی۔

خلق ہم اندر ملامت آمدند	کز ضمیر کا راو غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی	کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

یعنی لوگ بھی ملامت کرنے لگے اس لئے کہ باطن کار سے وہ غافل تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اگلا دن ہوا اور تمام لوگ عدالت میں حاضر ہوئے اور داؤدؑ علیہ السلام کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جو واقعہ کل ہوا تھا آج بھی وہی ہوا۔ اور مدعی نے فوراً زور وشور سے ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ او نالائق خدا سے شرم کر اور میری گائے دیدے۔ ارے پیغمبر خدا کے زمانہ میں ایسا نازیبا اور کھلا ظلم ہو غضب کی بات ہے پاجی تو بے دھڑک میری گائے مار کر کھا گیا۔ اور جواب میں باتیں بناتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنے برسوں تک میں نے دعا کی ہے اور خدا سے روزی حلال طلب کی ہے اس نے مجھے وہ گائے دیدی۔ اے پیغمبر خدا بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ گائے تو میری تھی خدا نے اسے کیسے دیدی۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ بس چپکے رہو جاؤ جھگڑے کو رفع دفع کر دو۔ اور گائے اس مسلمان کو معاف کر دو۔ جب خدا نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے تو تم کو ایسا نہ چاہئے بس چپ رہو۔ جاؤ حق خدا کو ملحوظ رکھو۔ اس نے کہا ارے غضب ہو گیا بھلا یہ کیا حکم اور کونسا انصاف ہے آپ میرے لئے نئی شریعت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انصاف تو اس درجہ مشہور ہے کہ اس کی خوشبو سے زمین وآسمان معطر ہیں پھر مجھ پر یہ ظلم کیوں ہے۔ ایسا ظلم تو اندھے کتوں پر بھی نہیں ہوا۔ اور اس تعدی سے تو پتھر اور پہاڑ پھٹے جاتے ہیں وہ کھلم کھلا اسی طرح ملامت کر رہا تھا۔ کبھی لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو لوگو یہ ظلم ہو رہا ہے اور کبھی داؤد علیہ السلام سے کہتا کہ دیکھئے ایسا ظلم مجھ پر نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات نہ فرمایئے۔

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو اس فیصلہ پر رضامند نہیں تو دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ اپنا سارا مال اسے دیدے اور اگر تو اس کو بھی نہ مانے گا تو اور زحمت میں پڑے گا۔ میں نے تجھے پیشتر سے اس لئے متنبہ کر دیا ہے تا کہ تیری ضد سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ یہ سن کر اس نے سر پر خاک ڈالی۔ کپڑے پھاڑ لئے اور کہا کہ ہر دم آپ تو ایک نئے ظلم کا اضافہ کرتے ہیں اور کچھ دیر تک اس نے یہ ہی تشنیع و ملامت جاری رکھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ پھوٹی قسمت والے تیری تقدیر اچھی نہ تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ تیرا ظلم ظاہر ہوا۔ تجھ گدھے کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ تو نے عز و جاہ کی کچھ قدر نہ کی اور اسکو خاشاک راہ سمجھا۔ اچھا جا ہم حکم دیتے ہیں کہ تیری بیوی بچے سب اس کے لونڈی غلام ہو گئے دیکھ اب کچھ نہ بولنا یہ سن کر وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی چھاتی پتھر سے کوٹتا تھا اور اپنی جہالت سے مخبوط الحواس بنا ہوا کبھی اوپر جاتا تھا کبھی نیچے آتا تھا۔ چونکہ لوگ اس واقعہ کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے بھی ملامت کرنی شروع کی کہ کس قدر ظلم ہے کہ اس کی گائے بھی ماری گئی اور اس سے مال بھی دلایا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔

شرح شبیری

ظالم از مظلوم کے داند کسے	کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟	جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

یعنی ظالم کو مظلوم سے کب کوئی جانتا ہے جو کہ سخرہ ہوا مانند خس کے ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہوا و ہوس میں لگا ہوا اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ کون مظلوم اور کون ظالم اس لئے کہ ایسے شخص پر حقیقت اشیاء منکشف ہی نہیں ہوتی۔

ظالم از مظلوم آنکس پے برد	کو سر نفس ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے	جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

یعنی ظالم کو مظلوم سے وہ جان سکتا ہے جو کہ اپنے نفس ظالم کے سر کو کاٹ دے۔

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں	خصم ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے	جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

یعنی ورنہ وہ ظالم جو نفس باطن میں ہے وہ ہر مظلوم کا جنون کی وجہ سے دشمن ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کسی نے نفس کشی نہیں کی ہے تو اس کا نفس ہمیشہ مظلوم کا دشمن ہوتا ہے اس لئے کہ اس شخص پر حقیقت کبھی منکشف ہی نہ ہوگی۔

سگ ہمارہ حملہ برم مسکیں کند	تا تو اند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے	جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

یعنی کتا ہمیشہ حملہ مسکین ہی پر کرتا ہے اور جب تک سکتا ہے مسکین ہی پر زخم مارتا ہے۔

شرم شیراں راست نے سگ رابداں	کو نگیرد صید از ہمسایگاں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں	وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

یعنی شرم تو شیروں کو ہوتی ہے نہ کہ کتوں کو جان لو کیونکہ وہ شکار کو ہمسایوں سے نہیں لیتا ہے یعنی فرماتے ہیں کہ شرم تو شیروں کو ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کا شکار نہیں لیتے خود شکار کرتے ہیں ورنہ کتے تو منتظر رہتے ہیں کہ کوئی شکار کرے تو ہم اڑا دیں تو اسی طرح اس مدعی کو بھی شرم نہ تھی اس لئے کہ سگ خصلت تھا اس بیچارہ کے مال کو قبضہ کئے بیٹھا تھا اور شرم نہ آتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

عامہ مظلوم کش ظالم پرست	از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست، عوام	کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد پر دوڑ پڑے

یعنی کمین سے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کی طرف عوام مظلوم کش اور ظالم پرست بڑھے۔

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق	کاے نبی مجتبےٰ برما شفیق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا	کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

یعنی داؤد علیہ السلام کی طرف اس فریق نے منہ کیا کہ اے نبی برگزیدہ اور ہم پر شفیق۔

ایں نشاید از تو کیں ظلم است فاش	قہر کردی بیگناہے رابہ لاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے	آپ نے بے وجہ ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

یعنی آپ کو یہ نہ چاہئے اس لئے کہ یہ تو ظلم صریح ہے اور آپ نے ایک بے گناہ پر ایک لاشے چیز کے ساتھ ظلم کیا۔ مطلب یہ کہ جب اس ظالم نے بہت واویلا کی تو اور عوام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ حضرت بے شک یہ تو ظلم صریح ہے اور سچ یہ ہے کہ بظاہر تو ظلم تھا ہی جب تک اصل واقعہ نہ معلوم ہو ظلم ہونے میں کیا شک ہے اب اس وقت تک تو داؤدؑ نے اشارۃً اس کے قصہ کی طرف اشارہ کیا تھا مگر اب بالکل صاف طور پر بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ اس کا ظلم اور لوگوں کی بدگمانی بہت بڑھ گئی تھی۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں عوام نے مدعا علیہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ظالم سمجھا اور مدعی کو مظلوم حالانکہ معاملہ بالکل برعکس تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص خواہش نفسانی کا یوں ہی مسخر ہو جیسے خس و خاشاک ہوا کا۔ وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کیا امتیاز کر سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کا تو وہی شخص پتہ چلا سکتا ہے جو پہلے

اپنے ظالم نفس کا سر کاٹ دے ورنہ یہ ظالم نفس جو اندر چھپا ہوا ہے اپنے دیوانہ پن سے مظلوم ہی کا مخالف ہوگا اور مجانست کے سبب ظالم کا ساتھ دے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ کتا ہمیشہ غریب اور حقیر ہی آدمی پر حملہ کرتا ہے اور جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے غریب ہی کو کاٹتا ہے یاد رکھو کہ یہ شیر ہی کا کام ہے اور کتا کبھی ایسا نہیں کر سکتا کہ ہمسایوں کا شکار نہ چھینے اور عالی حوصلگی سے خود شکار کرے۔ یعنی کسی کمزور کو نہ ستانا اہل اللہ ہی کا کام ہے اہل نفس سے ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تو جس کو کمزور دیکھتے ہیں اسی کو ستاتے ہیں چنانچہ عوام جن کا کام مرتے کو مارنا اور ظالم کی پرستش کرنا ہے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کو لپٹ پڑے اور ان کی طرف رخ کر کے یوں خطاب کیا کہ اے برگزیدہ اور ہم پر مہربان نبی آپ کو یہ زیبا نہیں کیونکہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے آپ نے ایک بے قصور شخص پر محض بلاوجہ زیادتی کی۔

شرح شبّیری

داؤدؑ علیہ السلام کا قصد کرنا تا کہ اس کے راز کو ظاہر فرمادیں

گفت اے یاران زمان آں رسید	کاں سر مکتوم او گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے	کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

یعنی داؤدؑ نے فرمایا کہ اے یارو وقت اس کا آ گیا ہے کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جاوے۔

جملہ برخیزید تا بیروں رویم	سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اٹھو! تا کہ ہم باہر چلیں	جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

یعنی سب اٹھو تا کہ ہم باہر جنگل کی طرف چلیں اور اس میدان میں جاویں۔

مرد و زن از خانہا بیروں روید	تا برآں سر نہاں واقف شوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو	تا کہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

یعنی (فرمایا کہ) اے مرد و عورت گھروں سے باہر چلو تا کہ اس پوشیدہ بھید پر واقف ہو جاؤ۔

در فلاں صحرا درختے ہست زفت	شاخہایش انبہ و بسیار چفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے	اس کی شاخیں گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت عظیم ہے اور اس کی شاخیں انبوہ ہیں اور بہت گھنی ہیں۔

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او	بوئے خوں می آیدم از بیخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے	اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

یعنی اس کی خیمہ گاہ اور اس کی میخ سخت راسخ ہے مجھے اس کی جڑ میں سے بوئے خون آتی ہے۔

خوں شدہ ست اندر بن آں خوش درخت	خواجہ را کشت است ایں منحوس بخت
اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے	اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

یعنی اس درخت عظیم کی جڑ میں خون ہوا ہے اور اس منحوس بخت نے اپنے خواجہ کو قتل کیا ہے۔

مال را برداشت ست ایں قلتباں	ویں غلام اوست اے آزادگاں
اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے	اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

یعنی اور اس کے مال کو اس دیوث نے لے لیا ہے اور اے آزادو یہ اس کا غلام ہے۔

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر	طفل بود و او ندارد زیں خبر
یہ جوان آقا کا پوتا ہے	بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

یعنی یہ جوان اس خواجہ کا لڑکا ہے یہ (اس وقت) بچہ تھا اس کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔

تاکنوں حلم خدا پوشید آں	آخر از ناشکری ایں قلتباں
اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا	بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

یعنی اب تک تو حلم حق نے اس (کے بھید) کو پوشیدہ رکھا (مگر) آخر اس دیوث کی ناشکری کی وجہ سے (حق تعالٰی نے اب ظاہر فرما دیا) اور وہ ناشکری یہ ہے کہ۔

کہ عیال خواجہ را روزے ندید	نے بہ نوروز و نہ موسمہائے عید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی	نہ نوروز پر اور نہ عید کے موسموں میں

یعنی عیال خواجہ کو اس نے ایک دن نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ موسمہائے عید میں۔

بینوایاں را بہ یک لقمہ نجست	یاد ناورد اوز حقہائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی	اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

یعنی اس نے ان بے نواؤں کو ایک لقمہ کے لئے (کبھی) تلاش نہ کیا۔ اور ان حقوق پیشین کو یاد نہ کیا مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ بھی نہ کیا کہ کبھی عید بقرعید کو یہ سمجھ کر کہ انہیں کی مال و دولت لئے بیٹھا ہوں ان غریبوں کو ایک لقمہ تک نہ دیا۔

تاکنوں از بہر یک گاؤ ایں لعیں	میزند فرزند او را بر زمیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے	اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

یعنی یہاں تک کہ اب ایک گائے کے واسطے یہ ملعون اس کے لڑکے کو زمین پر پٹکے دیتا ہے۔

او بخود برداشت پردہ از گناہ	ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا	ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

یعنی اس نے گناہ پر سے خود پردہ اٹھا دیا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم کو پوشیدہ رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ ساری باتیں کر کے خود اپنا فضیحتہ کیا ورنہ حق تعالیٰ نے تو اتنی مدت سے اس کے جرم کو چھپا ہی رکھا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

کافر و فاسق دریں دور گزند	پردۂ خود را بخود برمے درند
اس فتنہ کے زمانے میں کافر اور فاسق	اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

یعنی کافر اور فاسق اس دور گزند میں خود بخود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

ظلم مستور ست در اسرار جاں	می نہد ظالم بہ پیش مرد ماں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے	ظالم (اس کو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

یعنی ظلم اسرار جان میں پوشیدہ ہوتا ہے تو ظالم اس کو لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ظالم کے ظلم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر یہ خود ہی کہتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں اور یہ مرتکب خود ہی ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا	گاؤ دوزخ را بہ بینید از ملا
کہ اس (ظلم) کو سینگ نکالے ہوئے دیکھو	برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

یعنی کہ دیکھو کہ میں اپنے سینگ رکھتا ہوں اور دوزخ کی گائے کو ظاہر طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ خود اپنی زبان سے اپنے مظالم اور ان کے اسباب کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ خاص کر خون کی بابت تو مشہور ہے کہ قاتل چھپا ہی نہیں سکتا ظاہر ہو ہی کے رہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ اپنے گناہوں کو اضطراراً ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی زبان وغیرہ اس کے گناہوں پر دنیا ہی میں گواہی دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت میں بھی اعضاء گواہی دے دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

ظالم کے ہاتھ پاؤں زبان کا دنیا ہی میں گواہی دینا

پس ہمیں جادست وپایت بے گزند	بر ضمیر تو گواہے مے دہند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے	تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

یعنی بس اسی جگہ (دنیا ہی میں) تیرے ہاتھ پاؤں بے گزند کے تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں۔

چوں موکل می شود بر تو ضمیر	کہ بگوتو اعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے	کہ تو کہدے اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

یعنی جب کہ تمہارے اوپر وہ بھید موکل ہو جاتا ہے کہ کہدے اور اپنے اعتقاد کو واپس مت لے۔

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو	میکند ظاہر سرت را موبمو
خصوصاً غصہ اور گفتگو کے وقت	تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

یعنی خاص کر وقت خشم و گفتگو میں کہ وہی مؤکل تیرے بھید کو مو بمو ظاہر کر دیتا ہے۔

چوں موکل می شود ظلم و جفا	کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے	کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

یعنی وہ ظلم و جفا جس طرح مسلط ہو جاتا ہے کہ (کہتا ہے کہ) اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے۔

چوں ہمی گیرد گواہ سر لگام	خاصہ وقت جوش و خشم انتقام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے	خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

یعنی جس طرح کہ وہ گواہ سر لگام پکڑ لیتا ہے خاص کر وقت جوش اور خشم اور انتقام (کہ اس وقت تو اور اچھی طرح بتا دیتا ہے کہ دیکھو میں نے ایسا کیا تھا ایسا کیا تھا۔تم مجھے کیا سمجھتے ہو وغیرہ وغیرہ) تو جس طرح کہ دنیا میں یہ ظلم مسلط ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کوئی شے مسلط ہو کر سب ایک ایک تم سے پوچھ لے گی۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پس ہماں کس کیں موکل می کند	تا لوائے راز بر صحرا زند
تو وہی بات جو یہ مسلط کرتی ہے	تا کہ راز کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دے

یعنی پس وہی ذات جو کہ اس کو مسلط کر دیتی ہے تا کہ علم راز کو صحرا پر لگا دے۔

پس موکلہائے دیگر روز حشر	ہم تواند آفرید از بہر نشر
تو حشر کے دن دوسرے موکل	بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

یعنی پس دوسرے موکلین حشر کے دن وہی ذات نشر کے واسطے پیدا فرما دے گی (اور اس وقت کہا جاوے گا کہ)

اے بدو دست آمدہ در ظلم و کیں	گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
اے وہ کہ جو دوں ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے	تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اے شخص جو کہ دونوں ہاتھوں سے ظلم و کیں میں آیا ہوا ہے تیری ذات ظاہر ہو گئی ہے اب اس (اظہار) کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند	بر ضمیر آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے	تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

یعنی ظلم میں مشہور ہونے کی حاجت نہیں ہے تیرے ضمیر آتشیں پر سب لوگ واقف ہیں۔

نفس تو ہردم برآرد صد شرار	کہ بہ بینیدم منم ز اصحاب نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے	کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں

یعنی تمہارا نفس ہردم سو شرار نکالتا ہے کہ مجھے دیکھو میں اصحاب نار سے ہوں۔

جزو نارم سوئے کل خود روم	من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں	میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

یعنی میں تو جزو نار ہوں اپنے کل کی طرف جاتا ہوں میں نور نہیں ہوں جو حضرت حق کی طرف جاؤں۔

مطلب یہ کہ تمہارا نفس ہردم معاصی کو اور گناہوں کو ظاہر کر رہا ہے اور ہردم دوزخ کی طرف جارہا ہے۔

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس	بہر گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے	ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کیے

یعنی جس طرح کہ اس ظالم ناحق شناس نے ایک گائے کے واسطے کتنے مکر کیے (حالانکہ)

او ازیں صد گاؤ برد و صد شتر	نفس اینست اے پدر ازوے ببر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا	اے بابا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

یعنی وہ اس سے سو گائیں اور سو اونٹ لے جاچکا تھا اے بابا نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کردو۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو باوجود اتنا مال و دولت لے لینے کے چین نہ آتی تھی اسی طرح نفس کو تمہارے دولت ایمان کو لے کر چین نہیں آتا۔ اول تو یہ شرارت اور سرزوری کرتا ہے اس پر طرہ یہ کہ۔

نیز روزے با خدا زاری نکرد	یار بے نامد ازو یکدم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی	کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

یعنی ایک دن بھی خدا سے زاری نہیں کی اور اس سے ایک دن بھی درد کے ساتھ یارب نہیں آیا۔ یعنی ایک تو اتنا ظلم کیا پھر کبھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ خدا ہی سے دعا کر لیتا کہ اگر خدا کے سامنے عاجزی کرتا تو حق تعالیٰ کبھی اس کو رسوا نہ کرتے رسوا تو اپنی ہٹ دھرمی سے ہوا کہ جانتا تھا کہ میں ظالم ہوں اور پھر بھی اسی پر اڑا رہا کہ میری خطا ہی نہیں ہے اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو اتنا تو کرتا کہ ان مظلومین کے لئے دعا کرتا اور کہتا کہ۔

کائے خدا خصم مرا خوشنود کن	گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے	اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

یعنی کہ اے خدا میرے دشمن کو خوش کر دیجئے اور اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو آپ نفع کر دیجئے (تو اس طرح ہی دعا کرتا تب بھی حق تعالیٰ معاف فرما دیتے اور کہتا کہ)

گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است	عاقلہ جانم تو بودی از الست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے	الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

یعنی (کہ اے خدا) اگر میں نے خطاً مار ڈالا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے اور میری جان کے عاقلہ روز الست سے آپ ہی ہیں۔ مطلب یہ کہ عرض کرتا یاالٰہی میں نے تو اس کو مار ڈالا اب آپ اس کی دیت دیجئے یعنی اس کو خوش کر دیجئے تو اگر یہ دعا کرتا تو اس کا مال اس کے پاس رہتا اور حق تعالیٰ اسے بھی خوش کر دیتا اس لئے کہ۔

سنگ می گردد ز استغفار در	ایں بود ز انصاف نفس اے جان حر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے	اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

یعنی استغفار کی وجہ سے پتھر بھی موتی ہو جاتا ہے تو اے جان حر نفس کا انصاف تو یہ ہے یعنی نفس کو اس طرح رکھو کہ اگر ایک طرف زیادتی ہو جاوے اور کسی وجہ سے کوئی کام ہو جاوے تو پھر استغفار کرلو اس کے ذریعہ سے اس تعدی اور زیادتی کی تلافی ہو جاوے گی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہٹ دھرمی کی تو آخر فضیحت ہوا۔ آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ لوگوں کی ملامت سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ راز سربستہ ظاہر ہو جاوے۔ اچھا شہر سے باہر چلو تاکہ ہم سب اس راز سے واقف ہو جائیں کیونکہ فلاں جنگل میں ایک بڑا بھاری درخت ہے اس کی شاخیں بہت کثرت سے اور خوب ملی ہوئی ہیں۔ اور بہت مضبوط خیمہ گاہ ہے اور تنہ بھی اس کا بہت مضبوط ہے مجھے اس کی جڑ میں سے خون کی بو آتی ہے کیونکہ اس عمدہ درخت کے اندر ایک خون ہوا ہے یعنی اس منحوس آدمی نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہے اور اس کو مار کر یہ بھڑوا اس کا سارا مال لے اڑا ہے اور آج جو یہ رئیس بنا ہوا ہے حقیقت میں اس آقا کا غلام ہے اور یہ مدعا علیہ اس کا پوتا ہے یہ اس زمانہ میں بچہ تھا (باپ اس کا اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو چکا تھا) اس لئے اس کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں۔ اب تک تو حق سبحانہ نے اپنے حلم سے اس کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر حق سبحانہ نے اس بھڑوے کی ناشکری سے کہ اس نے کبھی اس کے بال بچوں کو نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ عید میں نہ کسی تہوار میں اور ان بے سامانوں کی ایک لمحہ سے بھی کبھی خبر

نہ تگی اور ان کے دادا کے پہلے حقوق کو کبھی یاد نہ کیا حتیٰ کہ اب یہ ملعون ایک گائے کے لئے اس کے پوتے کوز میں پر پٹکنا چاہتا ہے اس گناہ سے پردہ اٹھادیا لہذا فی الحقیقت خود اسی نے اپنے گناہ سے پردہ اٹھادیا۔ ورنہ حق سبحانہ اس کے جرم کو چھپائے رکھتے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ یہ معنی تو اس وقت ہوں گے جب کہ از ناشکری ایں قلبتان میں لفظ ناشکری میں ایک ایسے ہو اور جار مجرور فعل محذوف سے متعلق ہوں۔ اور اگر روتی ہوں اور ایں قلبتان ناشکری کا مضاف الیہ نہ ہو بلکہ مبتدا ہو اور جزا و کی او بخود برداشت الخ ہو تو معنے یہ ہوں گے کہ بالآخر اپنی ناشکری سے اس بھڑوے نے اپنے گناہ سے خود پردہ اٹھایا۔) اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی حق سبحانہ نہایت ستار ہیں اور کفار و فساق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں اس کا ظلم اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ مگر وہ خود اس کو لوگوں کے آگے رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے دیکھ لو۔ میرے سینگ ہیں۔ اور میں دوزخ کا موذی بیل ہوں۔ تم اس دوزخ کے بیل کو کھلم کھلا دیکھ لو۔ اس سے تم معلوم کرلو کہ خود دنیا ہی میں تمہارے ہاتھ پاؤں اس ظلم مستور کی گواہی دیدیتے ہیں دیکھو جب کہ وہ جرم مستور تم پر مسلط ہوتا اور تقاضا کرتا ہے کہ تو اپنے خیال کو ہرگز مت چھپا بلکہ اس کو ظاہر کردے بالخصوص غصہ اور گفتگو کے وقت تو اس کا تقاضا اور بھی شدید ہوتا ہے اور وہ بالکل صاف صاف تمہارے راز کو ظاہر کردیتا ہے اور جب کہ تم پر ظلم و جفا مسلط ہوکر تقاضا کرتے ہیں کہ اے ہاتھ پاؤں ہمیں ظاہر کردو اور جب کہ تمہارا سر جو کہ تمہارے جرم کا ایک گواہ ہے تمہاری لگام پکڑتا ہے اور اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور تم سے راز کو ظاہر کرادیتا ہے بالخصوص جوش غضب اور جوش انتقام کے وقت تو اب سمجھو کہ جوان کو مسلط کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخفی راز کا جھنڈا صحرا میں گڑ جاتا اور وہ راز آشکار ہوجاتا ہے وہی قیامت میں افشائے راز کے لئے دوسرے موکل بھی پیدا کرسکتا ہے پھر تم قیامت میں اعضاء کے گواہی دینے سے کیوں انکار کرتے یا کیوں اس کو مستبعد سمجھتے ہو اس کے بعد مولانا تو بیخا فرماتے ہیں کہ اے دونوں ہاتھوں سے ظلم و جور میں مصروف شخص موکلوں کو مقرر کرکے راز کو ظاہر کرانے کی کیا ضرورت ہے تیرا جوہر تو خود ظاہر ہے کچھ ضرورت نہیں کہ تو اپنے ظلم کو ظاہر کرکے مشہور ہو کیونکہ تیرے خطرناک خیال کو جاننے والے بدوں ظاہر کئے بھی جانتے ہیں۔ خود تیرا نفس ہر دم سینکڑوں شرارے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ لوگو مجھے دیکھ لو۔ میں آتشی ہوں اور میری آتش جو ایک اعتبار سے جزو دوزخ ہے بالآخر اپنے کل کی طرف راجع ہوگی اور میں نور نہیں ہوں کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوں (اس مقام پر ایک ضروری امر پر تنبیہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا کے کلام میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو چیزیں متجانس یا متشابہ ہوں اور ان میں ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ہو تو مولانا ادنیٰ کو جزو اور اعلیٰ کو کل فرمادیتے ہیں اسی بناء پر کبھی وہ عقول ناقصہ کو جزو اور عقول کاملہ کو کل کہتے ہیں کبھی قلب ناقص کو جزو اور قلب کامل کو کل فرماتے ہیں۔ کبھی نفس کو آتشیں کہہ کر اس کو جزو اور دوزخ کو کل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کے سبب لوگ مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ اور جزویت وکلیت حقیقۃً مراد لے کر توجیہات باردہ میں مشغول ہوتے ہیں) مثلاً دیکھ لو کہ اس

ناحق شناس ظالم نے ایک گائے کے لئے کس قدر حق پوشی کی۔ حالانکہ وہ خود اس کی دو سو گائیں اور دو سو اونٹ اڑا لے گیا تھا۔ یہ حالت ہے نفس کی پس تم کو چاہیے کہ اس سے قطع تعلق کرو اور شرارت دیکھو کہ باوجودیکہ اس نے اس قدر ظلم کیا تھا مگر ایک دن بھی تو خدا کے سامنے نہ رویا اور سوز دل سے ایک دن بھی تو اس کے منہ سے اے اللہ نہ نکلا۔ اور کبھی اس نے یہ نہ کہا کہ اے خدا تو میرے مظلوم دشمن کو خوش رکھنا اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو اے اللہ تو میری طرف سے اس نقصان کی تلافی فرما دینا۔ اور اسکا فائدہ کر دینا اگر میں نے نفس کے دھوکہ میں آ کر اس کو مار ڈالا ہے تو میرے اس جرم کی دیت میرے عاقلہ پر ہے اور میرا عاقلہ تو ہمیشہ سے تو ہی ہے اور میرے جنایات کی تلافی کرنا تیرا ہی کام ہے اگر وہ ایسا کرتا تو یہ جرم جرم نہ رہتا۔ کیونکہ استغفار کے سبب سے سنگ جرم در طاعت بن جاتا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ یہ حالت ہے نفس کے انصاف کی۔ تو پھر اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت کرے گا۔ بلکہ لامحالہ وہ ظالم کا طرفدار ہوگا (قولنا اگر وہ ایسا کرتا تو وہ جرم جرم نہ رہتا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جرم کے آثار مرتب نہ ہوتے اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تعذیب نہ ہوتی بلکہ وہ مستحق اجر ہوتا۔ دنیا میں رسوائی نہ ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن آخرت میں تعذیب نہ ہونے پر یہ اشکال ہے کہ قتل واخذ مال غیر حقوق العباد ہیں ان کو حق سبحانہ بطور خود معاف نہیں فرماتے پھر آخرت میں تعذیب کیوں نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو حق سبحانہ خود معاف نہیں فرماتے۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو خود مدعی سے معاف کرا سکتے ہیں پس تعذیب منتفی ہو گئی اور اس کے طاعت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس گناہ کے سبب بجائے استحقاق عقوبت کے مستحق اجر ہوتا گو وہ گناہ خود سبب استحقاق اجر نہ ہوتا۔ بلکہ سبب استحقاق فی الحقیقت استغفار ہوتا جو کہ ایک عبادت ہے لیکن اس طاعت استغفار کا سبب چونکہ وہ گناہ ہی تھا اس لئے مجازاً اسی کو طاعت کہہ دیا گیا اور استحقاق اجر کو اسی کی طرف نسبت کر دیا گیا۔ فلیتنبہ لہ)

شرح شبّیری

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت	گفت دستش راز پس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے	فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

یعنی جب اس درخت کی طرف باہر کو چلے تو داؤدؑ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں کو پیچھے مضبوط باندھ دو (یعنی مشکیں کس لو)

تا گناه و جرم او پیدا کنم	تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کردوں	تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

یعنی تاکہ میں اس کے گناہ اور جرم کو ظاہر کروں اور تاکہ عدل کا جھنڈا صحرا پر لگا دوں۔

گفت اے سگ جد ایں را کشتۂ	تو غلامے خواجہ زیں رو گشتۂ
فرمایا اے کتے! تو نے اس کے دادا کو قتل کیا ہے	تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

یعنی واؤدؑ نے فرمایا کہ اے کتے تو نے اس کے جد کو مارا ہے تو غلام ہے خواجہ اس (قتل کی وجہ) سے ہو گیا ہے۔ جد مجازاً کہہ یا ورنہ مقتول اس شخص مدعا علیہ کا باپ تھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ارے کتے تو اس کے باپ کو مار کر خود خواجہ بن بیٹھا ہے ورنہ اصل میں غلام ہے۔

خواجہ را کشتی و بردی حال او	کرد یزداں آشکارا حال او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا	خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

یعنی تو نے آقا کو قتل کیا ہے اور اس کا مال تو لے گیا ہے تو خدائے تعالیٰ نے اس کا حال ظاہر کر دیا ہے۔

آں زنت او را کنیزک بودہ است	با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیویٔ اس کی لونڈی تھی	اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

یعنی وہ تیری بیوی اس کی باندی تھی اس نے اس خواجہ کے ساتھ جفا کی ہے۔

ہرچہ او زائیدہ مادہ یا کہ نر	ملک وارث باشد آنہا سر بسر
جو اس سے پیدا ہوا مادہ ہو یا نر	وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

یعنی جو کچھ کہ اس عورت نے لڑکا یا لڑکی جنا ہے تو وہ سب اس وارث کی ملک ہیں سر بسر۔

تو غلامے کسب و کارت ملک اوست	شرع جستی شرع بستاں نکوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اس کی ملک ہے	تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے

یعنی تو غلام ہے اور تیرا سارا کسب اور تمام کام اس کی ملک ہیں۔ تو شرع کو ڈھونڈھتا تھا شرع لے۔ جا خوب اچھی ہے۔ یعنی تو فیصلہ شرع کا چاہتا تھا لے یہ فیصلہ شریعت کا ہے۔

خواجہ را کشتی باستم زار زار	ہم برا ینجا خواجہ گویاں زینہار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا	اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

یعنی تو نے آقا کو ظلم سے زار زار کر کے اسی جگہ مارا ہے اور خواجہ کہہ رہا تھا کہ ارے جانے دے۔

کارد از اشتاب کردی زیر خاک	از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی	اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

یعنی چھری کو جلدی سے تو نے ایک خیال کی وجہ سے جس کو تو نے خوفناک سمجھا تھا زیر خاک کر دیا ہے یعنی

اس خیال سے کہیں خون آلود چھری کوئی دیکھ نہ لے اس کو بھی زیر خاک دفن کر دیا ہے۔

نک سرش با کارد در زیر زمیں	باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے	پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

یعنی یہ اس کا سر مع چھری کے زیر زمین ہے (اے لوگو) تم اس زمین کو اس طرح کھودو

نام ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر	کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے	اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

یعنی اس کتے کا نام چھری پر لکھا ہوا ہے اس (نمک حرام) نے آقا کے ساتھ ایسا مکر اور ضرر کیا ہے۔

ہمچنیں کردند چوں بشگافتند	در زمیں آں کارد با سر یافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے کھودا	زمین میں چھری ...... مع سر کے پا لی

یعنی لوگوں نے اسی طرح کیا اور جب زمین کو کھولا تو زمین میں اس چھری کو مع سر کے پایا۔

ولولہ افتاد در خلق آں زماں	ہر یکے زنار برید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا	ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

یعنی اسی وقت لوگوں میں ایک شور پڑ گیا اور ہر ایک نے کمر سے زنار توڑ دی۔ یعنی چونکہ پہلے ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کیا تھا اور نبی پر اعتراض کفر ہے تو اب بعد اظہار قصہ کے ان سب نے اس کفر سے توبہ کی اور اس کو زنار توڑنے سے تعبیر فرمایا ہے اسی کو خود فرماتے ہیں کہ۔

جملہ از داؤد گشتہ عذر خواہ	زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤد سے معذرت چاہنے والے بن گئے	اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

یعنی سب کے سب داؤد سے عذر خواہ ہوئے۔ اس لئے کہ سب بدظن اور تباہ ہو چکے تھے۔ یعنی چونکہ اس اعتراض کی وجہ سے بدظن اور تباہ ہو رہے تھے اس لئے سب نے معافی مانگی۔

داؤد علیہ السلام کا خونی سے قصاص لینے کا حکم کرنا بعد الزام حجت کے اس پر

بعد ازاں گفتش بیا اے دادخواہ	داد خود بستاں تو از ایں روسیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس (گائے ذبح کرنے والے) سے کہا فریادی! آ	اس رو سیاہ سے، اپنا بدلہ لے

یعنی بعد اس کے اس (دعا کنندہ) سے فرمایا کہ اے داد خواہ تو اس روسیاہ سے اپنی داد لے (پہلے صاحب گاو مدعی تھا اور اب کشندہ گاو مدعی ہے لہذا اس کو داد خواہ کہہ دیا۔ یعنی فرمایا کہ اب تو اس سے اپنا بدلہ لے)

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص	کے کند مکرش ز علم حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا	اس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

یعنی اسی تلوار سے اس کو قصاص لینے کو فرمایا اور علم حق سے اس کا مکر کب چھوٹ سکتا ہے۔

حلم حق گرچہ مواساہا کند	چونکہ از حد بگزرد رسوا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے	جب (معاملہ) حد سے گزر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

یعنی حلم حق اگرچہ بہت مواسات کرتا ہے (مگر) جبکہ تم حد سے گزر جاؤ تو رسوا کر دیتا ہے۔ (دیکھو اس کی بات کو حق تعالیٰ نے کتنی مدت تک چھپایا مگر اب جو یہ اس قدر حد سے بڑھا تو آخر رسوا کر دیا) نعوذ باللہ منہ اللھم استر عیوبنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے	میل جست وجوئے وکشف مشکلے
خون نہیں سوتا' ہر دل میں پیدا ہوتی ہے	جستجو کی خواہش' اور مشکل کا کھولنا

یعنی خون سوتا نہیں ہے اور ہر دل میں جستجو اور کشف مشکل کا میلان پڑتا ہے۔

اقتضائے داوری رب دیں	سر برآرد از ضمیر آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ	اس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے

یعنی رب العالمین کی داوری کا اقتضا اس کے اور اس کے دلوں سے سر نکالتا ہے (اس طرح کہ کہتے ہیں کہ)

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت	ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا' کیسے ہوا' اس کی کیا حالت ہوئی؟	اس طرح جیسے گلزار سے بویا ہوا جوش مارتا ہے

یعنی کہ وہ فلاں کیونکر ہوا کیا ہوا اور حال اس کا کیا ہوا۔ اس طرح کہ جیسے گلزار میں سے کھیتی جوش مارتی ہے۔

مطلب یہ کہ جب خون ہوتا ہے تو لوگ جوش میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص اسی جستجو میں خود بخود لگ جاتا ہے۔

جوشش خوں باشد آن واجستہا	خارش ولہاؤ بحث ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجو میں	دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

یعنی یہ جو جستجو میں جوش خون کی وجہ سے ہوتی ہیں اور خارش قلوب اور بحث و ماجرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ خون جوش مارتا ہے تو دلوں میں ایک خارش پیدا ہو جاتی ہے اور سب تلاش میں لگ جاتے ہیں اور یہ بات آج کل

بھی ہے مشہور ہے کہ خون سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اللھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ پیدا گشت سرکار او	معجزہ داؤدؑ شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا	(حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

یعنی جب کہ اس کا بھید ظاہر ہوگیا تو داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوگیا اور دوہرا ہوگیا مطلب یہ کہ جس طرح انہوں نے بتایا تھا جب اسی طرح نکلا تو سب کو آپ کا معجزہ معلوم ہوگیا اور فہرست معجزات میں ایک زیادتی ہوگئی۔

خلق جملہ سر برہنہ آمدند	سربسجدہ بر زمینہاے زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے	سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

یعنی سارے سر برہنہ آئے اور سر سجدہ میں زمین پر مارتے تھے (اور کہتے تھے کہ)

ماہمہ کوران اصلی بودہ ایم	وانچہ مے فرمودۂ نشودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے	اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

یعنی ہم سارے اصلی اندھے تھے اور آپ جو فرماتے تھے ہم اس کو نہ سنتے تھے۔

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم	وز تو ما صدگوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں	لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

یعنی ہم نے تو آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائبات دیکھے ہیں لیکن جب ہم اندھے ہیں تو معذور ہیں مطلب یہ کہ ہم نے آپ سے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ مگر کیا کریں بصیرت تو حاصل نہیں ہے لہذا ہم معذور ہیں کہ اس میں بھی یہی نہ سمجھا کہ آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ اور یہ سمجھ کر چپ نہ رہے آگے ان عجائبات میں سے کچھ بیان کرتے ہیں کہ۔

سنگ باتو در سخن آمد شہیر	کز برائے غز و جالوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے	کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

یعنی پتھر آپ سے باتوں میں آیا۔ مشہور ہے کہ (اس نے کہا کہ) مجھے جالوت کی لڑائی کے واسطے لے لو (اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب داؤدؑ طالوت کے ساتھ جالوت سے لڑنے کو چلے ہیں تو ایک پتھر نے کہا تھا کہ اے داؤد مجھے لے لو میرے ذریعہ سے تم جالوت کو قتل کروگے تو ایسا ہی ہوا)

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدے	صد ہزاراں خصم را برہم زدے
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے	لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

یعنی آپ (جنگ جالوت میں) تین پتھر اور گوپھیہ کے ساتھ آئے تھے اور لاکھو دشمنوں کو درہم برہم کر

دیا تھا (اس طرح کہ)

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد	ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے	ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

یعنی آپ کے پتھر لاکھوں ٹکڑے ہوئے اور ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا۔ یعنی ہر ایک پتھر کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور جس کے وہ ٹکڑا لگتا تھا وہ اس کو مار دیتا تھا۔

آہن اندر دست تو چوں موم شد	چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا	جب آپ زرہ بنانا جان گئے

یعنی لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو گیا جب کہ آپ کو زرہ سازی معلوم ہوئی (یہ تو بہت ہی مشہور ہے)

کوہہا با تو رسائل شد شکور	باتو میخوانند چوں مقرے زبور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے	آپ کے ساتھ (مثل) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

یعنی پہاڑ آپ کے ساتھ ہم آواز ہوئے درآنحالیکہ شکر کرنے والے تھے اور وہ آپ کے ساتھ قاری کی طرح زبور پڑھتے تھے۔

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد	از دم تو غیب را آمادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں	آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

یعنی لاکھوں چشم دل آپ کے دم سے کھل گئیں۔ اور غیب کے لئے آمادہ ہو گئیں۔

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم است	زندگی بخشی کہ سرمد قائم است
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے	آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

یعنی وہ معجزہ جو کہ سب سے قوی ہے اور دائم ہے حیات (روحانی) کا بخشنا ہے کہ (یہ معجزہ) ہمیشہ کے لئے قائم ہے مطلب یہ کہ اور سب معجزات تو آپ کے ہیں ہی مگر آپ سے جو حیات روحانی میسر ہوتی ہے یہ ایسا معجزہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔

جان جملہ معجزات ایںست خود	کو بہ بخشد مردہ را جان ابد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے	کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

یعنی تمام معجزات کی روح ہے کہ مردہ کو جان ابدی بخشتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو روحانی مردے ہیں ان کو حیات ابدی اور حیات روحانی بخشتا ہے تو یہ معجزہ بھی تمام معجزات کی روح اور اصل ہے اب آگے مولانا قصہ کے

نتیجہ اور انجام کے طور پر فرماتے ہیں کہ۔

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد	ہر یکے از نو خدارا بندہ شد
ظالم قتل کیا گیا' ایک عالم زندہ ہو گیا	ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

یعنی ظالم مارا گیا اور ایک جہاں زندہ ہو گیا اور ہر شخص از سر نو خدا کا بندہ ہوا۔ (اس لئے کہ اس کے معاملہ میں سب نے نبی پر اعتراض کیا تھا تو سب قریب بہ کفر پہنچ گئے تھے۔ اب جب کہ یہ مارا گیا تو سب کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور سب گویا کہ از سر نو مسلمان ہوئے) آگے مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماویں گے۔ جس کو ان شاء اللہ ربع ثالث میں بیان کیا جاوے گا۔

الحمدللہ ربع ثانی دفتر سوم کلید مثنوی بتاریخ ۸ رجب ۱۳۳۴ھ ختم ہوا۔ اس کے آگے ان شاء اللہ ربع ثالث آتا ہے۔ فالحمد لله علیٰ احسانه

شرح حبیبی

جب باہر نکل کر درخت کے پاس پہنچے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مشکیں کس لو تا کہ میں اس کا جرم اور گناہ ظاہر کروں اور تا کہ انصاف کا جھنڈا صحرا میں قائم کروں۔ یعنی انصاف کو عالم آشکار کروں۔ یہ حکم دے کر آپ مدعی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ او نالائق تو نے اس مدعا علیہ کے دادا کو مارا ہے اور تو حقیقت میں غلام ہے اور اس ذریعہ سے تو سردار بن گیا ہے تو آقا کو مار کر اس کا مال لے اڑا ہے۔ اب حق سبحانہ نے تیرا حال ظاہر کر دیا اور وہ جو تیری بیوی ہے وہ اس کی لونڈی ہے اس نے بھی اس آقا پر زیادتی کی ہے لہذا جو کچھ نر و مادہ بچے اس سے پیدا ہوئے ہیں وہ اس آقائے مقتول کے وارث کی ملک ہیں اور چونکہ تو غلام ہے اس لئے جو کچھ تو نے کمایا ہے سب اسی کی ملک ہے تو نے شرعی فیصلہ چاہا تھا بہت بہتر ہے لے یہ شرعی فیصلہ ہے تو نے اپنے آقا کو اسی جگہ ظلماً مارا ہے حالانکہ وہ تجھ سے کہتا تھا کہ ارے مجھے مت مار مجھے چھوڑ دے چونکہ تو قتل کر کے ڈرا اور تیرے متخیلہ نے کوئی صورت تیرے پیش نظر کر دی اس لئے فوراً تو نے خنجر کو زمین میں دفن کر دیا دیکھ زمین میں وہ سر چھری سمیت موجود ہے اچھا لوگو اس زمین کو کھود و اور دیکھو کہ اس چھری پر اس پاجی کا نام بھی لکھا ہوا ہے دیکھو اس پاجی نے اپنے آقا کے ساتھ یہ فریب کیا اور اس کو اس قدر ضرر پہنچایا۔ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور اس زمین کو کھودا تو اس میں سے سر اور چھری دونوں برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور سب نے اپنی اپنی کمر سے زنار توڑ ڈالے یعنی سب نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معذرت کی کیونکہ وہ ان سے بدظن ہو کر اپنی عاقبت خراب کر چکے تھے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ سے فرمایا کہ او مظلوم آ اور اس روسیاہ سے اپنا انتقام لے۔ اور فرمایا کہ اسی خنجر سے اس سے قصاص لے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اپنے فریب سے

گویا کہ دائرہ علم الٰہی سے نکلنا چاہتا تھا مگر نکل کب سکتا تھا علم حق سبحانہ بہت درگزر کرتا ہے مگر جب کہ آدمی حد سے تجاوز کرتا ہے تو پھر حق سبحانہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں خون خاموش نہیں رہتا بلکہ ہر دل میں اس کی تفتیش کی رغبت اور اس عقدہ مشکل کو حل کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور عدل خداوندی کا اقتضا لوگوں کے دلوں میں یوں ظہور کرتا ہے کہ وہ سوچتے ہیں کہ فلاں شخص کیا ہوا اور اس کا کیا حال ہوا۔ یہ خیالات ان کے دل میں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں کہ جس طرح باغ میں کھیتی اور یہ تمام تفتیش اور دلوں کی کھٹک اور پوچھ گچھ سب خون کا جوش ہوتی ہیں غرضکہ جبکہ اس قصہ کا راز ظاہر ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر اور عظیم ہو گیا۔ سب لوگ ننگے سر آئے اور زمین پر سربسجود ہوئے اس کے بعد کہا کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اصلی اندھے تھے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو ہم نے بگوش قبول نہ سنا اور ہم نے آپ کے سینکڑوں طرح کے عجائبات دیکھے لیکن چونکہ ہم اندھے ہیں اس لئے معذور ہیں آپ معاف فرمائیں ہم جانتے ہیں کھلم کھلا آپ سے پتھر نے گفتگو کی اور کہا کہ آپ طالوت کی مصاحبت میں جنگ کریں گے اس جنگ کے لئے آپ مجھے لے لیجئے۔ نیز آپ تین پتھر اور ایک گوپیا لے کر جنگ میں شریک ہوئے اور لاکھوں دشمنوں کو انہیں پتھروں سے فی النار کر دیا۔ آپ کے پتھروں کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور ایک ٹکڑا دشمن کو ہلاک کرتا تھا۔ نیز جبکہ آپ کو صنعت زرہ بافی معلوم ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہونے لگا نیز پہاڑ شاکر ہو کر آپ کے ہم آواز ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ قاریوں کی طرح زبور پڑھتے ہیں نیز لاکھوں باطنی آنکھیں کھل گئیں اور آپ کے دعظ سے غیب بینی پر آمادہ ہو گئیں اور سب سے بڑھ کر جو کہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ بات ہے کہ آپ وہ حیات عطا فرماتے ہیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور سب معجزات کی جان آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ حیات ابدی عطا کرتے ہیں الحمد للہ کہ ظالم مر گیا اور اس کے سبب دنیا زندہ ہو گئی اور ہم میں سے ہر ایک خدا کا بندہ ہو گیا۔ ورنہ اس نے تو ہم سب کو تباہ کر دیا تھا کہ ہم اس کی باتوں میں آ کر آپ پر اعتراض کرنے لگے تھے اور ایمان کھو بیٹھے تھے۔ فقط

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆